نور علی نور حصہ اول

۱۲۵

[illegible]

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

الحمد للہ علی احسانہ کہ ایں رسالہ شریفہ الموسوم بہ

ضیاء یک عکس خیار علی تابندہ ہر یک
منور گشت از نور ولایت ملت بیضا

امیر المومنین حیدر امام المتقین حیدر
نبی را جانشین حیدر بسان ہارون من موسیٰ

سنہ ۱۳۲۸ھ

مقام مرتضیٰ از عرش اعظم ہست بالاتر

نور علی نور

سنہ ۱۹۱۰ء

حصہ اول

[illegible]

من تالیف

سید کاظم علی صاحب بریلوی اثنا عشری بجواب طرفہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

در مطبع یوسفی دہلی باہتمام سید صغیر حسن مالک مطبع طبع شد

تقاریظ

قطعۂ تاریخ جناب سید عبداللہ صاحب

نوشتی بعدِ مراۃ الامامۃ
بتوفیق خدا نورِ علیٰ نور

عیاں از ہر دو تنویر امامت
دگر صلّ علیٰ نورِ علیٰ نور

ز ہر جانب بگوش اہل ایماں
ہمی آید صدا نورِ علیٰ نور

منور گشت قلب اہل انصاف
کہ شد جلوہ نما نورِ علیٰ نور

ز بام آسماں ہاتف ندا داد
بگفتہ حق نما نورِ علیٰ نور

۱۳ ۲ ۸

قطعہ تاریخ از جناب میر ممتاز حسین صاحب عاکف بریلوی

مرحبا کاظم علی نیک ذات
ہو مقابل تیرے کیا یارائے خصم

تو مُوَفّق ہے بتوفیق الٰہ
بحث میں کیونکر نہ مُنہ کی کھائے خصم

ہے ہدایت سے بھری ساری کتاب
کیا عجب جو راہ پر آجائے خصم

حجت قاطع ہے ہر سطر کتاب
نقش باطل کیوں نہو دعوائے خصم

سطوت و گرمی حجت دیکھ کر
گھُل کے پانی کیوں نہو اعضائے خصم

دے جواب اسکا یہ کیا اُسکی مجال
عالموں سے بھی مدد گو پائے خصم

مصرعۂ تاریخ عاکف نے کہا
مستدل ہے ردّ حجتہائے خصم

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

الحمد للہ علی احسانہ کہ این رسالہ شریفہ الموسوم بہ

نور علی نور

حصہ اول

من تالیف سید کاظم علی صاحب بریلوی اثنا عشری بجواب مطرقہ مصنفہ
مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

در مطبع یوسفی دھلی طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الارض والسمآء وبعث الانبیا وجعل آدم فی الارض خلیفہ وجعل ابراھیم و ذریتہ الطاھرۃ للناس اماما والصلوٰۃ علی افضل الانبیا محمد ن المصطفی واخیہ ووصیہ وخلیفتہ علی ن المرتضیٰ وآلہ المعصومین الائمۃ الھدیٰ وانوار الدجی واصحابہ المتمسکین بالعروۃ الوثقیٰ

تمہید

امابعد ارباب تحقیق کی خدمت میں التماس ہے کہ سنہ ١٣١٠ھ میں مولوی امیر اللہ صاحب ساکن موضع دھندری ضلع پیلی بھیت نے چار سوال اپنے دستخطی میرے پاس بھیجے ازانجملہ دو سوال متعلق قرآن شریف تھے اور دو متعلق امامت اُن چار سوالوں کے جواب میں احقر نے ایک مختصر رسالہ لکھا اور اُسکا نام **مراۃ الامامت** رکھا جو ماہ شوال سنہ ١٣١١ھ میں شائع ہوا دس برس تک مولوی امیر اللہ صاحب اور اُن کے ہم خیال پنبہ بگوش حیران و پریشان بیٹھے رہے مولوی امیر اللہ صاحب نے تو اپنے سکوت سے اپنا عجز ظاہر فرمادیا اور فی الحقیقت اُسکا جواب لکھنا اُن کے دائرۂ امکان سے باہر تھا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ مولوی امیر اللہ صاحب مذہب کی ڈوبتی ہوئی کشتی کے بچانے کی طرف مطلق توجہ نہیں فرماتے تو مجبور ہوکر اپنے پیر و مرشد۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

کے پاس استغاثہ کیا تاکہ زورق مذہب کو جو دس برس سے تلاطم میں پڑی ہے تباہی سے نجات
دیں اُنھوں نے اپنے ایک مُرید پیر مولوی خلیل احمد صاحب کو جن پر بقول خود ضعف پیری غالب ہے (دیکھو مطرقہ صفحہ ۲ سطر ۱۵)
حکم دیا کہ مراۃ الامامت کا جواب لکھیں۔ اُنھوں نے اپنے پیر کا حکم واجب التعمیل جان کر ایک رسالہ
مطرقۃ الکرامہ تالیف کیا اور اُسکا حصّہ اول شائع کیا ۔ یہ حصّہ اول مراۃ الامامت کا جواب نہیں
ہے اس میں اکثر وہی پُرانی باتیں ہیں جنکا جواب اہل حق دے چکے ہیں۔ مولوی مُرید صاحب نے تحفہ
عزیزی کے باب پنجم و ششم و نیز آیات بیّنات و تصنیفات مولوی حیدر علی صاحب وغیرہ سے مضامین
اخذ فرمائے ہیں۔ اگر کچھ ہمت تھی تو نزہہ کا جواب تحریر فرمایا ہوتا۔ حسام ہی کو رد کرتے۔ طعن الرماح
ہی کے جواب پر کمر باندھتے۔ رمی الجمرات ہی کا جواب عنایت فرماتے استقصار الافحام ہی کے جواب کا
بیڑا اُٹھاتے۔ مجروح اور مقدوح دلائل کو بار بار پیش کرنا حیا داری نہیں ہے جواب کوئی لکھے تو
کاہے کا لکھے اور توجہ کرے تو کس طرف کرے اُس پر طرّہ یہ کہ دعوے الہام کیا گیا ہے۔ ہاں اس رسالہ
کا نام ضرور قابل تعریف ہی۔ مرید صاحب کو خوب سوجھی اپنے زعم میں تو اُنھوں نے یہ مطرقہ مراۃ الامامت
کے واسطے تیار کیا ہے ۔ مگر حقیقت میں ہمارے مخاطب اول یعنی مولوی امیر اللہ صاحب کی قلعی
کھولدی ہے ۔ اس اجمال کی تفصیل کرنا بخیال تہذیب مدنظر نہیں ہے ۔ سمجھنے والے سمجھ جائیں گے کہ یہ
الہامی مطرقہ تیار کردہ مُرید صاحب اُن کے دوست ہمخیال مولوی امیر اللہ صاحب کے ہاتھ میں باعتبار
اصل بہت موزوں آلہ ہے ۔ ناظرین پر مخفی نرہے گا کہ مرید صاحب اپنے الہامی دعوےمیں کہاں تک
سچے ہیں دعوے تو یہ کیا ہے کہ جو کچھ اُنکو سوجھی وہ متقدمین اہل سنت کو بھی نہ سوجھی مگر موقع پر معلوم
ہو جائے گا کہ مخاطب صاحب اُنھیں لوگوں کے زلہ ربا ہیں جن پر وہ اپنا فضل ظاہر کرنا چاہتے
ہیں ۔ وہی ٹوٹے پھوٹے اعتراض جابجا مطرقہ میں پھیلائے ہیں جو صواقع میں کابلی صاحب نے
لکھے ہیں اور صواقع سے تحفہ میں شاہ صاحب نے ترجمہ کرکے لکھے اور تحفہ سے آیات بینات وغیرہ میں
لکھے گئے اور آیات بینات سے سوال از جمیع علما رشیعہ تیار کیا گیا ۔ اور سوال مذکور کو بھی جس کے
متعدد جواب مثل تشفی خوارج و اہلسنت و ارشاد المفید لہدایۃ الرشید وغیرہ ہو چکے مرید صاحب نے

اپنے الہامی مطرقہ میں داخل کردیا اور صرف نقل سوال ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس کے دلائل اور اعتراضات کو بھی مطرقہ میں پھیلایا - عام طور پر لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ تحفہ وغیرہ میں سے مضامین چن چن کر رسالہ لکھنا شروع کر دیتے ہیں اور اس امر کا کچھ لحاظ نہیں فرماتے کہ سب کے جوابات شافی شائع ہو چکے متعدد جواب تحفہ کے ہدیہ ناظرین ہو چکے اہل مذہب پر واجب ہی کہ تحفہ کے جوابوں کا رد لکھیں اگر جواب نہو سکے تو اپنے عجز کا اعتراف کریں - مقدوح ومجروح کتابوں کے مضامین بار بار لکھنا صاحبان عزت وحیا کا کام نہیں ہے -

مولوی مرید صاحب کا مختصر حال

مولوی مرید صاحب اپنے اہل ملت میں ایک سربرآوردہ شخص گنے جاتے ہیں اور سنتے ہیں کہ مدرسہ بہاولپور و سہارنپور و دیوبند وغیرہ میں معلّم بھی رہ چکے ہیں اور اُن کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مُرید بھی ہیں - اور سید چراغ شاہ صاحب اور سیّد فرزند حسین صاحب سے مناظرہ ومباحثہ بھی فرما چکے ہیں - آپ اپنے آخر زمانہ حیات میں اس خاکسار سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے ہیں

آزادی طبع کے فوائد

تعصب سے آزاد ہو کر تحقیق حق کرنا مذموم نہیں ہے - بدون اس کی تحقیق حق دشوار ہے بغیر سوچے سمجھے بلا ئے تعصب میں گرفتار ہو جانا - البتہ خوب نہیں - آزادی طبع کے باعث بے تعصب ہو کر اُس بچہ نے جس کو مخاطب صاحب مطرقہ کے صفحہ ۴ پر بھولا بھولا بچہ فرماتے ہیں تحقیق حق کیا اور جس شخص کو جادۂ حق کی طلب ہو اسپر واجب ہے کہ پہلے تعصب سے آزاد ہو جائے ایسا بچّہ اُس پیر نا بالغ سے بہتر ہے جس نے بلا تحقیق تقلید کا پھندا اپنی گردن میں ڈال لیا ہو اور مصداق انا وجدنا اباءنا کا بن گیا ہو - مولوی مُرید صاحب کو ملاحظہ مراۃ الامامت سے کھُل گیا ہوگا کہ وہ بچہ مناظرہ کے کوچہ سے ماہر تھا یا نا بلد اور ناظرین فریقین پر بھی مخفی نہیں ہے وہ بچّہ منطقی چال کو رشتۂ خام کی طرح توڑ گیا اور پھر ثابت کردے گا کہ خصم کے دلایل کو یوں

باطل کرتے ہیں اور دشمن کا وار رد کر کے یوں دیوبند باندھتے ہیں۔

مولوی مُرید صاحب کی رستبازی کا اظہار

مولوی مُرید صاحب کا یہ تحریر فرمانا کہ اس بچّہ کو بہلا پھسلا کر اول حکیم امیر اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجا بالکل خلاف ہے بلکہ مولوی امیر اللہ صاحب نے خود اختر حسین خاں وغیرہ سے کہلا بھیجا تھا کہ میرے پاس آئیں۔ جسکا ذکر مجملاً مراۃ الامامت میں ہو چکا ہے اور اب تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے جس سے مولوی مُرید صاحب کی صدق و راستی کا اندازہ ہو جائے گا۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے میں اختر حسین خاں کے یہاں شب کے وقت جایا کرتا تھا وہاں کبھی کبھی اور لڑکے بھی کمبوہوں کے آیا کرتے تھے ان سب کی آمد و رفت مولوی امیر اللہ صاحب کے پاس بھی تھی یہ لڑکے کبھی کبھی مذہبی چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے اور ظاہرا یہ معلوم ہوتا تھا کہ شب کے وقت جو گفتگو ہوا کرتی تھی اس کی خبر صبح کو مولوی صاحب کے پاس پہنچائی جاتی تھی وہاں اور مسائل تعلیم ہوتے تھے جو شب کے وقت پھر پیش ہوتے تھے القصہ ایکمرتبہ مولویصاحب نے بحیلہ اُنھیں لڑکوں کی معرفت بلا بھیجا اور اُن لڑکوں نے آکر ایسی بات بیان کی جس سے مجکو یقین آگیا کہ مولوی امیر اللہ صاحب نے مجھے بُلایا ہے اب میں وہ حیلہ بیان کرتا ہوں کہ جس حیلہ سے مولوی صاحب نے مجکو بلوایا تھا۔ اُن لڑکوں نے یہ کہا کہ مولوی امیر اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ میر کاظم علی کو میرے پاس بھیجدینا کیونکہ مسئلہ کتاب انگریزی کی بابت مجکو کچھ گفتگو کرنا ہے اسکا اشارہ میں نے مراۃ الامامت میں کیا ہے۔ لیکن اُس مسئلہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لہذا اس جگہ ظاہر کرتا ہوں ایک مرتبہ خاکسار حاجی باقر حسین صاحب مرحوم کے مکان پر گیا وہاں پر جناب حکیم سیّد جعفر حسین صاحب مدظلہ بھی تشریف رکھتے تھے اور بہی صاحبان حاجت جناب حکیمصاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے موقع پاکر عرض کیا کہ فلنٹ ٹہنیرم ایک کتاب علم الہیئت میں ہے اس میں حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ کا ترجمہ کر کے انگریزی مصنّف نے اسپر اعتراض کیا ہے اور اس حدیث کو انگریزی مصنف نے آیت قرآن شریف سمجھا ہے جو اعتراض کہ انگریزی مصنف

نے کیا ہے اُس کو میں بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں مولوی امیر اللہ صاحب بھی وہاں تشریف لے
آئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں کبھی کبھی حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ مولوی امیر اللہ
صاحب اُسوقت کچھ نہ بولے میری تقریر سُنا کئے پھر وہاں سے وہ بھی تشریف لے گئے اور میں
بھی اپنے مکان کو چلا گیا۔ کئی روز کے بعد مولوی صاحب نے اُن کمبوہوں کے لڑکوں کی معرفت
مجکو اس حیلہ سے بلایا کہ مسئلہ کتاب انگریزی کی بابت کچھ گفتگو کرنا ہے۔ چنانچہ میں شب کے وقت
مدرسہ اکبر حسین خاں صاحب میں گیا جہاں مولویصاحب رہتے تھے اسوقت مولویصاحب کے پاس
اُن کے ایک شاگرد مسمی سید حسین صاحب بھی بیٹھے تھے۔ میں سلام علیک کے بعد خاموش
بیٹھ گیا۔ پھر مولویصاحب نے اپنے شاگرد سمیت نماز عشا ادا کی۔ بعد فراغ اپنے شاگرد کی
جانب مخاطب ہوئے۔ مذہب امامیہ کی مذمت اور حضرات شیخین کی تعریف میں لب کشائی
کی چند آیات کی تلاوت اور اُن کی تاویل اپنے مقصود کے موافق فرمائی۔ میں خاموش
بیٹھا رہا کیونکہ روئے خطاب میری جانب نہ تھا۔ جب شب کے گیارہ بجے اُس وقت
مینے مولوی صاحب سے رخصت طلب کی کیونکہ موسم سرما کا آغاز تھا اور مجکو کھانسی تھی اور حرارت
موجود اور آواز گرفتہ اول تو ویسے ہی بیٹھنا ناگوار تھا کیونکہ طبیعت بدمزہ تھی دوسرے
مولوی صاحب کی آواز دماغ چاٹے جاتی تھی اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب طبیعت ناساز
ہوتی ہے تو بات چیت تک اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ جب میں کھڑا ہو گیا۔ اسوقت مولوی
صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمہارے ہی سنانے کے واسطے یہ تقریر کی تھی اب تم سے دریافت
کرتا ہوں کہ تمنے یہ مذہب کیوں اختیار کیا۔ اس بیان سے ہر شخص سمجھ لیگا کہ میں مولویصاحب
کے پاس مذہبی مباحثہ کرنے کی غرض سے نہیں گیا تھا نہ مجکو بہلا پھسلا کر کسی نے اُن کے
پاس بھیجا تھا جیسا کہ مولوی مرید صاحب نے تحریر فرمایا ہے اگر اس ارادہ سے گیا ہوتا
تو کیوں خاموشی اختیار کرتا اور بغیر تقریر کئے ہوئے کیوں اجازت چاہتا اور مجکو ایسی کیا ضرورت
تھی کہ ایسی حالت میں جاکر مولوی امیر اللہ صاحب سے مناظرہ کرتا جبکہ مجکو کھانسی کی وجہ سے

بات کرنے میں بھی تکلف تھا- اب ناظرین مولوی مُرید صاحب کی راست بیانی کا اندازہ فرمالیں- اس کے بعد مولوی امیر اللہ صاحب سے جو گفتگو ہوئی اُس کا اعادہ کرنا اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین مشتاق ومنتظر ہوں گے کہ آخر وہ گفتگو کیا ہوئی اور اُس کا نتیجہ کیا ہوا لہذا مناظرہ نہم شب کا ذکر بھی خالی فائدہ سے نہیں ہے- ذرا متوجہ ہو کر ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے-

مناظرہ نہم شب

اب مولوی امیر اللہ صاحب کا روئے خطاب اس خاکسار کی جانب ہے- مولوی صاحب نے حضرت ابوبکر کی فضیلت کا بلا دلیل دعوے کیا میں نے عرض کیا کہ آپ جو سب سے افضل فرما رہے ہیں اس بیان سے میری تسکین کیونکر ہو آخر کوئی دلیل فضیلت بھی آپ کے پاس موجود ہے فرمایا بہت سی دلیلیں ہیں- میں نے عرض کیا کہ از انجملہ دو چار دلیلیں بیان فرمائے- مولوی صاحب نے تھوڑی دیر گریبان فکر میں سر ڈالا- پھر سر اُٹھا کر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ جس قدر احسان ابوبکر کا مجھ پر ہے اُس قدر اور کسی کا نہیں ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ جس شخص کے رسول اللہ صلعم احسان مند ہوں وہ سب سے افضل ہوگا- مگر سند اس کی بیان نہیں فرمائی میں نے جواب دیا کہ ایک احسان حضرت ابوبکر نے کیا تھا اُسکا قصہ مجھ سے سُنئے

قصہ احسان حضرت ابوبکر

ہجرت کے وقت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک اونٹ کی ضرورت ہوئی حضرت ابوبکر کے پاس ایک اونٹ تھا جسکو اُنھوں نے دو سو درم کو خریدا تھا- آنحضرت صلعم کے ہاتھ نو سو درم کو فروخت کیا سات سو درم کورے نفع کے لئے کیا اسی کا نام احسان کرنا ہے مولوی صاحب بولے بیشک آنحضرت صلعم کو بوقت ہجرت اونٹ کی ضرورت پڑی تھی حضرت ابوبکر نے کہا میرا اونٹ حاضر ہے- آنحضرت نے فرمایا اے ابوبکر اسکی قیمت لیلو- جواب دیا کہ قیمت کی کیا ضرورت ہے ویسے ہی حاضر ہے- آنحضرت صلعم نے فرمایا

کہ میں خدا کے کام میں کسی کا احسان لینا نہیں چاہتا۔ لہذا ابوبکر نے قیمت لے لی ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ مولوی امیر اللہ صاحب کی اس تقریر سے مولوی صاحب کا دعوےٰ باطل ہو گیا یعنی حضرت ابوبکر کا احسان کرنا ثابت ہوا اور احسان ہی سے افضلیت ثابت کرینگا دعوے کیا تھا جب احسان ہی تشریف لے گیا تو افضلیت کیونکر ثابت ہو افضیلت تو درکنار صد درجہ کی طرح ثابت ہوئی کہ دوسو کے نوسو بنائے دوسو درم کو خریدنا اور نوسو کو فروخت مدارج النبوۃ جلد۲ میں ہے۔ بھلا داموں کے دام بھی فروخت کرتے تو بھی گنجایش احسان جتانے کی ہوتی اور رہا خواہ کہ سکتے تھے کہ دیکھئے اتنے دنوں گھر سے کھلایا اور نفع کچھ نہ لیا ہر چند کہ قیمت دیدینے کے بعد احسان کا بار نہیں رہتا۔ غرض میں نے مولویصاحب سے عرض کیا کہ آپنے قصہ شترفروشی کی تصدیق تو فرمائی مگر نوسو درم کو فروخت کرنے کی آپ تصدیق نہیں فرماتے آخر آپ ہی فرمائے کہ کتنے کو اونٹ فروخت کیا فرمایا مجھے اسوقت یاد نہیں کتاب دیکھ کر پھر بتلاؤں گا۔ لہذا اب مولوی امیر اللہ صاحب اور مولوی مرید صاحب دونوں سے پھر گذارش ہے کہ بحوالہ کتب فرمادیں کہ حضرت ابوبکر نے کتنے داموں کو وہ اونٹ خریدا تھا اور کتنے کو فروخت کیا غرض اُس کے بعد مینے مولوی امیر اللہ صاحب سے عرض کیا کہ خرید کے دام تو آپ کتاب دیکھ کر بتائیں گے مگر آپ کے اس بیان سے بھی کئی فائدے حاصل ہوئے اول یہ کہ ایسی مصیبت کے وقت جبکہ کفار درپئے قتل رسول مختار تھے یار غار کے احسان کا بار اٹھانا ننگ و عار سمجھا تو ایسے وقت میں کہ وہ جناب مجمع انصار میں بخوف تھے کیوں احسان لیا ہوگا دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ہر کام رسول اللہ صلعم خدا ہی کے واسطے کیا کرتے تھے اپنے نفس کے واسطے کب کوئی کام کرتے تھے اور حسب اعتراف آپکے خدا کے کام میں احسان لیتے تھے پس بالبداہت ثابت ہوا کہ کبھی رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کا احسان نہیں لیا۔ مولویصاحب ساری منطق بھول گئے اور ان باتوں کا کچھ جواب نہ دے سکے بلکہ اپنی تقریر سے آپ عاجز یہ تقریر رات کے ایک بجے تک رہی اسکے بعد بندہ اپنے

مکان کو آیا والسلام علی من اتبع الہدیٰ

سبب تالیف رسالہ ہذا

رسالہ مطرقہ اس قابل نہیں کہ اُس کے جواب کی طرف کوئی متوجہ ہو۔ کیونکہ اس میں وہی باتیں ہیں جن کے جوابات سے کتب مناظرہ مالامال ہیں اگر کوئی نہ دیکھے تو اسکا کیا علاج ہے۔ مولوی مُرید صاحب صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے مذہب حق کی خوب چھان پھٹک کی اور ہدایات الرشید میں اصول سے لیکر فروع تک مذہب شیعہ کا ابطال کیا میں عرض کرتا ہوں کہ دلائل سخیفہ ہدایات الرشید کے واسطے ابطال اصول اہل حق شاید آپ نے کافی نہ سمجھے اس واسطے مطرقہ میں دوبارہ اُن کے ابطال کی ضرورت داعی ہوئی۔ عجب کیفیت ہے کہ ہدایات الرشید کی تالیف کے زمانہ میں باریک مضامین مولوی مرید صاحب کے قلب پر القا ہوئے اور مطرقہ کے واسطے باریک مضامین کا رخ دماغ میں آکر گونجی یہ فیضان کا ہے کو ہوا کوئی مادّہ فاسد ہوا جس کو قلب و دماغ سے علاقہ ہو دیکھئے اب دماغ کے بعد وہ کس طرف رجوع ہوتا ہے۔ مولوی مرید صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہدایات الرشید کو شیعوں نے بھی لاجواب سمجھا۔ اسی گھمنڈ کو مٹانے کے لئے میں نے مطرقہ کا جواب لکھا اگر نہ لکھتا تو مولوی ممدوح صاحب اپنے گمان میں اسکو بھی لاجواب تصور فرمانے لگتے اور چونکہ بعض باریک دلائل ہدایات الرشید کے بھی مطرقہ میں قلمبند فرمائے ہیں لہذا اُن دلائل منتجبہ کا رد بھی کر دیا جائے گا۔ پس یہ ہمارا رسالہ بعض اجزاء ہدایات الرشید کے رد کو بھی شامل ہے ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

تنبیہ بر استعمال الفاظ رکیکہ

آپ نے جو مطرقہ کے صفحہ ۹ پر میری تحقیق کو خواہ مجکو بنظر تحقیر پدی تجویز فرمایا یہ مجکو کچھ بھی ناگوار نہیں بلکہ میں اسکو اپنا فخر سمجھتا ہوں کیونکہ پدیوں نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ اصحاب فیل بھی اُن سے مات کھا گئے اگر آپ اس سے بے خبر ہوں تو قرآن شریف کھولکر تیسویں پارہ میں سورۃ الفیل نکال لیجئے اور اُسمیں پدیوں کے غلبہ کا ذکر ملاحظہ فرمایئے وادسل

علیہم طیرًا ابابیل ہ ترمیہم بحجارۃ من سجیل الخ پس پدی کو ذلیل اور حقیر سمجھنا روا ہے۔ بلکہ ایک پشہ کو بھی بنظر تحقیر دیکھنا خطا ہے۔ کیونکہ وہ بھی نمرود کے کاخ دماغ میں گھس گیا تھا اور اُسپر غالب آگیا تھا اور میرے رسالہ کو پدی کا شوربہ مُنہ سے کہدینا آسان بات ہی مگر جواب دینا کٹھن ہے ؎

توان بحلق فرو بردن استخوان درشت ... ولے شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف

یولون الدبر

لیکن اہل حق کو یہ الزام جو آپ نے مطرقہ کے صفحہ ۵ پر لگایا ہے کہ "ہمیشہ مناظرات میں مصداق یولون الدبر کے رہے ہیں" یہ بہتان کی قوت میں ہے۔ کیونکہ اسپر کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی ہے اور اُس کے بعد یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے "اور کیونکر پشت ندیں اپنے آئمہ سے تعلیم ہی ایسی پائی ہے"، یہ کلمات آپکے بالکل رکیک اور ناملایم اور خلاف تہذیب ہیں۔ کیونکہ پشت دینا ذو معنی ہے اور اس عبارت میں یہ کلمہ ذم کی طرف متوجہ ہے اور غراب معنی پیدا کرتا ہے لیکن میں اس خلاف تہذیب اردو کے جملہ کا جواب تہذیب کے ساتھ آئندہ عرض کروں گا۔ اس مقام پر اس امر کو ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ ازروے واقعات کے کلمہ یولون الدبر کا کون مصداق ہی اور چونکہ کلمہ دُبرا دبار قرآن شریف میں آیا ہے اس لئے میں ترجمہ آیات میں اُسکو بعینہ لکھدوں گا تاکہ واضح ہو کہ جو لوگ غزوات سے مُنہ موڑ کر جناب احمد مختار صلعم کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے وہ یولون الدبر کے مصداق ہو سکتے ہیں اس لئے کہ خداوند عالم نے صاف فرمادیا تھا فلا تولوہم الادبار[۱]۔ پس جس کسی نے کہ غزوات سے مُنہ موڑا وہ بیشک یولون الدبر کا مصداق ٹھیرے گا اب میں غزوہ احد اور غزوہ حُنین کو ثبوت میں پیش کرتا ہوں شاہ عبدالحق صاحب محدث مدارج النبوۃ میں فراریان احد کے باب میں صفحہ ۱۶۲ پر یوں ترانہ سنج ہیں۔ پس اشرار غلبہ کردند و اخیار ہمہ گریختند الی ان قال و بشومی ولی فرمانی رسول خدا کہ ازاں جماعت صادر گشت و طمع و میل حطام دنیاوی کہ باثیاں راہ یافت شکست بالشکر اسلام افتاد۔

غزوہ احد

اس کے کئی صفحہ کے بعد فرماتے ہیں کہ چوں مسلمانان روبہ ہزیمت آوردند و حضرت رسول اللہ

[۱] سورۃ الانفال

صلی اللہ علیہ وسلم را تنہا گذاشتند حضرت در غضب آمد وعرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت
ومثل مروارید دوید دراں حالت نظر کرد علی ابن ابیطالب را کہ بر پہلوے مبارکش ایستادہ است
فرمود چوں ہست کہ تو بہ برادران خود ملحق نگشتی علی گفت لا کفر بعد الایمان انی لی بک
اسوۃ ایا کافر شوم بعد از ایمان بدرستیکہ مرا بتو اقتدا ہست یعنی مرا بشما کار است با یاران و
برادران کہ در پے غنیمت افتند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم درحین جمعے از کافران متوجہ
آنحضرت علیہ السلام شدند فرمود اے علی مرا ازیں جمعے نگاہدار وحق خدمت ونصرت بجا آر
کہ وقت نصرت ہست جناب امیر علیہ السلام کے اس جواب سے کہ آیا کافر شوم بعد از ایمان
بصراحت واضح ہے کہ وہ لوگ جو غزوہ احد سے فرار ہو کر مصداق یولون الدبر کے ہوئے
انھوں نے اسلام سے بھی رُخ موڑ لیا تھا اسی غزوہ اُحد سے ادبار پھیرنے والوں کی نسبت
شاہ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں اخیار ہمہ گریختند۔ فرار اخیار

اب فرمائے کہ بعد فرار اخیار تو رہ نہیں سکتے بلکہ مصداق یولون الدبر کے ہونی ہی اسلام سے
مُنہ موڑنا ثابت ہوا اور جبکہ بقول جناب علی مرتضیٰ غزوہ سے فرار کرنا کفر ٹھہرا تو غزوہ احد سے
فرار کر جانے والے اسوقت الذین امنوا ثم کفروا کے مصداق بھی بن گئے واقدی نے
صفحہ ۲۴۳ میں لکھا ہے کہ جب اہل اسلام آنحضرت صلعم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آنحضرت صلعم اُن
فراریوں سے یوں فرماتے تھے الی یا فلان الی یا فلان انا رسول اللہ لیکن
کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا اس کی خبر خداوند عالم نے قرآن شریف میں دی ہے۔ پارہ ۴ رکوع ۶ سورۂ آل عمران

اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم (سورۂ آل عمران رکوع ۶)
اس آیت کی تفسیر میں علامہ واقدی صفحہ ۲۱۴ پر یوں فرماتے ہیں اذ تصعدون معنی فی
الجبل تھربون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم کانوا یامرون
منہزمین تصعدون الی الجبل ورسولهم ینادیهم یا معشر المسلمین انا رسول اللہ
الیّ الیّ فلا یلوی علیہ احد۔ یعنی جس وقت تم پہاڑ پر چڑھتے تھے اور بھاگتے تھے اور کسی کو

مڑکر نہیں دیکھتے تھے اور رسول خدا تمکو بلاتا تھا تمہاری پچھلی جماعت میں تو وہ بھاگتے جاتے
تھے اور پہاڑ پر چڑھتے جاتے تھے اور رسول خدا اُن کو پکارتے تھے کہ اے گروہ مسلمانوں کے میں
رسول خدا ہوں میرے پاس آؤ مگر کوئی اُن میں سے مڑکر نہیں دیکھتا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا
کہ ایسے فراریوں کو مولوی مرید صاحب یولون الدبر کا مصداق کیوں نہیں بناتے۔
شاہ صاحب نے مدارج النبوۃ میں یہ تو صاف صاف لکھدیا کہ اخیار ہمہ گریختند و حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم را تنہا گذاشتند جس سے ظاہر ہے کہ تمامی صحابہ بلا تخصیص جو جنگ احد میں شریک
تھے بھاگ گئے مگر شاہ صاحب نے کسی کے نام کی فراریوں میں سے تصریح نہیں کی ہے۔ مجھے یہ فکر ہے
کہ مبادا کوئی مدعی خلافت ان فراریوں میں نہ برآمد ہو سب سے اول میں مولوی مُرید صاحب سے عرض
کرتا ہوں کہ اگر مدعیان خلافت میں سے کوئی صاحب اس گروہ میں ہوں تو مہربانی فرما کے مجھے بتلادیجے
مگر خوف یہ ہے کہ مُرید صاحب بھی مثل مولوی امیر اللہ صاحب کے یہ نہ فرماویں کہ کتاب دیکھ کر بتلاؤنگا
لہٰذا میں مُرید صاحب کو پتہ دیدوں اُسکے بعد وہ کتاب میں دیکھ کر تصدیق فرمائیں۔ چنانچہ تاریخ
خمیس مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ میں افضل الصحابۃ عندھم کا حال اس طرح پر مروی ہے قال ابوبکر
انصرف الناس یوم احد عن رسول اللہ فکنت اول من جاء یعنی کہا ابوبکر نے کہ جب
بروز احد رسول خدا کو لوگ چھوڑ کر بھاگے تو وقت مراجعت میں سب سے اول آیا اب اس قول سے
میں کیا سمجھوں فکنت اول من جاء یعنی واپس آنے والوں میں میرا نمبر اول رہا اور تفسیر درمنثور میں
علامہ سیوطی نے ابن جریر طبری سے بذیل آیہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان الخ پارہ ۴ رکوع ۷
یہ روایت کی ہے عن عمر قال لما کان یوم احد ھزمنا وفررت حتی صعدت الجبل الخ یعنی
حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یوم احد جب ہم لوگوں نے ہزیمت کی تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا
امام فخر الدین رازی و نیشاپوری نے بھی اس امر کی شہادت دی ہے ان من المنھزمین عمر و
منہم ایضاً عثمان دتفسیر کبیر و غرائب القرآن صحیح بخاری میں باب غزوہ احد میں منقول ہے
کہ عبداللہ ابن عمر سے کسی نے پوچھا، نعم ان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم

یعنی آیا تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان بن عفان روز احد بھاگے فرمایا ہاں۔ جب سب مسلمان
روز احد فرار کر گئے تو جناب سیّد عالم صلعم کو غضب آیا اور بروایت مدارج النبوّة علی مرتضیٰ سے جو
وہاں موجود تھے ارشاد فرمایا اے علیؓ مرا از این جمع نگاہ دار و حق خدمت و نصرت بجا آر کہ وقت
نصرت ست علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ متوجّہ آن قوم شد و دمار از روزگار شان بر آورد و ایشان
را متفرق گردانید و جمع کثیر را بدوزخ فرستاد۔ پھر چند سطور کے بعد لکھا ہے و می گویند کہ چون
علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ این مردانگی کرد و نصرت داد جبرئیل با آن حضرت فرمود کہ این کمال مواسات
و جوان مروی ست کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ با تو میبرد ان حضرت فرمود انہ منی و انا منہ
الی ان قال و آمدہ است کہ چون آنحضرت این کلمہ فرمود جبرئیل گفت و انا منکما و گویند
آوازے شنیدند کہ گوئندہ غیبی می گفت لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار
اسکے چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں بالجملہ وے رضی اللہ عنہ حق مبارزت و محاربت و
جلادت و شجاعت بجا آورد کہ فوق آن تصور نتوان کرد روایت ست از قیس کہ وے از پدر خویش
سعد روایت کرد کہ گفت از علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ شنیدم کہ فرمود در روز احد شانزدہ ضرب
بمن رسید کہ در چہار ضربہ از آن بر زمین افتادم و ہر بارے کہ افتادم مردے خوب روئے
و خوشبوئے بازوے مرا میگرفت و مرا برپا میکرد و می گفت متوجہ کافران شو کہ تو در طاعت خدا
و رسول است و ایشان ہر دو از تو راضی اند بعد از فراغ جنگ آن واقعہ را آنحضرت رسالت
عرض کردم آن سرور فرمود صلی اللہ علیہ و آلہ کہ تو او را می شناسی گفتم نے اما بدحیہ کلبی مشابہ
آنست فرمود اے علی خدا ایتعالے چشم ترا روشن کناد آن جبرئیل بود علیہ السلام انتہی۔ غرض غزوہ
احد میں یاران کبار و صغار سب کی شجاعت و جوانمردی و قوّت و ہمّت کا امتحان ہوگیا اور
ایمان کا بھی امتحان ہوگیا۔ اور جناب علی مرتضیٰ نے حق مبارزت و محاربت و شجاعت کا ایسا
ادا کیا کہ بقول شاہ صاحب اس سے زیادہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا اور حضرت جبرئیل
امین کی زیارت بھی ہوگئی۔ ان کو دیکھا بھی اور حضرت جبرئیل نے کلام بھی کیا اب ذرا یہ بھی

مہربانی فرما کر سُن لیجئے کہ خداوند عالم نے مسلمانوں سے کیا تاکید فرمائی تھی پہلے اس حکم کو قرآن شریف
سے ظاہر کریں اس کے بعد غزوہ حُنین کی طرف اشارہ کریں گے مگر مُرید صاحب اپنے پیشواؤں
کے حالات پر نظر نہیں فرماتے نہ آیات کتاب اللہ دیکھتے ہیں۔ اہل حق کو با فترا و بہتان مصداق
یولون الدبر کا قرار دیتے ہیں چنانچہ خداوند عالم نے تاکید فرمایا تھا فلا تولوا ھم الادبار
ومن یولھم یومئذٍ دبرہ الی ان قال فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم
وبئس المصیر یعنی اے مسلمانوں جب صف جنگ میں کفار سے ملاقات کرو تو ان کی طرف
دُبر مت پھیرو اور جو شخص کہ دبر پھیرے گا وہ گرفتار غضب خدا ہوگا اور جگہ اس کی جہنم ہے
اور کیا بری باز گشت ہے واضح ہو کہ اس آیہ میں جو لفظ دُبر آیا ہے یعنے اُسکا ترجمہ نہیں کیا ہے
مگر صحابہ کو جو فضیلت بروز غزوہ حُنین حاصل ہوئی وہ نص قطعی سے ثابت ہے اور یہ آیہ اُن
کے حق میں نازل ہوا ہے ثم ولیتم مدبرین (دیکھو سورۂ توبہ) یعنی اے صاحبو ہوگئے
تم دُبر پھیرنے والے۔ اب دیکھئے اور فرما دیجئے کہ اس غزوہ میں یولون الدبر کے مصداق
کون حضرات ہیں۔ غزوہ حنین میں حضرت عباس حضرت علیؑ ابوسفیان بن حارث بن
عبد المطلب وعبد اللہ بن مسعود یہی چار حضرات ثابت قدم رہے باقی سب بھاگ گئے دیکھو
تاریخ خمیس۔ معارج النبوۃ۔ فتح الباری۔ مواہب لدنیہ۔ امام بخاری غزوہ حُنین کی آخری
حدیث ابو قتادہ سے یوں روایت کرتے ہیں وانھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا
العمر بن خطاب فی الناس فقلت لہ شان الناس قال امر اللہ ثم تراجع الناس الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انتہیٰ بقدر الحاجۃ) خلاصہ یہ کہ مسلمان بھاگے
اور میں بھی بھاگا اُن لوگوں میں میں نے عمر خطاب کو دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے لوگوں کا کہا جو
منظور خدا تھا اس کے بعد لوگ رسول خدا کے پاس واپس گئے بعض روایت سے علاوہ حضرت
علی وعباس وابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب وعبد اللہ بن مسعود کے جعفر ربیعہ و قثم
و فضل واسامہ بن زید اور اُس کے ماموں و خالہ زاد بھائی کی ثابت قدمی بھی پائی جاتی ہے

پارہ ۹ رکوع ۱۶

غزوہ حنین پارہ ۱۰ رکوع ۱۰

روضۃ الاحباب ۔ روضۃ الصفا ۔ استیعاب ملاحظہ ہوں ۔ صاحب حبیب السیر نے یہ لکھا ہے
کہ بارہ ہزار فوج میں سے صرف دس آدمی معرکہ سے نہیں ہٹے اُن میں سے نو بنی ہاشم تھے اور ایک
اور باقی سب بھاگ گئے تھے جناب سید عالم صلعم پکارتے تھے اور منع فرماتے تھے کہ نہ بھاگو میں
رسول اللہ ہوں لوگ آواز سنتے تھے اور بھاگے چلے جاتے تھے ۔ روایات سے سوائے چار یا دس
اشخاص کے سب کا بھاگنا ثابت ہوتا ہے اور وہ چار صاحب رسول اللہ کے ہمراہ اس حیثیت سے
تھے کہ حضرت عباس داہنی طرف اور عبداللہ بن مسعود بائیں طرف ابوسفیان بن حارث حضرت
رسالت مآب کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اور جناب علی مرتضیٰ حضرت رسالت پناہ سے
کچھ آگے تھے اور کفار کو دفع کرتے تھے اور اُن کو قتل کرتے تھے اس معرکہ میں منجملہ ستر مقتولین
کے چالیس جناب علی مرتضیٰ نے اپنے دست حق پرست سے قتل کئے ۔ ثابت قدموں پر بعیت (پارہ ۱۰ رکوع ۱۰)
رسول اللہ صلعم سکینہ نازل ہوا ثم انزل اللہ السکینۃ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنوداً
لم تروھا صاف ظاہر ہے کہ جو حضرات کہ جناب سرور کائنات صلعم کے داہنے اور بائیں اور
آگے تھے انھیں پر سکینہ نازل فرمایا نہ اُنپر کہ جو مصداق یولون الدبر بن گئے تھے ۔ مُرید صاحب
یہ جو صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں کہ اپنے آئمہ سے تعلیم ہی ایسی پائی ہے یہ قول بے سند ہے ۔ اب ہم یہ
کہتے ہیں کہ یہ تعلیم وہی شخص پاسکتا ہے جو فراریوں کو پیشوا جانتا ہو یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ
مرید صاحب نے آئمہ ہدیٰ کو صرف شیعوں ہی کا امام قرار دیا ہے ۔ سنیوں کا امام نہیں فرمایا ہے
یہیں سے درمیان دونوں مذہبوں کے فرق بین ظاہر ہوگیا کہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام (پارہ ۱۵ رکوع ۸)
صرف شیعوں کے ہی امام ہیں آپ اُن کو اپنا امام نہیں جانتے ۔ جب روز حشر ہوگا اور خداوند عالم
لوگوں کو اُن کے اماموں کے ساتھ پکارے گا ۔ چنانچہ فرمایا ہے یوم ندعوا کل اناس بامامہم
تو اہل حق اپنے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے ہمراہ حاضر ہوں گے اور آپ حضرات اصحاب ثلثہ اور
اپنے معاویہ صاحب کے ہمراہ ہوں گے یہ خاکسار کسی قدر آپ کی تہذیب ظاہر کر چکا ۔ آیندہ بھی
مواقع خطا پر متنبہ کردے گا ۔ جو الزام کہ آپنے مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ کو لگائے ہیں

وہ سب آپ ہی کے مذہب پر عاید ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ آپ کے الزام محض بے اصل ہیں اور تعصب پر مبنی ہیں اور ہم امر واقعی بیان کرتے ہیں آپ کو چاہیے تھا کہ تہذیب و شائستگی کے ساتھ جو کچھ اعتراض کرنا مد نظر تھے تحریر فرماتے رکیک و غیر مہذب باتیں تحریر نفرماتے کیونکہ ایسی باتوں سے سوائے اظہار تعصّب کے اور کچھ آپ کا نفع نہیں ہے اور ضرر آپ کا بہت ہے کیونکہ آپ کے مذہب کی قلعی کھلتی ہے اور ہمکو ذرّہ بھر بھی ضرر نہیں پہنچا۔

التماس

چونکہ خطبہ کے بعد مرید مولوی رشید احمد صاحب نے سبب تالیف کتاب سے رسالہ مطرقہ کی ابتدا فرمائی ہے لہذا بعنوان قولہ و اقول جواب عرض کیا جاتا ہے۔ ارباب تحقیق بے تعصب ہوکر ملاحظہ فرمائیں تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہو جائے۔ جو قول مخاطب ذی علم نقل کیا جائیگا اُسکا جواب نئی سطر سے شروع ہوگا تاکہ عبارت مطرقہ کے تسلسل کرنے میں دقّت نہو

آغاز جواب مطرقہ

قولہ اما بعد فقیر خاکسار و حقیر نابکار راکب سفینہ اہلبیت اطہار متمسّک بذیل عترت ابرار

اقول اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ کو حدیث سفینہ و حدیث ثقلین کے صحت و تواتر کا اعتراف ہے ورنہ یہ دعوے نفرماتے اور اگر آپ نے برخلاف روش اپنے متقدمین کے یہ دعوے فرمایا ہے تو اُن کے دائرہ سے خارج ہوگئے کیونکہ مخالفت سلف تمسک میں باعث خروج مذہب ہوگی کیونکہ انھوں نے اگر بذیل اصحاب ثلثہ تمسک کیا ہو تو مدعیان تمسک بذیل عترت و اہلبیت اُن کے گروہ سے خارج ہوں گے اور اگر آپ اپنے اعتراف سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مثل آپ کے تمامی اکابرین علما و متقدمین و محدثین و مفسرین اہلسنت بروے ہر دو حدیث مذکور تمسک اہلبیت طہارت کا دعوے کرتے چلے آئے ہیں تو یہی ہمارا مدعا حاصل ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں حدیث سفینہ و حدیث ثقلین آپ کے اکابرین کے اعتراف سے صحیح و متواتر قرار پائیں اور اس زمانہ میں بھی آپنے دونوں کا اعتراف کرلیا اور اس اعتراف سے پایہ تواتر کو اور استحکام ہوگیا کیونکہ تواتر کا حال وہی کہ جسکا اعتراف سلف سے اتبک ثابت ہوجائے

اور یہ ابتدائی اعتراف آپ کا آپ کے تمام دلائل کے باطل کرنے کو کافی ہے ان دونوں حدیثوں کے اعتراف کی بدولت ہر ہر قدم پر دار و گیر کریں گے حتی کہ آپ کو پیچھا چھڑانا دشوار ہو گا - اور ظاہر ہے کہ حکم تمسک جمیع صحابہ وغیر صحابہ کو ہوا تھا کوئی مدعی اسلام اس حکم سے مستثنیٰ نہیں - اگر حضرات اصحاب ثلثہ و معویہ وغیرہم خطاب فیکم میں داخل ہوں تو اس کے لئے دلیل پیش فرمائیے - پس فضیلت اہلبیت اطہار کل صحابہ پر حدیث ثقلین سے ثابت ہوئی اگر صحابہ افضل ہوتے تو اہلبیت اطہار کو اُن سے تمسک کا حکم ہوتا - لیکن ایسا ارشاد نہیں ہوا بلکہ صحابہ وغیر صحابہ کو تمسک اہلبیت کا ارشاد ہوا پس اہلبیت رسالت افضل ہوئے باقی سب مفضول صحابہ ہوں یا غیر صحابہ اور رسول مختار صلعم کا ارشاد وحی ہے بدلیل قولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ پس ثابت ہوا کہ حضرت بشیر و نذیر نے بحکم رب قدیر صحابہ وغیر صحابہ کو الیٰ یوم القیمۃ تمسک اہلبیت کا حکم فرمایا اور مخالفت اہلبیت کو ضلالت قرار دیا پس واجب ہوئی صحابہ اور غیر صحابہ کو متابعت و پیروی اہلبیت کی ہر امر میں - جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کو نجات کا سفینہ بتلا دیا امت اپنے نبی کریم کے ارشاد کو مانے یا نہ مانے رسالت پر الزام نہیں آسکتا - اب اہل فہم و انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ امت محمدی نے جس میں حضرات ثلثہ اور معویہ بھی داخل ہیں تمسک باہلبیت کہاں تک کیا اور اب تمسک کہاں تک کر رہی ہے محض دعوی لسانی قابل اعتماد نہیں ہے اعمال و افعال پر نظر کرنے سے امر واقعی ظاہر ہو سکتا ہے - جب کوئی شخص اطاعت و پیروی اہلبیت اطہار نہ کرے اُنکو واجب الاتباع نہ جانے تو مدعی تمسک بننا لغو و بے سُود ہے - زبانی دعوے سے کام نہیں چلتا بقول شخصے دل میں شیخ فرید بغل میں قرآن مجید - اسکو سب جانتے ہیں کہ اسلام کے سارے فرقے اپنے اپنے مذہب کے حق ہونے کے مدعی ہیں اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق کتاب اللہ سے احکام نکالتے ہیں پھر کیا وجہ کہ کتاب اللہ تو ایک اور فرقے بیشمار - جناب سرور عالم صلعم نے ایک ہی

صراط مستقیم بتلائی اور ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے مختلف طریقے اختیار کر لئے یہ کہاں سے آئے اس اختلاف و افتراق سے جناب سید عالم صلعم آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ سوائے اہلبیت اطہار کے کسی میں قابلیت قرآن کے معنی و مفہوم سمجھنے اور تاویل کرنے کی نہیں ہے اسی واسطے قرآن اور اہلبیت کو ثقلین فرمایا اور قرآن کے ساتھ اہلبیت کو ملایا اور تمسک ثقلین کو باعث عدم ضلالت قرار دیا۔ اگر امت علم قرآن کو اہلبیت سے حاصل کرتی تو سوائے ایک مذہب اور طریق کے دوسرا نہوتا۔ اس افتراق سے ظاہر ہوگیا کہ قرآن پر ٹھیک عمل ہو ہی نہیں سکتا جبتک کہ علم قرآن اہلبیت عصمت و طہارت سے حاصل نہ کیا جائے اسیواسطے آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ اُن کے ساتھ تمسک کرنا کیونکہ قرآن اور اہلبیت میں کبھی جدائی نہوگی۔ اب یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کن کن صحابی صاحبوں نے اہلبیت کے ساتھ تمسک کیا اور تابعین میں سے کن کن صاحبوں نے تمسک کیا اور تبع تابعین میں سے کس نے تمسک کیا اور اب کون تمسک کر رہا ہے حضرت ابوبکر نے جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ تمسک کے بدلے یہ سلوک کیا کہ ان سے بیعت طلب کی افضل کو مفضول اور حاکم کو محکوم تصور فرمایا۔ جناب علی مرتضیٰ نے ملک خلافت کو اپنا حق فرمایا پھر بھی حضرت ابوبکر دست بردار نہوئے جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے ساتھ ایسا تمسک کیا کہ جبتک زندہ رہیں حضرت ابوبکر سے کلام تک نہیں کیا۔

غضبت فاطمہ ولم تتکلم حتی ماتت (کما فی صحیح البخاری) اسی پر اُن معصومہ نے اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ وصیت فرمائی کہ حضرت ابوبکر میرے جنازہ پر بھی نہ آئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر تمسک کرتے تو ہرگز جناب سیدہ ترک کلام نہ فرماتیں نہ ایسی وصیت فرماتیں پس جبکہ جناب سیدہ جو بمنزلہ سفینہ نوح کے ہیں حضرت ابوبکر سے اسدرجہ بیزار ہوں کہ اپنے جنازہ پر آنے کی ممانعت فرمائیں تو حضرت ابوبکر کے واسطے نجات کی شکل کیا ہوگی۔ سفینہ اہلبیت میں تو ان کا ٹھکانا نہیں۔ جناب سرور عالم صلعم کے اس ارشاد سے

کہ قرآن اور اہلبیت مین فراق کبھی نہوگا صراحتہً ظاہر ہی کہ دعوی جناب معصومہ کا
حق تھا۔ احد الثقلین نے اپنے طلب حق مین آیات محکمات کو پیش کیا تھا اُنکے دعوی
میراث کو ایک وضعی حدیث سے رد کیا اسوجہ سے جناب معصومہ ناراض و بیزار تھین
اب جن صاحبونکو ہمت ہو حدیث وضعی لا نرث ولا نورث کو مطابق کتاب اللہ کے
ثابت فرما دین۔ جناب سیّدہ کے دعوی کو رد کر دینا عدم تمسک بالثقلین کی واضح
دلیل ہے جسکا نتیجۂ صریح آپ خود نکال سکتے ہین۔ بڑے حضرت کا قصّہ تو سُن چکے
اب منجھلے حضرت کا قصۂ تمسک سُنیئے کہ آگ وغیرہ لیکر اہلبیت کا گھر جلانیکو تشریف
لیگئے۔ کیون مُرید صاحب بنت رسولؐ اللہ کا گھر تو ماتم کدہ تھا۔ ماتم بھی تازہ تھا۔
فراقِ پدر مین جناب معصومہ کی گریۂ و بکا کا حال بھی سب پر روشن تھا۔ ایسی حالتمین
اونکی تسلّی و تشفی کرنا لازم تھا یا آگ لیجا کر ڈرانا اور دھمکانا۔ کسی معتبر کتاب سے اتنا ہی
ثابت فرما دیجئے کہ حضرتِ ثانی نے جناب سیّدہ کے گھر پر جا کر رسم تعزیت ادا کی یا
اونکو تسکین دی ہو آپ تو یہ تصور فرماتے ہین کہ یہ حضرت کفار پر شدید تر تھے اور آپسمین
ایکدوسرے پر رحم کرتے تھے۔ اور اشدّاء علی الکفار سے حضرت عمر کو مُراد لیتے ہین۔
پھر آپ ہی بروے انصاف فرما دیجئے کہ یہ شدت حضرت عمر کی کس پر ہوئی۔ کیا معاذ اللہ
بنت رسول اللہ کے گھر مین کفار جمع ہوئے تھے۔ کیا اونکے نزدیک وہ جماعت دائرہ
اسلام سے خارج ہوگئی تھی۔ کیا اسی کا نام رحماء بینھم ہے۔ شاہ صاحب تحفۂ اثنا عشریہ
مطبوعہ مطبع نولکشور مین وجہ تخویف و تہدید یون تحریر فرماتے ہین "کہ این تخویف و تہدید
کسانے را بود کہ خانۂ حضرت زہرا را ملجا و پناہ ہر صاحب خیانت دانستہ و حکم حرم مکۂ معظمہ
دادہ در انجا جمع می شدند و فتنہ و فساد منظور میداشتند و برہم زدن خلافت خلیفۂ اول
بکنکاشہا و شورہائے فساد انگیز قصد می کردند" بقدر الحاجۃ۔ شاہ صاحب کے والد لکھتے
ہین کہ وہ زبیر و بنی ہاشم تھے چنانچہ کتاب ازالۃ الخفا مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی صہ ۲۹ مین

یہ عبارت موجود ہی "کہ زبیر وجمعے از بنی ہاشم در خانۂ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمع شدہ در بابِ نقضِ خلافت مشورت میکردند بکار می بردند" بقدر الحاجۃ۔ اور تاریخ اسمٰعیل ابی الفداء جلد ثانی مطبوع لیڈن مین لکھا ہی کہ بنی ہاشم اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب وخالد بن سعید بن عاص و مقداد و سلمان فارسی او ر ابوذر و عمار یاسر و براء بن عازب وابیّ بن کعب جناب امیرؑ کے ساتھ تھے۔

اب مین شاہ صاحب کے شاگردون سے پوچھتا ہون کہ جب تمھارے اوستاد البریہ نے خاندانِ رسالت کو جسمین حضرت امیرؑ و حضرت عباس بھی تھے اور حضرت زبیر کو (جو شامل عشرہ مبشرہ اہل سنت ہین) اور صحابۂ جلیل القدر کو جنکی عظمت و عدالت مین اہلسنت کو کلام نہین مفسد و فتنہ انگیز قرار دیدیا تو اس اُمت مین صلح کسکو قرار دوگے۔ پھر اِس عقل کو دیکھئے اور اُسپر صد آفرین پڑہئے کہ اس تقریر نے اجماع کو خاک مین ملا دیا۔ کیونکہ جب خاندانِ رسالت و خواص اصحاب نے بڑے حضرت کی خلافت کو تسلیم ہی نہین کیا اور اُسکے برہم کرنیکی تدبیرین کرتے تھے تو پھر اجماع کیونکر منعقد ہو گیا مجھکو امید ہی کہ حضرات اہلسنت ہرگز شاہ صاحب کی ہان مین ہان نہ ملائینگے اور اپنے افراد عشرہ مبشرہ اور خواص اصحاب کو مفسد و فتنہ انگیز قرار دیکر اونکی توہین و تذلیل نفرمائینگے جو شاید اونکے عقیدہ کی رُو سے فسق ہو اور جب وہ حضرات مفسد و فتنہ انگیز نہ ٹھہرے تو خلافت ناگہانی کو فتنہ ماننا پڑیگا چنانچہ قول حضرت عمرؔ کا اسپر شاہد ہے وہ یہ ہے فلا یغترن امرء ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فتنۃ فقد کان کذالک ولکن وقی شرھا۔ یعنی کسیکو یہ امر دہوکے مین نہ ڈالے کہ بیعت ابوبکر فتنہ تھی ہان ایسی ہی تھی مگر خدا نے اُس کے شر سے بچایا۔

مولوی امیر اللہ صاحب نے اپنے سوال چہارم مین امامت کے متعلق یہ پوچھا تھا کہ مسئلہ امامت ضروریات دین اسلام سے ہے یا نہین۔ مین عرض کرتا ہون کہ جب امامت ضروریاتِ دین سے نہ تھی تو کیون جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے غسل و کفن چھوڑ کر

ایک غیر ضروری امر کے واسطے سقیفہ میں دوڑے گئے تھے - کیوں غیر ضروری امر کو تجہیز و تکفین رسول خدا پر مقدم کیا - یہاں بنی ہاشم تو تجہیز و تکفین رسول مختار میں مصروف ہوں وہاں نزاع خلافت درپیش ہو اگر کسی کا یار دوست دنیا سے اُٹھ جاتا ہے تو لوگ اپنا کام چھوڑ چھوڑ کر اس کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے ہیں یہ کیسے دوست تھے کہ انتقال فرماتے ہی مُنہ موڑ لیا - کوئی دنیا میں ایسی دوستی کا قائل ہو گا - جہادوں میں سے جو لوگ بھاگتے تھے اور پشت دکھاتے تھے ان کی نسبت تو کوئی کہ سکتا ہے کہ بخوف جان پشت پھیر کر چل دیتے تھے ثم ولیتم مدبرین اُن کے حق میں آیا ہے - بھلا یہاں تجہیز و تکفین رسالت مآب کے وقت کیا مصیبت پڑی تھی کونسی تلواریں چمک رہی تھیں جنکو دیکھ کر ایسے ڈر گئے کہ رسول صلعم کے جسدِ مطہر کیجانب پشت موڑ کر سقیفہ میں تشریف لے گئے کیا اتنا بھی علم نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم بعد ممات بھی رسول ہیں وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل فانقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیئاً ثابت ہو کہ جس طرح زندگی میں اُن جناب کو چھوڑ کر غزوات میں سے لوگ بھاگ جاتے تھے اسی طرح رحلت کے بعد اُن کو چھوڑ کر اُلٹے پاؤں پھر گئے - حضرت عثمان کے تمسک کا حال بھی زمانہ جانتا ہے اُنھوں نے ثقل اکبر ہی کو آگ کا غسل دیا میں دریافت کرتا ہوں کہ قرآن رائج الوقت کے جلانے کی آخر وجہ کیا تھی - اگر وہ قرآن جو عہد حضرت ابوبکر و عمر میں رائج و شائع تھا اس لئے جلایا گیا کہ اُن کے نزدیک غلط و محرّف تھا تو اُس زمانے کے مسلمانوں کے اعمال کیونکر صحیح ہوئے - کیونکہ وہی قرآن نمازوں میں پڑھا جاتا تھا اور حضرت عمر کے زمانہ میں تو پورا قرآن از ابتدا تا انتہا نماز تراویح میں بھی ختم کیا جاتا تھا اور اگر وہ قرآن اون کے نزدیک صحیح تھا تو پھر اُس کے جلانے کی کیا وجہ - اور اگر حضرت عثمان کو حضرت عمر کے جمع کردہ قرآن پر اطمینان نہ تھا تو اہلبیت کی جانب کیوں نہ رجوع کیا کیونکہ جناب علی مرتضیٰ کے پاس قرآن مرتب موجود تھا اور

اور وہ جناب حافظ قرآن بھی تھے - یہی کرتے کہ جناب علی مرتضیٰ کو طلب کرتے اُن سے کہتے کہ آپ پڑھتے جایئے اور کاتب لکھتے جایئں تب بھی یہ سمجھا جاتا کہ جمع قرآن میں حضرت ثالث نے اہلبیت کے ساتھ تمسک کیا اور حضرت عائشہ اور معویہ کے محبت و تمسک کا حال معارک جمل وصفین سے بخوبی روشن ہے کیا خوب محبت کی اور کیا خوب تمسک کیا - جس ضرورت نے کہ جناب سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجانے پر آمادہ و مستعد کیا تھا وہی ضرورت یزید بن معویہ صاحب کو بھی درپیش ہوئی تھی - اُسکو بھی یہی اندیشہ تھا کہ کہیں امام حسین علیہ السلام اس کی خلافت کو درہم وبرہم نکردیں غرض کہ جو درخت کہ یوم سقیفہ لگایا گیا تھا وہ رفتہ رفتہ عہد یزید میں بارآور ہوا اور تصدیق اس بیان کی اس خط سے ہوتی ہے جو کہ معویہ نے حضرت محمد بن ابی بکر کے خط کے جواب میں لکھا تھا اور نیز اس خط سے کہ جو یزید نے خلیفہ زادہ عبداللہ بن عمر کے خط کے جواب میں لکھا تھا ہم اوّل معاویہ صاحب کے خط کی عبارت نقل کرتے ہیں کیونکہ آپ اُنکو اپنا پیشوا جانتے ہیں اور اُنکو بلفظ رضی اللہ عنہ یاد کرتے ہیں اُس کے بعد یزید کے خط کو نقل کریں گے چنانچہ معویہ نے جو خط کہ بنام محمد بن ابی بکر لکھا تھا اُسکو شیخ الاسلام ابن ظہیرشاگرد علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فضائل باہرہ فی محاسن مصر والقاہرہ میں بایں عبارت نقل کیا ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم من معاویۃ بن ابی سفیان الی محمد بن ابی بکر العاق بابیہ اما بعد فقد قرأت کتابك ولم ازل من توفیرك علی حسب ما یحب علی وعلی ذوسوابق مبارکا کما ذکرت ومازال دبیسا ومروسا حتی کان اول خلیفتہ وثب علیہ واقتسر حقہ ابوك فان یکن ما نحن فیہ صوابا فابوك اولہ وان یکن خطاء فابوك سببہ فدونك افعل فی حق ابیك اودع والسلام -

یعنی یہ خط معاویہ ابن ابی سفیان کا طرف محمد بن ابی بکر کے ہے جو عاق ہے اپنے باپ

خط معاویہ بنام محمد بن ابی بکر از کتاب علامہ ابن حجر عسقلانی

امابعد خط تیرا پڑھا اور میں ہمیشہ تیری توقیر کرتا تھا بسبب اس حق کے جو مجھپر واجب ہے
اور علی بیشک صاحب سوابق ہیں اور ہمیشہ رئیس اور سردار ہے یہاں تک کہ خلیفہ اول
اُچھلے اور حق اُن کا چھین لیا پس جو کام ہم کرتے ہیں اگر حق ہے تو تیرے باپ اول اُس
کے ہیں اور اگر خطا ہے تو تیرے باپ اُس کے سبب ہیں اب جو چاہو اپنے باپ کے بارے
میں کرو یا چھوڑ دو والسلام - اور امام ابو الحسن علی بن الحسن مسعودی نے مروج الذہب
میں یہ خط نقل کیا ہے من معاویۃ بن الصخر الی الزاری علی ابیہ محمد بن ابی بکر فقد
اتانی کتابك تذکر لی فیہ ما اللہ اھلہ فی عظمتہ وقدرتہ وسلطانہ وما
اصطفی بہ رسول اللہ والہ مع کلام کثیر لك فیہ تضعیف ولابیك فیہ تعنیف
ذکرت فیہ فضل ابن ابیطالب وقدیم سوابقہ وقرابتہ الی رسول اللہ ومواساتہ
ایاہ فی کل ھول وخوف فکان احتجاجك علی وعیبك لی بفضل غیرك لا بفضلك
فاحمد ربا صرف ھذا الفضل عنك وجعلہ لغیرك فقد کنا وابوك نعرف فضل
ابن ابیطالبِ وحقہ لازما لنا مبرورًا علینا فلما اختار اللہ لنبیہ وما عندہ واتم لہ
ما وعدہ واظھر دعوتہ فافلج حجتہ وقبضہ اللہ الیہ صلوات اللہ علیہ کان
ابوك وفاروقہ اول من ابتزہ حقہ وخالفہ علی امرہ علی ذالك اتفقا واتسقا ثم
انھما دعواہ الی بیعتھما فابطاء عنھما وتلکا علیھما فھما بہ الھموم وارادا بہ
العظیم ثم انہ بایعھما وسلم لھما واقاما لا یشرکانہ فی امرھما ولا یطلعانہ
علی سرھما حتی قبضھما اللہ ثم قام ثالثھما عثمان فھدی بھدیھما وسار
بسیرھما فعتبہ انت وصاحبك حتی طمع فیہ الاقاصی من اھل المعاصی فطلبتما
الغوائل واظھرتما عداوتکما حتی بلغتما فیہ منا لکما فخذ حذرك یا ابن ابی بکر
الی ان قال فان یکن ما نحن فیہ صوابًا فابوك استبد بہ ونحن شرکاؤہ ولولا
مافعل ابوك من قبل ما خالفنا ابن ابی طالب وسلمنا الیہ ولکنا راینا اباك

خط معاویہ بنام محمد بن ابی بکر از مروج الذہب

نغل ذلک بہ من قبلنا فاخذ نا بمثلہ فعل اباک بما بدالک اودع ذالک والسلام
علی من اناب دیکھو حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص ۷۹ خلاصہ یہ کہ یہ خط معاویہ بن
صخر کا طرف محمد بن ابی بکر کے ہے اما بعد حمد و نعت کے تو نے بہت سے باتیں لکھی ہیں جن
میں تیری تضعیف اور تیرے باپ کی تعنیف ہے تو نے ذکر کیا فضل علی ابن ابیطالب کو اور
ان کے قدیم سوابق کو اور قرابت رسول کو اور رہر خوف و شدت کے مقاموں میں مواسات
کرنیکو تیری حجت مجہیر اور عیب گیری کچھ اپنی ذاتی فضیلت سے نہیں ہے بلکہ غیر کی بزرگیوں
سے ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں جسنے تجھے فضیلت ندی اور تیرے غیر کو دی بتحقیک ہملوگ
جبکہ تیرے باپ ہم ہیں موجود تھے پہچانتے تھے فضل علی ابن ابیطالب کو اور اُن کے
حق کو مبرور جانتے تھے مگر بعد وفات رسول اللہ کے تیرے باپ اور اُن کے فاروق
پہلے شخص ہیں جنھوں نے اُن کے حق کو چھین لیا اور اُن کے امر کی مخالفت کی اسی پر
اول دو نوں انے اتفاق و اجماع کیا پھر دونوں نے علیؑ کو اپنی بیعت کے لئے بُلایا
تو اُنھوں نے اُن کی بیعت میں دیر کی اور تاخیر کرنے لگے تب ان دونوں نے اُن کے
ساتھ بہت قصد کئے اور ارادہ امر عظیم کا کیا یہاں تک کہ اُنھوں نے بیعت کی اور ان کی
حکومت کو مان لیا وہ دونوں خلافت کا کاروبار کرنے لگے ان کو کسی امر میں شریک
نہیں کرتے تھے نہ اپنے راز کی باتوں پر مطلع کرتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں راہی
عدم ہوئے اور تیرے عثمان اُن کے قایم مقام ہوئے اور اسی ڈھب پر چلے اور وہی
چال اُنھوں نے اختیار کی تو تو نے اور تیرے ساتھی علیؑ نے انپر عتاب کیا تا آینکہ اہل معصیت
نے ان میں طمع کی اور بمکر و فریب قتل کرنا چاہا - عداوت تم دونوں نے ظاہر کی یہانتک
کہ آرزوئیں تم لوگوں کی پوری ہوئیں اگر جو باتیں ہم کرتے وہ صحیح و درست ہیں تو تیرے
باپ اُس کے ساتھ متفرد ہیں اور ہملوگ اُن کے شریک ہیں اور اگر تیرے باپ پہلے سے
یہ کارروائی نہ کرتے تو ہرگز ہملوگ علی ابن ابیطالب کی مخالفت نکرتے اور ان کی خلافت

کو تسلیم کر لیتے مگر کیا کریں۔ کہ تیرے باپ ہی نے سب سے پہلے مخالفت کی تو ہم لوگ اُنھیں کے طریقہ پر چلتے ہیں اب جو چاہو اپنے باپ کے حق میں کہو یا چھوڑ دو و السلام۔ علی من اناب مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ اس میں معویہ نے نہایت صفائی سے حضرات شیخین کی کارروائیوں کو بیان فرما دیا۔ معتقدین فضائل معاویہ کو گنجائش انکار نہیں ہے۔ یہ تحریر اُن کے پیشوا معویہ صاحب کی مواقع متعددہ میں کار آمد ہو گی ناظرین اس خط کے مضمون کو یاد رکھیں آیندہ کسی موقع پر ہم اسکا حوالہ دیں گے۔

اب اس خط کا جواب ملاحظہ ہو جو خلیفہ زادہ عبد اللہ بن عمر صاحب نے یزید بن معویہ کو لکھا تھا ایک ٹکڑا تاریخ بلاذری سے نقل ہوتا ہے۔ لما قتل ذبیح اللہ الحسین بن علی کتب عبد اللہ بن عمر الی یزید بن معاویۃ اما بعد فقد عظمت الرزیۃ و جلت المصیبۃ و حدث فی الاسلام حادث عظیم ولا یوم کیوم الحسین فکتب الیہ یزید اما بعد یا احمق فاننا جئنا الی بیوت منجدۃ و فرش ممھدۃ و وسائد فقاتلنا عنا فان یکن الحق لغیرنا فابوک اول من سن ھذا وابتزّ واستاثر بالحق علی اھلہ الخ خلاصہ ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو عبد اللہ بن عمر نے یزید کو خط لکھا کہ مصیبت عظیم واقع ہوئی اور سخت حادثہ اسلام پر بسبب شہادت حسین ابن علی کے نازل ہوا۔ اس کے جواب میں یزید نے عبد اللہ بن عمر کو لکھا کہ اے بے عقل ہم آئے ہیں طرف مکانات منہدمہ کے جن میں عمدہ فرش بچھا تھا اور بڑے بڑے تکیہ لگے ہوئے تھے اور اس قتال میں اگر مخالف ہمارے حق پر تھے تو آگے سے ایسے ظلم کی سنت تیرے باپ سے جاری ہوئی ہے۔ ابتو معاویہ صاحب و یزید کے خط سے بھی صاف ظاہر ہو گیا کہ بیعت روز سقیفہ پر فتنہ تھی اور مسئلہ غضب خلافت بھی حل ہو گیا یہ بات بھی کھل گئی کہ حضرات شیخین جناب امیر کو کسی امر میں شریک نہیں کرتے تھے اور اپنے راز دل پر مطلع نہیں کرتے تھے۔

خط عبد اللہ بن عمر بنام یزید مع جواب یزید بن معویہ

قولہ مہتدی بہدی اصحاب کبار من وجوہ المہاجرین والانصار رضی اللہ عنہم حافظ ابو ابراہیم

خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن قطب الوقت شاہ قطب علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ارباب علم واصحاب فہم کی عالی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ بندہ عنفوان شباب میں صرف علوم مروّجہ در بیہ کے شغل تعلیم و تدریس میں ہنگام قیام ریاست بھاولپور مشغوف و مشغول تھا اور بحث ومباحثہ ومناظرہ سے بالکل فارغ القلب ویکسو تھا۔

حال سعد عبادہ انصاری

اقول جو مہاجرین کہ جناب سیّدہ صلوات اللہ کے مکان میں جمع ہوئے تھے اُنھوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا تھا اور سعد عبادہ سردار انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود تھے اُنھوں نے مرتے دم تک حضرات ثلثہ کی بیعت نہ کی اور باتفاق فریقین جسنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ کافر ہو کر مرا چونکہ حضرت سعد منکر امامت حضرات ثلثہ رہے لہذا معتقدین خلافت شیخین کے نزدیک اُن کا خاتمہ جاہلیت پر ہونا چاہئے۔ پھر ایسے صاحبوں سے آپ کیونکر ہدایت یافتہ ہو سکتے ہیں اور انصار کا تو نام لینا آپ کے لئے موجب ننگ عار ہونا چاہئے کیونکہ آپ نے اپنی کتاب ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ شیخین نبیؐ کو بے غسل وکفن چھوڑ کر اس لئے سقیفہ میں تشریف لے گئے تھے کہ انصار میں سے کوئی خلیفہ ہو جاتا تو کشتی اسلام ڈوب جاتی جب آپ کے نزدیک انصار مخرب اسلام تھے تو پھر ایسے لوگوں سے ہدایت پانے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ جناب رسولخدا صلعم تو بقول علماء اہل سنت کالنجوم فرمائیں اور آپ اُنکو اسلام کی کشتی کو ڈبونے والا فرمائیں۔ غرض آپ کے نزدیک جب انصار ایسے دین کے برباد و تباہ کرنے والے تھے کہ اگر اُن میں سے کوئی خلیفہ ہو جاتا تو اسلام کی کشتی ڈوب جاتی۔ پھر وہ آپ کو کیا ہدایت کر سکتے ہیں اور آپ اُن سے کیا ہدایت پا سکتے ہیں اگر کچھ آپنے اُن سے سیکھا ہے ہو تو دین کی کشتی ڈبونا ہی سیکھا ہوگا۔ غرض کہ آپ نے صحابہ نبی کو بھی بغیر داغ لگائے نہیں چھوڑا۔ ان کو بھی سفینۂ دین کو تباہ کرنیوالا تجویز کر ہی دیا۔ جس طرح کہ شاہ صاحب نے مہاجرین کی ایک جماعت کو اوباش قرار دے دیا اُسی طرح آپنے تمام مہاجرین کو مخرب اسلام قرار دے دیا۔ اب ذرا یہ بھی فرما دیجئے کہ جو لوگ سقیفہ میں جمع ہوئے تھے

مذہب حق کی شناخت جو کہ شاہ صاحب نے تبلائی ہے جنکو استاد البریہ کہتے ہیں

وہ حدیث ثقلین کی تصدیق کرنے کے واسطے جمع ہوئے تھے یا تکذیب کرنے کے واسطے اگر
شق اوّل اختیار کیجئے گا تو حضرت ابوبکر کی خلافت سے دست بردار ہونا پڑے گا اور شق ثانی
اختیار فرمایئے گا تو ایمان سے ہاتھ اُٹھانا پڑے گا (۲) دعوے جناب سیّدہ صلوات اللہ علیہا
کا موافق کتاب اللہ تھا یا مخالف کتاب اللہ اگر صورت اول اختیار فرمائی تو خلافت میں
رخنہ پڑے گا اور درصورت اختیار شق ثانی حدیث ثقلین کی تکذیب لازم آئے گی واضح ہو
کہ آپ کے اساطین مذہب نہ اتباع اہلبیت رسالت اصول میں فرماتے ہیں نہ فروع میں
چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے قرۃ العینین میں اعتراف فرمایا ہے کہ کل اصول
ماخوذ ہیں شیخین سے بلکہ ایں فقیر تا حال مطلع نشدہ است بر مسئلہ اصولیہ کہ ماخوذ باشد از
کلام مرتضیٰ یا مستخرج باشد از کلام او۔ اس تحریر سے صاف ثابت ہے کہ آپکے اہل ملت
جناب علیٔ مرتضیٰ کا اتباع نہیں کرتے حضرات شیخین کا اتباع کرتے ہیں۔ پس آپ کا فرقہ
پیرو اہلبیتؑ کسی طرح قرار نہیں پاسکتا اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا۔ لہٰذا آپ کا اپنے
آپ کو متمسک بذیل عترت ابرار و راکب سفینہ اہلبیت اطہار فرمانا بیکار ہے۔

قولہ مذہب حق کے اصول مع دلایل دل میں راسخ اور جاگزیں تھے۔

اقول اپنے اپنے مذہب کو ہر فرقہ مذہب حق کہتا ہے۔ لیکن مذہب حق پر وہی ہے
کہ جو ثقلین سے تمسک کرے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب جو حضرات اہلسنت کے مقتدا ہیں جنکو
آپ استاد البریہ کہتے ہیں اپنے تحفہ میں اس طرح فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ باتفاق
شیعہ و سُنّی ایں حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمود انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم
بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی۔ پس معلوم شد کہ در مقدمات
دینی و احکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ ایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف
ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ
نماید گمراہ و خارج از دین باشد انتہیٰ مجھے تعجب ہے کہ شاہ صاحب کے وجہ متابعت

اہلبیت کے مدعی ہیں اور اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ کی جانب مطلق التفات نہیں فرماتے
اُنھوں نے نہایت صدق و راستی کے ساتھ صاف فرما دیا ہے کہ اصول اہل سنت شیخین
سے ماخوذ ہیں بلکہ ایں فقیر تا حال مطلع نشدہ است بر مسئلہ اصولیہ کہ ماخوذ باشد از کلام
مرتضیٰ یا مستخرج باشد از کلام وے۔ مجھے تعجب ہے کہ یہ لوگ اپنے اصول مذہب کو حضرات
شیخین سے ماخوذ کریں اور فروع میں امام شافعی و مالک و احمد حنبل و ابوحنیفہ صاحبان کی
پیروی فرمائیں اور پھر یہ دعوے فرمائیں کہ وہ پیرو اہلبیتؑ ہیں اور اُن سے تمسک کرتے
ہیں اور اہل حق کو جو کل مسائل اصولیہ و فروعیہ کو بجز آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے کسی دوسرے
سے ماخوذ نہیں کرتے یہ حضرات معاویہ شاہی بُرا سمجھتے ہیں اگر دل میں انصاف ہو تو آنکھیں
کھول کر دیکھ لیجئے۔ کتب صحاح و غیر صحاح اور اصول و فقہ اور تفسیر سب موجود ہیں آیا کسی مقام
پر کسی قول پر کسی امام اہلبیت کے عمل کیا ہے اور کتب اہل حق بھی موجود ہیں ملاحظہ فرمائیے
کہ سوائے معصومین علیہم السلام کے کہیں کسی کا قول بھی لیا ہے۔ ایک اسی بات پر صدق
و کذب دعوے فریقین ظاہر ہوا جاتا ہے بھلا ایک مسئلہ بھی ایسا فرما دیجئے کہ جس میں
ان صاحبوں نے دامن امام ابوحنیفہ صاحب اور اُن کے امثال کا چھوڑا ہو اور آئمہ
اہلبیت میں کسی کا اتباع کیا ہو۔ صحیح بخاری کو نکال کر ورق ورق گردان جائے کوئی
حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل نہیں کی ہے حالانکہ چار ہزار راویوں نے
اُن جناب سے اخذ احادیث کیا ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے ان حضرت کا ذکر
ضعفا و مجاہیل میں کیا ہے اور کہا ہے لم یخرج لہ البخاری اور عسقلانی نے امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام کو کتاب الضعفا میں ضعفائے رواۃ میں داخل کیا ہے اور ان جناب کے
حق میں کہا ہے حدیثہ غیر محفوظ۔ میزان الاعتدال میں امام جعفر صادق کے باب میں
لکھا ہے لم یحتج بہ البخاری اور استاد بخاری نے کہا کہ میں اپنے دل میں اُن کی طرف سے
کھٹکا پاتا ہوں۔ اور امام رضا علیہ السلام کی نسبت یہ لکھا ہے قال ابو طاہر یاتی عن

صدق و کذب پرکھنے کا معیار

ابیہ العجائب قال ابوالحسن الدارقطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال ان
علی بن موسے الرضا یروی عن ابیہ عجائب یھم ویخطی یعنی کہا ابوالحسن دارقطنی نے کہ
ابن حبان نے مجھے خبر دی کہ علی بن موسیٰ الرضا اپنے والد سے عجائب نقل کرتے تھے اور وہم
کیا کرتے تھے اور خطا کیا کرتے تھے اور عجائب سے وہ باتیں مراد ہیں جو قابل اعتبار نہوں
اور علامہ سیوطی نے اپنی تصانیف میں جو موضوعات حدیث میں ہیں اور علی بن محمد
عراق مدنی نے کتاب تنزیہ الشریعۃ میں اور شیخ رحمۃ اللہ سندی نے مختصر تنزیہ الشریعہ
میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے لیس بشئی یعنی العیاذ باللہ وہ کچھ چیز نہیں
ہے اب انصاف ہو تو غور فرمایئے کہ آیا متابعت آئمہ اہلبیت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو
آئمہ ہدیٰ سے کھٹکے ہیں اور انکو ضعیف ومتوہم وخاطی ولاشی جانتے ہیں اور اُن سے روایت
کرنا ناجائز جانتے ہیں یا وہ لوگ کہ جو کل مسائل اصول و فروع آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے
لیتے ہیں خود علمائے مذہب اقرار کرتے ہیں کہ طریقہ اہلبیت اُن کے طریقہ کے خلاف ہے
چنانچہ شارح منہاج لکھتے ہیں کہ انکار قیاس مسائل دینیہ میں مذہب اہلبیت ہی اور عمل اوپر
قیاس کے مذہب ابوحنیفہ وشافعی ہے - ملا جامی نفحات میں سمنانی سے ناقل ہیں کہ مذہب
امام جعفر صادقؑ حرمت خرگوش ہے ثعلبی ناقل ہیں کہ مذہب علیؑ عدم جواز مسح عن
الخفین ہے علامہ تفتازانی شرح مختصر الاصول عضدی میں فرماتے ہیں کہ اصحاب نے
اختلاف کیا ہے جواز امہات اولاد میں اور مذہب علیؑ جواز بیع ہے - چنانچہ شیعوں کا
یہی مذہب ہے اور شیعہ اون حضرت کے مذہب کو بہتر جانتے ہیں - پس ثابت ہوگیا کہ
آپ مذہب اہلبیت پر نہیں ہیں اور شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں پس مذہبے کہ مخالف
ایں دو (کتاب اللہ و اہلبیت) باشد در امور شرعیہ عقیدۃً وعملاً باطل و نامعتبر ست پس
بحمد للہ حسب تصریح شاہصاحب مذہب ہمارا حق ہے اور آپ کا مذہب بہ سبب مخالفت
اہلبیت کے امور شرعیہ میں عقیدۃً وعملاً باطل و نامعتبر - ملا جلال الدین دوانی شرح

عقاید عضدیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ تہتر فرقوں میں طائفہ اشعریہ ہے اس لئے کہ اون کا عمل اوپر اُن احادیث کے ہے کہ جو کہ جناب رسالتماب صلعم اور اُن کے اصحاب سے منقول ہیں اور ظواہر احادیث سے تجاوز اور اپنے عقول پر اعتماد نہیں کرتے مثل معتزلہ کے اور نہ احادیث غیر صحیح پر عمل کرتے ہیں مثل شیعوں کے کہ متابعت کرتے ہیں اس کی جو اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں بسبب اس کے کہ اُن کی عصمت کے معتقد ہیں

مولوی عبد العلی صاحب جو آپکے یہاں بحر العلوم مانے گئے ہیں شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں کہ اجماع اہلبیت حجت نہیں ہے خلافاً للشیعہ بلکہ اہلبیت جائز الخطا ہیں۔

فقد یصیبون وقد یخطؤن ویجوز علیہم الزلۃ وھے وقوعہم فی الذنب من غیر تعمد کما وقع من سیدۃ النساء من ھجرانھا خلیفہ رسول اللہ حین منعھا فدک انتہیٰ یہ ہوا اعتقاد آپ کے علمار مذہب کا دربارہ اہلبیت طہارت اصحاب کے قول کو قابل اعتبار جانتے ہیں اور ائمہ اہلبیت کا قول محل اعتماد نہیں سمجھتے اور اہلحق پر طعن کرتے ہیں کہ اپنے اماموں کے قول پر عمل کرتے ہیں اور اُنکو معصوم جانتے ہیں اب ذرا انصاف سے فرما دیجئے کہ متمسک باہلبیت اطہار شیعہ ہیں جو باعتراف علمار اہل سنت اقوال ائمہ اہلبیت پر عمل کرتے ہیں اور انکو بنص آیۂ تطہیر معصوم جانتے ہیں اور اُن کے اجماع کو حجت سمجھتے ہیں یا متمسک باہلبیت اطہار حضرات اشاعرہ ہیں جو اُن کو خاطی اور گنہگار جانتے ہیں اور اُن کے اجماع کو حجت نہیں سمجھتے اور جناب سیدۃ النسار العالمین کو دعوے فدک میں کاذب و گنہگار جانتے ہیں آپ کو تو تمسک در کوب کا نام بھی نہ لینا چاہئے۔

علامہ ابن اثیر جو کہ علمائے اعلام اہل سنت سے ہیں کتاب جامع الاصول میں ذیل حدیث ان اللہ سیعبث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی خدا تعالی ہر صدی کے سر پر ایک مجدد دین پیدا کرتا ہے فرماتے ہیں کہ ضرور نہیں

مولوی عبد العلی صاحب کی اجماع اہلبیت کی اہلسنت رائے

نہین ہے کہ مجدد دین ایک ہی شخص ہو وَنحن نذکر الآن المذاہب المشہورۃ فی الاسلام التی علیہا مدار المسلمین فی اقطار الارض وھی مذہب الشافعی وابی حنیفہ ومالکؒ واحمد حنبلؒ ومذہب الامامیہ - اسکے بعد ہر مذہب کے مجدد کا ذکر نام بنام کیا ہی یہانتک کہ کہا ہی کہ مائۃ ثانیہ مین مذہب امامیہ کے مجدد علی بن موسیٰ الرضا ہین اور یہ امر بدیہیات سے ہی کہ کل آئمہ اہلبیتؑ کا ایک مذہب تہا پس جس مذہب کے مروج اور مجدد علی بن موسیٰ الرضا تہے وہی مذہب کل اماموں کا تہا پس باعتراف اہلسنت ثابت ہوا کہ مذہب امامیہ وہ مذہب ہے کہ جو کل اماموں کا مذہب ہے اور مذہب اشاعرہ مذہب اہلبیت نہین ہے - پس جس مذہب کے اصول آپکے دلمین راسخ و جاگزین تہے اوس مذہب کا حال ظاہر ہوگیا کہ وہ مذہب اہلبیت نہین ہے اور وہ اصول جو آپکے دلمین راسخ ہین وہ اصول اہلبیت اطہار سے ماخوذ نہین ہین پہر ہم کیونکر سمجہین کہ آپ راکب سفینۂ اہلبیت اطہار و متمسک بذیل عترت ابرار ہین بلکہ حسب تصریح صاحب تحفہ آپکا مذہب عقیدۃً وعملاً باطل اور نامعتبر قرار پایا والحمد للہ علیٰ ذالک - اس مقام پر آپکے مذہب کے بعض اصول کا حال بہی مختصراً بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہی کیونکہ آپکی بہی یہی رائے ہی کہ اصول مذہب کا فیصلہ ہوجانا چاہیے - علامہ ابن القیم اشاعۃ السنۃ مین خاتمہ اعلام مین اصول دین کی نسبت یون فرماتے اما اصول دینہم فصرحوا فی کتبہم ان قول اللہ ورسولہ لا یفید الیقین فی مسائل اصول الدین تشفی یعنی بتصریح فقہائے اہلسنت قول خدا و رسولؐ مسائل اصول دین مین مفید یقین نہین ہی - اس سے ثابت ہوا کہ اگر آپکے اہل مذہب قول خدا و رسول کو مفید یقین سمجہین تو اصول مذہب ہی باطل قرار پائین -

بعض مسایل متعلق توحید

حضرات اہلسنت معتقد ہین کہ قیامت کے دن چشم سر سے خدا کا دیدار ہوگا اس سے ظاہر ہی کہ

خدا تعالیٰ جسم کہتا ہے بعض اساطین اہلسنت علاوہ جسم کے لحم و دم و عظم وغیرہ کے بھی قایل ہین
کوئی خدا تعالیٰ کیلیے جہت و جسم ثابت کرتا ہی بعض بزرگانِ اہلسنت علاوہ سکوت کے اپنی معبود کے
ابعاض جسمانیہ و روحانیہ کے بھی قایل ہین اور کہتے ہین کہ صعود و نزول خدا تعالیٰ پر جایز ہی۔
کسی نے شریک باریتعالیٰ ازلیت مین ثابت کیا ہے حضرات اہلسنت کے یہان عموم
محدثین مشبّہ ہین ان سب امور کا ذکر کسیقدر تفصیل کے ساتھہ آیندہ ہوگا۔
حضرات اہلسنت معتقد ہین کہ گناہ کرنا بندے کے اختیار مین نہین ہے بلکہ خدا تعالیٰ گناہ کراتا ہے
اور اس عقیدہ کو شعرا نے نظم کر ڈالا ہے۔ ؎

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ ✤ تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ منست

کوئی فرقہ اہلسنت ہمہ اوست کی صدائین بلند کرتا ہی یعنی معاذ اللہ آدمی۔ گھوڑا۔ گدہا۔
بندر۔ کتا۔ وغیرہ سب خدا ہین۔ ان امور کا بیان بھی تفصیل کے ساتھہ آیندہ ہوگا۔ کوئی
امکانِ کذب کا قایل ہی یعنی خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ یہی سبق اپنے مریدونکو پڑہاتا ہی۔

؎ گر ہمین مکتب و ہمین ملّا ✤ کار طفلان تمام خواہد شد۔

دوسری اصل نبوّت

حضرات اہلسنت انبیا علیہم السلام کے مجتہد ہونیکے قایل ہین اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو
بھی مجتہد جانتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ انبیاء علیہم السلام سے کبھی اجتہاد مین خطا واقع ہوتی ہی۔
چنانچہ واعظ پنجابی نے اپنے رسالہ مجمع الاوصاف مین آیہ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید
الاخرہ کے بعد بحوالہ تفسیر بیضاوی لکھا ہی والآیۃ دلیل علی ان الانبیاء یجتھدون وانہ قد یکون
خطاء ولکن لا یقرون علیہ تم عبارت البیضاوی یعنی یہ آیت اثبات کی دلیل ہی کہ انبیاء علیہم السلام
اجتہاد کرتے ہین اور کبھی وہ اجتہاد خطا ہو جاتا ہی لیکن اوسپر قرار نہین پکڑتے یعنی پیغمبران علیہم السلام
بھی مجتہد تھے اور اونکا اجتہاد بھی کبھی اصل مراد کو نہین پہونچتا تھا لیکن معلوم کرنے کے بعد
اوس سے رجوع کر جاتے تھے۔" بقدر الحاجۃ۔
آپکے اساطین سب قایل ہین کہ آنحضرت صلعم نے (معاذ اللہ) ایک مرتبہ ایک مسجد مین شراب پی تھی

جس کی وجہ سے اُس کا نام مسجد فضیح ہوگیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں بحوالہ مسند احمد حنبل نقل کیا ہے کہ فضیح (شراب) ایک مرتبہ پیغمبر خدا نے اس مسجد میں پی تھی اسیوجہ سے اس کا نام مسجد فضیح مشہور ہوگیا۔ آپ کے علمار مذہب معتقد ہیں کہ انبیا معصوم ہنیں ہوتے اُن سے گناہ کبیرہ وصغیرہ عمدًا وسہوًا سرزد ہوتے ہیں اور رسولؐ خدا سے اکثر گناہ سرزد ہوئے اور عصمت ابنیا وقت تبلیغ ہونی چاہیئے دیگراوقات پر اُن کی عصمت قبول کرنا ضروری ہنیں ہے (دیکھو شرح مواقف مع متن باب پنجم عصمت ابنیا)۔

آپ کے بحرالعلوم معتقد ہیں کہ ابنیار احکام خدا میں خطا کرتے ہیں اور اپنے اہل مذہب کو اس عقیدے کی تعلیم کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ولا تفنع الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ تعالیٰ فان ھذا لقول قد صدر من شیاطین اھل البدع کالروافض وغیرھم الم تر اھل الحق من اھل السنۃ والجماعۃ القامعین للبدعۃ کثر ھم اللہ تعالیٰ یجوزون علی الانبیاء الخطاء کما ظھر فی اساری بدر من سید العالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین وکیف وقع من داود علیہ السلام فی الحروث وفی الحکم لاحد المرئتین مع کونہ للاخر کما ھو مشروح فی الصحیحین یعنی نہ سنو تم اس کی بات جو یہ کہتا ہے کہ انبیار علیہم السلام کیونکر خطا کرسکتے ہیں احکام خدا میں کیونکہ یہ قول صادر ہوا ہے شیاطین اہل بدعت سے مثل روافض وغیرہ کے کیا تونے اہل حق کو اہل سنت وجماعت سے جو قامع بدعت ہیں ہنیں دیکھا کہ وہ جائز رکھتے ہیں خطا کو ابنیار پر جیسا کہ ظاہر ہوا خود سید عالم سے قصہ اساری بدر میں اور اسی طرح واقع ہوا حضرت داود سے کھیت کے قصہ میں اور دونوں عورتوں کے قصہ میں جیسا کہ صحیحین میں شرح مذکور ہے۔ لیجئے آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے بحرالعلوم صاحب نے آپ کا عقیدہ ظاہر کردیا اور فرمادیا کہ وہ جائز رکھتے ہیں خطا کو انبیا پر یہ حکم صرف معمولی خطاوں میں ہنیں ہے بلکہ خاص تبلیغ احکام خدا میں وہ خطا کرتے

ہیں غرض کہ شارح مواقف نے جو وقت تبلیغ احکام عصمت انبیاء کو قبول کیا تھا بحرالعلوم نے اُسکو بھی مٹا دیا اور یہ بھی اپنے بھائیوں کو سُنا دیا کہ جو اسکا قائل ہو کہ انبیاء معصوم ہیں خطا سے احکام خدا میں وہ شیطان و بدعتی ہے - بحرالعلوم صاحب نے اسی جرم پر شیعوں کو رافضی - اہل بدعت و شیطان کا خطاب دیا کہ وہ انبیاء کو معصوم اعتقاد کرتے ہیں تو اب کس سُنّی کی مجال ہے کہ جو عصمت انبیاء کا قائل ہو - کیونکہ اہل سنت والجماعت تجویز کرتے ہیں خطا کو تم انبیاء پر تو اس عقیدہ عصمت کا بدعت ہونا معلوم ہوا اور انبیاء کے واسطے تو یہ تجویز عقلی تھی یا سمعی مگر جناب سید عالم صلعم تو ان کے نزدیک خطا میں مبتلا ہوگئے پھر کسی دوسرے نبی کی عصمت کہاں رہی - آپ کے علماء معتقد ہیں کہ صدور گناہ انبیاء سے خواہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ ہو خواہ کفر ہو عقلاً محال نہیں ہے اور یہ عقیدہ مسلمانوں کا بحرالعلوم صاحب نے شرح مسلم الثبوت میں تحریر فرمایا ہے اور اس کتاب پر علم اصول فقہ اہل سنت کا خاتمہ ہے - وہ فرماتے ہیں فالاکثر من المسلمین علی انہ لا یمتنع عقلاً ذنب منہم مطلقا ای ذنب کان صغیرۃ او کبیرۃ او کفرا وھو خلافا للشیعۃ فانھم لایجوزون عقلا ذنب علیھم مطلقاً ای ذنب کان صغیرہ او کبیرہ وھم مع فقھم ھذا یجوزون علیھم الکفر تقیۃ عقلاً وشرعاً قبل النبوۃ و بعدھا وھذا من غایۃ حماقتھم الخ ص ۳۸۷ -

یعنی اکثر مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ صدور گناہ انبیاء سے خواہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ خواہ کفر ہو عقلاً محال نہیں ہے - مگر یہ مذہب خلاف شیعہ ہے جو عقلاً محال جانتے ہیں صدور گناہ کو خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو یہاں تک تو بحرالعلوم نے مصنف کی عبارت کی شرح فرمائی ہے اب اس کے بعد خود بحرالعلوم اس طرح فرماتے ہیں کہ شیعہ باوصفیکہ قائل عصمت انبیاء ہیں تجویز کرتے ہیں انپر کفر کو تقیۃً عقلاً و شرعاً قبل نبوت و بعد نبوت اور یہ اُن کی غایت حماقت ہے - یہ کہنا ملا بحرالعلوم صاحب کا کہ شیعہ

ابنیا پر کفر کو تقیۃً تجویز کرتے ہیں محض غلط و بے اصل ہے۔ شیعہ کسی وقت انبیاء پر کفر کو
جائز نہیں رکھتے۔ یہاں اسقدر تو یقینی ثابت ہوا کہ مسلمانوں میں عصمت انبیاء کا قائل صرف فرقہ
حقہ شیعہ ہے اور اکثر مسلمین ہر طرح کا گناہ تجویز کرتے ہیں صغیرہ ہو خواہ کبیرہ ہو خواہ کفر ہو
بقول فخر رازی بعض اساطین مذہب سنی امام کلبی و امام سدی و امام مجاہد کے جن کے مدائح سے
کتب رجال مالامال ہیں اسبات کے معتقد ہیں کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ قبل بعثت کفر پر تھے
چنانچہ تفسیر کبیر میں نہایت صفائی سے یہ عقیدہ موجود ہے اعلم ان بعض الناس ذھب
الی انہ کان کافراً فی اول الامر ثم ھداہ اللہ وجعلہ نبیا قال الکلبی وجدک ضالا
یعنی کافرا فی قوم ضلال فھداک للتوحید وقال السدی کان علی دین قومہ
اربعین سنۃ وقال مجاھد وجدک ضالا عن الھدی فھداک لدینہ الخ یعنی
بعض ناس اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرت (معاذ اللہ) پہلے کافر تھے پھر خدا نے ان کی ہدایت
کی اور نبی بنایا۔ کہا کلبی نے کہ مراد وجدک ضالاً سے یہ ہے کہ آنحضرت کافر تھے قوم گمراہ
میں۔ پس خدا نے ہدایت کی واسطے توحید کے۔ کہا سدی نے کہ آپ اپنی قوم کے مذہب پر
تھے چالیس سال تک کہا مجاہد نے کہ مراد وجدک ضالاً سے یہ ہے کہ آپ ہدایت سے
گمراہ تھے پس خدا نے اپنے دین کی ہدایت کی۔ جو عقیدہ کہ ان متقدمین مذہب کا فخر رازی
نے تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے وہی اس زمانہ میں فرقہ اہل حدیث کا بھی ہے۔ چنانچہ اخبار
اہل حدیث میں یہ مضمون نکل چکا ہے۔ جسکو میں پرچہ اصلاح نمبر ۹ بابت رمضان المبارک
سنہ ۱۳۲۴ھ سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ سنئے پیغمبر خدا کے حق میں فرمایا ووجدک ضالا
فھدیٰ خدا نے تجکو ضال پایا پس ہدایت کی اور ضالین کی بابت فرمایا غیر
المغضوب علیھم ولا الضالین اے خدا ہمکو ضالین کی راہ سے بچا ہو۔ چونکہ تم
طالب علم ہو اس لئے تمکو میزان کے قاعدہ سے بتلاتا ہوں النبی کان ضالا صغرے
ولا شئی من الضالین بمتبوع کبرےٰ نتیجہ تم خود ہی سمجھ لو۔ مورخہ ۲۳۔ مارچ۔ جس

جس سے ہر شخص با آسانی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث نے آنحضرت ختمی مرتبت کو قبل بعثت کافر بنایا۔ فرقہ معتزلہ تو اسکو عقلاً محال جانتا ہے کہ کوئی کافر نبی ہو سکے مگر شاعرہ جو آجکل فرقہ رائج ہے وہ کہتا ہے کہ عقلاً محال نہیں ہے۔ اور جب کافر کا نبی ہونا ان کی عقل نے جائز تجویز کر لیا تو فخر رازی کا یہ فرمانا اعلم ان بعض الناس ذھب الی انہ کان کافراً اور نیز یہ قول واما الجمہور من العلماء فقد اتفقوا علی انہ ما کفر باللہ لحظۃ واحدۃ فضول و بیکار ہے یعنی بعض الناس کی قید لگانا اور پھر جمہور علماء کو ان بعض اساطین دین کا مخالف ثابت کرنا فضول و بیکار ہے کیونکہ کافر کا نبی ہونا کسی کی عقل نے محال نہیں تجویز کیا ہے اور نیز انبیاء سے صدور صغیرہ و کبیرہ و کفر اُن کے نزدیک محال نہیں ہے اور بحر العلوم صاحب نے تو تبلیغ احکام خدا ہی میں خطا ثابت فرمائی ہے اور پھر بھی یہ حضرات اپنے آپ کو سچا مسلمان اور پکا مومن و پیرو سنت رسول کہتے ہیں۔ حقیقت پر نظر کیجاتی ہے نہ تو اسلام ہے نہ توحید نہ رسالت ہے نہ شریعت آپ کے اہل مذہب کا عقیدہ ہے کہ قبل نزول وحی جناب پیغمبر خدا بتوں کے نام پر قربانی کیا کرتے تھے دیکھو صحیح بخاری مطبوعہ محمدی پریس ۱۲۸۰ھ صفحہ ۵۴۰

آپ کے اہل مذہب معتقد ہیں کہ قریب زمانہ وفات آنحضرت صلعم کو ہذیان ہو گیا تھا چنانچہ حضرت عمر نے اسکا اظہار کیا ہے۔ ان الرجل لیھجر دیکھو صحیح بخاری

آپ کے پیشوایان مذہب کے بعض عقاید بنسبت قرآن مجید

حضرت عبد اللہ ابن عمر اس بات کے قائل تھے کہ بہت سا قرآن سے جاتا رہا۔

قال ابن عمر لا یقولن احدکم اخذت القرآن کلہ وما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ کثیر حضرات اہل سنت معتقد ہیں کہ قرآن شریف حسب رائے حضرت عمر وغیرہ اکثر نازل ہوا کرتا تھا۔

اخرج ابن مردویہ عن مجاھد قال کان عمر یری الرای فینزل بہ القرآن یعنی جو
حضرت عمر کی رائے ہوا کرتی تھی اسی طرح قرآن نازل ہوتا تھا ازالۃ الخفا میں ہو وعنہ کما
تری ان ذا القرآن کرؤما من کلامہ وراےا من رایہ

اقوال اکابرین مذہب بنسبت خلیفہ

بعض اکابر اہل سنت کے قایل ہیں کہ خلیفہ کے لئے عدالت شرط نہیں ہے اور بعض کے
نزدیک عدالت شرط ہے مگر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اطلاق مشعر ہے کہ اسلام بھی شرط خلافت
نہیں ہے۔کما فی جامع الرموز اور ملخص عبارت اس کی یہ ہے۔
السلطان ای خلیفہ والوالی الذی لیس فوقہ وال عادلاً کان او جابرا وقیل
یشترط العدالۃ والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط انتہی خلاصہ یہ کہ سلطان
یعنی خلیفہ کے لئے عادل ہونا شرط نہیں ہے برابر ہے کہ عادل ہو یا ظالم ہو اور کہا گیا ہے
کہ عدالت شرط ہے اور اطلاق مشعر ہے کہ اسلام بھی شرط خلافت نہیں ہے۔واضح ہو
کہ جس فرقہ کے اکابر نبی سے صدور گناہ وکفر محال عقلی نہیں تجویز کرتے بلکہ بقول فخر
رازی اساطین مذہب قبل بعثت آنحضرت صلعم کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ
اپنی قوم کے مذہب پر تھے اُن کے نزدیک خلافت کے واسطے اسلام کیوں شرط ہو
اس میں شک نہیں کہ مذہب اہل تسنن عجب طرح کی بھول بھلیّاں ہے جس سے باآسانی
نکلنا دشوار ہے۔ان حضرات کے اعتقادات باہمدگر متناقض ومتضاد ہیں۔کوئی تو
ابوین نبی کو کافر کہتا ہے کوئی اس سے انکار کرتا ہے کوئی خود نبی صلعم کو قبل بعثت
کافر کہتا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ ایک لحظہ بھی کفر نہیں کیا کوئی اہلبیت رسالت کی عصمت
کا قائل ہے کوئی اُنکو خاطی وگنہگار کہتا ہے کوئی منکر خلافت حضرات شیخین کو کافر
اعتقاد کرتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ انکار امامت کفر نہیں ہے۔کوئی یزید کو دوست
رکھتا ہے اور کوئی اس کے کفر کا قایل ہے اور کوئی اُسکو خلیفہ غیر راشد اعتقاد کرتا ہے اخ

حجر صواعق میں فرماتے ہیں کہ یہی فرقہ مصاب ہے میں عرض کرتا ہوں کہ جو فرقہ اہل سنّت
کہ یزید کو کافر کہتا ہے وہ بھی مصاب ہوگا یا نہو گا کیونکہ خلافت کے واسطے اسلام کی
شرط ہی نہیں لگائی ہے اور دیگر شرائط جو خلیفہ ہونے کے واسطے مقرر فرمائی ہیں یعنی اجماع
واستخلاف وقہر وغلبہ وتسلّط وہ سب یزید میں پائے جاتے ہیں پھر اُسکو خلیفہ غیر راشد
کہنا فضول وبیکار ہے غرض کہ مذہبی تحقیقات کرنے والا مذہب اشاعرہ کے عقائد
متناقضہ کو دیکھ کر عجب خبط میں گرفتار ہوگا اور اس بھول بھلیاں سے باآسانی نہ نکلے گا
اور اصل وجہ ان عقائد متناقضہ کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہب اشاعرہ کے اصول مذہب
خوارج ونواصب ومعتزلہ کے اصولوں سے ترکیب یافتہ ہیں اور شیخ ابو الحسن اشعری نے
اُن میں کچھ اصلاح کی ہے ان[1] تینوں فرقوں نے باہم بحث مباحثہ کرکے ایک جدید
نام رکھ لیا ہے چنانچہ مولوی شبلی صاحب نعمانی سُنّی المذہب پروفیسر مدرسۃ العلوم
علی گڑھ نے اپنی کتاب سیرۃ النعمان میں تحریر فرمایا ہے اور عبارت سیرۃ النعمان
ذیل میں مرقوم ہے۔

عبارت سیرۃ النعمان

سنہ ۹۹ ہجری میں عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوئے اُن کی خلافت نے دفعتًا حکومت مروانی
کا رنگ بدل دیا اور تمام ملک میں عدل وانصاف علم وعمل وخیر وبرکت کی جان تازہ
ڈالی ایک مدّت سے حضرت علیؑ پر خطبوں میں جو لعن پڑھا جاتا تھا یک لخت موقوف
کردیا اور امور مذہبی کے چرچے گھر گھر پھیل گئے دوسری صدی کی ابتدا میں لوگوں کو
مذہبی مباحثات کا موقع ملا اور سال سنہ ۱۳۲ ہجری یوم استقرار خلافت معاویہ تا سال

[1] واضح ہو کہ معتزلہ ونواصب وخوارج مثل اشاعرہ اہلسنت کے صحاح ستّہ پر عمل کرتے ہیں اُن کے
یہاں کوئی حدیث وفقہ کی علیحدہ کتاب نہیں ہے اور اکثر رواۃ صحاح ستّہ خوارج ونواصب ہیں جن
کا ذکر آیندہ ہوگا ۱۲

سنہ ۹۹ ہجری عہد حکومت عمر ابن عبد العزیز ناصبی و معتزلہ و خارجی باتفاق ہر جمعہ کے
خطبہ میں دشمنی علی کا اظہار بذریعہ لعن کرتے رہے اس دوسری صدی کی ابتدا میں
اُنھیں مسلمانوں کو علوم مذہبی کے ذکر و اذکار کا موقع ملا جو ناصبی یا معتزلہ یا خارجی
تھے اور خلفاء ثلٰثہ کے معتقد صادق تھے ۔ شیعوں کو اس زمانہ میں بھی علوم مذہبی کے
ذکر کی آزادی نہیں ملی ۔ پھر ناصبی و معتزلہ و خوارج کو جو سنہ ۹۹ھ میں مذہبی آزادی
ہوئی تو کچھ لوگ بدستور مذہب معتزلہ کے مطیع رہے اور اپنے عقاید علانیہ ظاہر کرنے
لگے اور کچھ لوگوں نے ابو الحسن اشعری کی پیروی اختیار کی اور اپنا مذہب اشعری مشہور
کیا اور کچھ لوگوں نے ابو المنصور ماتریدی کی پیروی کی اور باہم مباحثات شروع ہوئے
دوسری صدی میں باہم ابو الحسن اشعری اور ابو علی جبائی کے مباحثہ ہوا جس کا
ذکر ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۹ میں تحریر فرمایا ہے الی ان قال لہٰذا لوگوں
نے مذہب معتزلی ترک کیا اور مذہب اشعری کا نام سنت والجماعت رکھا انتہیٰ
اس عبارت سے مولوی شبلی صاحب کی کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ ایک یہ کہ عہد حاکم شام
یعنی معاویہ سے ابتدائے عہد عمر ابن عبد العزیز تک یعنی ۵۸ برس تک مسلمان لوگ ہر جمعہ
کے خطبہ میں جناب علی مرتضیٰ کی دشمنی کا اظہار بذریعہ لعن کرتے رہے ۔ دوسری یہ
بات معلوم ہوئی کہ وہ مسلمان ناصبی یا خارجی یا معتزلہ تھے جو باتفاق ہر جمعہ کے
خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام پر لعنت کرتے تھے ۔ تیسرے یہ معلوم ہوا کہ ناصبی و معتزلہ
و خارجی خلفائے ثلٰثہ کے معتقد صادق تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے دشمن تھے ۔ چوتھی
یہ ثابت ہوا کہ اُنھیں نواصب و خوارج و معتزلہ میں سے کچھ لوگوں نے بہ تقلید ابو الحسن
اشعری اپنا مذہب اشعری مشہور کیا اور مذہب اشعری کا نام لوگوں نے سنت والجماعت
رکھا ۔ صرف نام بدل دیا ۔ اور اس لقب ناصبی کو بزور حکومت کسی مصلحت سے موقوف
کیا گیا ۔ اگر یہ لقب موقوف نہ ہوتا تو جو عداوت ظاہری جناب امیر علیہ السلام اور اُنکی

اولاد سے بھی وہ پوشیدہ نہوتی بلکہ اصول مذہب سمجھکر علانیہ ممبروں پر تبرّا کرتے رہتے
یہی وجہ ہے کہ مذہب کے اصول حضرات شیخین سے ماخوذ ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب
نے قرۃ العینین میں تحریر فرمایا ہے اور جناب امیر علیہ السلام سے ماخوذ نہیں ہیں چنانچہ
قرۃ العینین میں فرمایا ہے بلکہ ایں فقیر تا حال مطلع نشدہ است بر مسئلہ اصولیہ کہ ماخوذ
باشد از کلام مرتضیٰ یا مستخرج باشد از کلام او انتہیٰ لقدر الحاجۃ۔ یہ حضرات اتباع اہلبیت
رسالت کے مدعی ہی نہیں ہیں بلکہ اتباع حضرات شیخین کا دعوےٰ فرماتے ہیں۔ چنانچہ
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قرۃ العینین میں فرماتے ہیں" بردست مرتضیٰ
فتح اسلام واقع نشد ودر ہیچ فنے از فنون شرعی اعتماد کلی بر آثار مرتضیٰ بظہور نیامد و
بر دست ایشاں خلافت منتظم نگشت پس انتفاع امت بشیخین اعظم ست از انتفاع ایشاں
بمرتضیٰ بلکہ مقرر ست کہ بکثرت اتباع ثواب بمتبوع میرسد و اتباع شیخین اہلسنت اندکہ
غالب و فاش در بلدان اسلام ایشاں آمد۔ ملاحظہ فرمایئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے
صاف صاف اپنے اہل مذہب کو اتباع شیخین فرمایا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کا اتباع
نہیں فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جبکہ معاویہ صاحب کے زمانہ سے برابر ۸۰ برس تک لوگ
جناب امیر علیہ السلام کی دشمنی کا اظہار جمعہ کے خطبوں میں کرتے تھے اور اُن جناب پر تبرا
پڑھتے تھے تو اُنکو جناب امیر علیہ السلام کے اتباع سے کیا غرض اور اپنے مذہبی اصول
اُن جناب سے ماخوذ کرنے سے کیا مطلب۔

ماخذ اصول مذہب اہلسنت

مجھے تعجب ہے کہ بعض اشاعرہ بے سوچے سمجھے اتباع و تمسک اہلبیت رسالت کا دعوے
کرتے ہیں اور اصلیت اس دعوے کی کچھ بھی نہیں ہے۔ جب کچھ تحقیقات کی جاتی ہے تو
عیاں ہوتا ہے کہ نہ تو مذہب کے اصول اہلبیت اطہار سے ماخوذ ہیں نہ فروع اور۔ پھر
دعوے تمسک و اتباع بے بنیاد ٹھیرا۔ صرف زبانی جمع خرچ ہے شاہ ولی اللہ صاحب
قرۃ العینین میں تحریر فرماتے ہیں کہ فقہامیں زیادہ تر مشہور حنفی شافعی مالکی ہیں الّا

شاذ ونادر جس کو شبہ ہو وہ موطا مسند شافعی آثار امام محمد ابوحنیفہ ملاحظہ کرے۔ محدثین کے
نزدیک اقویٰ اور اکثر حدیثیں ابوہریرہ۔ ابن عمر۔ عائشہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس
انس ابوسعید خدری وجابر کی ہیں یہی زیادہ روایت کرنے والے مشہور ہیں اِن کے بعد وہ صحابہ
ہیں جنکو فاروق نے تمام شہروں میں مقرر کیا جیسے ابوموسیٰ بصرہ میں ابودردا شام میں۔ عبداللہ
بن عمر۔ عمر عاص ان سب کے علوم ماخوذ ہیں شیخین سے یا مستند ہیں اُن سے اگر حضرت سے بھی روایت
کی ہے تو اُسکی تصدیق شیخین سے کی ہے۔ مدینہ یمن اور مصر کے لوگ مرتضیٰ سے روایت ہے
نہیں کرتے اِلّا شاذ ونادر اہل کوفہ البتہ روایت کرتے ہیں مگر محدثین کے نزدیک رواۃ مرتضیٰ
مستور الحال غیر حفاظ ہیں صرف عبداللہ ابن مسعود کے ذریعہ سے اُن کی روایتیں صحیح ہوئی
ہیں (میں عرض کرتا ہوں کہ جب اہل مدینہ ومصر ویمن جناب امیر علیہ السلام سے بغض وعداوت
رکھتے تھے تو اُن سے روایت کیوں کرتے۔ روایت نکرنا اُن کا اُن کے بغض پر دلالت
کرتا ہے اور اہل مکہ واہل مدینہ وغیرہ کے بغض وعداوت کا ثبوت آئندہ کسی موقع پر دیا
جائے گا) پھر اِس کے بعد شاہصاحب نے اپنا تعجب ظاہر کیا ہے کہ (حضرت مرتضیٰ) مدتہای
دراز بمدینہ باشند وروایت کنند ومردمان ازوے حدیث یاد نگیرند (شاہ صاحب کا تعجب
بیوجہ ہے جب مدینہ کے لوگ آنحضرت سے بغض رکھتے تھے تو کیوں اُن کی حدیثوں کو یاد
رکھتے اور اگر کچھ یاد بھی ہوں تو کیوں اُن کا اظہار کرتے) اس کے بعد شاہصاحب نے صوفیین
کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ متکلمین اصول مذہب کا عقیدہ اہلسنت وجماعت جو معرا ہے
دلائل عقلیہ سے اور اصول اون کے موخوذ ہیں شیخین سے مثل ایمان بقدر واسمار حسنی وصفات
علیا وعذاب قبر ورویت خدا وعصمت انبیا۔ تفسیر وعربیت کے باعث فاروق ہیں اور حضرت
مرتضیٰ کا تعلیم کرنا مسائل نحو کو افترا محض ہے باقی رہے صوفیہ پس تہذیب باطن اُن کا
شیخین سے منقول ہے اور حسن بصری کا ملاقات کرنا مرتضیٰ سے اور خرقہ پہنا باطل ہے
باتفاق شیعہ وسنی پھر صوفیوں کا فیض یاب ہونا مرتضیٰ سے کیونکر ثابت ہوگا۔ دیکھو

قرۃ العینین صفحہ ۱۸۴ تا غایت صفحہ ۱۸۷ ایسے غور فرمائے حسب تصریح محدث دہلوی فقہ و احادیث و اصول مذہب و تفسیر و عربیت و تصوف سب کے بانی مبانی حضرات شیخین ہیں انھیں سے سب چیزیں ماخوذ ہیں۔ ہم شاہ ولی اللہ صاحب کے بہت مشکور ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تمسک و اتباع جناب امیرؑ سے سبکدوش کر دیا اور صاف فرما دیا کہ اہل سنت اتباع شیخین ہیں اور ان اتباع کثیر کا ثواب حضرات شیخین کو پہنچتا ہے اہلبیت رسالت کی نسبت ثواب پہنچنا نہیں فرمایا اس لئے کہ حضرات اہل سنت اتباع اہلبیت نہیں ہیں۔ نہ کچھ اہلبیتؑ سے حضرات اہلسنت کو فیض پہنچا حتی کہ صوفیائے اہلسنت کا فیض یاب ہونا بھی حسب تصریح شاہ ولی اللہ صاحب ثابت نہیں۔ غرضکہ کوئی فرقہ اہلسنت کا اتباع اہلبیت نہیں کرتا۔ بلکہ طریقہ اہلسنت غیر طریقہ اہلبیت ہے چنانچہ اس سے پیشتر بھی ثابت کر چکے اور حسب تصریح شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر ست فتدبر حضرات اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اجماع اہلبیت حجت نہیں چنانچہ مولوی بحر العلوم صاحب شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں کہ اجماع اہلبیت حجت نہیں ہے خلافاً للشیعہ بلکہ اہلبیت جائز الخطا ہیں۔

وقد یصیبون وقد یخطئون ویجوز علیھم الزلۃ وھے وقوعھم فی الذنب من غیر تعمد کما وقع من سیدۃ النساء من ھجرانھا خلیفۃ رسول اللہ حین منعھا فدک

اس عبارت سے واضح ہے کہ صرف فرقہ شیعہ اجماع اہلبیت رسالت کو حجت جانتا ہے اور فرقہ اہل سنت اجماع اہلبیت کے حجت ہونے سے انکار کرتا ہے۔ کہاں ہیں اسوقت شاہ صاحب جو تحفہ میں بذیل حدیث ثقلین فرما گئے ہیں و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ (قرآن و اہلبیت) نماید گمراہ و خارج از دین باشد۔ اگر زندہ ہوتے تو عرض کرتا کہ آپ اپنے بحر العلوم کی نسبت کیا فتوے دیتے ہیں کیونکہ وہ حجیت اجماع اہلبیت سے انکار فرماتے ہیں۔ نہیں معلوم وہ کیا فتوے دیتے اور اب اُن کے ہم مشرب کیا فتوے دیں گے حضرات اہلسنت کو اہلبیت اطہار کو خطا کار اور گنہگار کہدینا اور سمجھنا آسان بات ہے مگر حضرت ابو بکر کی خطا کا

انکار اہل سنت از حجیت اجماع اہلبیت

معترف ہونا اور اقرار کرنا گوارا نہیں حالانکہ اہلبیت علیہم السلام کی طہارت اور عصمت پر آیہ تطہیر شاہد ہے اور حضرت ابوبکر کی طہارت کا مذکور کتاب اللہ میں مفقود ہے ایسے بھی حضرات اہلسنت کے نزدیک اہلبیت جائز الخطا ہیں اور جناب سیدۃ النسا کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن سے گناہ واقع ہوا۔ یہ اسلام ہے اور یہ اُن کا تمسک ہے جبکہ اکابرین اہلسنت نے جناب سید عالم صلعم کی تبلیغ احکام خدا میں خطا ثابت کردے اور فرقہ اہلحدیث نے صاف لکھدیا کہ النبی کان ضالا صغری ولا شیٔ من الضالین بمتبوع کبرے و اساطین مذہب حسب تصریح فخر رازی قبل بعثت کفر نبی کے قائل ہوگئے تو اہلبیت نبیؐ کو ان لوگوں کے نزدیک خاطی اور گنہگار قرار دینا کیا مشکل ہے تمام دار و مدار حقیت و بطلان مذہب کا تمسک قرآن و اہلبیت پر ہی چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی اس کی تصریح کی ہی۔ پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است اور یہ امر اوپر ثابت ہوچکا کہ مذہب اہلسنت مخالف مذہب اہلبیتؑ ہے تو مخالف قرآن بھی ہوا اس لئے کہ قرآن و اہلبیت رسالت میں حسب تصریح جناب سید عالم صلعم افتراق نہیں ہی کما فی حدیث الثقلین و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ لہذا آپ کے مذہب کا بطلان واضح و لائح ہوگیا۔

جناب امیر علیہ السلام کے حق میں شیخ الاسلام اہلسنت ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت نے سترہ چیزوں میں خطا کی اور کتاب خدا کی مخالفت کی۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں وقال فی حق علی اخطاء فی سبعۃ عشر شیئا ثم خالف فیہا نص الکتاب درر کامنہ ص ۹۴ کہا ابن تیمیہ نے حق میں علیؑ کے کہ اُنھوں نے سترہ چیزوں میں خطا کی اور مخالفت کی کتاب خدا کی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں یوں فرماتے ہیں بلکہ غلط از حضرت مرتضیٰ واقع شد و ان غلط در نفس مسئلہ فقہ بود۔ جس طرح بحر العلوم اہلسنت نے جناب سیدہ صلوات اللہ علی ابیہا و علیہا کو خطا وار و گنہگار قرار دیا اسی طرح شیخ الاسلام اہلسنت نے جناب امیر علیہ السلام کو خاطی اور مخالفت کنندہ نص کتاب ٹھہرا دیا۔ اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ اس عقیداد

کی بدولت حدیث ثقلین کی تصدیق ہوئی یا تکذیب جناب سید عالم تو اپنے اہلبیت کے حق میں
یہ فرمائیں وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی قرآن و اہلبیت میں جدائی و علیحدگی ہرگز
نہو گی یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملیں اور ابن تیمیہ شیخ الاسلام اہل سنت
یہ فرمائیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے سترہ چیزوں میں کتاب خدا کی مخالفت کی۔ خلاصہ یہ کہ
ابن تیمیہ نے قرآن و اہلبیت میں افتراق ڈالکر حدیث ثقلین کی تکذیب کی۔ امام غزالی صاحب
نے امام حسن وامام حسین علیہم السلام کے ذکر مصائب وشہادت کو حرام کو کر دیا قال الغزالی
وغیرہ ویحرم علی الواعظ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایاتہ وماجری بین الصحابۃ
والتشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم (صواعق ابن حجر)
یعنی امام غزالی وغیرہ نے کہا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے واقعات شہادت کا ذکر کرنا اور صحابہ
کے باہمی نزاع و عداوت کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ یہ واقعات ابھارتے ہیں بعض صحابہ
پر اور لوگوں کو صحابہ کے اعمال پر طعنہ زنی کا موقع ملتا ہے۔
ابوشکور سلمی حاشیہ شرح عقاید نسفی پر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام پر بیعت یزید
واجب تھی ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسین وجمیع المسلمین اور وجہ یہ لکھی ہے کہ خلافت
یزید باستخلاف معویہ تھی اور صحابہ وغیر صحابہ نے اسکی متابعت کی تھی اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ
کہ صحابہ وغیر صحابہ نے یزید بن معاویہ کی اطاعت و متابعت کی تھی امام حسینؑ علیہ السلام
کی جو بنص آیہ تطہیر داخل اہلبیت ہیں لوگوں نے اطاعت و متابعت نہیں کی۔ پھر دعوی تمسک
کس بنیاد پر کیا جاتا ہے ابوشکور سلمی نے بھی یہ تجویز فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام پر طاعت
یزید واجب تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ ابوشکور صاحب نے یزید ہی کو واجب
الطاعۃ والاتباع سمجھا اگر علامہ ابوشکور کے نزدیک جناب امام حسین واجب التمسک والاتباع
ہوتے تو ہرگز یہ نہ فرماتے کہ امام حسینؑ علیہ السلام پر طاعت یزید واجب تھی۔
بلکہ یہ فرماتے یزید و جمیع مسلمین پر طاعت امام حسین علیہ السلام واجب تھی اس لئے کہ امام

مصائب بیان کرنے کی ممانعت امام غزالی کا فتویٰ

وجوب بیعت یزید بر حسین بقول علامہ ابوشکور

حسین علیہ السلام بمقتضی حدیث ثقلین واجب التمسک تھے پس جبکہ علامہ ابوشکور نے یزید کو
واجب الطاعۃ اعتقاد کیا اور امام حسین علیہ السلام کو باوجود ارشاد بہ تمسک ثقلین واجب الطاعۃ
نہ سمجھا تو مذہب اشاعرہ کا بطلان روشن ہو گیا۔ جناب امام زین العابدینؑ کی نسبت یہ
کہا گیا کہ وہ بت پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں دیکھو اعلام الناس مؤلفہ محمد احسن
بھوپالی شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ از ذریت مرتضیٰ سہ فرقہ ضالہ بر آمدند کہ ہیچ تقصیر
نکردند در برہم زدی دین محمدی قرۃ العینین ص ۲۰۹ پھر فرماتے ہیں واگر در اولاد مرتضیٰ
اخبار اعلام پیدا شدہ اند جبر ایشان نیز پیدا شدہ اند کہ مصدر اضلال عالم گشتہ و منشاء
اسماعیلیہ و زیدیہ و امامیہ بودہ در تاریخ قریب صد علوی را تواں یافت کہ خروج کردہ
عالمی را بباد دادہ اند آخر ہمہ خود نیز بباد رفتند۔ قرۃ العینین۔ افسوس کہ محدث صاحب
زندہ نہیں ورنہ اُن سے پوچھتا کہ حضرت بتلائیے تو سہی کہ اولاد جناب علی مرتضیٰؑ ہیں وہ اخیار
اعلام کون سے ہیں اور کونسا فرقہ اُن اخیار اعلام سے منسوب اہل سنت تو ظاہر ہے
کہ اتباع شیخین ہیں وہ تو اپنے مذہب کو اہلبیتؑ سے منسوب ہی نہیں کرتے نہ اُن کے
اصول و فروع اہلبیت اطہار سے ماخوذ ہیں۔ پھر وہ فرقہ اسلام کونسا ہے جو اخیار اعلام
اولاد جناب امیر علیہ السلام کا اتباع کرتا ہے حضرات اہلسنت کے علماء متقدمین و متاخرین
کے تمسک کا حال ہم ظاہر کر چکے اور اُن کے اعتقادات جو کچھ آئمہ اہلبیت کی نسبت ہیں اُن کا
بیان ہو چکا یہاں تک کہ علامہ بھوپالی نے امام زین العابدینؑ کی نسبت لکھدیا کہ وہ بت
پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں امام حسینؑ کی نسبت علامہ ابوشکور نے کہا کہ انپر طاعت
یزید واجب تھی پھر نہیں معلوم کہ شاہ ولی اللہ صاحب اخیار اعلام اولاد مرتضیٰ کن کو
کہتے ہیں اور کونسا فرقہ اسلام اُن سے منسوب کرتے ہیں۔ غرض آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے
ساتھ جو کچھ آپ تمسک کرتے ہیں اور جیسی کچھ آپ متابعت کرتے ہیں اُسکا حال منکشف ہو گیا
یہ دعوئے تمسک عوام الناس کو دھوکا دینے کی غرض سے کیا جاتا ہے صرف زبانی جمع خرچ

ہے اصلیت اس کی کچھ نہیں ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے اولاد جناب امیر علیہ السلام کو برہمی
دین کا باعث قرار دیا ہے اور پھر لوگ تمسک کا دعوے کرتے ہیں شرم و حیا نہیں آتی پس جو
اصول کہ آپ کے دلمیں راسخ و جاگزین تھے اُن کا حال مختصراً قلمبند ہو چکا۔ یہ بھی واضح
ہو گیا کہ آپ کے آئمہ اربعہ کی کتابیں مذہب اہلبیت سے خالی ہیں۔ آپ کی صحیح بخاری میں احادیث
آئمہ اہلبیت نہیں ہیں۔ کیونکہ جامعین احادیث نے آئمہ اہلبیت کو معتبر نہیں سمجھا ان پر وہم و
خطا و کذب و وضع کا الزام لگا دیا پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ آپ کو اہلبیت رسالت کے
ساتھ تمسک ہے۔ ہاں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آئمہ علیہم السلام کو چھوڑ کر اولاد رسول اللہ میں سے
اوروں کے ساتھ تمسک کیا ہو اور اُنکو اپنا امام و پیشوا بنایا ہو مگر کتب رجال سے ظاہر ہوتا ہے
کہ تقریباً کل سادات بنی فاطمہ کے ساتھ ان کا یہی برتاؤ رہا۔ چنانچہ امام ذہبی میزان الاعتدال
میں لکھتے ہیں محمد بن جعفر بن محمد بن علی ہاشمی اپنے باپ سے حدیث روایت کرتے ہیں اُن
روایتوں میں بھی کلام ہے علی بن جعفر کے حال میں ذہبی لکھتے ہیں کہ اُن کی حدیثیں منکر
ہیں نہایت درجہ۔ ترمذی نے نہ اُن کو صحیح جانا نہ حسن۔ اور حسن بن محمد بن یحیٰی بن حسن
بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن امام زین العابدین کے حال میں لکھتے ہیں کہ اُن کی روایتیں
اُن کے کذب و رفض پر دال ہیں اور حسن بن زید کے حال میں لکھا ہے کہ ضعیف ہیں اور
اُن کی حدیث میں نقص نکرۃ ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں فرماتے ہیں کہ
در امت مرحومہ منسوب بذریت مرتضیٰ فرقہ ضالہ بسیار شدہ اند۔ پس اگر لفظ بسیار سے
مراد یہ ہے کہ جس قدر فرقے ذریت جناب امیر علیہ السلام سے منسوب ہیں وہ سب کے سب گمراہ
و ضال ہیں ایسی صورت میں دعوے تمسک حضرات اہلسنت بذریت علی مرتضیٰ موجب ضلالت
ہوا کیونکہ تمام فرقے منسوب بذریت علی مرتضیٰ اُن کے نزدیک ضال و گمراہ ہوئے اور اگر
بسیار سے مراد یہ ہے کہ اُن میں سے اکثر ضال ہیں تو کم سے کم ایک فرقہ حقہ بھی ماننا پڑے گا
جو ذریت علی مرتضیٰ سے منسوب ہو۔ لیکن حضرات اہلسنت کا کوئی فرقہ ذریت جناب علی مرتضیٰ سے

منسوب ہی نہیں ہے - لہذا جو فرقہ حقیقۃً کہ ذریت جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے منسوب مانا جائے اُس میں شمار اہل سنّت کا ہو نہیں سکتا - پس اس لئے فرق حضرات اہل سنّت میں سے کوئی فرقہ ذریت جناب امیر علیہ السلام میں سے کسی سے تمسک کرنے والا ثابت نہیں ہوسکتا اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا - اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ فرقہ امامیہ کو بھی شاہ ولی اللہ صاحب نے فرقہ ضالہ میں شمار کیا ہے - حالانکہ حسب تصریح علامہ ابن اثیر فی جامع الاصول امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام دین امامیہ کے مجدّد تھے پس مذہب امامیہ جس کے مجدد و مروج جناب امام ہشتم تھے کل ائمہ اہلبیت کا مذہب ثابت ہوا بالبداہتہ - پس فرقہ امامیہ کو فرقہ ضالّہ کہنے سے آئمہ اہلبیت اطہار کو شاہ ولی اللہ صاحب نے فرقہ ضالہ کا امام و پیشوا بنایا اور مذہب آئمہ اہلبیتؑ کو جس کے مروج و مجدّد جناب امام علی بن موسی الرضاؑ تھے باطل قرار دے دیا پس آپ کا اہلبیت اطہار کے ساتھ مدعی تمسک بننا لغو و باطل و فضول و بیکار ہوا و ہو المقصود

قولہ اور مذاہب باطلہ کے اصول سخیفہ اور اُن کے دلایل ضعیفہ کی طرف مطلق التفات نہ تھا -

اقول مذاہب باطلہ کی تصریح آپ نے نہیں فرمائی لیکن آپ کے استاد البریہ اپنے تحفہ میں یہ تصریح فرما گئے ہیں پس مذہبے کہ مخالف این دو باشد (قرآن و اہلبیت) در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبرست اور یہ امر بصراحت و وضاحت ثابت ہوچکا کہ مذہب آپ کا غیر مذہب اہلبیت اطہار ہے تو مخالف قرآن بھی ضرور رہا کما مرّ سابقاً - نتیجہ آپ خود نکال لیجئے - اچھا یہ تو فرمائیے کہ آپ خوارج و نواصب و مُعتزلہ و مرجیہ و جہمیہ و ماتریدیہ کو بھی فرق ضالہ میں شمار کرتے ہیں یا نہیں کرتے اور اُن کے مذاہب کو بھی مذاہب باطلہ تجویز فرماتے ہیں یا نہیں فرماتے یہ تو ہم بعبارت سیرۃ النعمان ثابت کرچکے ہیں کہ خوارج و نواصب و معتزلہ باتفاق ہر جمعہ کے خطبہ میں دشمنی علی مرتضیٰؑ کا اظہار بذریعہ لعن کیا کرتے تھے

اور یہ طریقہ اُن کا ۴۱ھ ہجری سے تا سال ۹۹ھ یعنی ۵۸ برس جاری رہا یا یوں سمجھو کہ عہد حکومت حضرت امیر معاویہ سے یہ رسم لعن شروع ہوئی اور عہد حکومت عمر بن عبد العزیز میں بزور حکومت موقوف کر دیگئی پھر انھیں تینوں فرقوں خوارج و نواصب و معتزلہ نے آپس میں بحث مباحثہ کرکے ابو الحسن اشعری کی تقلید اختیار کی اور دوسری صدی ہجری میں اشاعرہ نے اپنا نام سنت والجماعت رکھا اگر یہ خیال کیا جائے کہ حضرت عایشہ سے جو حدیث مروی ہے اُس کے اعتبار سے دوسری صدی ہجری میں یہ نام یعنی اہلسنت اختیار کیا گیا تو اس حدیث کی رو سے بھی خوارج و نواصب و معتزلہ فرقہ اہل سنت میں داخل ہوتے ہیں۔ اب اسکا ثبوت لیجئے عن عایشۃ قالت قال رسول اللہ من تمسک بالسنۃ وجبت لہ الجنۃ قالت عایشۃ یا رسول اللہ وما السنۃ قال حب ابیک وصاحبہ یعنی عمر انتہیٰ (جامع الصغیر للسیوطی) یعنی فرمایا رسول خدا صلعم نے جو تمسک کرے ساتھ سنت کے جنت اُسکے واسطے واجب ہے۔ حضرت عایشہ نے پوچھا یا رسول اللہ سنت کیا ہے فرمایا کہ محبت تیرے باپ کی اور اس کے صاحب یعنی عمر کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حب شیخین کا نام سنت ہے۔ پس جو فرقے کہ حضرات شیخین سے محبت رکھنے والے ہیں وہی اہلسنت قرار پا سکتے ہیں پس خوارج و نواصب و معتزلہ جو حضرات شیخین کی محبت کا دم بھرتے ہیں سب کے سب اہلسنت ثابت ہوئے۔ اور یہی خوارج و نواصب و معتزلہ آپس میں بحث مباحثہ کرکے اشاعرہ بنے تھے اور وہی اہل سنت کے نام سے موسوم ہوئے اور لفظ جماعت اوپر سے اضافہ کیا گیا کیونکہ خوارج و نواصب و معتزلہ آپس میں بحث مباحثہ کرکے بالاتفاق ایک جماعت ہو گئے۔ اور فقرہ مضی علیہ الجماعت فسموا اہل السنۃ والجماعۃ شرح فقہ اکبر میں بھی موجود ہے اس مقام پر مجھکو اسبات کی تحقیق کرنا بھی مد نظر ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب کا کیا مذہب تھا اور علمار معتمدین اہلسنت والجماعت اُن کے حق میں کیا فرما گئے ہیں اور اُن کو کیسا سمجھے ہیں اور امام اعظم اہل سنت خود اپنے آپ کو کیسا سمجھتے ہیں سب سے اوّل میں حضرات اہل سنت کے بڑے

پیر صاحب کی کتاب غنیۃ الطالبین سے فرق اسلام کا حال لکھتا ہوں اُس کے بعد بتلاؤں گا
کہ امام ابوحنیفہ صاحب کا مذہب کیا تھا۔ واضح ہو کہ حضرات اہل سنّت حنفی المذہب اگر امام ابوحنیفہ
صاحب کی تقلید فرماتے ہیں تو اپنے بڑے پیر صاحب کو بھی غوثُ الاعظم اعتقاد کرتے ہیں اگر
کسی وجہ سے اپنے بڑے پیر صاحب کو اپنے امام صاحب سے افضل نہ سمجھتے ہوں تو مساوی درجہ
میں تو ضرور ہی سمجھتے ہوں گے کیونکہ ابوحنیفہ صاحب کو امام اعظم کہتے ہیں اور بڑے پیر صاحب کو
غوث الاعظم دونوں صاحبوں کی عظمت کے معتقد ہیں۔ پس واضح ہو کہ بڑے پیر صاحب نے
غنیۃ الطالبین مطبوعہ مطبع مرتضوی دہلی کے صفحہ ۲۲۱ میں فرق اسلام کی یہ تقسیم فرمائی ہے
فاصل ثلاث وسبعین فرقۃ عشرۃ اهل السنۃ والخوارج والشیعۃ والمعتزلۃ
والمرجیۃ والمشبہۃ والجہمیۃ والضراریۃ والنجاریۃ والکلابیۃ فاهل السّنۃ
طایفۃ واحدۃ یعنی تہتر فرقوں میں دس اصل ہیں۔ اہل سنت۔ خوارج۔ شیعہ۔ معتزلہ
مرجیہ۔ مشبہہ۔ جہمیہ۔ ضراریہ۔ نجاریہ۔ کلابیہ۔ ان دس فرقوں میں نواصب کا ذکر
نہیں کیا گیا ہے۔ مگر طائفہ اہلسنت کے حق میں یہ لکھا ہے وتسمیہا الرافضۃ ناصبۃ لقولہا
باختیار الامام ونصبہ بالعقد یعنی اہل سنت کو رافضی اس وجہ سے ناصبی کہتے ہیں کہ اہل
سنّت اس بات کے قایل ہیں کہ امام کا مقرر کرنا اُن کے اختیار میں ہے اور امام کا نصب
بذریعہ عقد ہوتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ نواصب کی وجہ تسمیہ یہی سہی مگر ان کی عداوت اور
دشمنی سے نسبت جناب امیر علیہ السلام کے ثابت ہے کیونکہ دشمنی جناب امیر علیہ السلام کا اظہار
ہر جمعہ کے خطبہ میں کرتے تھے جیسا کہ مولوی شبلی صاحب نے تصریح فرمائی ہے اور وہی ناصبی
اشاعرہ بننے کے بعد موسوم بہ اہلسنت ہوئے اس تقسیم سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فرقہ مرجیہ
وجہمیہ کا شمار طائفہ اہل سنت میں نہیں ہے ورنہ علحدہ ذکر کرنا اور دس کی گنتی گنانا لغو ہوتا
اس کے بعد صفحہ ۲۲۷ پر فرماتے ہیں اما المرجیۃ فرقہا اثنی عشر فرقۃ الجہمیۃ والصالحیۃ
والشمریۃ والیونسیۃ والیونانیۃ والنجاریۃ والغیلانیۃ والشبیبیۃ والحنفیۃ

والمعاذیۃ والمالسیۃ والکرامیۃ یعنی مرجیہ کے بارہ فرقہ ہیں اور نواں فرقہ مرجیہ کا فرقہ خفیہ کو قرار دیا ہے پھر صفحہ ۲۳۰ میں فرماتے ہیں واما الحنفیۃ فہم بعض اصحاب الی حنیفۃ نعمان بن ثابت اور اسی کتاب میں ہے اما حنفیہ پس ایشاں یاران ابوحنیفہ کوفی اند یعنی حسب تصریح بڑے پیر صاحب فرقہ حنفیہ فرقہ مرجیہ میں شامل ہے۔ اب خطیب بغدادی صاحب جو کچھ امام ابوحنیفہ صاحب کے مذہب کے بارے میں فرماتے ہیں وہ بھی سن لیجیے وہ فرماتے ہیں انہ اے اباحنیفۃ کان مذہبہ مذہب جہم یعنی مذہب ابوحنیفہ کا مذہب جہمیہ ہے۔ پھر خطیب صاحب فرماتے ہیں قال قلت لقاضی القضاۃ ابی یوسف سمعت اہل خراسان یقولون ان اباحنیفۃ جہمی مرجی فقال لی صدقوا الی ان قلت لہ فاین انت منہ فقال انا کنا ناتیہ ید رسنا الفقہ ولم یکن نقلدہ فی دیننا۔

خلاصہ یہ کہ سعید ابن سالم نے کہا کہ میں نے قاضی القضاۃ ابو یوسف سے پوچھا کہ میں نے اہل خراسان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ جہمی اور مرجی ہیں ابویوسف صاحب نے اہل خراسان کی تصدیق کی۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر تم سے اور ان سے کیونکر بنی فرمایا کہ ہم ان کے پاس فقہ پڑھنے جاتے تھے۔ دین میں ان کی تقلید نہیں کرتے تھے ابن جوزی نے بھی اس روایت کو بسند خود کتاب منتظم کے جزو پنجم میں لکھا ہے۔ امام ابویوسف صاحب کی شہادت بھی جہمیہ و مرجیہ ہونے کی نسبت گذر چکی اور علامہ شہرستانی نے مرجیہ کو خوارج کی دوسری قسم میں داخل کیا ہے چنانچہ ملل و نحل میں فرماتے ہیں۔

الخوارج والمرجیۃ والوعیدیۃ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیا الی ان قال والمرجیۃ صنف اٰخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی یتعلق بالامامۃ علامہ شہرستانی نے مرجیہ کے چند ناموں کی فہرست ملل و نحل میں علیحدہ لکھی ہے۔ منجملہ ان کے مقاتل بن سلیمان جن کے شاگرد امام شافعی ہیں اور حماد بن ابی سلیمان استاد امام ابوحنیفہ ہیں اور امام

ابوحنیفہ صاحب اور ابو یوسف و محمد بن حسن یہ دونو شاگرد امام صاحب کے ہیں۔ علامہ صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ سب لوگ امام فن حدیث ہیں مگر انھوں نے خوارج سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر نہیں جانتے نہ مخلد فی النار۔ غرضکہ علامہ نے امام ابوحنیفہ صاحب اور اُن کے صاحبین کو بھی مرجیہ کی فہرست میں داخل فرمایا ہے اب دیکھئے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے تحفہ میں امام ابوحنیفہ صاحب کو کس مذہب کا لباس عطا فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ آپ شاہ صاحب کو استاد البریہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں لہذا جو کچھ آپ کے اُستاد البریہ فرماتے ہیں اس میں چون و چرا کی گنجایش نہوگی وہ تحفہ میں فرماتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ کوفی نیز بصحت امامت زید بن علی قایل بوُد و او را در بین خروج تصویب می نمود لہذا اکثر زیدیہ در فروع موافق حنفیہ اند انتہی بقدر الحاجۃ پس حسب اعتراف شاہ صاحب امام ابوحنیفہ صاحب صحت امامت زید کے قایل تھے اور خروج میں بھی ان کی تصویب فرماتے تھے تو امام ابوحنیفہ صاحب کے زیدیہ ہونے میں کیا شک رہا۔ کتاب عمدۃ الطالب سے بھی شاہ صاحب کے قول کی تائید ہوتی ہے چنانچہ عمدۃ الطالب میں ہے انّ ابا حنیفۃ بایعہ ایضاً وکان قد افتی الناس بالخروج معہ وکتب الیہ ابوحنیفۃ اما بعد فانی جہزت الیک اربعۃ الآف درھم ولم یکن عندی غیرھا ولولا امانات للناس الحقت بک یعنی امام ابوحنیفہ صاحب نے زید کی بیعت بھی کی تھی اور لوگوں کو اُن کے ساتھ خروج کرنے کا فتوے بھی دیا اور حضرت زید کو یہ خط لکھا کہ ہمنے چار ہزار درہم آپ کے پاس روانہ کئے اس کے سوا اور ہمارے پاس نہ تھا اگر لوگوں کی امانتیں ہمارے پاس نہوتیں تو ہم بھی حاضر خدمت ہوتے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ابوحنیفہ صاحب نے حضرت زید کی بیعت بھی کی اور لوگوں کو خروج کرنے کا فتوے بھی دیا اور پھر ترک رفاقت زید بھی کی اور زید نے ترک رفاقت کرنے والوں اور ساتھ نہ دینے والوں کے حق میں رفضونی کہا چنانچہ غنیۃ الطالبین میں بڑے

پیر صاحب فرماتے ہیں وقیل سموالروافض لرفضہم زید بن علی و قال زید رفضونی فسموا رافضیۃ - یعنی جن لوگوں نے زید بن علی کو ترک کیا اُن کے حق میں زید نے رفضونی کہا اس لئے اُن کو رافضہ کہتے ہیں - غرضکہ بتصریح شاہ عبدالعزیز صاحب واضح ہوا کہ ابوحنیفہ صاحب زیدیہ تھے اور عمدۃ الطالب کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ بیعت کرکے ترک رفاقت کی اور بتصریح غوث الاعظم صاحب ظاہر ہوا کہ ترک کرنے والے رافضہ کے نام سے موسوم ہوئے - جس طرح کہ آپ کے یہاں ایک شخص قادریہ - چشتیہ وغیرہ کے خانوادوں میں مرید ہوجاتا ہے - کچھ ایسا ہی حال ابوحنیفہ صاحب کے مذہب کا ہے - فرقہ مرجیہ و جہمیہ و زیدیہ و رافضہ میں اُن کا شمار ہے مگر کسی صاحب نے فرقہ اہلسنت میں اُن کا شمار نہیں فرمایا ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ چاہیں تو آپ اپنے استاد البریہ کے قول کی تصدیق کریں اور امام ابوحنیفہ صاحب کو زیدیہ مانیں - مگر مشکل و مصیبت یہ پڑی کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرقہ زیدیہ کو فرق ضالہ میں شمار فرماتے ہیں اور چاہے حسب تصریح غوث الاعظم صاحب مصداق رفضونی کا ٹھیرائیں کیونکہ اُنھوں نے باوجود بیعت کر لینے کے اپنے امام کو ترک کیا اور ایک عذر امانات ناس کا پیش کردیا مگر نجات کی بھی صورت نہیں اور چاہے حسب تصریح علامہ شہرستانی وحسب شہادت بڑے پیر صاحب اُنکو فرقہ مرجیہ میں ٹھکانا دیں کیونکہ کتب صحاح کی رواۃ بھی اکثر مرجیہ و خوارج ہیں مگر دنبال گذاری اس پر بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ مشکوۃ میں ترمذی شریف سے یوں منقول ہے -

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجیۃ والقدریۃ یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس امت کے مرجیہ اور قدریہ اسلام سے بے بہرہ ہیں اب حجت الاسلام اہل سنت امام غزالی صاحب نے جو کچھ تعریف امام ابوحنیفہ صاحب کی فرمائی ہے وہ بھی سُن لیجئے - قول حجت الاسلام کتاب منخول میں اسطرح ہے

واما ابوحنیفۃ فقد قلب الشریعۃ ظہرا لبطن وشوش مسلکہا وغیر نظامہا یعنی

ابو حنیفہ نے شریعت کو اولٹ پلٹ کر دیا اور شریعت کی راہ کو پریشان کر دیا اور انتظام شریعت کو بدل ڈالا اور خطیب بغدادی صاحب فرماتے ہیں ان ابا حنیفۃ قال لو ان رجلا عبد ھذہ النعل یتقرب بہ الی اللہ تعالی لم ادبذلک باسا یعنی ابو حنیفہ صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس نعل کی پرستش قربۃ الی اللہ کرے تو اس میں میرے نزدیک کوی باس نہیں ہے اور خطیب بغدادی صاحب نے امام ابو حنیفہ صاحب کا یہ عقیدہ بھی لکھا ہے ان ایمان ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وایمان ابلیس واحد پھر خطیب صاحب فرماتے ہیں و اما القول بخلق القرآن فقد قیل ان ابا حنیفۃ لم یکن یذھب الیہ والمشھور انہ کان یقولہ واستتیب منہ خلاصہ یہ کہ قرآن کے مخلوق ہونیکی نسبت کہا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب اس کے قایل نہ تھے لیکن مشہور ہے کہ ضرور اس کے قایل تھے اور ان سے اس عقیدہ سے توبہ کرائی تھی۔ پھر فرماتے ہیں قال سمعت یوسف بن اسباط یقول قال ابو حنیفۃ لو ادرکنی رسول اللہ وادرکتہ لاخذ بکثیر من قولی یعنی امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت میرے زمانہ میں ہوتے تو میرے قول سے بہت کچھ اخذ کرتے۔ اس قول سے امام صاحب کے واضح ہوتا ہے کہ اُن کو علم میں ایسا ید طولے حاصل تھا کہ پیغمبر خدا صلعم بھی اُن کے زعم میں بہت کچھ اُن سے حاصل فرماتے اور دست احتیاج امام صاحب کی طرف بڑھاتے یہ عزت وعظمت جناب پیغمبر خدا صلعم کی اُن کی نگاہوں میں تھی اور جس عمدگی کے ساتھ کہ امام ابو حنیفہ صاحب نے حضرت عتیق کی پختگی ایمان کا ذکر فرمایا ہے یہ تعریف امام صاحب ہی کے حصہ میں آئی ہے اگر کوئی مخالف مذہب ایسی تعریف کرتا تو شاید آپ اُس کی تکفیر فرماتے اور امام بخاری صاحب نے اپنی تاریخ صغیر میں لکھا ہے حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال الحمد للہ کان ینقض الاسلام عروۃ عروۃ الخ یعنی جب سفیان کے سامنے امام صاحب کی وفات کی خبر بیان کی گئی تو سفیان نے کہا الحمد للہ اور فرمایا کہ وہ دین اسلام کو عروہ عروہ نقض کرتے تھے ساتھ سی

زیادہ علمار عظام اہلسنت نے امام صاحب پر جرح و قدح کی ہے - میں بخوف طوالت نہیں لکھتا غرض یہ ثابت ہوگیا کہ امام ابو حنیفہ صاحب جو مرجی وجہی و زیدی ہیں وہ حنفی فرقہ اہلسنت کے امام اعظم ہیں ایسی حالت میں آپ کا اپنے مذہب کو مذہب حق کہنا کہاں تک روا ہی ارباب عقول کے عقل و انصاف پر منحصر ہے اور یہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے آئمہ اربعہ کی کتابیں مذہب اہل بیت طاہرین سے خالی ہیں لہٰذا حقیت مذہب کی کوئی سبیل نہیں

قولہ اچانک افسر مدارس ریاست بہاولپور مولوی سید چراغ شاہ صاحب شیعی ملتانی نے مذہبی چھیڑ چھاڑ شروع کی

اقول مولوی سید چراغ شاہ صاحب تو بقید حیات نہیں جو آپ کے بیان کی تصدیق کی جائے اور باہمی مناظرہ و مباحثہ کی کیفیت معلوم ہو - آپ کی راست گوئی کا حال کچھ شروع رسالہ میں لکھ چکا ہوں

قولہ اور اپنی قومی قدیم عادت کے موافق آہستہ آہستہ بحث کی سلسلہ جنبانی کی -

اقول سید چراغ شاہ صاحب تو ظاہر ہے کہ قوم کے سید تھے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں اور منتہائے سلسلہ قوم سادات جناب سید البشر ہیں اور بنی فاطمہ قوم سادات میں محسوب ہیں لہٰذا اگر سید چراغ شاہ صاحب نے بقول آپ کے اپنی قومی قدیم عادت کے مطابق بحث کی سلسلہ جنبانی کرکے آپ کو صراط حق پر لانا چاہا تو کیا بیجا ہوا یہی عادت اُن کے بزرگوں کی بھی تھی جناب سید عالم صلعم بھی لوگوں کو صراط حق پر لانے کی سعی فرماتے تھے اور وعظ و پند فرماتے تھے وجادلهم بالتی هی احسن اسپر شاہد ہے آئمہ معصومین علیہم السلام کی بھی یہی عادت تھی بس سید صاحب کا اس سلسلہ جنبانی سے کوئی قصور ثابت نہوا یہ تو اُن کے اختیار میں نہ تھا کہ آپ راہ ہدایت پر آ بھی جاویں انك لا تهدی من احببت خود جناب سید عالم صلعم سے ارشاد ہوا ہے

قولہ ہر چند اُن کو فہمائش کرائی کہ بحث مباحثہ سے کوئی نفع نہیں ہے

مناظرہ سید چراغ شاہ

پ ۱۴ ر ۲۲ رکوع ۵

پ ۲۰ رکوع ۹

اقول یہ فرمانا آپ کا بالکل غلط ہے۔ بحث مباحثہ سے نفع منظور ہے۔ اگر آپ صراط حق پر آجاتے تو اہل حق کا نفع تھا اور جب بقول آپ کے کوئی نفع نہیں ہے تو یہ باریک مضمون آپ نے اپنے کلح دماغ سے کیوں باہر نکالا وہیں گو بجنے دیا ہوتا آپ کے قاعدہ مسلمہ کی رو سے یہ فعل آپ کا محض فضول ہوا۔

قولہ اور چونکہ بھولے بھالے پنجابیوں پر اپنا سکہ جما چکے تھے اس فہمایش کو میرے خوف پر محمول کرکے اور بھی شیر ہو گئے۔

اقول اس تقریر سے ثابت ہوا کہ بحث مباحثہ سے نفع ہے اگر نفع نہ ہوتا تو پنجابیوں پر سکہ کیسے جمتا وہ یہ سمجھے ہوں کہ شاید آپ پر بھی سکہ جم جائے اس لئے آپ کی فہمایش پر عمل کیوں کرتے اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ وہ شیر ہو گئے اس کو تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ کیونکہ جناب اسد اللہ کے پوتے کا شیر ہونا کچھ بعید از عقل نہیں ہے لیکن جب آپ نے اُن کو شیر سے تشبیہ دی تو آپ کو کس سے مشابہت ہوگی۔ صحرائی جانور جو شیر کا مقابلہ کرتا ہو اُس کا نام بھی تو بتلائیے شیر کو فہمایش کرنا بھی خلاف ادب ہے۔

قولہ تب تو میں نے بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے کمر ہمت چست باندھی اور قلم کا نیزہ سنبھالا جس کا نتیجہ یہ ہو کہ دو تین تحریروں میں ہی اُنھوں نے مُنہ کی کھائی کہ پھر کبھی اُنھوں نے آنکھ نہ ملائی۔

اقول معرکہ کربلا میں امت نے اپنے نبی کے نواسے کے قتل پر کمر ہمت چست باندھی تھی تلوار۔ تیر۔ خنجر۔ نیزے سب کچھ سنبھالے تھے آپ کو اور کچھ بن نہ پڑا تو ایک سیّد زادہ کے مقابل قلم ہی کا نیزہ سنبھالا۔ اگر بنی امیہ کے زمانہ میں آپ موجود ہوتے تو شاید نیزہ خطی سنبھالتے اور جو کچھ نتیجہ بحث مباحثہ کا آپ لکھتے ہیں اس کی تصدیق کیونکر ہو جو کچھ اس خاکسار کے حق میں آپ نے لکھا وہ کب سچ ہے جو یہ سمجھا جاوے۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ اہل حق کے مقابلہ میں کوئی مخالف ٹھہرا ہو۔ اگر سید چراغ شاہ صاحب نے دو تین تحریروں کے بعد مباحثہ ترک

اگر دیا ہو تو اُسکا یہ مطلب کیونکر سمجھا جائے کہ وہ مغلوب ہو گئے جب اُنھوں نے دیکھا ہوگا کہ امر حق سے آپ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے ہیں تو سکوت اختیار فرمایا ہوگا اگر کوئی روز روشن میں وجود آفتاب سے انکار کرے تو پھر اُس عقل کے پتلے کو کوئی کیونکر سمجھائے اب اس خاکسار کے مقابلہ کے واسطے بھی آپ نے کمر ہمّت چست باندھی ہے۔ دیکھیں مُنہ کی کون کھاتا ہے۔

قولہ بعد ازاں عجب اتفاق زمانہ جس کی تفصیل ہدایات الرشید میں لکھی گئی ہے سید فرزند حسین شیعی اثنا عشری مقیم لدھیانہ سے تحریری مباحثہ کا سلسلہ جاری ہوا میر صاحب نے اس عاجز کے تین چار ورق کے جواب میں اپنے متکلمین ماضی وحال کا تمام ذخیرہ مال مفت سمجھ کر بے رحم دل سے خرچ کرڈالا اور اپنی سحر کاری اور جادو نگاری سے حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا چاہا اور ایک طویل تحریر بقدر سو ورق کے لکھ کر میرے پاس بھجوادی کچھ تو سیّد چراغ شاہ کی چھیڑ چھاڑ نے پہلے ہی سے دل میں مذہبی گفتگو کی طرف رغبت پیدا کردی تھی میر فرزند حسین صاحب کی تحریر ع سمند عشق کو ایک اور تازیانہ ہوا

اقول سب سے اوّل سیّد چراغ شاہ صاحب پر آپ نے قلم کا نیزہ سنبھالا اس کے بعد سیّد فرزند حسین صاحب کا مقابلہ کیا اب اس خاکسار سے مقابلہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اولاد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ برسر پیکار رہے اگر آپ کا بس چلتا تو سیدوں کا نشان بھی بروے زمین پر باقی نہ رکھتے۔ اور سیّد چراغ شاہ صاحب مرحوم و سید فرزند حسین صاحب اور آپکے مباحثہ کی حقیقت سے وہی لوگ بخوبی آگاہ ہونگے جو موقع پر موجود ہوں۔ مجھ پر جو آپ حملہ آور ہوئے ہیں اس کا رد متوکلاً علی اللہ کئے دیتا ہوں انشاء اللہ پھر بھولے سے بھی اس طرف رُخ نہ کیجئیگا

قولہ ہر چند کہ اپنی بے بضاعتی اور ناآشنائی اس دریا ناپیدا کنار کی شناوری سے مانع آتی تھی لیکن مذہب مخالف کے اصول و فروع کی قدر و وقعت کو اجمالی نظر میں

جانچ چکا تھا اور مجملاً مگر کافی طور پر اُن کی کیفیت وحالات کا اندازہ کر لیا تھا ادھر مخاطب کے مُناظرہ
دانی اور مبلغ علم اُن کی تحریر سے واضح تھی اگرچہ وہ تحریر اہل علم کے نزدیک قابل جواب نہ تھی تاہم
امتثالاً للامر تحریر جواب کا ارادہ کیا۔

اقول آپ کو اپنے مذہب کے اصول سے فروع سے توکما حقہ واقفیت حاصل نہیں اہلحق کے اصول
وفروع پر عبور کیونکر حاصل ہو گیا۔ تحفہ وآیات بینات وغیرہ میں جو کچھ لکھا دیکھا اُسی کو سچ جان بیٹھے
آپ کے مذہب کی اصلیت اور آپ کے بعض اصول کی مختصر کیفیت اور آپ کے اعتقادات کا مختصر حال
اوپر گذارش ہو چکا ہے اور کچھ آیندہ ذکر ہوگا۔ اگر آپ اپنے اصول وفروع سے کما حقہ آگاہ
ہوتے تو کبھی شرم سے سر بھی نہ اُٹھاتے۔ آپ کے مذہبی فروع کا حال ناصر الایمان مولفہ مولوی
امجد علی خاں صاحب مرحوم رئیس امروہہ ضلع مراد آباد سے واضح ولائح ہو چکا ہے اُس کتاب کی اشاعت
کے بعد لوگوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ کس کی مجال تھی اور کس میں دم تھا جو اُسکا جواب دیتا۔ ہم نے
تو یہ دیکھا کہ صاحبان علم وواقفان مذہب نے جواب دینے کے بدلے کچہری میں جا کر داد فریاد کی تھی
اور یہ عین دلیل عجز ہے۔ مجکو آپ کے مذہب کے فروعات کا ذکر کرنا مد نظر مطلق نہ تھا۔ لیکن چونکہ آپ
نے اہل حق کے فروع کا نام اپنے قلم سے نکالا ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ میں بھی برائے نام
آپ کے بعض مسائل فرعیہ کا ذکر کر دوں۔ چنانچہ اس موقع پر امام ابو حنیفہ صاحب نے جو کمتر درجہ
نماز کا تجویز فرمایا ہے۔ اس کو حجت الاسلام اہل سنت امام غزالی صاحب کی کتاب منخول سے
نقل کرتا ہوں۔ ایک قول حجت الاسلام اہل سنت کا اوپر لکھ چکا ہوں جس میں اُنھوں نے یہ
دعوےٰ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب نے شریعت کو پلٹ دیا اور اُس کے انتظام کو متغیر کر دیا اس
دعوے کے ثبوت میں حجت الاسلام نے متعدد مسائل لکھے ہیں اُن میں سے ایک کمتر درجہ نماز
کا ہے۔ چنانچہ کتاب منخول میں امام غزالی صاحب فرماتے ہیں ولا یخفی فساد مذہبہ فی
تفاصیل الصلوٰۃ والقول فی تفاصیلہا یطول وثمرۃ خبطۃ بین فیما عاد الیہ اقل الصلوٰۃ
عندہ واذا عرض اقل صلوٰتہ علی کل عامی جلف کاع وامتنع عن اتباعہ فان من

فی نفس مستنقع نبیذ وحزج فی جلد کلب مدبوغ ولم ینو واحرم الصلوٰۃ مبدلا صیغۃ التکبیر
بترجمۃ ترکیا کان او ھندیا ویقتصر فی قراءۃ القرآن علی ترجمۃ قولہ مدھامتان ثم
یترک الرکوع وینقر نقرتین لا قعود بینھما ولا یقرء التشھد ثم یحدث عمدا فی
اخر الصلوٰۃ بدلا عن التسلیم ولو انفلت منہ بان سبقہ الحدث یعید الوضوء
فی اثناء صلوٰتہ ویحدث بعدہ عمدًا فانہ لم یکن قاصدا فی حدثہ الاول تحلل عن
صلوٰتہ علی الصحۃ والذی ینبغی ان یقطع بہ کل ذی دین ان مثل ھذہ الصلوٰۃ
لا یبعث اللہ بھا نبیا وما بعث محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ علیہ بدعاء الناس الیھا
الخ حجت الاسلام اہلسنت کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحب کے مذہب کا فساد
نماز کی تفصیلوں میں مخفی نہیں ہے اور اُس کے ذکر میں کلام کو طول ہوتا ہے اور ابوحنیفہ صاحب
کے خبط کا نتیجہ اس صورت میں بخوبی ظاہر ہوگیا ہے جو اُنھوں نے اقل درجہ نماز کا تجویز کیا ہی
اور وہ ایسا ہے کہ اگر کسی عامی جفاکار کے سامنے ذکر کیا جائے تو وہ بھی اسکو قبول نکرے گا اور
وہ اقل الصلوٰۃ یہ ہے کہ نبیذ سے وضو کرے اور کتّے کی کھال دباغت شدہ بدن میں ہو اور
نیّت نماز کی نہ کیجائے اور تکبیرۃ الاحرام کی جگہ اسکا ترجمہ ترکی یا ہندی میں ہو اور قراۃ قرآن
کے بدلے مدھامتان کے ترجمہ پر اکتفا کرے (دو برگ سبز) پھر رکوع ترک کرے۔ پھر سجدہ
کی جگہ نقرتیں اُن کے درمیان قعود ندارد۔ نہ تشہد پڑھے۔ پھر سلام کی جگہ قصدًا حدث
صادر کرے اور اگر بلا قصد نکل جائے تو پھر وضو کرے اور پھر عمدًا حدث صادر کرے اسلیے کہ
پہلا حدث بالقصد نہ نکلا تھا حجت الاسلام اہلسنت فرماتے ہیں کہ ہر دیندار کو یقین کرنا چاہیے
کہ ایسی نماز کے ساتھ خدا تعالےٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا اور نہ جناب محمد مصطفیٰ صلوات
اللہ علیہ کو اسپر مبعوث کیا کہ ایسی نماز کی طرف لوگوں کو بلا دیں امام ابوحنیفہ صاحب نے جو یہ مختصر
نماز تجویز فرمائی ہے بھلا کوئی صاحب تبلائیں تو سہی کہ زمانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم میں
کبھی ایسی نماز پڑھی گئی ہو اس مقام پر یہی ایک مسئلہ بیان کیا گیا۔ مشتے نمونہ از خروار۔ ج

اصول کہ آپ کے دل میں راسخ تھے اُن میں سے بعض اصول کا حال اوپر قلمبند ہو چکا اور جو فروع
کہ آپ کے دل میں جاگزین تھے اُن میں سے ایک فرعی مسئلہ نماز کا اس مقام پر بیان کر دیا گیا
اگرچہ آپ کے مذہب کے اعتقادات کا حال لکھنے کے بعد متفرقہ کے جواب کی ضرورت نہ تھی
لیکن اس وجہ سے کہ آپ یہ کہنے نہ لگیں کہ ہماری تحریر کا جواب نہیں دیا گیا اس طرف توجہ کی۔

قولہ اس سے پیشتر کہ جواب تحریر ہو یہ خیال پیدا ہوا کہ گو مجھ جیسے کم استطاعت کو اپنے اکابر
کی خوشہ چینی اور دریوزہ گری سے چارہ نہیں بلکہ سرمایہ فخر ہے پر یہ بھی کچھ لطف نہیں کہ جواب
کا دارومدار اکابر کی روایات منقولہ پر ہی رکھا جائے۔

اقول اگر آپ نہ لکھتے تب بھی یہ بات عیاں تھی کہ آپ نے تحفہ و منتہی الکلام و سوال
از جمیع علمائے شیعہ و آیات بینات وغیرہ سے اکثر باتیں اپنے رسالہ میں تحریر فرمائی ہیں اور یہ نہیں
غور فرمایا کہ ان کا جواب ہو چکا ہے پہلے جواب الجواب تحریر فرما لیتے تو کسی اور جانب توجہ کرتے
جو کچھ آپ نے لکھا وہ تحصیل حاصل ہے۔

قولہ اس لئے کہ اگر خصم نے روایات کا انکار کر دیا اور تصحیح نقل مانگی تو بجز ندامت کوئی چارہ نہوگا

اقول آپکو اپنے استاد البریہ کے روش کے خلاف یہ خیال کیوں پیدا ہوا تحفہ کو ملاحظہ فرمائے تو صاحب تحفہ
کی راست بیانی کا اظہار ہو اصل روایات میں بھی تحریف کی ہے ایک نام مجاج لسالکین بھی وضع فرما دیا ہے فرماتے ہیں کہ
فقرہ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ ملل و نحل میں موجود نہیں بلکہ اسکو مفتریات شیعہ سے قرار دیا ہے حالانکہ ملل و
نحل مطبوعہ مصر تک میں موجود ہے ایکمرتبہ نواب مہدی قلی خانصاحب مرحوم اور ایک وکیل صاحب سنی المذہب سے اس فقرہ کی بابت
گفتگو ہوئی وکیل صاحب تحفہ کو معتبر سمجھکر کہنے لگے کہ یہ فقرہ ملل و نحل میں موجود نہیں ہے نواب صاحب مرحوم نے فقرہ
مذکورہ ملل و نحل میں دکھلا دیا وکیل صاحب بولے کہ اگر ملل و نحل مطبوعہ مصر میں ہوگا اسوقت اعتبار ہوگا پس ملل و
نحل مطبوعہ مصر منگائی گئی اسمیں بھی فقرہ نکلا شاہ صاحب کے صدق کا حال معلوم ہو گیا جنکو اعتماد تھا انکو ندامت
کے سوا چارہ نہوا۔ آپنے بھلا بقول خود اس روش کو چھوڑا مگر یہ تو فرمائیے کہ اپنے استاد البریہ کی ندامت
کو کیونکر مٹائیے گا اور جب آپ اپنے اُستاد البریہ کو گراں باری سے سبکدوش بھی

نہیں فرما سکتے تو خود بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد | نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

اور میں موقع پر انشاء اللہ ظاہر کردوں گا کہ آپ نے مقامات متعددہ میں بے پر کی باتیں اڑائی ہیں

قولہ ضروری ہے کہ اوّل کُتب شیعہ فراہم کرکے اصول تشیع کے متعلق اپنی ذاتی واقفیت بھی کچھ پیدا کی جائے اور صرف اُن کے قرض سے سبکدوش ہونے پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ اُن کے اپنے ایسے ناممکن الادا قرض سے گرانبار کردیا جائے کہ جس سے ظہور امام بلکہ قیامت کبرےٰ کے قیام تک بھی اُن کو سبکدوشی نہو۔

اقول اصول اہل حق سے آپ کو کچھ بھی واقفیت حاصل نہیں اگر واقف ہو جاتے تو یا مذہب حق اختیار فرماتے یا سکوت الحق نے تو آپ کو ایسے قرض سے گرانبار کردیا ہے کہ خروج دجال تک بھی آپ گردن نہیں ہلا سکتے بلکہ میدان حشر میں بھی آپ باردار ہی رہیں گے۔ کتاب الیقین کے بارے آپ نے کب سبکدوشی حاصل کی اتنے ہماری قرض سے تو گلو خلاصی کی کوئی صورت نکالی ہوتی اگر آپ سے جواب نہ بن پڑے تو آپ اپنے اُستاد البربہ سے بذریعہ کشف کے دریافت فرمالیجیے شاید مخلصی کی کوئی تدبیر بتادیں اُستاد۔ اس زمانہ میں بھی استقصاء الافحام لکھی گئی ہے باوجود تحدی کے دنیا بھر میں کوئی جماعتی صاحب اُسکا جواب نہ دے سکے سب کے حواس پراگندہ ہیں اور عقلیں قاصر مولوی حیدر علی صاحب کے سامنے شائع ہوچکی تھی وہ بھی کف افسوس ملکر دنیا سے سدھارے آپ ہی اُن کے افسوس کی تلافی فرمادیجیے۔ رمی الجمرات کنز مکتوم ذوالفقار حیدر اردو کے رسالہ ہیں۔ انھیں کا جواب عطا ہو۔ عبقات الانوار زبان فارسی لکھی گئی ہے اُسیکا جواب دیجیے۔ رسالہ سجادیہ ہی کا رد کیجیے۔ طعن الرماح وحسام ہی کا وارد کیجیے۔ سیکڑوں بار تو آپ کے اوپر ہیں دوسروں کو کیا گرانبار کیجیےگا

قولہ چنانچہ کُتب معتبرہ فراہم کیں اور مذہب تشیع کی چھان بھٹکر شروع کی

اقول جن جن کُتب کی آپ نے چھان بھٹکر شروع کی اور جو جو روایتیں کہ آپنے مطاعن میں

روایات کتب شیعہ جنکا ذکر صاحب تحفہ نے کیا ہے

نقل کی ہیں اُن کا حوالہ دیتا ہوں تاکہ آپ کی چھان پھوڑ کا بھی حال معلوم ہو جائے۔

(۱) اصول کافی کی ایک روایت بدا کے متعلق مطرقہ کے صفحہ ۱۱ پر لکھی ہے اور دوسری روایت باب من اطاع المخلوق فی معصیۃ الخالق سے مطرقہ کے صفحہ ۲۴ پر نقل کی ہے اور دو سطر کا ٹکڑا ایک روایت طولانی کا مطرقہ کے صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰ پر متعلق غضب و انکار زید شہید نقل کیا ہے یہ تو اصول کافی کی آپ نے چھان پھوڑ کی اور بصد دقت و پریشانی یہی تین باتیں آپ کو اپنے مطلب کی مطرقہ کے واسطے ملیں اور تیسری روایت میں سے آپ نے کتر چھانٹ کر کے بیچ ڈالا ٹکڑا پسند کیا اور اوّل و آخر کی عبارت اس خوف سے نہیں نقل کی کہ اُس سے آپ کے مذہب کا استیصال ہوتا تھا۔

(۲) اساس کا ایک ٹکڑا متعلق اُن مسائل کے جو ضروریات دین سے نہیں ہیں اور جسکے آخر میں محقق طوسی علیہ الرحمۃ کا انکار کرنا بدا سے ظاہر ہوتا ہے۔ مطرقہ کے صفحہ ۱۱ پر ہے اور مطرقہ کے صفحہ ۱۲ پر حاشیہ اساس کی عبارت متعلق بدا نقل کی ہے اور صفحہ ۱۶ پر اُن فرق شیعہ کے نام ہیں جو اعتقاد صحیح کے مخالف ہیں اور مطرقہ کے صفحہ ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۰ میں عبارت اساس متعلق اجماع نقل کی ہے۔ کتاب اساس میں سے صرف اسی قدر آپ کو اپنے مطلب کا ملا اور اس میں بھی آپ نے کاٹ چھانٹ کی ہے۔ چنانچہ آیندہ ظاہر ہوگا۔

(۳) بحار الانوار ہے اس میں سے آپ نے ایک حدیث مطرقہ کے صفحہ ۲۹ پر نقل کی ہے جسمیں مفتونین سے پرہیز کرنے کی طرف اشارہ ہے

(۴) تفسیر صافی ایک حدیث مطرقہ کے صفحہ ۳۲ پر لکھی ہے۔ جسمیں جناب امیر علیہ السلام کی تاویل قرآن پر قتال کرنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت محاربین بصرہ سے سلوک کرنے کے بیان میں مطرقہ کے صفحہ ۳۳ پر ہے اور اسی صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے جو سلوک کہ اہل بصرہ سے کیا وہی جناب سید عالم صلعم نے بروز فتح مکہ کفار مکہ سے کیا تھا اور تیسری روایت متعلق جنگ بابغاۃ صفحہ ۳۴ پر ہے اور ایک آیت کی تفسیر وجوب ہجرت کے متعلق مطرقہ کے صفحہ ۳۴ پر ہے اور

صفحہ ۱۲۴ پر ایک روایت حضرت ابوبکر کے ساحر اعتقاد کرنے کے متعلق پیغمبر خدا کو ہے اور صفحہ ۱۲۳ پر ایک روایت پنجتن پاک صلوات اللہ علیہم کے مراتب پر حسد کرنے کے متعلق۔ پس تفسیر صافی کو چھان پھوڑ کرنے سے اسیقدر آپ نے اپنے مطلب کا پایا اور جن جن آیات قرآنی سے کہ امامت آئمہ ہدیٰ منصوصہ ثابت فرمائی ہے اور جو جو احادیث تفسیری اس میں منقول ہیں اس میں آپنے ہاتھ نہیں لگایا جن روایات کو آپ مفید سمجھے ہیں وہ آپ کے مُضر ہیں۔

(۵) جامع عباسی سے ایک عبارت مطرقہ کے صفحہ ۳۳ پر نقل کی ہے جس میں اساری کفار کے ساتھ معاملہ کرنیکا حکم ہے

(۶) مطرقہ کے ص ۳۶ پر قول ابن بابویہ قمی علیہ الرحمۃ نقل کیا ہے متعلق ارتداد صحابہ بلا حوالہ کتاب تفسیر۔

(۷) خرائج وجرائح سے ایک روایت مطرقہ کے صفحہ ۳۷ پر ہے جسمیں امام ابوعبداللہ علیہ السلام کا حضرت زید کو خروج سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور امام علیہ السلام کا دعائے خیر کرنا اُن کے حق میں اس روایت سے انکار امامت ثابت نہیں

(۸) تجرید محقق طوسی علیہ الرحمۃ کا قول مطرقہ کے صفحہ ۳۰ پر نقل کیا ہے محاربوہ کفرہ ومخالفوہ فسقہ اور صفحہ ۵۷ پر ایک عبارت نقل کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے فاسقوں کو مقرر کیا اور صحابہ رسول اللہ کو پٹوایا

(۹) ایک روایت تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے متعلق بہ فضل صحابہ مخلصین اور دوسری روایت شب ہجرت کے متعلق مطرقہ کے ۱۱۳ پر ہے۔

(۱۰) کتاب خصال سے ایک روایت مطرقہ کے صفحہ ۳۵ پر نقل کی ہے اس میں صفات امام کا مذکور ہے

(۱۱) خطبات جناب امیر علیہ السلام اور بعض خطبوں کے ٹکڑے نہج البلاغہ سے لکھے ہیں اور مطرقہ کا بڑا حصہ خطبات نہج البلاغہ اور عبارت شرح ابن میثم پر مبنی ہے اور دو تین سطر کی عبارت مطرقہ کے صفحہ ۴۶ پر شرح بہجۃ الحدائق سے ایک جگہ اور ڈیڑھ دو سطر کی عبارت اسی صفحہ میں

دوسری جگہ ہے اور ظاہر ہے کہ نہج البلاغۃ اصول مذہب کی کتاب نہیں ہی جناب امیر علیہ السلام
کا وہ کلام جو فن بلاغت کے متعلق ہے اس میں جمع کیا ہے تاکہ طلاب زبان عربی کی بلاغت
سے ماہر ہوں - اسیوجہ سے تمام خطبے پورے بھی نہیں لکھے ہیں مگر پورے خطبے اور کتابوں میں
پائے جاتے ہیں اور شراح نہج البلاغۃ بہت لوگ ہیں - اُن میں شیعہ بھی ہیں اور سُنی بھی ہیں اپنے
فہم کے مطابق سب نے شرح لکھی ہے - منجملہ خطبات کے ایک خطبہ شقشقیہ بھی ہے اور علمائے
اعلام اہلسنت نے اسکو کلام جناب امیرؑ علیہ السلام تسلیم کرلیا ہے اُس خطبہ سے حق باسانی واضح
ہوتا ہے - چنانچہ کسی مقام پر نقل کیا جائے گا

(۱۲) حبیب السیر کا مصنف سنی المذہب ہے اُس سے صلحنامہ مطرقہ کے صفحہ ۱۳۰ پر نقل کیا ہے
اور مرزا غیاث الدین صاحب حبیب السیر کے شیعہ ہونے کا دعوی بلا دلیل ہے - غرضکہ کتب شیعہ کی
جو چھان پچھوڑ کر کے آپنے مطرقہ لکھا ہے اُس کا حال ہم نے تحریر کردیا اور طرفہ یہ ہے کہ اصل امامت
کے جو انیس ۱۹ جزئیات آپ نے مطرقہ کے صفحہ ۱۰ پر قایم کئے ہیں وہ محض بے سند ہیں - نہیں معلوم
کہ کس کتاب میں سے اور اُس کے کس صفحہ اور کس باب سے آپنے یہ اُنیس اصول لکھے ہیں اور جو
مسائل الٰہیات اور نبوت لکھے ہیں وہ بھی محض بے سند ہیں - آپ پر واجب تھا کہ جو مسائل اصول
عقائد لکھتے اُن سب کی سندیں لکھتے اور جو تعریف لکھتے وہ بے کم و کاست لکھتے - دعوے تو یہ کیا
کہ آپنے کتب شیعہ کی چھان پچھوڑ کی اور مسائل اصول عقائد لکھتے وقت سند ایک بھی نہیں اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اِدھر اُدھر سے سُنی سُنائی باتیں لکھدی ہیں اور دعوے یہ کیا ہے کہ
چھان پچھوڑ کی ہے -

قولہ بحمد اللہ تعالیٰ چند ہی روز میں تشیع کے دلائل مذہبی سے اصول سے لیکر فروع تک
مذہب کا بطلان منکشف ہوگیا -

اقول الحق کے مذہب کے دلائل اصول سے لیکر فروع تک سب ثقلین سے ماخوذ ہیں آپ تو
کیا اگر تمام دنیا کے مخالفین ملکر کوشش کریں تب بھی باطل نہیں ہوسکتے آپ کے مذہب کا بطلان

البتہ مثل آفتاب منکشف کر دیا گیا ہے وہ آپ کے مذہب کی وجہ تسمیہ ہی سے ظاہر ہوتا ہی جس کو آپ ہی کے اکابر لکھ گئے ہیں۔ اس مقام پر اسناد وجہ تسمیہ کی بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ یحییٰ بن الحسن القرشی نے اپنی کتاب منہاج التحقیق میں فرمایا ہے

ان معاویۃ حین من سب علیا سمی ذلک العام عام السنّۃ و بہ سمیت اہل السنۃ

اور اسی روایت کو حسن مہیل نے اوائل کتاب الانوار البدریہ میں نقل کیا ہے اور شیخ العسکری نے کتاب الزواجر میں ذکر کیا ہے ان معاویۃ سمی ذالک العام عام السنۃ اور ابن عبدربہ نے کتاب العقد میں اس طرح افادہ فرمایا ہے لما صالح الحسن معاویۃ سمیٰ ذالک عام الجماعۃ اور حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے فاستقر فیہا فی الخلافۃ من ربیع الآخر او جمادی الاولیٰ سنہ احدی وار بعین فسمی ہذا العام الجماعۃ لاجتماع الامۃ علی خلیفۃ واحدۃ انتہے ان تمام روایات کا ماحصل یہ ہے کہ یہ نام اہلسنت والجماعۃ آپکے پیشوا معاویہ کے دو سال کے ناموں سے مرکب ہی اور روایت اول سے بالتصریح ہو یدا ہے کہ جس سال کہ معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام کو ناسزا کہا اس سال کا نام سنّت رکھا اور اسی وجہ سے اہلسنت نام رکھا گیا۔ واضح ہو کہ جو عبارت مولوی شبلی نے سیرۃ النعمان میں لکھی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خوارج و نواصب و معتزلہ جو یوم استقرار خلافت معاویہ سے جناب امیر علیہ السلام کو جمعہ کے خطبوں میں ناسزا کہتے تھے انھوں نے دوسری صدی ہجری میں اپنا نام سنت والجماعت رکھا غرض مولوی شبلی صاحب نے معاویہ صاحب کے عہد حکومت کو جناب امیر علیہ السلام پر سبّ ولعن کرنے کا ابتدائی زمانہ قرار دیا ہے اور اسی زمانہ حکومت معاویہ سے ۵۸ برس تک یہ رسم ناسزا کہنے کی جاری رہی اور سنہ ۴۱ ہجری سے سنہ ۹۹ ہجری تک جو خلیفہ ہوئے وہ یہ ہیں۔ امیر معویہ۔ امیر یزید۔ عبدالملک۔ ولید۔ سلیمان ان سب کو قاضی عیاض و شیخ الاسلام عسقلانی نے خلفاء اثنا عشر میں شمار کیا ہے کما فی فتح الباری۔ غرض ان روایات سے مبرہن ہوا کہ جس سال کہ معاویہ نے جناب امیر علیہ السّلام کو ناسزا کہا اس سال کا نام سنّت رکھا اور جس

سال کہ امام حسن علیہ السّلام سے صلح ہوئی اُس سال کا نام جماعت رکھا اور خوارج و نواصب معتزلہ نے جو عہد حکومت معاویہ سے جناب امیر علیہ السّلام کو ناسزا کہتے چلے آتے تھے دوسری صدی ہجری میں اپنا نام سنت والجماعت رکھا تاکہ معویہ صاحب کے ناسزا کہنے اور صلح کرنے کی یادگار قایم ہے

قولہ اور اُس کے متعلق وہ وہ عمدہ اور باریک مضامین حق تعالےٰ شانہ نے قلب پر القا فرمائے جن کی اہل فہم نے نہایت قدر کی۔

اقول آپ کے ہواخواہوں نے تعریف کی ہوگی جب آپ نے خود ستائی پر کمر باندھی تو اُنھوں نے بھی ہاں میں ہاں ملادی۔

قولہ اور ۱۳۰۶ھ میں کتاب ہدایات الرشید الیٰ افحام العنید میر فرزند حسین کے رسالہ کے جواب میں (۸۸۸) صفحہ پر طبع ہوکر شایع ہوئی بحمد للہ اس ناچیز کتاب کو علمار حقانی نے قبول فرمایا اور پسند کی

اقول ابھی تو عمدگی اور باریکی مضامین کی ستایش ہو رہی تھی اتنی جلد وہ ناچیز بھی ہوگئی شیئیت کا اطلاق بھی اسپر سے جاتا رہا بھلا لاشئے کی قبولیت اور پسندیدگی کیا معنی رکھتی ہے۔ ہم تو سنتے تھے کہ آپ معقولی ہیں ابھی سے حواس خمسہ تین تیرہ ہوگئے۔

قولہ اور اکثر بزرگواروں نے مناظرات سُنی و شیعہ میں مستند اور امام قرار دیا۔

اقول تعجب ہے کہ لاشئے کو امام قرار دیا جب آپ کی ناچیز کتاب کو امام قرار دیا تو دیکھئے آپ کو کیا قرار دیتے ہیں ضرور ہے کہ امامت سے بالاتر مرتبہ آپ کے واسطے تجویز ہو

قولہ اور اس کی صرف علمار اہل حق نے ہی قدر نہیں فرمائی انصاف پسند اہل تشیع نے بھی اس کو وقعت کی نظر سے دیکھا۔

اقول جب وہ بقول آپ کے ناچیز و لاشئے ہے تو کسی نے کیا قدر کی ہوگی اور کیا وقعت کی نظر سے دیکھا ہوگا۔

قولہ بلکہ اگر میں دعوے کروں کہ میرے مخاطب میر فرزند حسین نے بھی اسکو لاجواب سمجھا تو کچھ

بے موقع نہیں۔

اقول اور اگر میں بھی یہ اشتہار دوں کہ میرے مخاطب مولوی امیر اللہ صاحب نے مراۃ الامامت کو لاجواب سمجھا تو کچھ بے موقع نہیں اور آپ نے بھی کیونکہ ہنوز اُسکا جواب نہیں ہوا ۱۵ برس اُس کی اشاعت کو ہوگئے۔

قولہ ۱۳ برس اُس کی اشاعت کو ہوگئے اور آجتنک برائے نام بھی اُنھوں نے یا کسی نے جواب کا نام نہ لیا۔

اقول ہدایات الرشید کے چند مضامین چیدہ مطرقہ میں بھی موجود ہیں اُن کا رد اس میں موجود ہے آپ یہ سمجھیں کہ برائے نام جواب ہوگیا

قولہ غالبا اون کے حیا اور انصاف نے اجازت نذی ہوگی کہ ایسے صریح حق کو جو آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے اور ایسے مضبوط دلائل کو جو پہاڑ سے بھی زیادہ مستحکم ہیں باطل کرنے اور توڑنے پر کمر باندھی جائے تو اُن کے قاعدہ مسلمہ کی رو سے یہ کتاب لاجواب ٹھہری۔

اقول آپ کے وہ پہاڑی دلائل کچھ مطرقہ میں بھی تو موجود ہیں اُن کو ہمنے ریزہ ریزہ کردیا ہے اور یہ مطرقہ تالیف ثانی ہے۔ تالیف اول سے من جمیع الوجوہ مستحکم تر ہوگا جب یہی لچر ہے تو تالیف اوّل زیادہ لچر ہوگی۔

قولہ ہدایات الرشید میں مذہب تشیع خصوصًا امامت کے بطلان کے متعلق بحمد اللہ تعالی عجیب وغریب مضامین لکھے گئے ہیں۔

اقول آفتاب عالمتاب پر خاک اوڑانے سے آفتاب کا کچھ نہیں بگڑتا۔ آپ کے اسلاف امثال مولوی حیدر علی صاحب وعبد العزیز دہلوی و نصر اللہ کابلی وغیرہ سب ایسی سعی وکوشش میں پڑے رہے کہ نور خدا کو بجھا دیں لیکن ناکام رہے یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ دین حق کو آپ کی سعی وکوشش سے ضرر نہیں پہنچ سکتا لا یزال ھذا الدین حتی یکون اثنا عشر خلیفۃ کلھم من بنی ھاشم کما فی ینابیع المودۃ

قولہ مگر اس کی تالیف کے زمانہ میں ایک مبسوط مضمون اصول مذہب تشیع کے بطلان کے بارہ میں اجمالی طور پر میرے کاخ و ماغ میں گونجا کرتا تھا صاحبی کی تفصیل کو بندۂ عاجز اپنے دست اختیار سے باہر سمجھتا تھا۔

اقول جو مضمون کہ آپ کے کاخ دماغ میں گونجا کرتا تھا وہ مطرقہ کی شکل بنکر باہر نکلا۔ اور جو کچھ کہ خیالی پلاؤ اصول مذہب اہلحق کے باطل کرنے کو آپ نے پکایا ہے اس کی نسبت اتماس یہ ہے ع این خیال است و محال است و جنوں وہ آپ کے کیا دنیا بھر کے اختیار سے باہر ہے

قولہ کیونکہ مجھ جیسے ہیچمایہ کے قلم سے ایسے عالی مضامین کا نکلنا جو علمائے متقدمین رحمہم اللہ کے قلم سے بھی نہ نکلے ہوں اور میری ناقص طبیعت کی وہاں تک رسائی ہونا جس جگہ ان کی عالی توجہ اور بلند پرواز التفات نے رسائی نفرمائی ہو ناممکن اور قریب محال تھا ؎

پشہ چہ باشد کہ پر دبر فلک　　　مورچہ باشد کہ دود با ملک

اقول صاف کیوں نہیں فرماتے کہ جو کچھ آپ کو سوجھی وہ آپ کے متقدمین علماء کو بھی نہ سوجھی اور نتیجہ اس ہیچمدار تقریر کا یہ نکلا کہ آپ کی عقل و گیاست آپ کے متقدمین علماء سے بڑھکر ہے۔ آپ اپنا فضل اپنے متقدمین پر ثابت فرما رہے ہوں کیوں نہو آپ کے امام اعظم صاحب نے بھی تو فرمایا تھا کہ اگر رسول اللہ اُن کے زمانہ میں ہوتے تو امام صاحب سے بہت کچھ اخذ فرماتے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور حقیقت میں یہ دعویٰ آپ کا غلط ہے آپ نے اُنھیں پرانی باتوں کو نیا لباس پہنایا ہے جن کو آپ کے اسلاف چھوڑ گئے ہیں۔

قولہ لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتا تھا کہ ہدایات الرشید الی افحام العنید میں جو عجیب و غریب لاجواب بحثیں ہیں اور نئے نئے انداز کے دلائل اور بلند مضامین میرے قلم سے نکلے ہیں وہ بھی تو کچھ میری طبیعت زا نہیں ہیں۔ اور اُن کا ظہور کچھ میرا کمال و نتیجہ ذہن و ذکا نہیں ہے۔

اقول آپ کی لاجواب بحثوں اور نئے نئے انداز کا کیا کہنا ہے یہ ڈھنگ نرالا ہی یہ انداز انوکھا

آپ کے ایک نئے انداز کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر انصار میں سے کوئی خلیفہ ہوجاتا تو اسلام کی کشتی ڈوب جاتی۔ کیا نرالی دلیل ہے جنے انصار کو مخرب دین اسلام بنایا واقعی یہ آپ کا حصہ ہے ؎

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

قولہ بلکہ بموجب شعر ؎ درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ؛ انچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

اقول بلکہ بموجب شعر ؎ در رد تحفۂ اثناعشری داشتہ ؛ دہلوی انچہ رقم کرد ہماں میگوئی

قولہ برکت توجہات حضرت مخدوم العالم مجدد دین متین وارث علم نبوت جامع بین الشریعت والطریقت مصداق شعر ؎

برکف جام شریعت برکفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اقول پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند۔ خلعت مخدومیت و تجدد آپ نے انکو پہنا رکھا ہے آپ اُن کے خادم وہ آپ کے مخدوم۔ مخدوم العالم کس قاعدے سے کہدیا اور مجدد بھی آپ ہی نے مانا ہوگا کیونکہ وہ آپ کے سرگروہ ہیں۔ اور وارث علوم نبوت آئمہ اہلبیت رسالت ہیں کیونکہ اُن کے اصطفا و برگزیدگی پر قرآن ناطق ہے آپ اپنے پیر کی برگزیدگی و اصطفا پر کوئی دلیل قرآن سے لائے یا کوئی خاص حدیث پیش کیجئے جس سے کہ اُن کا وارث علم نبی ہونا ثابت ہوجائے فضول دعووں سے کام نہیں چلتا ؎

شہر علم مصطفےٰ کی راہ نامعلوم تھی شق ہوئی دیوار کعبہ اور در پیدا ہوا

یہ کھلا راز حدیث نبوی سے ہم کو شہر عرفاں ہیں رسول عربی در حیدر

قولہ جو مضمون مبدا فیاض سے قلب میں بلا اختیار القا ہوتا تھا اُس کا ظہور قلم سے ہوجاتا تھا۔

اقول اور جب قلب میں گنجایش نہ رہی تو اس مضمون نے دماغ کا راستہ لیا اور وہاں جا کر گونجا۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایات الرشید کے مضامین قلبی نہیں اور معرقہ کے دماغی اور مقام قلب دماغ کے مقام سے پست ہے۔ اس لئے ہدایات الرشید

اس مطرقہ سے کمتر اور ادنی ہے اور مطرقہ کو آپ لاشئے اور ناچیز خود ہی فرما چکے ہیں تو ہدایات الرشید کس شمار میں رہے دونوں تالیفیں ہیچ ثابت ہوگئیں۔

قولہ ورنہ ؎ کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل ؛ نسیم صبح تیری مہربانی

اقول ؎ مضامیں آپ نے جو کچھ لکھے ہیں ؛ چُنے ہیں اپنے پیروں کی زبانی

قولہ اسیطرح جب کبھی حضور کی نظر کیمیا اثر اس طرف پھرے گی یہ اجمالی مضامین بھی تفصیلی لباس میں جلوہ آراء عالم ہوجائیں گے۔

اقول کیا خوب نظر تھی کہ جس کے اثر سے آپ نے انصار کو دین کی کشتی ڈبونے والا قرار دیا

قولہ چنانچہ ہدایات الرشید کے اختتام و اشاعت کے بعد زمانہ دراز گذر گیا اور ضعف پیری غالب ہوگیا اور مشغلہ تدریس زیادہ بڑھ گیا۔ فراغت معدوم ہوگئی اور وہ اجمالی مضمون ذہن سے ایسا نکل گیا۔ گویا کبھی ذہن میں آیا ہی نہ تھا بالکل نسیاً منسیاً ہوگیا اور یقین ہوگیا کہ اب وہ مضمون کس طرح میرے قلم سے ظہور پذیر نہو سکے گا۔

اقول آپ پر ضعف پیری بھی غالب ہوا اور مشغلہ تدریس بھی زیادہ بڑھ گیا مگر اداب تہذیب کے قواعد بالکل نسیاً منسیاً ہوگئے شاید پیری کا غلبہ معلّن نسیان ہوگیا ع جو پڑھا لکھا تھا جابہ نے اُسے صاف دل سے بھلا دیا۔ کیونکہ لَشت دینے کی تعلیم پانے کے ساتھ متہم کرنا علماء کی تحریرات کو شیطان کی آنت کہنا اور اُن کو بیجیا فرمانا۔ کسی روایت کو گوز شتر فرمانا آپ کی شان پیری کے بالکل خلاف ہے۔

قولہ ناگاہ رحمت عامہ خداوند تعالی شانہ جو عباد کی طرف کبھی کبھی متوجّہ ہوا کرتی ہے متوجّہ ہوئی۔

اقول کیا خوب رحمت تھی کہ جنے مرد پیر کو ایک بچہ کا مقابلہ کرا کے ہمیشہ کے لئے ندامت کی زحمت میں ڈالا

قولہ اور اس نے ایسے اسباب فراہم کردئیے جنھوں نے اس مبسوط مضمون ذہول شدہ کے

ظہور پر مجبور کیا

اقول ہم نے آجتک نہیں سُنا کہ رحمت نے کسی کو مجبور کیا ہو کیا خوب معقولی تقریر ہے۔

قولہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک سُنی بچہ بھولا بھولا نئی روشنی والا ساکن سنبھل ضلع بریلی جسنے اپنی عمر کا بڑا حصہ تحصیل انگریزی میں صرف کرکے ایف اے کی ڈگری حاصل کی تھی اور اپنی سعی اور کوشش کو اسمیں خرچ کیا تھا

اقول بھولا پن کوئی عیب نہیں ہے بلکہ یہ بسبب مقتضی ہونے حیا کے ایمان کی علامت ہے ڈاڑھی بڑھاکر اور تسبیح ہلاکر اور مرد پیر ہوکر افترا پردازی البتہ بُری صفت ہے۔

قولہ مذہبی اصول و فروع سے بالکل ناواقف و ناآشنا تھا۔ نہیں نہیں صرف ناآشناہی نہ تھا بلکہ مذہبی قید سے اس کی طبع میں بمقتضائے رسم زمانہ کسی قدر آزادی بھی پیدا ہوگئی تھی مناظرہ کے کوچہ سے بالکل نابلد تھا۔

اقول آپ نے واقف ہوکر کیا بتایا۔ آپ کے یہاں مسائل اصول دین میں قول خدا ورسول مفید یقین نہیں اور فروع کا کیا کہنا ہے ایک فرع کا حال لکھ چکا ہوں جس میں سلام کی جگہ حدث صادر کرنے کا حکم ہے وہ بھی بالقصد۔ اور مذہبی قید سے اگر کسی قدر آزادی پیدا نہو اور دور نہو تو ہرگز کوئی شخص اسلام ہی نہ قبول کرے۔ اگر یہ آزادی طبع نہوتی تو کاہے کو ی دین اسلام کیطرف گردن جھکاتا اور کیوں اسلام دنیا میں پھیلتا۔ اور کیوں لوگ اپنا دین آبائی چھوڑ کر مسلمان کہلاتے۔ اگر آپ کی سی عقل ہوتی تو کفار مکہ اپنے اپنے ملت و مذہب کے پابند رہتے یہ ساری کرامات آزادی کی بدولت ہے اور مناظرہ کے کوچہ سے اس بچہ کا نابلد اور مخاطب کا بلد ہونا تو آپ پر ظاہر ہو چکا ہے۔ باوجود بلد ہونے کے بھی کیسے ڈکار نہیں لی۔ آپ نے البتہ دعوے کیا ہے کہ اس نابلد کی کتاب مراۃ الامامت کا مختصر طور پر جواب لکھیگا۔ مولوی امیر اللہ صاحب تو زبانی مناظرہ کے وقت اپنے ناواقف بن گئے کہ اونٹ کے دام بھی نہ بتلا سکے۔

قولہ نہ وہ یہ جانتا تھا کہ مدعا کیا ہے

اقول مولوی امیر اللہ صاحب کا یہی مدعا تھا کہ وہ افضلیت ابوبکر کی ثابت کریں

قولہ نہ اُسکو یہ خبر کہ دلیل کس کو کہتے ہیں۔

اقول مولوی امیر اللہ صاحب تو دلیل کو جانتے تھے اُنھوں نے افضلیت ثابت کرنیکے واسطے یہ دلیل بیان کی کہ حضرت رسول اللہ صلعم پر حضرت ابوبکر کا بہت احسان ہے۔ مگر یہ دلیل شتر فروشی کے واقعہ سے رد کر دی گئی۔

قولہ نہ وہ اس سے واقف کہ دلیل سے مدعا کیونکر ثابت ہوتا ہی

اقول مولوی امیر اللہ صاحب دلیل (احسان) کے قطع کر دئے جانے سے مدعا کو نہ ثابت کر سکے اور وجہ یہ ہے کہ جسکو دلیل ٹھیرایا تھا وہ خود اپنے ثبوت میں دوسری دلیل کا محتاج تھا لیکن قدرت خدا سے شتر فروشی کا واقعہ ایسا گذر گیا ہے کہ جو کسی قسم کے احسان کو پاس نہیں آنے دیتا۔ ذرا مقام غور ہے کہ اونٹ دوسو کو خریدا تھا اور نوسو کو فروخت کیا۔ سات سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کورے نفع کے لئے جس کا تذکرہ اَب تک دنیا میں باقی ہے۔

قولہ کہیں کسی عیار شیعہ کے اڑنگے چڑھ گیا۔

اقول شیعیان علی مرتضیٰ عیار نہیں ہوتے۔ کیا کیا باریک اور عمدہ مہذبانہ مضامین آپکے کاخ دماغ میں بھرے ہوئے تھے۔ اگر آپ شیعیان اہلبیت کو عیار سمجھتے ہیں تو اُن کی عیاری کو ثابت کرو و آپ کے دعویہائے بے دلیل کو کوئی صاحب عقل معتبر نہ سمجھے گا۔ آپ کے یہاں تو ایسے ایسے عیار گذر گئے ہیں جنھوں نے دم واپسین تک عیاری کی چالوں کو نہ چھوڑا چنانچہ کسی قدر اشارۃً ذکر کیا جاتا ہے عیاری کی ایک چال پر مقولہ زوّرت مقالتہ لقد اعجبنی دلالت واضح رکھتا ہے کما فی سیرت ابن ہشام اگر یہ عیاری نہ تھی تو مقالہ زور کس بات پر محمول ہوگا۔ اس عیاری کی چال سے حاضرین جلسہ اڑنگے پر چڑھائے گئے۔

(۲) چھ شخصوں کو نام زد کر کے ایسے شخص کی رائے کو ترجیح دینا کہ دو ادا دن میں ایک ضرور

پورا ہو جائے وہ یہ کہ یا تو جناب ابوالائمہ قتل کئے جائیں یا خلافت سے محروم رہیں
(۳) سیرت اغیار پر عمل کرنے کی شرط بھی ایک ایسی چال تھی جس کے چل جانے کا پورا یقین تھا
(۴) آپ کے حنیفہ زادے کو ظاہرا حاکم مقرر کرکے روانہ کرنا اور در پردہ قتل کی تدبیر کرنا اگر یہ عیاری آقائے نامدار کی تھی تو اپنے اڑنگے میں آپ آرہے اور اگر یہ کام کسی معتمد علیہ کا تھا تو اس کے اڑنگے پر بجائے آپکے حنیفہ زادہ کے اُس معتمد علیہ کا ولی نعمت چڑھایا گیا
(۵) جواب کے مقام پر راستی کے خلاف پر حلف اٹھانا آپ کے نزدیک عیاری ہے یا نہیں اور برائے خدا یہ بھی فرما دیجئے کہ اڑنگے پر کون چڑھایا گیا
(۶) جنگ صفین میں جو عیاریاں کی گئیں وہ بھی اظہر من الشمس ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے جب شکست کھانے لگے تو نیزوں پر قرآن بلند کئے گئے جناب ولایت مآب نے اس عیاری سے اپنے اہل لشکر کو کماحقہ آگاہ کیا تھا مگر جم غفیر نے اپنے امام کا حکم نہ مانا۔ اہل دغا کے مکروفریب میں آکر اُن سے لڑائی موقوف کردی ورنہ باطل کا قلع قمع ہو جاتا اگر میں فقط عیاری کے واقعات لکھنا شروع کروں تو ایک کتاب ضخیم ہو جائے۔

قولہ پھر کیا تھا اسکو ایک بیل علامۃ الدہر بناکر اُسکے نام سے جھٹ پٹ ایک کتاب تصنیف کرڈالی

اقول یہ دعوے آپ کا بلا دلیل ہے اگر آپ سچے ہیں تو ثبوت پیش کیجئے اور میرے مناظرہ کا حال مولوی امیر اللہ صاحب سے پوچھئے۔ جسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔

قولہ حضرات شیعہ کی عام عادت ہے کہ اُنکو کوئی کیسا ہی جاہل سُنی ہاتھ لگ جائے اُسکو بڑا عالم مشہور کرکے اُس کے نام سے اشتہارات وسوالات شائع کرتے ہیں اُس کے نام سے کتابیں تالیف کرکے اُسکا دل بڑھاتے ہیں۔

اقول جب کوئی شخص تحقیق کے بعد مذہب حق اختیار کرلیتا ہے تو وہ جاہل نہیں رہتا ہے جاہل وہ اسی وقت تک ہے جبتک کہ امام زمانہ کی معرفت حاصل نہو ہم جاہل اس شخص کو جانتے

ہیں کہ جو امام زمانہ کو نہ پہچانتا ہو ہر چند کہ وہ پڑھ لکھ کر جون پور کا قاضی کیوں نہ بنجائے
بھلا یہ تو فرمائے کہ مولوی شیخ احمد دیوبندی عثمانی کو کس نے عالم مشہور کیا اور متعدد کتابیں
کس شیعہ نے اُن کے نام سے تالیف کیں اور کسنے سوالات اور اشتہارات اُن کی جانب سے
شائع کئے۔ اُنھوں نے بھی علماء دیوبند کا مناظرات میں نطق بند کر دیا تھا اُن کی تالیفات
کو ملاحظہ کیجئے حال منکشف ہو جائے گا

قولہ اور لذیذ سے لذیذ اور حسین سے حسین گراں بہا متاع کے ساتھ متمتع کرا کر حلقہ بگوش
مذہب کا بنا لیتے ہیں۔

اقول آپ کو کس نے روکا ہے آپ بھی لذیذ سے لذیذ اور حسین سے حسین بیش بہا متاع کے
ساتھ متمتع کرا کر لوگوں کو حلقہ بگوش اپنے مذہب کا بنا لیا کیجئے۔ شاید کہ نواب مہدیعلیخاں
صاحب کو اس قسم کی چاٹ لگا کر مطیع مذہب بنایا تھا اور اس قسم کے حسین متاع جاہ دنیا حاصل
کرنے کی غرض سے بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ فرضی باتیں بناتے ہیں اور ہم واقعات کا
بیان کرتے ہیں۔

قولہ چنانچہ جب اُس بچہ کو بہلا پھسلا کر اپنے ڈہنگ پر لے آئے تو اول حکیم امیر اللہ صاحب
بریلوی کی خدمت میں بھیجا۔

اقول ایک سطر کی عبارت میں تین باتیں جھوٹ نظر آتی ہیں نہ تو مولوی امیر اللہ صاحب
بریلوی ہیں بلکہ موضع دہندری ضلع پیلی بھیت کے رہنے والے ہیں اور اس زمانہ میں بحیثیت
ملازمت مدرسہ اکبر حسین خاں صاحب میں رہتے تھے اور کوئی مکان ذاتی نہ تھا۔ نہ جب تک
وہ حکیم بنے تھے نہ حکیم امیر اللہ صاحب پکارے جاتے تھے۔ بلکہ مولوی یا حافظ امیر اللہ صاحب کے
نام سے مشہور تھے نہ اُن کے پاس کسی نے بہلا پھسلا کر مجکو بھیجا چنانچہ شروع رسالہ میں ذکر ہو چکا
ہے۔ وہ اس زمانہ میں لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ جب ایک سطر کی عبارت میں تین باتیں
جھوٹی نکلیں تو ریاضی داں سمجھ سکتے ہیں کہ تمام مطرفہ میں کس قدر جھوٹی باتیں ہونگی۔ ایسی

بیڈھنگی باتوں سے کام نہیں چلتا۔ جب آپ کو حلقہ بگوش مذہب بنانے کی تدبیریں معلوم تھیں تو اُن کو کیوں عمل میں نہ لائے۔

قولہ اور غرض یہ تھی کہ جب یہ بچہ اُن کی مجلس میں جائے گا تو بالضرور حکیم صاحب بوجہ شفقت اسلامی وحمیت دینی کلمات پند ونصیحت فرمادیں گے اور ہمکو موقع ملے گا کہ ہم مشتہر کریں کہ حکیمصاحب سے مولانا کاظم علی کی چناں وچنیں گفتگو ہوی اور فاضل اجل مولانا کاظم علی غالب آئے اور حکیم امیر اللہ صاحب کو جواب نہ آیا۔ اور محض ساکت ہوئے۔

اقول آپ کے حکمت مآب زندہ ہیں میرے مواجہ میں ماجرا دریافت کر لیجئے دیکھئے تو کہ میرے بیان کی تصدیق کرتے ہیں کہ نہیں۔

قولہ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ شیعہ کتنا ہی فاضل ہو جائے اور اجتہاد کے درجہ کو پہنچا ہوا کیوں نہوا واقف اہل سنت کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتا۔

اقول ہمارے دونوں مخاطب واقف اہل سنت ہیں بعونہ تعالیٰ دونوں واقفوں کا ہم نے مقابلہ کیا اور یہ واقف تو کیا دو عالم کے واقف اہلسنت ہوں تو کیا پرواہے کیونکہ ہم حق پر ہیں ؎

تجمل دستگاہا خوفہ پوشا دانش آرایا　　　دو عالم از شما از ما علی ابن ابی طالب

قولہ دیکھو آجتک جسقدر تحریری اور زبانی مناظرات فیما بین فریقین واقع ہوئے کیا کسی مناظرہ میں حضرات شیعہ نے کامیابی حاصل کی ہے۔ ہرگز نہیں

اقول بس تعلیاں رہنے دیجئے اپنے دعوے پر دلیل لائے اہلحق ہمیشہ غالب ہوا کرتے ہیں۔ ہمکو مخاطب اوّل سے زبانی مناظرہ کا کئی بار اتفاق پڑ چکا ہے ایک مناظرہ کا حال شروع میں لکھ چکا ہوں اور تحریری مناظرہ کا حال کتاب مرآۃ الامامت سے ظاہر ہے جس کا جواب آجتک اُنھوں نے نہیں لکھا نہ آیندہ جواب دینے کی امید پائی جاتی ہے اور اب آپ سے ہمارا مقابلہ ہے آپ اپنے پیر کے حکم سے ہمارے مقابلہ میں آئے ہیں ہماری

ہر ضرب دو تین طرف واقع ہوتی ہے۔

قولہ بلکہ ہمیشہ مناظرات میں مصداق یولون الدبر کے رہے ہیں۔ اور کیونکر پشت نہ دیں اپنے ائمہ سے تعلیم ہی ایسی پائی ہے

اقول الحق مناظروں میں ہمیشہ اپنے مخالفوں پر غالب رہے ہیں میں ابتدا سے چلتا ہوں پہلا وہ مقام ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے دلیل مسلمہ مخالف کی رو سے اپنا حق ثابت کیا کہ اگر تم قریشی ہونے کی وجہ سے نبیؐ کی قرابت دار بنتے ہو تو میں بوجہ ہم نسب ہونے کے اقرب ہوں۔ اگر استحقاق خلافت صرف قرابت پر منحصر ہے تو بھی میرا ہی حق ہے ابوبکر چوں دید کہ کلمات علی محکم و استوار و مقابل صد ہزار است ازراہ رفق و مدارا پیش آمد الخ جب اہل حق کہ مقابلہ میں جواب نہیں بن پڑتا تو انسان بغلیں جھانکنے لگتا ہے بھلا دلائل محکم و استوار کا جواب ہی کیا بن پڑتا اگر ہمت و حوصلہ ہو تو آپ ہی اُن کلمات محکم و استوار کا جواب دیجئے خلافتمآب سے تو کچھ بھی نہ بن پڑا۔ سوائے اس کے۔ گفت اے ابوالحسن مرا گمان نبود کہ دریں امر با من مخالفت خواہی کرد۔ دیکھئے جب تقریر محکم کا جواب نہ بن پڑا۔ رفق و مدارا سے کام لیا۔ اکنوں کہ مسلمانان بر من جمع شدند تو نیز موافقت کنی۔ یعنی آپ کی دلیل و حجت کا ہمارے پاس کچھ جواب نہیں ہے۔ لوگ مجھ پر جمع ہو چکے۔ آپ بھی موافقت کر لیجئے۔ اب فرمائیے کہ تقریر میں کون غالب رہا اب رہا یولون الدبر کا حال یہ فراریان احد و حنین سے دریافت فرمائیے جو بزرگوں کی طرح پہاڑ و نیر اُچکتے پھرتے تھے۔ اور پشت دینے کی تعلیم اسی طائفہ نے پائی ہے جو فراریوں کو پیشوائے دین جانتا ہے آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے جن جن حضرات نے جہاد کیا کبھی میدان کارزار سے فرار نہیں کیا بلکہ میدان قتال کی طرف رُخ کرکے دوسرے جانب مُنہ نہیں موڑا ؎

نکیا پشت بہ جنگاہ کسی سے بھی کلام   کر چکے رخ جو سوئے قلعہ خیبر حیدر

اُن کے رفقائے مخلصین نے بھی کبھی جنگ کے میدان سے پشت نہیں موڑی

قولہ اگر خدا نخواستہ حضرات شیعہ مذہبی مناظروں میں غالب ہو جائیں تو پھر بھی مذہب باطل اور جھوٹا ٹھیرتا ہے کیونکہ ایمہ تشیع کا جن کے لئے عصمت کا دعوے کیا جا رہا ہے۔ کذب لازم آتا ہے۔

اقول شیعیان اہلبیت اطہار مناظرات میں اہل خلاف پر اس لئے غالب آتے ہیں کہ جناب امیرؑ بھی مناظرات میں ہمیشہ غالب رہے اور دیگر آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے یا اُن کے اتباع سے جو جو مناظرات ہوئے ہیں اُن کا حال بھی واقفان مذہب پر مخفی نہیں ہے۔ مامون رشید کے زمانہ میں جو جو مناظرات امام رضا علیہ السلام و قاضی یحیی ابن اکثم وغیرہ سے ہوئی انکا حال بھی سب پر روشن ہے کوئی امر مخفی نہیں ہے جسکا جی چاہے کتب کی سیر کرے اس زمانے میں بھی عبقات الانوار موجود ہے جو آئمہ علیہم السلام کی امامت و عصمت کے ثبوت میں تحریر ہوئی ہے اور تمامی اسلامی دنیا میں اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ تمام روم و شام و مصر وغیرہ پر اُسکا سکہ جم چکا ہے دنیا بھر میں کوئی اُس کے جواب سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا اور اشاعت اس کی جاری ہے

قولہ دوسرے ایک رسالہ مراۃ الامامت فی اثبات الخلافت اس کے نام سے شائع کرایا

اقول وہ رسالہ میرے قلم کا لکھا ہوا قلمی اب تک موجود ہے اُس کے طبع کرانے کا ارادہ بھی نہ تھا جب مولوی امیر اللہ صاحب نے یہ کہلا بھیجا کہ جب تک کسی شیعہ عالم کے دستخط اُسپر نہوں گے میں اُسکو نہ لوں گا۔ مینے یہ جواب دیا کہ جو پرچہ سوالات اپنا دستخطی مولوی امیر اللہ صاحب نے میرے پاس بھیجا تھا اسمیں یہ شرط نہیں تحریر کی تھی تو اب میں جواب لکھنے کے بعد اُسکو کیوں قبول کروں اگر کسی شیعہ عالم سے جواب لکھنا مقصود تھا تو وہ سوال میرے پاس کس لئے بھیجے تھے اور جب جواب میں نے لکھا تو دوسرا دستخط کیوں کرے۔

غرض جب قلمی رسالہ کے لینے سے انکار کیا اسوجہ سے خاکسار نے اوسکو طبع کراکے شائع کیا

تاکہ محنت رائگاں نہو۔ مولوی امیر اللہ صاحب ابھی موجود ہیں اور میر ممتاز حسین صاحب
بھی موجود ہیں دونوں صاحبوں سے دریافت فرمایئے کیونکہ مولوی امیر اللہ صاحب
اس غرض سے میر ممتاز حسین کے مکان پر بوقت شب پہنچے تھے کہ وہ مجکو منع کردیں
کہ وہ قلمی رسالہ مولوی امیر اللہ صاحب کے پاس نہ بھیجا جائے اور وہاں کا حال سنئے کہ
میر ممتاز حسین صاحب اور مولوی امیر اللہ صاحب سے بات پھر مذہبی گفتگو رہی یہاں
تک کہ مولویصاحب کی نماز عشا بھی قضا ہوگئی۔ یہ سچے واقعات ہیں اسمیں سرمو فرق نہیں۔

قولہ اس رسالہ میں اول چند اوراق پر حکیم امیر اللہ صاحب کے مناظرہ کا ذکر کرکے
بعد ازاں مولوی حامد حسین صاحب شیعی لکھنوی کے عبقات الانوار کے چند اجزا
کا ترجمہ کردیا ہے۔

اقول مولوی امیر اللہ صاحب کے چاروں سوالات کے ہر فقرہ کا جواب دیدیا گیا ہے
عبقات الانوار سے بھی بعض مضامین لیئے گئے تو کیا بیجا ہوا کیا کسی صاحب نے اُس کا
جواب دے دیا ہے۔ اگر اُسکا جواب دیدیا گیا ہوتا تو یہ بات کہنے کی گنجایش
ہوتی کہ جس کتاب کا جواب ہو چکا ہے اُسی کے مضامین پھر لکھدیئے۔ آپنے تو باوجود
بڑے دعوؤں کے شاہصاحب دہلوی آیات بینات وسوال از جمیع شیعہ وغیرہ سے مضامین
چن چن کر بھرے ہیں حالانکہ اُن کا جواب ہو چکا ہے اور جواب الجواب آپ کی
طرف سے نہیں دیا گیا ہے۔ انھیں کتابوں کے مضامین اجمالی طور پر آپ کے کاخ دماغ میں
برسوں گونجا گئے جنکو مطرفہ سے کوٹ کوٹ کر بڑھایا ہے۔ ادھر اُدھر کتر بیونت کرکے
تفصیلی لباس بنا کر پہنایا ہے۔ آپ اپنے استاد البریہ کو تو دیکھیے کہ اُنھوں نے
صواقع لنصر اللہ کابلی کا ترجمہ کرکے تحفہ بنایا ہے اور اسکا اظہار تحفہ میں نہیں کیا

قولہ مولوی حامد حسین صاحب نے مناظرہ کا ایک نیا اور نرالا ڈھنگ نکالا ہے آپکو بیسود
تطویل عبارت کا شوق ہے۔

اقول مولوی حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ نے اپنے مخالفین کی راہ گریز و فرار کو بند کر دیا ہے کوی عبارت اُن کی بیکار نہیں۔ اُنھوں نے ایک ایک حدیث کی سو سو سندیں لکھی ہیں یہ اہتمام اس غرض سے فرمایا ہے کہ کسی مخالف کو انکار کی گنجایش نرہے اور تحفہ کے اعتماد پر کوئی شخص ناواقف اخبار صحیحہ و متواترہ کو ضعیف و خبر احاد نہ سمجھنے لگے ان کی کتاب عبقات الانوار نے تحفہ کو نظر اعتبار سے گرا دیا بلکہ صواقع خواجہ صاحب کی وقعت بھی مفقود ہو گئی کیونکہ شاہ صاحب نے اُسی کی عبارتوں کا ترجمہ فارسی میں کر دیا ہے۔

شیطان کی آنت

قولہ اگر ایسی عبارت کو شیطان کی آنت کہا جائے تو کچھ بے موقع نہوگا۔

اقول شیطان کی آنت دشمنان جناب امیر علیہ السلام کے گلے کا ہار ہے۔ اس ہار کو پہنکر منبروں پر برسوں اُچھلے کودے اور جناب امیر علیہ السلام کی دشمنی کا اظہار کرتے رہے ایسے لوگ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا کے مصداق ہو گئے۔

قولہ بات اصل یہ ہے کہ مناظرہ میں ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ میں اپنے خصم کو مغلوب کردوں اور اسقدر مغلوب کردوں کہ جواب دہی سے عاجز ہو جائے اور خصم کو جواب دہی کا حوصلہ باقی نرہے

اقول اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آپ مغلوب ہو چکے اور عبقات الانوار کے جواب کے دینے سے عاجز ہو گئے اور اسقدر مغلوب و عاجز ہوئے کہ جواب دہی کا حوصلہ پست ہو گیا

قولہ علماء اہل حق نے تو اپنے خصم کے عاجز کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اُسکے مذہب کے اصول کو ایسے دلایل قویہ سے باطل کیا جائے کہ اُسکو گنجایش چون و چرا باقی نرہے اور بجز تسلیم اسکو چارہ نہو

اقول آپ کے اسلاف نے تو اصول مذہب شیعہ کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ پھر باطل کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور آپ کو بھی مطرقہ کی تالیف سے پیشتر اصول کی تردید کا کبھی دسوسہ بھی نہیں گذرا ہم کس کس بات کی غلطی ثابت کریں اور کہانتک آپ کو متنبہ کریں۔

ہو کہ آپ کے قول کی تردید محمد اسحاق صاحب سہارنپوری ساکن مفتی محلہ کے قول سے ہوتی ہے جس کو انھوں نے اپنے رسالہ موسومہ سوال از جمیع علمائے شیعہ مطبوعہ تجارتی پریس علی گڈھ کے صفحہ ۷ او ۸ اپر لکھا ہے اور وہ قول یہ ہے "آج تک جو رسائل قدیم وجدید رد شیعہ میں تصنیف ہوئے ہیں اُن میں شیعوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کبھی کسی نے کوئی مستقل کتاب اصول شیعہ کے ابطال میں ایسی نہیں لکھی جو اس خاص طریقہ سے اصول کا ابطال کرے جیسا کہ مطرقۃ الکرامۃ علی مراۃ الامامت میں مولوی خلیل احمد صاحب نے اب کیا ہے نہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے اس طرف کماحقہ توجہ فرمائی اور نہ کبھی مولوی حیدر علی صاحب نے اس جانب التفات کیا نواب محسن الملک بھی اس بارہ میں دیگر مصنفین سے زیادہ حصہ لینے والے نہیں ہیں خود مولوی خلیل احمد صاحب کو بھی ہدایات الرشید میں تردید اصول کا وسوسہ بھی نہیں گذرا غرضکہ ہمارے کملار کی اصول شیعہ کی طرف بے توجہی نے امامیہ کو یہ دھوکا دیا کہ وہ اپنے اصول کو نہایت مستحکم اور ان اٹل سمجھ بیٹھے اور بجائے خود غرہ کناں ہوئے کہ ہم میدان مناظرہ کے پہلوان ہیں" بقدر الحاجۃ یہ رسالہ اُن کا آپ کی نظر سے بھی گذرا ہوگا اور آپ اُسکو دیکھ کر خوش بھی ہوئے ہوں گے کیونکہ انھوں نے آپ کو ایک کار خاص کا بانی مبانی قرار دیدیا ہے اور آپ کے اسلاف کو اس کام سے بے بہرہ ثابت کیا ہے۔ لیکن ان کی عبارت سے آپ کے اوپر کے قول کی پوری تردید ہوگئی وہوا المقصود۔ آپ نے خود بھی گول گول الفاظ میں اپنے علمار کی کندی ذہن کا حال رقم فرمایا ہے چنانچہ مطرقہ کے صفحہ ۴ پر آپ کی یہ عبارت موجود ہے۔ کیونکہ مجھ جیسے بے مایہ کے قلم سے ایسے عالی مضامین کا نکلنا جو علمائے متقدمین رح کے قلم سے بھی نہ نکلے ہوں اور میری ناقص طبیعت کی وہاں تک رسائی ہونا جس جگہ اُن کی عالی توجہ اور بلند پرواز التفاتت نے رسائی نفرمائی ہو ناممکن اور قریب محال تھا انتہی بقدر الحاجۃ۔ کیوں صاحب آپ کے

زعم میں آپ کے مضامین اسوجہ سے شاید عالی ہوں کہ آپنے ابطال اصول مذہب شیعہ
کی طرف التفات فرماکر ناممکن کو ممکن اور حق کو باطل بنانا چاہا اور آپ کے علمار کی توجہ نے
اس بلندی تک پرواز ہی نہیں کیا - اس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ آپکے علمار متقدمین
کے دل میں ابطال اصول شیعہ کا وہم وگمان ہی نہ گذرا اور اس مقام پر آپ نے اپنے
علمار کا اس طریقہ کو اختیار کرنا بیان فرمایا کہ خصم کے مذہب کے اصول کو ایسے دلایل قویہ
سے باطل کیا جائے کہ اُسکو گنجایش چون وچرا باقی نرہے میں عرض کرتا ہوں کہ جب آپ
خود اپنے علمار متقدمین کی کندی ذہن کا صفحہ ۸ میں اظہار کر چکے ہیں کہ اُن کے ذہن
اور توجہ کی وہاں تک رسائی نہوئی اور اصول مذہب کے ابطال کی طرف التفات نہوا جیسا
کہ سہارنپوری صاحب نے بھی لکھا ہے تو پھر دلائل قویہ سے اصول مذہب کا ابطال کرنا کیا
معنی رکھتا ہے - آپ کا ایک قول آپ کے دوسرے قول کے خلاف اور اُسکا نناقض ہے
ع این تناقض در تکلم کے روا ست - اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کے علمار متقدمین
نے ابطال اصول مذہب الشیعہ کو ناممکن ومحال سمجھا اور جب آپ اُن کے ذلّہ ربا ہیں تو آپسے
کیا ہو سکیگا ع این خیال است ومحال است وجنوں - اور سہارنپوری صاحب کو
لازم ہے کہ ہمارے اس رسالہ کو بے تعصب ہو کر ملاحظہ فرمائیں تا کہ حق منکشف ہو جائے
قولہ چنانچہ صواعق محرقہ لاہل الکفر والضلال والزندقہ مولانا خواجہ نصر اللہ
صاحب کابلی ثم المالکی اور نیز تحفہ اثنا عشریہ حضرت استاد البریہ مولانا شاہ عبدالعزیز
دھلوی اور تالیفات حضرت خاتم المتکلمین مولانا حیدر علی صاحب اور سوال از
جمیع علمائے شیعہ میرے عزیز مکرم مولانا شاہ ولایت حسین صاحب اسیر شاہد عدل ہیں
اقول پھر ایک بات خلاف نظر آئی - مطرفہ اسی دھوئیں میں تیار ہوا ہے - سچ
ہے کہ لوٹا جھوٹے کو ٹلوں میں رکھ کر بیٹھا جاتا ہے - آپ کے عزیز مکرم اور آپ کے
مرشد رشید اور آپ کے منشی صاحب کرنا لی آج ان باتوں کی تصدیق کریں مگر کو

کو سنگ و آہن کی چوٹیں مشاہدہ فرماکر شاید ایسی باتوں کی تصدیق نہ فرمائیں گے ورنہ
وہ جانیں مگر اہل انصاف غور فرما سکتے ہیں کہ صواعق محرقہ ابن حجر کی تصنیف ہے
اس کو صاحب مطرقہ زنگ خوردہ الفاظ سے خواجہ کابلی کے سر منڈھے دیتے ہیں
میں یہ بات کیوں کر صحیح تسلیم کروں اور کیونکر آپ کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کی طرح
سکوت کروں - لہذا گذارش ہے کہ خواجہ کابلی کی کتاب کا نام صواقع ہے - اس صواقع
کا ترجمہ تحفہ ہے جب تحفہ کا جواب دے دیا گیا تو صواقع کا جواب بھی ہو گیا - اگر آپ
کو صواقع خواجہ کابلی کہیں مل جائے تو تحفہ سے مقابلہ کرکے دیکھ لیجئے اگر آپ کو صواقع
دستیاب نہو تو لکھنؤ چلے جائے کتب خانہ جناب مولانا حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ
میں صواقع موجود ہے تحفہ کی عبارتوں سے مقابلہ کرکے دیکھ لیجئے - ہمارے بیان کی
تصدیق ہو جائے گی اور تحفہ کا جواب سب سے پہلے مرزا محمد صاحب دہلوی نے شاہصاحب
کی زندگی میں بارہ جلدوں میں لکھا اور نام اسکا نزہہ ہے - یہ نزہہ دوران تحریر تحفہ ہی
میں لکھنا شروع ہو گیا تھا جب شاہ صاحب اس امر پر مطلع ہوئے تو انھوں نے ندامت
کی وجہ سے اپنا نام بھی شایع کرنے سے اجتناب کیا اور حافظ عبدالعلیم کے نام سے
موسوم ہوا - نزہہ بارہ جلدوں میں تحفہ کا پورا جواب ہے اس کے بعد جناب غفرانمآب
مولانا السید دلدار علیصاحب نے تحفہ کے باب پنجم کا جواب صوارم الٰہیات اور باب
ششم کا جواب حسام الاسلام اور باب ہشتم کا جواب احیاء السنۃ اور باب دوازدہم کا
جواب ذوالفقار تحریر فرمایا - اس کے بعد اُن کے شاگرد جناب مفتی محمد قلی صاحب نے رسالہ
سیف ناصری و برہان سعادت تحفہ کے باب اول کے جواب میں لکھا اور باب دوم کے
جواب میں تقلیب المکائد اور باب دہم کے جواب میں تشئید المطاعن کو تحریر فرمایا - پھر جناب
سلطان العلماء سید محمد صاحب رضواں مآب نے حدیث قرطاس کے جواب میں طعن الرماح
اور مسئلہ متعہ کے متعلق بارقہ ضیغمیہ اور باب ہفتم کے جواب میں بوارق موبقہ تحریر فرمایا

وسب جوابات تحفہ

اور جناب سبحان علیخاں صاحب وزیر اعظم ملک اودھ نے وجیزہ تحریر فرمایا - پھر فاضل جلیل مرزا محمد صاحب نے ایک جواب تمام ابواب کا بطرز جداگانہ تحریر فرمایا -

پس اُن سب کے بعد جناب مولانا سید حامد حسین صاحب طاب ثراہ نے صرف باب ہفتم متعلقہ امامت کا جواب جو کہ اہم مسائل اختلافیہ مابین سُنی و شیعہ ہے تحریر فرمایا جسکا نام عبقات الانوار ہے جس کی اشاعت ابتک جاری ہے اس کتاب عبقات الانوار میں ضمناً فخر رازی و غزالی صاحب و ابن حجر مکی و ابن روزبہان و قاضی عبد الجبّار و اعور و شیخ الاسلام ابن تیمیہ و صاحب سیف مسلول و ثناء اللہ پانی پتی و صاحب مرافض و صدا فقر وغیرہم متکلمین اہلسنت کے اقوال کو بشد و مد باطل فرمایا ہے اور مولوی حیدر علی صاحب کی کتاب منتہی الکلام کا جواب استقصار الافحام ہے جس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور سوال از جمیع علماء شیعہ کے جواب میں رسالہ احقاد مسکت المخالف و عشرۂ کاملہ و کشف الحجاب - و تشفی خوارج و اہلسنت و ارشاد المفید لہدایۃ الرشید شائع ہو چکے ہیں -

قولہ صواقع کا اعجاز تو ظاہر و باہر ہے کہ آج تک اُسکا جواب شیعہ سے بن پڑا

اقول جس شخص نے صواقع کو دیکھا ہے اور تحفہ کا بھی مطالعہ کیا ہے وہ اس سے ماہر ہے کہ تحفہ شاہصاحب صواقع کا فارسی ترجمہ ہے - لہذا جسقدر جواب کہ تحفہ کے ہو چکے ہیں وہ صواقع کے جوابات ہیں -

قولہ تحفہ اثنا عشریہ کے تمام ابواب کا کوئی جواب نہ دے سکا

اقول نزھہ تحفہ کے تمام ابواب کا جواب ہے وہ بارہ جلدوں میں ہے یہ جواب شاہصاحب کی زندگی میں دے دیا گیا تھا - مرزا محمد صاحب نے بھی تحفہ کے تمام ابواب کا جواب دیا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے -

قولہ بعض علمائے تشیع نے رفع ندامت کی غرض سے خاص خاص ابواب کا برائے

نام جواب لکھا۔

اقول معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بے سند باتیں لکھنا بہت پسند ہیں ہم کیونکر سمجھیں کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں پہلے آپ اُن خاص ابواب کو لکھیے اُس کے بعد اُن ابواب کے جواب کو لکھیے پھر ثابت کیجیے کہ یہ برائے نام جواب ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تحفہ کے جسقدر جواب ہیں وہ ایسے جواب ہیں کہ آجتک اُن کا جواب الجواب کسی سے نہو سکا۔ باوجودیکہ اشتہار آئینہ حق نما و تصویر غالب و مغلوب مطبوعہ دہلی میں جواب دہندہ کے واسطے بدستخط روسا پچیس ہزار روپیہ کا انعام بھی مشتہر کیا پھر بھی کسی نے سانس نہ لی۔

اب آپ میں ہمت ہو تو عبقات الانوار کی کسی جلد کا جواب لکھدیجئے۔

اور یہ نہیں تو اُسکے کسی ایک باب کے جواب کا جواب الجواب دیجئے مُنہ سے برائے نام کہدینا آسان بات ہے۔ جواب دینے وقت ہمارے مخالف کی نبضیں چھوٹ جاتی ہیں

قولہ چنانچہ تشئید المطاعن خاص باب مطاعن کا جواب ہے تقلیب المکائد خاص باب مکائد کا جواب ہے

اقول سیف ناصری در بان سعادت باب اول کا جواب ہے اور صوارم الٰہیات باب پنجم کا جواب ہے اور حسام الاسلام باب ششم کا جواب ہے اور عبقات الانوار باب ہفتم کا جواب ہے اور ذوالفقار باب دوازدہم کا جواب ہے اور نزہہ تمام کمال تحفہ کا جواب ہے۔ آپ فقط تشئید المطاعن اور تقلیب المکائد و نزہہ و عبقات الانوار ہی کا نام لکھتے ہیں اور باقیوں سے یا تو آپ واقف نہیں یا کتمان کرتے ہیں اور لوگوں کو ڈھوکے میں ڈالتے ہیں۔ جسقدر جوابات تحفہ کے دیے گئے ہیں اُن سب کا نام اس سے پیشتر لکھ چکا ہوں آپ ملاحظہ فرمالیجے۔

قولہ اسیطرح نزہہ کشمیری بھی چند ابواب کا جواب ہی

اقول نزہہ تمام و کمال تحفہ کا جواب ہے اور وہ بارہ جلدوں میں ہے آپ فرماتے

ہیں کہ چند ابواب کا جواب ہے ذرا بتلائیے تو سہی کہ کن کن ابواب کا جواب ہے آپ نے خود بھی اُسکو دیکھا ہے یا سُنی سُنائی فرما رہے ہیں۔

قولہ چنانچہ جب یہ جوابات علمارِ تشیع کے نزدیک مکتفی نہ سمجھے گئے تو مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی کو مستقل جواب لکھنے کی ضرورت پڑی چنانچہ آپ نے تحفہ کے جواب کا خاص طور پر بیڑا اُٹھایا اور مشہور ہے کہ بتیس ضخیم جلدوں میں جواب لکھا جس کا نام عبقات الانوار ہے اور وہ بھی تحفہ کے چند ابواب کا جواب لکھا تمام تحفہ کا وہ بھی جواب نہ لکھ سکے

اقول تحفہ کے جتنے جوابات ہیں وہ سب مکتفی ولاجواب ہیں آپ کے نزدیک جو غیر مکتفی ہوں اُنھیں کا جواب عطا فرمائیے اور عبقات الانوار صرف باب ہفتم متعلقہ امامت کا جواب ہے آپ اُسکو چند ابواب کا جواب بتلا رہے ہیں۔ یہ بات بھی صریح کذب ہے کہ ایک باب کے جواب کو چند ابواب کا جواب کہدیا جائے۔ ہم کہاں تک گرفت غلطیوں کی کریں۔ اہل حق نے تمام تحفہ کا جواب بھی دیا اور خاص خاص حضرات نے خاص خاص ابواب کے جواب بھی تحریر فرمائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عبقات الانوار کو کبھی ملاحظہ نہیں فرمایا۔ جو کچھ جھوٹ سچ آپ سے کسی نے کہدیا وہی آپ نے کتاب میں لکھدیا جب آپ کی تحقیق کا یہ حال ہے کہ عبقات الانوار کو چند ابواب کا جواب بتا رہے ہیں حالانکہ وہ صرف باب ہفتم کا جواب ہے تو پھر کون عاقل آپ کی کتاب کا اعتبار کرے گا۔ ہم ہر ہر مقام پر آپ کو آپ کی غلطیوں پر متنبہ کرتے چلے جاتے ہیں اور عبقات الانوار میں باب ہفتم کا جواب خاص طور پر اسلیے تحریر فرمایا کہ امامت اہم مسائل اختلافیہ مابین شیعہ وسُنی سے ہے اور ابواب کے جواب سے اسمیں بحث نہیں کی گئی۔ آپ مطلق تحقیق نہیں فرماتے جو کچھ اناب شناب دلمیں آتا ہے آپ لکھتے چلے جاتے ہیں ہمارے ناظرین کو چہ تحقیق آپ کی تحریر کو بے وقعتی کی نگاہوں سے ضرور دیکھیں گے۔

قولہ اس سے تحفہ کا علومرتبہ اور اعجاز مثل آفتاب نیمروز روشن ہے۔

اقول تحفہ میں اس قدر کذب بھرا ہوا ہے کہ انصاف پسند سُنّی بھی اس کو وقعت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تحفہ کی جادو نگاری اور ملمع کاری کی قلعی اُس کے جوابات سے کھُل گئی۔ آپ کے نزدیک وہ اعجاز و کرامات کی پٹاری ہوگی۔

قولہ مولانا حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے چھوٹے رسائل کاشف اللثام رسالہ المکاتیب وغیرہ کا بھی کوئی جواب نہ دے سکا۔

اقول استقصار الافحام وغیرہ ان رسالوں کے جواب کو بھی شامل ہے

قولہ مولانا کے بڑے رسائل میں ازالۃ الغین اور الداہیۃ الحاطمہ کے جواب کی کیسکو جرات ہوئی۔

اقول چھوٹے بڑے سب رسالوں کا جواب کُتب الحق میں موجود ہے وہ کونسی بات رہگئی جسکا جواب نہیں ہوا اسکو لکھیئے اہلسنت نے اکثر رسالوں کا جواب نہیں دیا العین و صوارم کا جواب نہیں دیا۔ حسام کا جواب نہیں دیا تحفۃ العشریہ کا جواب نہیں دیا۔ عبقات الانوار کا جواب نہیں دیا۔ رمی الجمرات کے جواب کی کسی کو ہمت نہوی۔ وغیرہ نواب سبحان علیخاں صاحب کا جواب نہیں دیا بوارق کا جواب نہیں دیا کنز مکتوم اور ذوالفقار حیدر کا جواب نہیں دیا۔ استقصار الافحام کا جواب نہیں دیا رسالہ سجادیہ کا جواب نہیں دیا۔ رسالہ نفاق الثلثہ و نفاق الشیخین کا جواب نہیں دیا تنفی خوارج و اہلسنت وارد المفید لہدایۃ الرشید کا جواب نہیں دیا۔ ہم کہاں تک فہرست لکھیں۔

قولہ البتہ ہر منتہی الکلام کے چند اوراق کا برائے نام جواب مولوی حامد حسین صاحب نے لکھا جسکا نام استقصاد الافحام ہے۔

اقول وہ چند اوراق کا جواب ہے یا ایک ورق کا جواب ہے اُس مشکل حصہ کا جواب شایع ہو چکا ہے کہ جسپر مولوی حیدر علی صاحب بہت نازاں تھے اور وہ اُن کی زندگی میں دے دیا گیا تھا۔ مگر جواب الجواب کی انکو ہمت نہوئی اگر آپکے امکان میں ہو تو جواب الجواب

لکھدیجئے کیونکہ بقول آپکے وہ چند ہی اوراق کا جواب ہے۔

قولہ سوال از جمیع علمائے شیعہ نہایت مختصر چند اوراق پر اصول تشیع کے متعلق کیا گیا تھا آج تک حالانکہ چھ سال اسکی اشاعت کو گذر چکے ہیں کسی نے برائے نام بھی اُس کا جواب تحریر نہ فرمایا۔

اقول آپ کے بیان میں سچائی کا ذرا اثر نہیں آپ دریافت تو فرمالیجئے کہ اس سوال کے کتنے جواب ہوچکے اُن کا ذکر ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ آپ رسالہ تشفی خوارج واہل سنت و رسالہ ارشاد المفید کو منگا کر دیکھ لیجئے۔ یہ دونوں رسالے مقام کھجوہ ضلع سارن میں ملتے ہیں دیکھئے تو کہ برائے نام جواب ہے یا قابل اطمینان جواب ہے اور ہمنے بھی مختصراً اُس کا جواب لکھدیا ہے شاید اسی سے آپکو تسکین ہو جائے

قولہ علمائے تشیع کے متکلمین میں سے بعض نے تو اپنے خصم کے عاجز کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اپنی تحریرات میں خصم کو اور اُن کے پیشوایان مذہب کو سب وشتم سے یاد کیا

اقول آپ نے بھی تو اپنی زبان کو ایڑیوں کے نیچے لٹکا رکھا ہے۔ اہلحق کو کافر تک کہا ہے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اپنے زعم میں اُن کو گنہگار ٹھیرایا ہے اور اُنکو مرتکب کبائر بتلایا ہے بلکہ اُن کو معاذ اللہ کافر بنایا ہے۔ پس اگر اہل حق بھی ترکی بترکی کہتے ہیں تو کیوں بُرا لگتا ہے۔

قولہ بایں غرض کہ ایسی خلاف تہذیب تحریرات کو نہ خصم رغبت سے دیکھے گا بلکہ تنفر سے اعراض کرے گا اور نہ جواب لکھے گا۔

اقول خلاف تہذیب تو طرفہ بھی ہے۔ سوال از جمیع علمائے شیعہ بھی تہذیب سے عاری ہے ہمکو بھی آپ کی غیر مہذب تحریر سے سخت نفرت ہے آپ کی اور آپ کے مخلص ہم کی تحریریں سب وشتم سے بڑھکر ہیں۔ ہم نے صرف اس وجہ سے جواب لکھ دیا کہ آپ عجز پر محمول نفرمائیں۔

قولہ مولوی حامد حسین صاحب نے یہ طریقہ اختراع کیا کہ اپنی تحریر میں فضول اور لغو بے انتہا تطویل کرنا اختیار کیا بایں وجہ کہ عرف میں جواب اسی وقت سمجھا جاتا ہے کہ اصل سے اضعاف مضاعف ہو اور جب تحریر میں بے انتہا تطویل کی جائے گی تو خصم ہرگز جواب میں اپنا وقت ضائع نہ کرے گا اور گو فضول ہی سمجھکر جواب نہ دے تاہم جواب لکھنا عجز پر محمول ہو سکے گا - پس اول تو تطویل بجائے خود ہی ناواقفوں کے نزدیک زیادت علم و فضل کی دلیل ہوگی دوسرے خصم کا جواب نہ دینا عوام کے نزدیک اور بھی زیادہ موجب قدر و وقعت ہوگا -

اقول آپ کا خیال لغو ہے آپ کے علماء اُن کی تحریر کے جواب سے عاجز ہیں اور آپ بھی عاجز ہیں اور اپنے عجز کا خود اعتراف فرما رہے ہیں اور تطویل کا الزام لگاتے ہیں اگر اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلایل طولانی تحریر کی جائیں تو وہ لغو کیونکر ہو سکتی ہیں حضرات اہل سنن طرح طرح کے عذر پیش کر دیتے ہیں جب تہذیب میں حرف گیری کا موقع نکلا تو تطویل کا الزام لگا دیا - اگر آپ عبقات الانوار کا بخوف تطویل جواب نہیں لکھتے تو استقصار الافحام ہی کا جواب لکھدیجئے کیونکہ وہ تو بقول آپ کے منتہی الکلام کے چند ہی اوراق کا جواب ہے اس کے جواب الجواب میں آپ کو آسانی ہوگی دیکھیں تو آپ کیسے ہمت والے ہیں -

قولہ اتفاقاً یہ رسالہ مراۃ الامامہ کسی تقریب سے منشی محمد قاسم صاحب ایجنٹ نقول کرنال کے پاس پہنچگیا مجکو معلوم نہیں کہ اُنکو کیا اسباب پیش آئے جنھوں نے اُن کے دل میں مراۃ الامامہ کے جواب کا داعیہ پیدا کر دیا

اقول اُن کے دل میں جواب کا داعیہ تو پیدا ہوا اگر خود اُنھوں نے اپنے آپ کو جواب سے عاجز پایا اور آپ پر جواب دہی کا بار ڈلوایا - لیکن آپ سے بھی آجتک اُنکا جواب نہ بن پڑا - اب دیکھئے ایجنٹ صاحب کس کو منتخب فرماتے ہیں اور کیونکر زودرق

مذہب کو تباہی سے بچاتے ہیں۔

قولہ یہ رسالہ ہرگز اس قابل نہ تھا کہ کسی کو بھی اس کے جواب کا خیال ہو مگر خدا جانے منشی صاحب کو اس کے جواب کا اہتمام کیوں ہوا منشی صاحب نے وہ رسالہ اپنی عرضداشت کے ہمراہ حضرت دجیال (وجینیں) مولوی رشید احمد صاحب .. . کے حضور میں بھیجکر الحاح کے ساتھ درخواست کی کہ اس رسالہ کا جواب اپنے ادنی کفش بردار ناچیز خلیل احمد سے لکھوادیں۔

اقول رسالہ مراۃ الامامہ آپکے نزدیک لایق جواب ہو یا نہو مگر منشی صاحب نے ضرور اُسکو وقعت کی نظر سے دیکھا جب تو اُنھوں نے الحاح وزاری کے ساتھ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عریضہ لکھا اور جب پیر صاحب نے آپ کو اُس کے جواب لکھنے کا حکم دیا تو ضرور اُنھوں نے کچھ سمجھ بوجھ کر ایسا حکم دیا ہوگا پس میں کہہ سکتا ہوں کہ پیر صاحب نے اُس کو لایق جواب سمجھا ورنہ کبھی جواب لکھنے کا حکم نافذ نفرماتے اور اپنے پیر کے حکم سے آپ نے بھی بالآخر اُسکو لایق جواب سمجھا۔ لیکن باوجود الحاح وزاری منشی صاحب و صدور حکم احکام آجتک اُسکا جواب نہو سکا۔ دیکھیں کب تک آپ اُس کے جواب سے عہدہ برا ہوتے ہیں اور اپنے پیر کو عالم برزخ میں شاد کرتے ہیں

قولہ واقعی اگر منشی صاحب یہ طریق اختیار نفرماتے تو ممکن نہ تھا کہ میرا قلم اس رسالے کے جواب کی طرف اُٹھتا۔

اقول قلم بھی اُٹھا تو اس رسالہ کے جواب کی طرف رخ نکیا

قولہ کیونکہ نہ وہ رسالہ اس قابل تھا کہ اُس کے جواب پر قلم اُٹھایا جائے نہ میری ہمت و قوت میں اسقدر گنجایش تھی کہ اس بار کا متحمل ہوں۔

اقول ابھی تک تو آپ کی ہمت و قوت اُس کے جواب میں قاصر و عاجز رہی اور منشی صاحب کی آرزو پوری نہوی۔

قولہ مگر منشی صاحب کی درخواست پر حضور دام برکاتہم نے اپنے کرامت نامہ سے اس کمترین غلامان کو سرفراز فرمایا اور رسالہ مرآۃ الامامہ اور عریضہ منشی صاحب بھیجکر امر فرمایا کہ اس رسالہ کا جواب حسب درخواست لکھدیا جائے۔

اقول سب کچھ حکم اور امر فرمایا مگر ابھی تک آپ سے اسکی تعمیل ممکن نہوئی۔

قولہ چند روز تک تو طبیعت میں نہایت اضطراب اور پیچ و تاب رہا کہ اگر جواب لکھوں تو کیونکر لکھوں نہ طبیعت میں ہمت و قوف نہ مشاغل سے فرصت نہ مضامین مستحضر نہ رسالہ قابل جواب کہ اسکو دیکھکر ہی طبع میں نشاط پیدا ہو

اقول یہ درست ہے اول جب ہمت ہی پست ہوگئی تو جواب کیونکر ہو دوسرے مشاغل سے فرصت کہاں رہی سہی ہمت مشاغل نے کھودی۔ تیسرے رسالہ لاجواب۔ چوتھے اس کے دیکھنے سے نشاط بھی طبع میں نہ پیدا ہوا بلکہ غم و غصہ پیدا ہوا ہوگا کیونکہ اسمیں فضائل و مناقب اہلبیت ہیں ان کے دیکھنے سے آپ کیوں خوش ہوتے۔ بس انھیں وجوہات سے اضطراب و پیچ و تاب رہا ہوگا

قولہ ادھر اگر نہ لکھوں تو کیونکر نہ لکھوں حضور دام برکاتہم کے امر شریف کا جس کے امتثال کے ساتھ دنیا و آخرت کی بہبودی وابستہ ہے کیا جواب دوں اور کس منہ سے اپنے آپکو خدام میں شمار کروں بالآخر قہر درویش برجان درویش جب کوئی چارہ نہوا تو جواب کا ارادہ پختہ کیا اور دل میں ٹھان لی جو کچھ ہو سو ہو اس رسالہ کا جواب لکھدوں

اقول اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے پیر صاحب نے آپ کو تکلیف مالایطاق دی جسکو آپ خود قہر درویش برجان درویش فرمارہے ہیں۔ آپ کے پیر و مرشد کی جانب سے آپ کی جان نازک پر قہر نازل ہوا۔ حکم پیر کا ہے کو ٹھرا قہر و غضب ہو گیا۔ کیا خوب آپنے اپنے مرشد کے امر کی وقعت کی کہ اسکو قہر قرار دے دیا۔

قولہ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی امداد و اعانت پر بھروسہ کرکے قلم اٹھایا اور جواب لکھنا شروع کردیا۔

پیر و مرشد [illegible] تکلیف مالایطاق

اقول مرشد کی طرف سے تو آپ کی جان پر قہر نازل ہو چکا ایسی صورت میں خدا کی رحمت پر
بھروسہ رکھنا کیا معنی رکھتا ہی اِدھر سے قہر ہوا اُدھر سے عتاب ہوگا - اگر غور کیجئے تو قہر مرشد
کو چاہتا ہے - غرضکہ قہر و عتاب سب کچھ ہوا جواب اسپر بھی آجتک نہوا

قولہ خاطر پریشان دو چار روز کی توجہ کے بعد مجتمع اور فراہم ہوئی تھی کہ لطف ربانی نے
دستگیری فرمائی اور وہ اجمالی مضامین جو قلب کی لوح سے مٹ چکے تھے اور نسیًا منسیًا ہوگئی
تھی تفصیلی لباس سے جلوہ افروز عالم ہونے شروع ہوگئے -

اقول اِدھر اُدھر سے کتر بیونت کرکے آپ نے مطرفہ کو لباس پہنایا ہی چنانچہ آیندہ ظاہر
ہوگا مگر وہ رسالہ مراۃ الامانۃ کا جواب نہیں ہے -

قولہ ناظرین دقیقہ سنج خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ مضامین و مباحث اصول مذہب ہی
کے متعلق ہیں - فروع مذہب کے ساتھ کسی جگہ تعرض نہیں کیا گیا - اِلّا بقدر درت

اقول آپنے جو بے سمجھے بوجھے اصول مذہب پر حملہ فرمایا ہے اُسکو بعونہ تعالیٰ رد کر دیا گیا
ہے - آیندہ سارا حال منکشف ہوجائے گا -

قولہ اور اس کی وجہ یہ کہ فرعیات میں بحث وگفتگو سے کوئی معتدبہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا
اُن کا مدار خود ہی دلایل ظنیہ پر ہوتا ہے اسیواسطے اجتہادیات با وجود غلبہ صواب
متحمل خطا ہوتے ہیں -

اقول کیوں نہیں نکلتا فرع سے اصل کا حال بھی معلوم ہوجاتا ہے - برگ نیب شہادت
دیتا ہے کہ درخت تلخ ہے - جو قیاسات کہ فروع میں آئمہ اربعہ اہل السنن نے لگائے ہیں
اور احکام شرع کو سرتاپا پلٹا ہے اُس سے اتنا تو ضرور کھلجاتا ہے کہ اس مذہب کے فرع
کی بنا قیاس پر ہے جس کا بانی اوّل ابلیس تھا - چنانچہ ملا معین لاہوری دراسات اللبیب
میں فرماتے ہیں - فاعلم ان الائمۃ الطاہرین یذمون الرای والقیاس ولھذا لما
دخل ابوحنیفۃ علی جعفر بن محمد علی ماحکاہ الشعرانی فی لواقح الانوار قال لہ

فرع کا اصل سے علاقہ

بلغنی انک تقیس لاتقیس ان اول من قاس ابلیس اور اصول کو جو دیکھا جاتا ہے
تو مسائل اصول دین میں آپکے یہاں قول خدا و رسول مفید یقین نہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
تعجب ہے کہ فرعیات شرعیہ میں تو قیاس کو پسند فرمایا ہے اور مسائل اصول دین میں قول
خدا و رسول کو مفید یقین نہیں مانا ہے پھر اس تیسرے کو بتاؤ جس کی رائے یا قول پر
آپ کو اعتماد ہو۔ ابلیس ہی خوب رہا جو قیاس کی طرف راغب کرکے مذہب کے بڑے حصّہ
کا مالک ہو گیا۔

قولہ تو اگر کسی فرعی مسئلہ کی تغلیط ہو گئی تو اصل مذہب کو اُسکا صدمہ ضرر رساں نہوگا

اقول اہل حق کے مذہب کے اصول و فروع ایسے مستحکم ہیں جو باد مخالف کے جھونکوں
سے جنبش نہیں کرسکتے۔

قولہ اور اصول اعتقادیات پر دارو مدار مذہب کا ہے اگر انمیں سے ایک اصل اعتقادی
باطل ہو جائے بلکہ اگر ایک اصل اعتقادی دلیل قطعی سے ثابت نہو تو یہ تمام مذہب کے بطلان
کے لئے کافی ہے۔

اقول اہلحق کے مذہب کے اصول دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں اگر کوئی شخص اُن دلائل کو نہ
مانے تو کیا علاج۔ لوگ باوجود مشاہدہ معجزات کے نبوت پر ایمان نہ لائے تنزیل
پر ایمان نہ لائے۔ حالانکہ دونوں حجج قاطعہ سے ہیں۔ پس کچھ ضرور نہیں ہے کہ جو حجت
ایک گروہ کے نزدیک حجت قطعی ہو اسکو دوسرا گروہ بھی حجت قطعی تسلیم کرے اگر ایسا ہوتا تو دنیا
بھر میں ایک ہی مذہب ہوتا۔ ہم ثقلین کو حجت قطعی جانتے ہیں۔ کتاب اللہ بھی حجت قطعی ہے
اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام بھی حجج اللہ علی الارض ہیں جیسا کہ آئندہ واضح کرینگے۔ آپ
اجماع اہلبیت کو بھی حجت نہیں جانتے ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

قولہ اس لئے رسالہ مرآۃ الامامت کے جواب سے پیشتر بطور تمہید و مقدمہ مباحث مذکورہ
لکھے گئے ہیں۔

اقول رسالہ مراۃ الامامۃ کا جواب تو ایسے ممکن ہوا مگر ندامت مٹانے کے لئے اپنی تمہیدیں اور طومار باندھنا شروع کر دیئے اس کی حقیقت بھی کھلی جاتی ہے۔

قولہ مقدمہ میں بالاجمال ثابت کیا گیا ہے کہ اہل تشیع کے پاس اصول تشیع کے اثبات کے لئے الہیات سے لیکر معاد تک کوئی قطعی دلیل نہیں۔

اقول آپ اس سے غافل ہیں کہ الحق کے پاس دو قطعی دلیلیں ہیں اور آپ کے پاس صرف ایک قطعی دلیل ہے۔ دیکھو جناب سیّد عالم صلعم نے دو قطعی حجتوں یعنی ثقلین کو اپنی امت میں چھوڑا مگر آپ کے پیشوائے مذہب نے حسبنا کتاب اللہ کہکر دوسری حجت قطعی کو ترک فرمایا اپنے پیشوا کے قدم بقدم آپ بھی ہیں۔ کیونکہ ثقلین میں سے ایک ثقل کو تو آپ حجت قطعی سمجھتے ہیں اور دوسرے ثقل کو حجت قطعی نہیں جانتے۔ حجت قطعی جاننا تو درکنار آپ کے اکابران کو خاطی گنہگار لاشی اور وہمی سمجھتے ہیں اور کم علم و واضع حدیث وضعیف جانتے ہیں۔ ہم بفحوائے حدیث ثقلین کتاب اللہ کو بھی قطعی حجت اعتقاد کرتے ہیں اور اہلبیت عصمت و طہارت کو بھی حجت قطعی جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ آئمہ اہلبیت کی متابعت نہیں فرماتے یہاں تک کہ آپ کے ائمہ اربعہ کی کُتب بھی روایات اہلبیت سے خالی ہیں۔ آپ کے اصول حضرات شیخین سے موخوذ ہیں آپ کے ائمہ اربعہ کی کُتب پر ملا معین لاہوری نے بھی افسوس ظاہر کیا ہے آپ ہمارا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ احد الثقلین کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ حجت صامت تو بغل میں دابتے ہیں اور حجت ناطق سے دست بردار ہو گئے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ انہما لن یفترقا ارشاد ہوا ہے۔ یعنی کتاب اللہ (حجت صامت) اور اہلبیت (حجت ناطق) ایک دوسرے سے کبھی جدا نہوں گے۔ دیکھو صفین میں جب اہل شام جنکو آپ مطرفہ کے صفحہ ۱۴ سطر ۲ پر نواصب شام کہتے ہیں حجت صامت یعنی قرآن کو نیزوں پر بلند کیا تھا تو جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو بلند کیا گیا ہے قرآن صامت ہے اور میں قرآن ناطق ہوں

اب تو آپ کو واضح ہو گیا کہ اہلحق کے پاس دو قطعی دلیلیں ہیں اور آپ کے پاس ایک وہ بھی صامت اور صرف حجت صامت آپ کو ضلالت سے بچانے کو کافی نہیں ہے جیسا کہ حدیث ثقلین سے روشن ہے اب آپ اپنے عجز اور ہماری قوت کا اندازہ کرلیں اور حجت صامت یعنی قرآن کی طرف غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تاویل و تفسیر آپ نہیں کرتا بلکہ وہ اس امر کی احتیاج رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کی صحیح تاویل و تفسیر بیان کرے اب وہ دوسرا کون ہے جو اس کی اصلی اور واقعی تاویل پر مطلع ہو - وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (پارہ ۳ رکوع ۹) پس یہی راسخون فی العلم جو صحیح تاویل جاننے والے ہیں حجت ناطق ہیں اور انہیں راسخون فی العلم کو خداوند تعالی نے دوسری جگہ اہل الذکر فرمایا ہے فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پارہ ۱۴ رکوع ۱) پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ سوائے خدا اور راسخون فی العلم کے کوئی تاویل نہیں جانتا اور دوسری آیت میں یہ حکم ہوا کہ اہل ذکر سے سوال کرو پس ثابت ہوا کہ اہل الذکر ہی راسخون فی العلم ہیں وہی تاویل قرآن کر سکتے ہیں اور آیندہ اسباب کو ثابت کردینگے کہ مراد اہل الذکر سے آیہ مذکورہ میں اہلبیت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں پس اہلبیت علیہم السلام احد الثقلین راسخون فی العلم اور اہل الذکر ہیں - یہی حجت ناطق ہیں اور اس حجت ناطق سے آپ کو سروکار نہیں ہے - یہی وجہ ہے کہ آپ اہل حق کے مقابلہ میں عاجز ہو جاتے ہیں کیونکہ حجت صامت کو کافی سمجھ بیٹھے - اہل الذکر، راسخون فی العلم پر آپ کو اعتماد نہیں اپنی رائے و قیاس پر نازاں ہیں حالانکہ جناب سید عالم صلعم نے دو حجتوں کو امت میں چھوڑا اور انی تارک فیکم الثقلین ارشاد فرمایا - مگر آپنے قایل حسبنا کتاب اللہ کی پیروی کر کے احد الثقلین حجت ناطق سے منہ موڑا اور اجماع اہلبیت کو بھی حجت نہ سمجھا جیسا کہ مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم اہلسنت کی عبارت سے اوپر ثابت ہو چکا ہے - جناب سید عالم صلعم نے فرمایا انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی قرآن اور اہلبیت میں کبھی جدائی نہو گی حتی کہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملیں اور آپ حضرات نے حجت ناطق احد الثقلین کو جائز الخطا اور گنہگار بزعم خود ثابت کر کے ان کو

قرآن سے جدا کر دیا پس صاحبان انصاف غور فرمائیں کہ حضرات اہلسنت جناب رسالتمآب صلعم کی تصدیق کی یا تکذیب شیعہ جو اہلبیت علیہم السّلام کی عصمت وطہارت کے قایل ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن سے کوئی خطا کوئی گناہ کوئی لغزش نہیں ہوئی وہ حق پر ہیں یا آپ حضرات حق پر ہیں جو اُن کو جائز الخطا جانتے ہیں اور اُن کی غلطیاں ثابت کرتے ہیں اور اُن کو گنہگار کہتے ہیں۔ اب جب یہ بات معلوم ہو چکی اور حدیث صحیح الاسناد ہم تک پہنچ چکی اور موالف ومخالف سب اقرار کر چکے کہ ثقلین کے تمسک کا حکم ہے اور ثقلین قطعی حجتیں ثابت ہوئیں اور بقول شاہصاحب ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ وخارج از دین باشد معلوم ہو چکا۔ تو بتلائیے کہ حجیت اجماع اہلبیتؑ سے کس نے انکار کیا کہ اِس انکار کی بدولت گمراہ ہوا اور دین سے خارج ہوا اور کس نے اُن کی امامت سے انکار کیا۔

واضح ہو کہ عترت معصوم آنحضرت ختمی مرتبت کے حامل علم نبوّت اور خازن اسرار رسالت ہے جیسا کہ خطبۂ توضیح الدلائل سے آیندہ واضح ہوگا۔ مگر اہل سنت کے مذہب کی کتابیں اُن کی روایتوں سے خالی ہیں اِلّا شاذ اور اگر کوئی قول اِن حضرات کا اہلسنت کے یہاں ہے بھی تو اُسکا بُری طرح معارضہ کیا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرات اہلسنت حجت ناطق کے ساتھ دین میں تمسک نہیں فرماتے یہی وجہ ہے کہ درمیان شیعہ وسُنی توحید سے لیکر معاد تک اور نماز سے لیکر جہاد تک اختلاف ہے

قولہ اور بطور انتخاب اُن اصول اعتقادات کی تفصیل لکھی ہے جو تشیع کے ساتھ اسوقت مخصوص ہیں۔

اقول جو اصول عقاید کہ آپنے لکھے ہیں اُن میں سے ہر ایک کی نسبت تفصیل وار جواب معروض ہوگا۔

قولہ اور تفصیل لکھکر ہر ایک اصل کی نسبت نام بنام دعوے کیا ہے کہ یہ اصل کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں

اقول اپنے اصل امامت کے جو جزئیات لکھے ہیں اُن میں سے بعض جزئیات جو آپنے قایم

کئے ہیں وہ داخل اصول نہیں ہیں۔ نہیں معلوم کہ آپ نے کہاں سے نقل کئے ہیں سند نہیں لکھی

قولہ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسکے بعد نہایت مستعدی کے ساتھ یہ بھی دعوے کیا ہے کہ ہر ایک اصل مذہب تشیع کی نقیض اُن دلایل سے جنکو علماء مذہب اپنے گمان میں قطعی سمجھتے ہیں اور اس قسم کے دلائل سے اپنے مسائل اعتقادیہ ثابت کرتے ہیں ثابت ہوتی ہے۔

اقول یہ صرف آپ کا دعویٰ ہی دعوے ہے دلیل قطعی اسپر کچھ بھی نہیں چنانچہ عنقریب واضح ہوگا

قولہ پھر ہر ایک اصل مذہب کی نقیض کو اُن مذہبی دلائل سے ثابت کیا ہے جن کے قبول و تسلیم کرنے میں کسی اہل حیا کو علماء شیعہ میں سے تردد و تامل نہیں ہو سکتا۔

اقول آپکے قطعی دلائل کا حال عنقریب واضح ہوگا۔ حق بات مان لینے میں ہمکو ہرگز تامل نہوگا۔ لیکن ابتک ہم برابر دیکھتے چلے آتے ہیں کہ آپنے سچائی کی مخالفت کی ہے اور راستی کا خون بہایا ہے اور کیونکر ایسا نہ فرماتے کہ آپ کے بعض افراد عشرہ مبشرہ کی موجودگی میں جواب کے مقام پر بھی حلف اُٹھائے گئے تھے۔ جہاں کہیں آپ اُن کی سنت کو چھوڑ کر کوئی بات ٹھیک فرمائیں گے اس کو ہم تسلیم کریں گے۔

قولہ اس مقدمہ کے بعد اگرچہ رسالہ کے جواب کی ضرورت باقی نہیں رہی اور طول بھی اس میں کسی قدر زیادہ ہو گیا ہے تاہم مراۃ الامامت کے جواب سے پہلو تہی اور اغماض نہیں کیا گیا ہے اسکا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخر میں بلاحظہ سے گذریگا۔

اقول پندرہ برس تو انتظار میں گذر گئے ابھی تک تو رسالہ مراۃ الامامہ کا جواب ہوا نہیں پھر نہیں معلوم کہ کب کاخ دماغ سے باہر نکلے گا۔

قولہ تمام علماء اہل تشیع کی خدمت میں التماس ہے کہ تاوقتیکہ آپ حضرات اپنے اصول مذہب کو قطعی دلیل کے ساتھ حسب دلخواست خصم ثابت نفرمائیں اور جن دلائل مذہبی سے نقیض اصول اعتقادیات ثابت ہوتا ہے اُن کا فی اور معقول جواب ندیویں اسوقت تک اہل حق کے ساتھ مقابلہ و مباحثہ کا ارادہ نکریں۔

اقول جن اصول وعقاید میں شیعہ و سُنّی متفق ہیں اُن کے ابطال میں جو دہریوں کے
اعتراضات ہیں وہ مشترک الورود ہیں اُنکا کافی اور معقول جواب دینا دونوں کو لازم
ہے اور جس میں شیعہ منفرد ہیں اور سُنّی مخالف اس کی قطعی دلیل لیجئے مسئلہ امامت پر کتاب
الفین علامہ حلّی علیہ الرحمۃ ہے جس میں دو ہزار دلیلیں امامت وعصمت کی لکھی گئی ہیں اور
اُسکا جواب آجتک کسی سُنّی سے نہو سکا نہ تا قیامت ہو سکتا ہے وہ کتاب سات سو برس
سے چلی آتی ہے اور اشاعت اُس کی ہو چکی وہی کتاب آپ کے تمام خرافات کے جواب میں
کافی ہے کیونکہ اس میں دلائل عقلیہ ونقلیہ ونصوص قرآنی سب کچھ موجود ہیں آپ میں ہمت ہو
وقوت ہو تو اسکو رد کیجئے

قولہ کیونکہ یہ سخت بیحیائی ہے کہ اپنے تو اصول اعتقادیات کی بھی خبر نہ لیں اور خصم کی فروعات
پر نکتہ چینی کریں۔

اقول دیکھئے پھر آپ تہذیب سے گذر گئے ہمنے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو ایسے ناشائستہ کلمات
فرما رہے ہیں اور علمار حق کی شان میں ناحق کلمات درشت استعمال کرتے ہیں ہمنے مراۃ الایمان
میں آپ کے فروع پر نکتہ چینی ہمنے کی ہے۔ مولوی امیر صاحب کے سوالوں کا جواب گذارش کردیا

قولہ ادھر علمار اہل حق کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر حضرات تشیع گفتگو ومباحثہ کا سلسلہ
چھیڑیں آپ بھی جب تک اصول مذہب کا فیصلہ نکرالیں کسی دوسرے مسئلہ میں گفتگو شروع نکریں

اقول آپ اور آپ کے علمار چاہیں اصول میں گفتگو کریں یا فروع میں۔ ہم موجود ہیں
جس مذہب کے بانی مبانی خوارج ونواصب ہیں اُس کے پیرو ہمارا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں آپکے
مذہب کے فروعی مسائل قیاس پر مبنی ہیں جنکو دیکھ کر مخالفین اسلام بھی مضحکہ اڑاتے ہیں
اسواسطے فروع میں بحث کرنے سے آپ کو ندامت اُٹھانی پڑتی ہے اور آپ کے علمار بھی
بہ خلعت بن چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ اُن کو منع کرتے ہیں کہ دیکھو فروع میں شیعوں
سے بحث کر کے ندامت نہ اُٹھانا آپ جو آپ فروع میں بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں

اور اصول کی طرف لپکے ہیں اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہر مسئلہ پر استیصال مذہب اہل تسنن ہو جاویگا
چنانچہ عنقریب واضح ہوگا

قولہ چونکہ مسائل اعتقادیہ میں فیما بین فریقین سب سے زیادہ اختلاف و نزاع مسئلہ امامت میں ہے لہذا اس رسالہ میں اسی کو مقدم کیا ہے اس کے بعد مسائل خلافیہ الہیات و نبوات و معاد کو بیان کیا ہے

اقول آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ مسئلہ امامت مثل مسائل الہیات و نبوت و معاد کے فیما بین شیعہ و سنی مسائل اعتقادیہ میں سے ہے گو مسائل الہیات و نبوت و معاد سے زیادہ اختلاف امامت میں ہو۔ مگر تھوڑا بہت اختلاف تمام مسائل اعتقادیہ میں ہے کوئی مسئلہ اعتقادی توحید سے لیکر امامت و معادت تک اختلاف سے بچا نہیں اسجگہ پر تھوڑے بہت اختلاف سے تو کچھ بحث نہیں یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ امامت مثل دیگر مسائل کے جنکا ذکر رسالہ میں کیا گیا ہے مسائل اعتقادیہ میں سے فیما بین فریقین ہے اور صفحہ ۴ پر سطر ۲۰ میں آپ خود فرماتے ہیں کہ اعتقادیات اصول شرائع ہیں۔

تناقض نمبر ۲ مخاطب

پس آپ کے اقوال سے امامت کا بوجہ اعتقادی ہونے فیما بین فریقین کے اصول شرائع میں داخل ہونا پورے طور سے ثابت ہوگیا ہے۔ اور جب امامت کو فیما بین فریقین داخل ہونا آپ اعتقادی فرما چکے تو آگے بڑھ کر فرعی عملی بتلانا تہافت اور تناقض ہے چونکہ مسائل اعتقادیہ فیما بین فریقین میں آپنے خود ہی امامت کو داخل کیا اس لیئے امامت کا بلا وقت اصول شرائع میں داخل ہونا ثابت ہوگیا۔

ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

قولہ اگرچہ یہ یا چیز رسالہ حضور دجہان وچنین کے نام نامی و اسم سامی کے ساتھ وابستہ کرتا ہوں۔۔۔ اور اسکو مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامہ کے نام سے موسوم اور قیامہ علی اہل الامامہ کے لقب سے ملقب کرتا ہوں الخ

خلاصہ وجہ تالیف مرآۃ الامامت از قلم مخاطب

اقول ہمارے خیال میں تو ہمارے مخاطب اول کے ساتھ یہ نام خوب وابستہ ہی۔ آپ کے حضور کو مطرقہ اُٹھانے سے کیا سروکار اور کسی مطرقہ وغیرہ کی امامت تک رسائی مُحال ہے اگر کوشش وسعی مردم سے کعبہ منہدم ہوجاتا تو آپ کی سعی سے امامت کو بھی ضرر پہنچتا۔

قولہ ایف اے صاحب خطبہ کے بعد وجہ تالیف رسالہ بایں خلاصہ لکھتے ہیں کہ ابتدائے سن شعور سے یہ حقیر مثل اپنے بعض اعزہ کے سنی المذہب تھا لیکن بوجہ اختلاف ہردو مذاہب کے طبع مشوش رہتی تھی اور چاہتا تھا کہ فریقین کے اقوال میں تامل کرکے وجوہ نزاع دریافت کروں اور مذہب حق کو باطل سے جدا کردں۔ لیکن طلب زبان انگریزی مانع رہی جب اس سے فراغ حاصل ہوا کتب فریقین کو بلاتعصب دیکھنا شروع کیا تو اصول دین میں توحید سے معاد تک اور فروع میں نماز سے جہاد تک بڑا اختلاف پایا۔

اقول بیشک بالکل صحیح عرض کیا۔

قولہ کتب کلامیہ فریقین کو دیکھتا رہا اور خدا سے بہ تضرع دعا کرتا رہا کہ راہ حق کی ہدایت فرمائے

اقول یہ بھی درست ہے میں نے خدا تعالیٰ سے بوسیلہ محمد مصطفےٰ صلعم وآل محمد بہ تضرع دعا کی تھی خدا نے اپنے کرم و رحمت سے میری دعا قبول فرمائی اور راہ حق کی ہدایت فرمائی

قولہ آخر ثابت ہوگیا کہ مذہب شیعہ حق ہے کیونکہ حدیث متفق علیہ کو جس میں تمسک کتاب اللہ اور عترت کا حکم ہے میں نے معیار پایا قرآن و اہلبیت کے اتحاد سے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ قرآن پر جب ہی عمل ہوسکتا ہے جب اہلبیت کے حکم کے مطابق ہو

اقول بیشک مذہب شیعہ حق ہے اور حدیث ثقلین معیار ہے اتحاد قرآن و اہلبیت و انہما لن یفترقا سے ظاہر ہے۔ قرآن پر جب ہی ٹھیک عمل ہوسکتا ہے کہ اہلبیت کی متابعت وموافقت کی جائے۔ سوائے اس صورت کے اور کوئی صورت ٹھیک عمل ہونیکی نہیں ہے،

قولہ الغرض جب اس معیار کو پیش نظر رکھ کر دیکھا تو دعوے اہل تشیع کو تمسک اہلبیت میں صادق پایا۔ تمام علوم دینیہ میں اس فرقہ کا دار و مدار اہلبیت عصمت پر ہے اور تمام

اقوال وافعال بروفق ارشاد اہلبیت ہین

اقول اسیواسطے فرقہ اثنا عشریہ حق پر ہے کیونکہ بموجب ارشاد جناب علیہ السلام صلعم ثقلین کے ساتھ تمسک کرتا ہے۔

قولہ اور معتقدین اہلسنت کے اقوال آئمہ اہلبیت کی نسبت لکھتے ہوئے کانپتا ہوں کسیکو روایت کے قابل نہیں سمجھتے۔ کسی سے مسائل مشکلہ پوچھتے ہیں کہ بادشاہ وقت کی خوشی کے مطابق عجز وجہل ظاہر ہو کیسکی نسبت کہتے ہیں کہ اسکو فلاں عالم سے پڑھنا چاہیے تھا۔

اقول مولوی مرید صاحب اپنے وجہ تالیف رسالہ کا خلاصہ تو کیا مگر اس کا جواب کچھ نہیں دیا۔ اس سے آپ کا عجز ظاہر ہے بھلا ان باتوں کا آپکے پاس جواب ہی کیا ہے اور جبکہ آپ وجہ تالیف ہی کا جواب نہ دے سکے تو مراۃ الامامت کا کیا جواب دیجئے گا۔ مولوی مرید صاحب ابتدا ہی میں آپنے اپنا عجز ظاہر فرمایا اور مذہب اہل السنن کی حالت اوپر ظاہر ہو چکی ہے۔

قولہ خلافت کا معاملہ تو اظہر من الشمس ہے کہ باوجود نصوص غیر متحمل التاویل نفس رسول کو چھوڑ کر غیروں کو خلیفہ اور پیغمبر مانتے ہیں۔

اقول وہ کون سی عبارت ہے جس کا آپنے یہ خلاصہ فرمایا ہے ہمنے ہرگز نہیں لکھا ہے کہ "غیروں کو خلیفہ اور پیغمبر مانتے ہیں" آپ کا یہ تغیر بھی افترا اور بہتان کی قوت میں ہے۔ کچھ آپ کو خوف خدا نہیں۔

قولہ اور نصوص میں دور از کار تاویلیں کر کے چاند پر خاک ڈال رہے ہیں چنانچہ مشتے نمونہ حدیث غدیر کا کسی قدر ذکر کیا ہے تا کہ ناظرین دیکھیں کہ نص متواتر میں کیسے مہمل شبہات پیدا کئے ہیں۔ القصہ جب مجکو بعد تحقیق حقیت مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا یقین ہو گیا تو میں نے اپنا مذہب ظاہر کر دیا اسپر علاوہ نصائح و مناظرات کے مجکو ابتلا و مصائب کا سامنا ہوا طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچیں اور اسی اثنا میں

مولوی امیر اللہ صاحب ساکن ضلع پیلی بھیت نے مجکو بحیلہ بُلا کر تا دیر گفتگو کی اور کسی دلیل سے افضیلت ابو بکر و حقیت مذہب اہل سنت ثابت نہ کر سکے اور بعد کئی روز کے چار سوال لکھ کر میرے پاس بھیجے پس میں بہ تفصیل ہر اک کا جواب بعنوان فرمایش و گذارش لکھتا ہوں۔ تاکہ ناظرین فریقین ملاحظہ فرمائیں اور داد انصاف دیں انتہی ملخصاً

اقول مولوی امیر اللہ صاحب نے جس حیلہ سے بلایا تھا اُسکا حوالہ دیدیا گیا اور مناظرہ شب کا حال بھی لکھدیا ہے۔ اہل انصاف خود فیصلہ کریں گے۔

قولہ اقول وبہ اصول لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایف اے صاحب کا رسالہ اہل علم جانتے ہیں کہ اس قابل نہیں کہ اہل علم کے روبرو پیش بھی ہو چہ جائیکہ اُسکی طرف توجہ فرمائیں اور اُسکا جواب لکھیں۔

اقول وہ رسالہ آپ کے پیر کے روبرو پیش ہوا اور اُنھوں نے ایسی توجہ فرمائی کہ اپنے مریدوں میں ایک پیر ضعیف کو اس کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ نہیں معلوم کہ وہ اہل علم سے آپ کے نزدیک تھے یا نہ تھے اگر ہوتے تو ان کے نزدیک پیش نہوتا۔ غرض ہمکو تو اس سے کچھ زیادہ بحث نہیں وہ ہوں یا نہوں مگر اُن کی مراد اُن کے پیر مُرید سے اتبک پوری نہیں ہوئی۔

قولہ ایف اے صاحب ابھی بچے ہیں۔

اقول اور مرید صاحب پیر باراں دیدہ ہیں اور بقول خود ضعف پیری اُنپر غالب ہے

قولہ اکثر حصہ عمر کا تحصیل انگریزی میں صرف کیا

اقول انگریزی زبان سیکھنا کوئی عیب نہیں ہے۔

قولہ بعد ازاں ملازمت کے سلسلہ میں پابند ہوئے۔

اقول آپ بھی ملازمت کی فکر میں ریاست بھاولپور وغیرہ میں دوڑ گئے

قولہ اور اسمیں ایسے مشغول ہوئے کہ فرصت نہیں ملتی چنانچہ لکھتے ہیں کہ بسبب کثرت اشغال ملازمت سرکاری بالکل مہلت نہیں ملتی اور اگر اس اثنا میں بھاگتے دوڑتے

کچھ فرصت مل بھی گئی تو اس دریائے ناپیدا کنار تحقیقات مذہبی کے عبور کے لئے کیونکر کافی ہو سکتی ہے۔

اقول ممکن ہے کہ انسان عمر بھر بحر عمیق میں غوطے مارے اور دُرِ مقصود کو نہ پائے اور خدا تعالیٰ کی مہربانی ہو تو باآسانی دُرِ غلطاں کنارے ہی پر مل جائے۔ اگر دل میں راہ حق کی سچی طلب ہو تو خداوند عالم کی توفیق شامل حال ہو جاتی ہے اور اسُ کی مدد منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم یہ کیا ضرور ہے کہ دنیا بھر کے دفتروں کو لوٹ پوٹ کیا جائے اسُ وقت صراط مستقیم کا پتہ لگے۔ کسینے خوب کہا ہے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال ۔۔۔ کہ اگ لینے کو جائیں پیمبری ملجائے

قولہ لہذا ہیں آپ کی تحریر سے آشکارا ہے کہ نہ آپ اپنے جدید مذہب کے آشنا ہیں اور نہ قدیم مذہب سے واقف۔

اقول کسی سیّد بنی فاطمہ یا علوی کا قدیمی مذہب سنّی نہیں ہے اگر ان میں کسی نے سنی مذہب اختیار بھی کر لیا ہے تو اس کی وجہ خواہ صحبت مخالف ہو یا نا واقفیت ہو یا شامت ہو یا حماقت۔ میں بوجہ ناواقفیت کے ایک مدّت تک تاریکی میں رہا جب میں نے شیعہ اور سنی کے اختلاف پر توجہ کی تو خدا تعالےٰ سے بہ تضرع دعا کی کہ مجکو تاریکی سے نجات دے اور صراط حق کی ہدایت فرما چنانچہ خداوند تعالیٰ نے حدیث ثقلین کے انوار سے میرے دلکو منور فرمایا۔ اسی روشنی میں مینے مذہب اثنا عشریہ کی حقیت کو مشاہدہ کیا

قولہ نہ دلیل کی خبر نہ مدعا کے ساتھ ربط

اقول وہ کونسی دلیل ہے کہ جس کی خبر آپ کو نہیں ہتی۔ کس مقام پر مدعا کے ساتھ ربط نہیں ہے۔ آپ کی بے سند باتوں کو کون سُنتا ہے۔ ہم نے مولوی امیر اللہ صاحب کے سوالوں کا جواب اختصار کے ساتھ لکھدیا ہے آپ ہمکو بتلا دیجئے کہ فلاں دلیل کی خبر نہیں یا فلاں جواب کا مدعا کے ساتھ ربط نہیں۔

قولہ پھراس پر کیا آپ کی تحقیق مذہب اور کیا آپ کا رسالہ

اقول مخاطب اول کو تو اس نے پنبہ دہن بنا دیا اور آپکے جواب کا حال بھی معلوم ہوگیا۔ وجہ تالیف کا جو خود آپ نے خلاصہ کیا ہے اُسکا جواب بھی نہ دیا گیا اگر غور فرمائیے تو ہمنے وجہ تالیف رسالہ میں آپ کے مذہب کا بطلان کر دیا ہے۔ کیونکہ مذہب اہلبیت اطہار کے ساتھ مخالفت ثابت ہونے کے بعد مذہب اہل تسنن کا بطلان ہوجاتا ہے تسمہ بھی لگا نہیں رہتا۔

قولہ حسب مثل مشہور کیا پدی کیا پدی کا شوربہ

اقول پدیوں نے تو بڑا کام کیا ہے اصحاب فیل بھی ان سے مات کھا گئے ایک پشہ کو تو دیکھئے اُس نے بھی مغز نمرود چاٹا ہے۔ عمر بن عبدود سے پہلتن پہلوان کا مقابلہ بھی تو کسی بڈھے جوان نے نہیں کیا تھا کمسن شیر نے اُسکو بھی زیر کیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ پدی ہو یا پشہ ہو یا بچہ ہو اگر وہ حق پر ہے تو اپنے مخالف پر کسی نہ کسی طرح غالب ہوگا۔

قولہ لیکن چونکہ آپنے تحقیقات مذہبی کا شوق وشغف ظاہر فرمایا لہذا خیال ہوا کہ آپکو طریقہ تحقیقات کا بتلا دیا جائے جو بروئے عقل ونقل صحیح ہے۔

اقول آپ میں اگر عقل سلیم ہوتی تو نیک وبد میں امتیاز فرماتے۔ دوست ودشمن کو پہچانتے۔ مومن ومنافق میں فرق کرتے آپ نے سب کو ساوی سمجھ رکھا ہے نقل کی آپ تصدیق نہیں فرماتے نہ آپکے پیشوا اُنکی تصدیق فرماتے اگر نقل کی تصدیق فرماتے تو جس کو خاتم سید عالم نے حاکم بنایا تھا اس کو محکوم نہ سمجھتے۔ پھر کیا امید ہو سکتی ہے کہ آپ صحیح طریقہ بتلا دیں گے۔ اجماع اہلبیت کو آپ حجت نہ سمجھیں۔ آئمہ اہلبیت کو ضعیف ووضاع ولاشے تجویز کریں جن کی طہارت پر خدائے تعالیٰ شہادت دے اُن کو جائز الخطا وگنہگار فرمائیں جب آپنے سفینہ نجات میں رخنہ پیدا کر دیا تو بروئے عقل سلیم کیونکر آپ کی نجات ہوگی اور کون آپ کو متمسک ثقلین سمجھے گا۔ کیا تمسک ثقلین کے یہی معنی ہیں کہ ۸ دبار

تک آپ کے بزرگوں نے جمعہ کے خطبوں میں ناسزا کہا ہے۔ کیا معویہ صاحب کو جنھوں نے سالہا سال بذریعہ سب اظہار دشمنی جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کیا آپ اپنا پیشوا نہیں جانتے۔ کیا آپ اُن کو بلفظ رضی اللہ یاد نہیں فرماتے۔ کیا اسی دشمنی کا نام آپ نے تمسّک رکھ لیا ہے

قولہ اس کے مطابق آپ تحقیقات فرمائیں پھر اگر حقیت مذہب اثنا عشریہ کا نام بھی زبان پر لیویں تو ہم گنہگاری دیویں۔

اقول مذہب اثنا عشریہ اپنی حقیت کی بدیہی دلیل خود ہے کیونکہ آئمہ اثنا عشر داخل اہلبیت ہیں اور ہمکو اُن کے ساتھ تمسک کرنیکا ارشاد ہوا ہے۔

قولہ اور بعد اس کے مختصر آپ کے اقوال کا جواب بھی لکھدیا جائے گا۔ اور مواقع خطا پر تنبیہ کیا جائے گا

اقول ہم تو انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کہیں وہ مضمون مختصر آپ کے کاخ دماغ سے برآمد ہو لیکن جب رسالہ مراۃ الامت کی وجہ تالیف کا جواب بھی آپ سے نہو سکا بلکہ اُس کے خلاصہ کا جواب بھی نہ دیا گیا تو آئندہ ہمارے اقوال کا کیا جواب ہو سکیگا جو بغض و کینہ کہ آپ کو ہمسے اور آئمہ اثنا عشر علیہم السلام سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے اسی کا اظہار آپنے کیا ہے اور اسی کا اظہار آئندہ بھی کریں گے۔ واضح ہو کہ حقیت مذہب کا دارومدار تمسک ثقلین پر ہے اور حدیث ثقلین فی الواقع معیار حقیت مذہب ہے جیسا کہ رسالہ مراۃ الامامہ کی ابتدا میں ذکر کیا ہے اور شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں اُس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی این حدیث ثابت ست کہ پیغمبر فرمود انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ این دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف این دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر ست و ہر کہ انکار این دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین باشد۔ انتہی۔ پس حدیث ثقلین

حقیت مذہب کے جانچنے کے واسطے معیار ثابت ہوئی۔ ہم اوپر مفصل ثابت کر آئے ہیں
کہ آپ کے پیشواؤں نے اہلبیت کے ساتھ تمسک نہیں فرمایا نہ آپ کے آئمہ حدیث نے مثل
بخاری وغیرہ کے آئمہ اہلبیت سے روایتیں نقل فرمائیں بلکہ اُن کو ضعیف و لاشے وکم علم کہہ کر
اُن سے کنارہ کشی اختیار فرمائی آپ کے آئمہ اربعہ کی کتُب فقہ مذہب اہلبیت سے خالی ہیں پھر
مقدمات دینی اور احکام شرعیہ میں پیشوایان اہلبیت کا تمسک اہلبیت کے ساتھ کیونکر ثابت
ہو سکتا ہے۔ آپ اپنے پیشوایان مذہب کے اعمال و افعال مثل غضب فدک و نکث بیعت و
و بغاوت و جنگ جمل و صفین اور جناب امیر علیہ السلام سے عداوت رکھنا اور خطبات جمعہ میں
ناسزا کہنا مطابق احکام ثقلین ثابت فرما دیجئے اسوقت حقیت مذہب البتہ ظاہر ہو سکتی ہے
مگر یہ امر ناممکن ہے لہذا آپ کے مذہب کی حقیت کا ثابت ہونا بھی ناممکن ہے۔ پس ہر گاہ
کہ تمسک ساتھ اہلبیت علیہم السلام کے امور شرعیہ و مقدمات دینی میں بہ نص صریح لازم
ہوا تو یہ نص امامت ہے کیونکہ امام ہی مقدمات دینی اور امور شرعیہ میں حاکم امت ہوتا ہے
پس امامت آئمہ علیہم السلام کی حدیث ثقلین سے ثابت ہو گی جس کسی کو کچھ بھی عقل سلیم
کا حصہ ملا ہو گا وہ سوائے آئمہ طاہرین علیہ السلام کے دوسرے کی امامت کا قایل
نہو گا جب پیغمبر خدا صلعم نے ہمکو مقدمات دینی اور امور شرعیہ میں قرآن اور اہلبیت اطہار
کے حوالہ فرمایا اور دونوں کی اتحاد کو بھی واضح فرما دیا تو ضرور بحکم وحی ایسا فرمایا پس
بموجب حکم خدا و رسول اہلبیت اطہار حاکم شریعت قرار پائی۔ اور یہ نص امامت ہے یہ
کیونکر ہو سکتا ہے کہ جب حضرات بنص حدیث ثقلین حاکمان شریعت تو نہوں اور امام
نہوں۔ خدا و رسول تو اہلبیت اطہار کو دین مبین و شرع متین کا حاکم بنائیں اور اصحاب
سقیفہ اُس سے انحراف فرمائیں یہ صریحًا خدا و رسول سے تمرد ہوئی۔ کیا خطا جناب امیر
سے سرزد ہوئی تھی۔ جناب سید عالم صلعم کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہونا اگر خطا ہو تو اسکو
ثابت کیجئے ایسی حالتمیں کس مُنہ سے آپ اپنے آپکو راکب سفینہ اہلبیت اطہار و متمسک بذیل عترت

ابرار کہتے ہیں اپنے پیشواؤں کے اعمال وافعال کو ملاحظہ فرمائے اور معیار حدیث ثقلین کو پیش نظر رکھ لیجئے۔

قولہ پس واضح ہو کہ نہ فرعی اختلاف موجب جرح ہے نہ اسپر دار و مدار مذہب کے حق و باطل ہونیکا ہے چنانچہ صدہا مسائل میں فیما بین فقہائے شیعہ اختلاف ہو رہا ہے اور ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتا لہٰذا محل ابطال مذہب میں فروع کو ذکر کرنا بے سود ہے مگر ہاں جبکہ ابطال فروع متضمن ابطال اصول ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اہلسنت بعض فروع کا ذکر بطور اعتراض کرتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیعہ کے نزدیک عقل حاکم ہے اور یہ فرع اس کے خلاف اور اسکی مبطل ہے البتہ مذہب کی حقیت و بطلان کا مدار اصول اعتقادیات پر ہے۔

اقول یہ امر کہ مذہب کی حقیقت و بطلان کا مدار اصول عقاید پر ہے قابل تسلیم ہے۔

قولہ اگر وہ ٹھیک اور مطابق دلائل قطعیہ ہیں تو مذہب بھی حق ہے ورنہ مذہب باطل۔

اقول بشہادت علامہ ابن القیم فی اشاعت السنتہ قول خدا ورسول مسائل اصول دین آپ کے یہاں مفید یقین نہیں جیسا کہ وہ تحریر فرماتے ہیں اما اصول دینہم فھو جوافی کتبہم ان قول اللہ ورسولہ لا یفید الیقین فی مسائل اصول الدین دمشقی اجب قول خدا ورسول مسائل اصول دین میں مفید یقین ہی نہ ٹھہرا تو دلائل قطعیہ جو مفید یقین ہوں کہاں سے آویں مگر آپ کے آئندہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کتاب اللہ کو دلیل قطعی سمجھتے ہیں حدیث پیغمبر خدا صلعم کو اور عقل کو قطعی نہیں سمجھتے۔ بہ صرف آپ کا مذہب ہوا۔ عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت ست اگر قرآن ہی کافی تھا تو بعثت کی پھر کیا ضرورت تھی فرشتہ آکر قرآن کو دیجاتا کہ لیجئے مبادا یہ کتاب اللہ ہے مطلب سمجھ کر جیسا لکھا ہے، اعتقاد کر لیجئے اور عمل کیا کیجئے جب حدیث پیغمبر صلعم قطعی نہیں ہے تو سترہ رکعتیں آپ کو کہاں سے معلوم ہو گئیں۔ معراج جسمانی کی تفصیل پر کہاں سے اعتقاد کر لیا براق پر سوار ہو کر تشریف لیجانا رضوان سے ملاقات مالک سے ملاقات کرنا۔ عرش پر معہ نعلین مبارک کے جانا وغیرہم امور پر اعتقاد وایمان

آپ کیونکرے آئے کیونکہ مصرح ومشرح ذکران امور کا کتاب اللہ میں نہیں ہے - آپ کا یہ اعتقاد وایمان
ہے یا نہیں ہے کہ آنحضرت کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور اسپر کلمہ طیب لکھا تھا
اگر یہ ایمان واعتقاد ہی تو کس بنا پر سے تحریر فرماتے اور جب آپ حدیث کو قطعی نہیں سمجھتے تو ہم
کس دلیل سے سمجھیں کہ آپ راکب سفینہ اہلبیت اطہار ہیں حدیث سفینہ بھی تو منجملہ احادیث ہے
جب وہ قطعی نہیں تو رکوب اُسپر قطعی کیونکر ہوگا ایسا دعویٰ بے دلیل قطعی قطعاً نازیبا ہے
اور اگر حدیث پیغمبر خدا صلعم بھی دلیل قطعی ہے تو امامت کے ثبوت کے واسطے بھی حدیث آں
حضرت صلعم دلیل قطعی ہوگی اور دلیل عقلی کا قطعی ہونا قرآن سے بقولہ تعالیٰ لو کان
فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا سے ثابت ہے اور حدیث پیغمبر خدا صلعم کا قطعی ہونا بدلیل
قولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ثابت ہے

قولہ پس اختلاف اصول موجب بطلان احد المذہبین ہوگا - کیونکہ حقیقی اختلاف کی صورت
میں دونوں کا حق ہونا ناممکن ہے -

اقول اختلاف حقیقی اس صورت میں ہوگا کہ ایک شخص امامت امام کو قرآن یا حدیث سے
لیوے اور دوسرا اپنی امام کو لیوے اور یہی مطلب آپ کا معلوم ہوتا ہے پس ایسا اختلاف
موجب بطلان احد المذہبین ضرور ہوگا یا حقیقی اختلاف اس صورت میں ہوگا کہ ایک شخص
چشم سر سے رویت خدا کا قایل ہو اور دوسرا شخص بدلیل قولہ تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وہو
کا قایل نہو تو ایسی صورت میں بھی بطلان احد المذہبین ہوگا -

قولہ اور جب اعتقادیات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادیات میں الہیات
ونبوت ومعاد کا اعتقادی ہونا متفق علیہ بین الفریقین ہے البتہ بعض جزئیات تفصیلیہ
ان مباحث میں نزاع وخلاف ہے -

اقول بندش عجیب دار د و مضمون تازہ است + این نثر نیست مبتٔ ملا دوپیازہ است
پہلے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل اتفاق ہے دوسرے جملہ تاکیدی سے معلوم ہوتا ہے

دلیل عقلی کے قطعی ہونیکا ثبوت

پارہ ۱۷ رکوع ۲

پارہ ۲۷ رکوع ۵

حدیث پیغمبر خدا کے قطعی ہونیکا ثبوت

پارہ ۷ رکوع ۱۹

کہ کل اتفاقی نہیں ہے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ جملہ اصول و فروع میں اختلاف ہے کسی میں تھوڑا
کسی میں زیادہ واضح ہو کہ توحید منحصر ہے ذات وجود و صفات و افعال میں اگر سب کے اختلاف
کو بیان کیا جائے تو کتاب کو طول ہو اور اصل مقصد حاصل نہو۔ یہاں توحید الافعال پر
جو نظر کی گئی اور مسئلہ امامت پر جو غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ایک فرقہ خلافت کو فعل عباد
بتاتا ہے اور دوسرا فرقہ امامت کو فعل خدا کہتا ہے پس امامت میں اختلاف توحید میں اختلاف
ہوا جطرح نبوت فعل خدا ہے اسی طرح امامت فعل خدا ہے نبی اور امام دونوں کو خدا ہی مقرر
کرتا ہے۔ خدا اور نبی کے درمیان ملک واسطہ ہوتا ہے اور خدا اور امام کے درمیان نبی واسطہ
ہوتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی نے بحکم خدا امام کو مقرر کیا اس واسطے کہ اکمال دین اور اتمام نعمت
نصب امام پر موقوف ہے آپ کہتے ہیں کہ نبی نے کسی کو امام مقرر نہیں کیا۔ پس ہمارا آپ کا
امامت میں اختلاف توحید و نبوت دونوں میں اختلاف ثابت ہوا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ
بقاء نبوت الی یوم القیامہ امامت پر منحصر ہے نہ اجتہاد مجتہدین پر اسواسطے کہ بعد جناب
سید عالم صلعم کوئی شخص ایسا ہو جو حافظ ما جاء بہ النبی کا ہو اور قرآن کے جمیع اقسام علم سے
مثل نبی واقف ہو اور خطا و نسیان وغیرہ سے مبرا ہو خلاصہ یہ کہ تمام صفات میں ثابت بہ
بالنبی ہو اور اسمیں اور نبی میں ایسی مشابہت تامہ ہو کہ سوائے مرتبہ نبوت کے اور کوئی امتیاز
اس میں اور نبی میں نہو (پس لابد درمیان این خلیفہ اکمل و درمیان انبیاء اللہ امتیازے
ظاہر نخواہد شد الا بمرتبہ نبوت دیکھو رسالہ درجات امامت مولوی اسمعیل) اور سلسلہ امامت تا بقاء امت
باقی ہے اور باقی رہنا امامت کا حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ و دیگر نصوص سے
ظاہر ہے جنکا ذکر اس رسالہ میں ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی نبوت جسکو قیامت تک
بقا ہو اس کے واسطے کوئی حافظ اور مبین نرہے جناب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میری امت میں
تہتر فرقے ہونگے ایک انمیں سے ناجی ہے اگر کوئی مبین نرہے تو وہ فرقہ ناجیہ بھی انھیں
سب میں غایب ہو جائے۔ فرقہ ناجیہ کا پتہ ہی نہ لگے اسلئے کہ حدیث کے معنی منطوق نہ ہونگے

کیونکہ ہر فرقہ کا سرگروہ مجتہد ہوگا اور مجتہد کے واسطے دو اجر ہیں اور مقلد از دا ہیں ایسی صورت
میں کلھم فی النار میں کون فرقے داخل ہوں گے کیونکہ سوائے اختلاف مجتہدین کے اور کچھ پتہ
تہتر فرقوں کا نہ لگے گا جیسا کہ آپ کے معاویہ صاحب کی خطا بشہادت امام غزالی خطاء اجتہادی
تھی غرضکہ اُس فرقہ ناجیہ کا پتہ اور نشان یہی ہے کہ وہ اُس مبیں وحافظ نبوت سے جسکو
امام کہتے ہیں تمسک رکھے۔

قولہ اور امامت میں ابتدا ہی سے خلاف واقع ہو رہا ہے کہ اہل تشیع اسکو اصول اعتقادیات
میں اعتقاد کرتے ہیں اور اہل تسنن اسکو فرعی فرماتے ہیں اور بعد اُس کے تمام جزئیات
تفصیلیہ امامت میں خلاف ہے۔ جو آیندہ معروض ہوگا۔

دعوی بے دلیل

اقول آپ کس دلیل سے امامت کو فرعی کہتے ہیں اور آپ کے کن کن علمار نے امامت کو فرعی
کہا ہے اور فرعی کہنے سے آپ کی کیا مراد ہے کیا مثل نماز و روزہ وغیرہ کی امامت فروع دین
سے ہے تو اس کے احکام بیان کرو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائے
ہوں۔ آخر کس اصل سے امامت نکلی ہے اگر نبوت سے امامت نکلی تو کس نے نکالی۔ خدا و رسول
نے نکالی یا آپ نے۔ اگر آپنے امامت کو نکالا تو آپ ہی باہم بنی ہوئے۔ اگر خدا اور رسول نے
امامت کو نکالا تو داخل اعتقادیات ہوگی اور منصوصہ ہوئی۔

قولہ پس بجتبی صاحب الف لے خصوصًا اور جسکو تحقیق مذہبی کا شوق ہو عمومًا غور فرمائیں
کہ خداوند عالم جل وعلا شانہ نے قرآن میں ادنیٰ ادنیٰ فروعی مسایل کو بیان فرمایا ہی
کیونکہ اعتقادیات اصول شرائع ہیں اور اساس مذہب تو زیادہ اہتمام کے قابل ہیں۔

اختلاف اصول وفروع اہل سنت میں

اقول سے پیرو آل رسول مدنی کہتے ہیں چار یاری بھی مجھے بجتبی کہتے ہیں۔
ہاں صاحب تبلائے تو سہی کہ سکر کا ہی کا صیغہ ہے اور کیونکر بنا ہے۔ مکرر کی ہیم ہیں کس قاعدے
سے آپنے تصرف کیا ہے آپ خود ہی قایل ہیں کہ اصول اعتقادیہ کا ذکر صراحتًہ قرآن شریف
میں ہو اور خود ہی یہ بھی فرماتے ہو کہ بعض اصول عقائد میں اختلاف ہے ہیں یہ کہتا ہوں

که ایک ہی فرقہ میں آپسمیں اختلاف ہے مثل مسئلہ رویت وغیرہ کے اشاعرہ قابل رویت ہیں اور معتزلہ رویت کے قائل نہیں۔ آپ فرمائیے کہ رویت کا ذکر صراحتہً قرآن شریف میں ہے یا نہیں اگر ہے تو اختلاف کیوں ہوا اگر نہیں ہے تو اعتقاد کیوں ہوا۔ آپ تو اس بات کے قایل ہیں کہ جو امر اصلی اعتقادی ہو وہ صراحتہً مذکور ہو۔ لہذا آپ کا کلیہ ٹوٹ گیا کیونکہ بعض اصول اعتقادی ایسے ہیں جن کی صراحت کتاب اللہ میں نہیں ہے۔

قولہ دیکھو توحید کو کس طرح بیان فرمایا ہے کہیں احدیت کا اثبات ہے کہیں نفی شرک کلمۂ توحید کے ساتھ ہے۔ کہیں نفی عن الاشراک ہے کہیں ایمان کا حکم ہے اور نبوت کو بھی اسی طرح مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے نبوت و رسالت کا بھی ذکر ہے خدا تعالے شانہ ایمان رسول کو مقارن اپنے ایمان کے فرماتا ہے کہیں وصف رسالت کے ساتھ رسول کا نام ذکر فرمایا کہیں مبشر فی الانجیل فرمایا ہے علی ہذا معاد کا بھی ذکر مختلف سورتوں میں مختلف صور کے ساتھ فرمایا ہے۔

مبحث امامت

اقول قرآن مجید میں امامت کا ذکر بھی مختلف پیرایوں میں فرمایا ہے۔ کہیں ولایت امام کو مقارن اپنے اور اپنے رسول کی ولایت کے ذکر فرمایا۔ کہیں امام کو اولی الامر فرمایا اور اطاعت امام کو مقارن اپنے اور اپنے رسول کی اطاعت کے بیان فرمایا۔ کہیں اتباع کا حکم ہے۔ کہیں امام کو حبل اللہ فرمایا۔ کہیں آئمہ کو راسخون فی العلم کہیں امام مبین اور کہیں اہل الذکر فرمایا۔ کہیں اُن کو وارث کتاب اللہ فرمایا۔ کہیں ایمان امام کو مقارن اپنے اور اپنے رسول کے ایمان کے ذکر فرمایا اور کہیں من عندہ ام الکتاب اور کہیں صالح المومنین فرمایا۔ کہیں امام کی وجوب محبت کا ذکر ہے کہیں وجوب اطاعت کا ذکر ہے۔ مگر قرآن موجود میں ناموں کی تصریح نہیں ہے مجملاً سب کچھ موجود ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے جن کے تمسک کا ہمکو حکم ہے تصریح و توضیح

فرمادی ہے۔

قولہ پس اس قاعدے کے مطابق ضرور ہے کہ جو امر اصلی اعتقادی ہو وہ صراحت کے ساتھ کتاب اللہ میں ضرور مذکور ہو۔

اقول ضرور نہیں ہے۔ اگر ضروری ہوتا تو معراج جسمانی کی تفصیل بھی کتاب اللہ میں ہوتی مسئلہ رویت میں کیوں اختلاف ہوتا۔ قرآن میں مصرح ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریح کرنا ایک ہی ہو ابدلیل قولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ جب ہم احادیث پیغمبر خدا صلعم کو آیات کتاب اللہ پر عرض کرتے ہیں تو حق واضح ہو جاتا ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آیۂ مباہلہ میں خداوند عالم نے جناب علی مرتضیٰ کو بقول انفسنا کے نفس پیغمبر فرمایا اور جناب سید عالم صلعم نے بحق جناب علیؑ مرتضیٰ علی منی وانا منہ فرمایا اور اس حدیث کو شاہ عبدالحق صاحب محدث نے مدارج النبوۃ میں اس طرح لکھا ہے انہ منی وانا منہ جبرئیل گفت انا منکما کما روی الحموینی عن ابی رافع اور ترمذی میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے ان رسول اللہ صلعم قال علی منی وانا من علیؑ لا یودی عنی الا انا او علی اور امام احمد حنبل و خطیب خوارزم و صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے یوں روایت کیا ہے ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی اور امام بخاری صاحب نے اپنی صحیح میں اور ابراہیم حموینی نے اور صاحب مشکوٰۃ نے یوں نقل کیا ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا انت منی وانا منک اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ واحمد حنبل نے اور اُن سے ابن حجر مکی نے حبشی بن جنادہ اور جناب امیر علیہ السلام سے اس حدیث کو روایت کیا ہے مسند احمد حنبل میں اسطرح مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا یا علی منی وانا منہ ولا یقضی دینی الا انا او علی قال ابن ادم لا یودی عنی الا انا او علی جناب رسالتمآب نے مقام متعددہ میں اس حدیث کو فرمایا ہے اس حدیث سے آیۂ مباہلہ کے کلمہ انفسنا کی تصریح و توضیح ہوتی ہے اور اسی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ

کلمہ انفسنا جناب علی مرتضیٰ کی امامت پر دلالت کرتا ہے اول تو اس حدیث سے کمال اتحاد
و مشابہت تامہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جناب سید الانبیاء کے ظاہر ہوتی ہے جو کہ مفاد
کلمہ انفسنا ہے اور خلیفہ نبی وہی ہے جس کو مشابہت تامہ ہو ساتھ نبی کے الا امر نبوت
اور اس سے زیادہ اور کیا مشابہت تامہ ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم نے کتاب اللہ میں اُنکو
بکلمہ انفسنا فرمایا اور جناب سید عالم صلعم نے ان علیاً منی وانا منہ فرمایا اور اُس کے ساتھ ہی ہو
ولی کل مومن بعدی فرما دیا۔ اس کلمہ بعدی نے صاف صاف مصرح و مشرح طور پہ واضح
کر دیا کہ جناب علی مرتضیٰ بعد جناب خیر الورا امام خلق ہیں پس آیۂ مباہلہ میں کلمہ انفسنا بردے
حدیث ان علیاً منی وانا منہ وہو ولی کل مومن بعدی مثبت امامت جناب امیر علیہ السلام
ہے اور اسی آیہ مباہلہ میں خداوند عالم نے جناب حسنین علیہما السلام کو ابنائے رسول اللہ فرمایا
ہے اور جناب سرور کائنات نے اُن کو سردار جوانان بہشت فرمایا ہے اور اُن کے حق
میں الحسن والحسین امامان قاما او قعدا بھی فرمایا ہے۔ حضرات اہلسنت بھی جمعہ کے دن
خطبہ میں الامامان الہمامان السعیدان الشہیدان ابو محمد الحسن و ابو عبداللہ الحسین پڑھتے
ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے کوفہ میں ان کی امامت پر سب کے سامنے نص فرمایا۔ پھر اُن
حضرات نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی امامت کا دعوے کیا۔ پس دعوے امامت اُن
حضرات کا جو بنص آیہ تطہیر و آیۂ مباہلہ معصوم و برگزیدگان خدا ہیں اور بنص قرانی واجب
المحبت اور بنص حدیث ثقلین ثانی کتاب اللہ و واجب التمسک ہیں اور جن کے حق میں
جناب سید عالم صلعم نے ہم خلفائے فرمایا ہے حق ہے۔ ہمارے اعتقاد کرنے کے واسطے
کتاب اللہ موجود جس میں اُن کے حق کا ذکر ہے ان کے وجوب محبت اُن کی طہارت
کاملہ اُن کی وجوب اطاعت اُن کی ولایت وغیرہ کا ذکر ہے۔ بس ہے احادیث پیغمبر خدا
سے ہر قسم کی تصریح و توضیح ہو جاتی ہے۔ کتب موالف و مخالف میں بہت سی صحیح حدیثیں
موجود ہیں جنسے آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت و عصمت و افضلیت و اعلمیت ثابت

حوالہ حدیث

ہوتی ہے اور اُن احادیث کو کتاب اللہ پر عرض کریئیے وہ تمام آیات اُن حضرات کی امامت پر ناطق
ہو جاتی ہیں ما جاء بہ النبی پر ہمارا اعتقاد ہے قرآن کو بھی آنحضرت کے وسیلہ سے پایا اگر آنحضرت نفرماتے کہ قرآن کتاب اللہ
ہے تو کوئی کس طرح جانتا اور کیونکر اسپر ایمان لاتا جو کچھ حضرت نے ہمکو پہنچایا وہ سب حق ہے اگر قرآن میں کسی امر کی تصریح نہیں
تو آنحضرتؐ نے تصریح فرما دی ہے انہیں پر قرآن نازل ہوا ہے وہی حضرت اُسکو سمجھتے تھے
یا وہ حضرات سمجھتے تھے جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سینہ بسینہ یکے بعد دیگرے
علم قرآن پہنچا - لہذا ہمارے اعتقاد کرنے کے واسطے کتاب اللہ و احادیث جناب سید الانبیاء
اور اقوال صاحبان عصمت و طہارت کافی ہیں - آپ اُن کی امامت پر اس لئے ایمان نہیں
لاتے کہ کتاب اللہ میں ایسے مصرح و مشرح آیات آپ کو نہیں ملتیں جن میں کہ نام بنام اُنکی
امامت کا ذکر ہو اور احادیث جناب پیغمبر خدا کو آپ معتبر نہیں سمجھتے نہ اُنحضرات کے اقوال کو معتبر سمجھتے
ہو جن کے تمسک کا دعوے فرماتے ہو اور اُن کے سفینہ کو سفینہ نجات کہتے ہیں ہم نہ کچھ اپنی عقل سلیم
سے کام لیتے ہو - چشم انصاف کو بند کر رکھا ہے - تعصب و عناد بغض و کینہ دلمیں بھرا ہے - لہذا
آپ کی تسکین خاطر کے واسطے عرض کرتا ہوں کہ آیۂ مباہلہ اہلبیت اطہار کی اجتبا اور اصطفا پر
نص صریح ہے جن حضرات کو خود خداوند عالم واسطے مباہلہ کے منتخب فرمائے اور تمامی امت محمدیہ
میں سے کسی کو اس مہم کے سر کرنیکو منتخب نہ فرمائے وہ حضرات سب سے افضل ہوں گے یا نہونگے
دنیا بھر میں کون اُن کے ایمان و ایقان کی ہمسری کر سکتا ہے پھر ایسے لوگوں کو آپ نے
کیونکر مفضول قرار دیا - فضیلت عین دلیل امامت ہے اور اجتبا اور برگزیدگی منصوصہ عین
دلیل فضیلت ہے - قرآن میں سلامٌ علی آل یاسین ہے یا نہیں ہے اس خصوصیت کے ساتھ
بقید آل یاسین امت میں سے کسی پر خداوند عالم نے سلام نازل کیا ہے اس سے بھی
اُنحضرات کی برگزیدگی ثابت ہے بلکہ حسب تصریح فخر الدین رازی آل یاسین کو یعنی آل محمدؐ کو
ساتھ آنحضرت کے پانچ باتوں میں مساوات حاصل ہے منجملہ اُن کے ایک سلام بھی ہے
وہ فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے اپنے حبیب پر اسطرح سلام بھیجا السلام علیک ایہا النبی

اور ان کے آل پر اس طرح سلام بھیجا سلام علی ال یاسین جب اُن حضرات کو مساوات و مشابہت
پارہ ۲۳، رکوع ۵ نامہ ساتھ نبی کے حاصل ہے تو وہی امام ہیں اور مراۃ الامامت میں ثابت کر چکے ہیں کہ عہد جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیۂ بلغ کی قرأت اس طرح ہوتی تھی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل
پارہ ۲۵، رکوع ۱۴ الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین الخ جس تصریح کو آپ ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ تصریح
پارہ ۲۱، رکوع ۱۹ تفاسیر قرآن میں موجود ہے۔ آپ دُرِ منثور ہی کو ملاحظہ فرمایئے اور باجماع مفسرین آیہ کفی اللہ
قرأت ابن مسعود میں کفی اللہ مومنین القتال بعلی ابن ابیطالب تھا روایت کیا اسکو سیوطی نے
درمنثور میں اور صاحب مفتاح النجا نے حافظ ابن مردویہ سے فاضل فضل نے الزام مٹانے کے
لئے اسکو قرأت شاذہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ حسب افادہ صاحب تفسیر اتقان حافظ سیوطی
قرأت متواترہ قرأت صحابہ کو کہتے ہیں اور قرأت شاذہ قرأت تابعین کو۔ لہذا فاضل فضل کا
قرأت ابن مسعود صحابی جلیل القدر کو قرأت شاذہ کہدینا فضول ہے۔ ہمکو حدیث غدیر سے جو متواتر
ہے قطعی ویقینی طور پر امامت علی مرتضیٰ کا ثبوت ہو چکا آپ جو ہم سے مصرح و مشرح آیات قرآنی
مانگتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ تمہارے اکابر صاف صاف لکھتے ہیں کہ کچھ حیلہ بہانہ کر کے
اُن کے نام نکالڈالے گئے۔ پس حجت ہماری ختم ہے کیونکہ تفاسیر میں موجود ہیں گو مافی الدفتین
میں نہوں جس کسی نے اُن اسماء گرامی کو نکالا ہو اس سے دریافت کرو ہمسے کیوں تقاضا کرتے
ہو۔ ثعلبی نے اپنی اسناد سے ابی وائل سے روایت کی ہے قال قرأت فی مصحف عبداللہ
بن مسعود ان اللہ اصطفےٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران و آل محمد علی العالمین
لفظ قرأت دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود کے مصحف کے وجود تک لفظ آل محمد جزو قرآن
تھا اور قرأت بھی اُس کی ہوتی تھی پھر کیا مصیبت پڑی تھی کہ مصحف ابن مسعود کو غیر معتبر سمجھا
گیا یہ تو سب کا عقیدہ ہے کہ انحضرت کی آل پاک دیگر انبیاء اللہ کی آل سے افضل ہے پھر عبداللہ
ابن مسعود کے مصحف کو نامعتبر سمجھنا یا اون کی قراءت کو قرأت شاذہ سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے
پھر کیا عبداللہ ابن مسعود صحابی جلیل القدر اپنی جانب سے قرآن میں تحریف بالزیادہ

کیا کرتے تھے۔ اگر تحریف کرتے تھے تو مومن نہ رہے آخر عہد رسالتمآب میں بھی تو اُسی
قرآن کو پڑھا کرتے تھے اگر کچھ زیادتی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خود اُس کی
تصحیح فرما دیتے اُنکو منع کر دیتے یا دیگر اصحاب جناب سیّد عالم صلعم کی خدمت میں عرض کرتے کہ فلاں
فلاں الفاظ مصحف ابن مسعود میں زیادہ ہیں اور جب زمانہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم میں کسی قسم کا اعتراض زیادہ اُن کے مصحف پر نہیں ہوا تو حضرت عثمان کو اس میں
کمی کرنے کا کہاں سے مجاز حاصل ہوگیا۔ کیا حضرت عثمان پر وحی نازل ہوتی تھی یا جناب رسالتمآب
اُن اسمار گرامی کے نکالنے کا حکم اُن کو دے گئے تھے۔ حضرات اہلسنت تو تمامی صحابہ کو عدول
کہتے ہیں اور یہی اعتقاد رکھتے ہیں پھر کیا وجہ کہ اس باب خاص میں وہ عدول نہ رہے
بلکہ حضرات اہلسنت نے عبد اللہ بن مسعود کے مصحف میں زیادتی کا اعتقاد کرکے اُن کو محرف
قرآن ٹھہرا دیا اور جب اصطفائے آل محمد بنص مصحف عبد اللہ بن مسعود حسب اعتراف مفسرین
اہلسنت ثابت ہوا تو یہی اُن کی امامت کے واسطے عمدہ دلیل ہے۔ کیونکہ مقتضائے اصطفا
علی العالمین یہی ہے کہ وہ بعد النبی پیشوائے ناس اور امام انام ہوں اور آیہ قد جاءکم
الرسول بالحق من ربکم (بلفظ فی ولایۃ علی) فامنوا خیرا لکم وان تکفروا بولایۃ علی پارہ ۶ رکوع ۲
تھا اس آیہ میں جناب علی مرتضی کی ولایت پر ایمان لانیکا صاف حکم ہے اور ان کی ولایت
کے منکر کا کفر ظاہر ہے۔ علامہ قوشجی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بغرض رفع اختلاف
عبد اللہ بن مسعود کے مصحف کو طلب کیا جب وہ اُس کے دینے پر راضی نہوئے تو خوب
اُن کو مارا پیٹا اور عبارت ان کی یہ ہے لما اراد عثمان ان یجمع الناس علی مصحف
واحد ویرفع الاختلاف بینہم فی کتاب اللہ طلب مصحفہ (ای مصحف ابن مسعود)
منہ فابی ذالک مع ما کان فیہ من الزیادۃ والنقصان ولم یرض ان یجعل موافقا
لما اتفق علیہ اجلۃ اصحابہ فادبہ عثمان لینقاد میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان
نے انہیں اسمائے گرامی کو قرآن میں زیادتی سمجھا اور رفع اختلاف کے حیلہ سے اُن

سے مارپیٹ کر لیا تاکہ ان ناموں کو نکالڈالیں اور اکثر صحابہ نے بھی حضرت عثمان کی
رائے سے اتفاق کر لیا تھا اور کیوں لوگ اُن کی رائے سے اتفاق نہ کر لیتے اُس لئے کہ
جناب علی مرتضیٰ کثیر الاعدا تھے تمام اہل مکہ اور اکثر اہل مدینہ اور تمام اہل بصرہ ان جناب سے
بغض و عداوت رکھتے تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں روایت
کی ہے کان اهل البصرة کلهم یبغضون علیا وکثیر من اهل المدینة واما
اهل مکة فکلهم یبغضونه قاطبة وکان قریش کلها علی خلافه جبکہ تمام قریش بھی
جناب امیر علیہ السلام کے مخالف تھے تو کس طرح اسم گرامی جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قرآن
میں باقی رکھا جاتا اور کیوں مصحف ابن مسعود کو زیادتی کا الزام نہ لگایا جاتا اور
کیوں ان دیار و امصار کے لوگ حضرت عثمان کے ساتھ اتفاق نہ فرماتے یہ بھی واضح ہو
کہ حضرت عثمان نے قرآن کے جمع کرنے اور اس کی غلطیوں کے صحیح کرنے اور اختلاف کے
رفع کرنے کا مہتمم زید بن ثابت و عبداللہ بن زبیر و سعید بن العاص و عبداللہ بن
الحارث بن ہشام کو بنایا تھا یہ لوگ جناب ولایت مآب سے عداوت رکھتے تھے
غرض اس قسم کا نقصان حسب مرویات اہلسنت ثابت ہے کوئی کہتا ہے کہ قراۃ شاذہ ہی
کوئی منسوخ التلاوۃ بتلاتا ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ اسمار جزو قرآن نہ تھے بلکہ بعنوان
تفسیر تھے اس لئے نکالڈالے گئے۔ غرض کہ حضرت عثمان پر سے رفع الزام کرنے کے
لئے اُن کے ہواخواہ اپنی اپنی بولیاں بولتے ہیں ان باتوں کے تسلیم کر لینے میں
بھی ہمکو کچھ عذر نہیں ہے۔ اگر قراۃ شاذہ ہیں تب بھی اُن کا وجود پایا گیا اگر منسوخ التلاوۃ
ہیں تب بھی منزل من اللہ ہونا ثابت ہو گیا اور منسوخ التلاوۃ ہونے پر بھی منسوخ
الحکم نہیں اور اگر بعنوان تفسیر ہیں تب بھی مقصود ہمارا حاصل ہے کیونکہ تفسیر و تشریح
جس کے آپ خواستگار ہیں ثابت ہے وہو المطلوب۔ اگر حضرت عثمان اُن فقرات
قرآنی کو جو زمانہ پیغمبر خدا سے چلی آتی تھیں بذیل آیات برقرار رکھتے تو آج لوگوں

کو باتیں بگھارنے کا موقع نہ ملتا لوگوں نے ہر چند اطفار نور اللہ کا ارادہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی کیونکہ وجود ان اسمار گرامی کا تفاسیر ہیں جو کہ حامل قرآن ہیں اب بھی موجود ہے جس شے کو خداوند عالم برقرار رکھے وہ کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی

قولہ ورنہ بالبداہت خلاف عقل ہے کہ امور فروعی غیر ضروری کو تو باہتمام بیان فرمائے اور اعتقادی ضروری مہتم بالشان کا ذکر بالکل چھوڑ دے یا مجمل اور مہمل طور پر فرما دے۔

اقول قرآن مجمل ضرور ہے۔ لیکن مہمل نہیں ہے سوائے آپ کے کسی نے اسکو مہمل نہیں کہا عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت ہست نہ حضرت عثمان حضرت عبداللہ ابن مسعود کے مصحف میں یہ کمی کرتے نہ آپ کتاب اللہ کو آج مہمل کہتے۔ اگر حضرت عثمان باحیا اس کمی کو آپ کی طرح خلاف عقل سمجھتے تو آپ کو مہمل کہنے کا موقع کیونکر میسر آتا۔ قرآن میں حروف مقطعات بھی موجود ہیں اور کتاب اللہ میں اُن کے معنی کی کچھ صراحت نہیں ہے۔ پھر آپ اُن کو موضوع سمجھتے ہیں یا نہیں۔ واضح ہو کہ مجمل کی تفصیل جناب سید عالم اور اُن کے اہلبیت نے فرمائی اور اسی اجمال کی وجہ سے جناب سید عالم صلعم نے اپنی امت کو تمسک باہلبیت کا حکم دیا تھا آپ نے دین کو اہلبیت سے حاصل نہیں کیا بلکہ ایسے لوگوں سے دین کو حاصل کیا جو کلالہ کے معنی بھی نہ جانتے تھے بلکہ پردہ نشین عورتیں بھی اُن سے علم میں زیادہ دستگاہ رکھتی تھیں چونکہ آپ کے مذہب میں امام بنانے کا اختیار پنچایت کو حاصل ہے اسواسطے آپ نے یہ اعتقاد کر رکھا ہے کہ خداوند عالم نے امامت کا ذکر بالکل چھوڑ دیا ہے غرض کہ پنچایتی اماموں کی بدولت آپ نے نصوص امامت متذکرہ فی القرآن سے یک قلم انکار فرما دیا اور خاص وجہ انکار کی یہ ہے کہ اُن نصوص سے پنچایتی امامت خاک میں مل جاتی ہے لیکن ابھی حجر کی کو یہ مذہب یاد رہا اعتقاد تو یہ جمایا ہے کہ خداوند عالم نے امامت کا ذکر بالکل چھوڑ دیا ہے اور ایک فصل نصوص خلافت حضرت ابوبکر میں قایم کی ہے

الفصل الثالث فی النصوص السمعیة علی خلافته من القرآن الخ اس عبارت سے
صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں خلیفہ نبی کے واسطے نصوص موجود ہیں تو خلافت منصوصہ ہوئی
اور تقرر خلیفہ نبی کا من اللہ والرسول ہونا لازمی ہوا مگر وہ خلافت جو روز سقیفہ قایم
ہوئی اسپر نص مفقود نہ اہل سقیفہ میں سے کوئی نص کا مدعی ہوا۔ اگر کوئی نص قرآنی
واسطے حضرت ابوبکر کے ہوتا تو اسی وقت پیش کیا جاتا بلکہ پنچایتی امام بنانے کی رسم ہی
نہ پڑتی۔ پس جو نصوص خلافت بقول ابن حجر کتاب اللہ میں موجود ہیں اُن نصوص
سے جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ثابت ہوگی پس جب نصوص خلافت قرآن میں
موجود ہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ خداوند عالم نے بالکل اُسکا ذکر چھوڑ دیا یا مجمل اور مہمل طور
پر فرمایا کیا معنی رکھتا ہے یہ اہل مذہب میں کیسا تہافت و تناقض ہے جناب باری عز اسمہ
تو فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیء اور آپ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امت کا ذکر بالکل پارہ ۷ رکوع ۱۰
چھوڑ دیا یا مجمل اور مہمل طور پر فرمایا اور مجمل اور مہمل طور پر فرمانے کا بھی آپ کو یقین نہیں
ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے اپنے کلام پاک میں آئمہ حق اور آئمہ باطل
دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔

قولہ اب سب سے پہلے مسئلہ امامت کو لیجئے۔

اقول آپ کے حکیم امیر اللہ صاحب نے اپنے سوالات اربعہ میں مسئلہ امامت کو آخر
میں رکھا تھا اور اپنے سوال سوم میں مسئلہ امامت کو غیر منصوصہ فی القرآن فرما کر آپ
کی طرح ابن حجر مکی کی مخالفت کی ہے۔

قولہ کہ اس میں من اولہا الی اخرہا بین الفریقین خلاف ہے۔

اقول بین الفریقین کیا بلکہ بین الامت خلاف ہے۔ جیسا اختلاف عظیم امت نے خلافت
میں پیدا کیا ایسا اختلاف کسی اور امر دین میں نہیں ہوا۔ چنانچہ علامہ شہرستانی نے
ملل و نحل میں لکھا ہے و اعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذ ما سل سیف

فی الاسلام علی قاعدۃ دبینۃ مثل ما سل علی الامامۃ فی کل زمان اس عبارت
ظاہر وہویدا ہے کہ جیسا اختلاف عظیم امت کے درمیان امامت میں ہوا ویسا اختلاف
اور امر دین میں نہیں ہوا اور جیسی تیغ کشی امامت میں ہوئی ویسی کسی امر میں نہیں ہوئی
اور وجہ اس اختلاف کی ظاہر ہے - اگر امت بموجب ارشاد خدا اور رسول حبل اللہ سے وابستہ
رہتی اور اہلبیت سے تمسک کرتے اور امر خلافت کو لوگوں کی رائے و تجویز نہ چھوڑ دی
تو کیوں اختلاف عظیم برپا ہوتا کیوں سقیفہ میں منا امیر ومنکم امیر کا غلغلہ بلند ہوتا خالق
عالم نے تو صاف صاف واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا فرما دیا ہے اس پارہ ۴ رکوع ۲
سمجھنے میں کوئی اشکال نہ تھا باوجود اس صاف وصریح ارشاد کے امت متعدد فرقوں میں
متفرق ہوگئی اور امر خلافت میں اختلاف عظیم ہوجانے کی وجہ سے تمامی اصول عقائد
میں اختلاف واقع ہوگیا - جس فرقہ نے جس کسی کو اپنا امام اعتقاد کر لیا اسی کے قول
کو حجت سمجھ لیا اسی سے اصول کو ماخوذ کر لیا چنانچہ باعتراف شاہ ولی اللہ صاحب واضح
ہوچکا کہ اہلسنت کے تمام اصول حضرات شیخین سے ماخوذ ہیں - پس امامت ہی تمام اختلافات
کی بنیاد ہوئی بلکہ ہر فرقے نے اپنے اپنے نام بھی اُس نسبت سے رکھ لیے چنانچہ جس
سال کہ معویہ نے جناب امیر علیہ السلام کو ناسزا کہا اس سال کا نام سنت رکھا گیا اور جس
سال امام حسن علیہ السلام سے صلح ہوئی اس کا نام جماعت رکھا اسی نسبت سے اہلسنت
والجماعت نے اپنا نام رکھا - ہم چونکہ ائمہ اثنا عشر علیہ السلام کو اپنا امام جانتے ہیں
اسواسطے ہم شیعہ اثنا عشری کہلاتے ہیں پس تمامی اختلافات کی بنیاد امامت قرار پائی
اگر تمامی امت ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے تمسک کرتی تو ہرگز اصول میں اختلاف
نہوتا حدیث ثقلین پر عمل کرنے سے امت اس اختلاف اور افتراق سے محفوظ رہ سکتی تھی
پس تمسک اہلبیت سے اطاعت اہلبیت مقصود ہے امر دین میں اور اہلبیت اطہار
مفترض الطاعت ثابت ہوئے اور بعد نبی صلعم جو حضرات مفترض الطاعۃ ہیں وہی

امام ہیں اور چونکہ تمسک اہلبیت امت کو اس اختلاف و افتراق سے بچا سکتا تھا۔ لہذا آیۂ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا میں حبل اللہ سے یہی حضرات مراد ہیں اور چونکہ خداوند عالم نے ان حضرات کے ساتھ اعتصام کا حکم دیا ہے لہذا یہ حضرات مفترض الطاعۃ بنص قرآنی ثابت ہوئے دیکھئے حدیث نبی کو اس طرح کتاب اللہ پر عرض کرتے ہیں اور یوں آیات کتاب اللہ کو امامت پر ناطق کرتے ہیں شاہ صاحب نے بھی تفسیر عزیزی میں آئمہ اہلبیت اطہار کے حبل اللہ ہونیکا اعتراف فرمالیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں وہر کہ تمسک بحبل اللہ می نماید چار و ناچار استفاضہ او بایں بزرگواران منتہی میگردد و درین کشتی می نشیند او رظاہر ہے کہ تہتر فرقوں میں صرف ایک ہی فقرہ راکب سفینہ اہلبیت اطہار ہے اور وہی فرقہ ناجی ہے اور باقی بہتر فرقے ناری ہیں۔ پس فرقہ ناجیہ کی پہچان یہی ہے کہ وہ اہلبیت سے تمسک رکھے اور اُن کے سفینہ میں بیٹھکر طوفان ضلالت سے نجات پاوے اور یہ امر بدیہی ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے کے سب فرقے مدعی ہیں اور سب فرقے امت کے بھی کہتے ہیں کہ ہم کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں۔ پس جو افتراق امت میں پیدا ہوا تو محض اہلبیت اطہار کے ساتھ تمسک نہ کرنے سے پیدا ہوا پس اہلبیت اطہار واجب التمسک بنص خدا و رسول ثابت ہوئے تو واجب الاطاعۃ بھی ضرور ہوئے۔ کیونکہ تمسک زبانی جمع و خرچ نہیں ہے اور واجب التمسک والاطاعۃ ہی کو امام کہتے ہیں۔ امامت کچھ سلطنت دنیاوی کا نام نہیں ہی جیسا کہ آپنے سمجھہ رکھا ہے بلکہ جسکی اطاعت بنص خدا و رسول واجب ہو وہی امام ہے اگر توحید و نبوت و معاد پر ایمان لائے اور اہلبیت اطہار کے ساتھ تمسک نہ کرے تو وہ یقیناً ناری ہے چنانچہ سب فرقے امت کے توحید و نبوت و معاد کے قائل ہیں کوئی ایسا نہیں ہے جسکا ایمان توحید و نبوت و معاد پر نہو جو فرقے ضلالت میں پڑے وہ صرف اسیوجہ سے پڑے کہ انھوں نے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے حق کی معرفت نہیں کی اُنکو واجب الاطاعۃ اعتقاد نہیں کیا

باعث افتراق امت

وہ بفحوائے حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ جاہلیت
کی موت مرے اور مرتے چلے جاتے ہیں پس اس حدیث میں امام زمانہ سے یہی حضرات مقصود ہیں
حضرات ثلثہ اور معویہ وغیرہم نے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ تمسک نہیں کیا نہ پیروان
حضرات ثلثہ و پیروان معاویہ اب تمسک کرتے ہیں۔ پس اہلبیت اطہار بنص خدائے جل و
علا حبل اللہ وواجب التمسک والاطاعۃ ثابت ہوئے اور یہی امامت ہے معرفت امام زمانہ
تو لوگوں کو مرگ جاہلیت سے بچاتی ہے اور امام روز سقیفہ کی معرفت سے لوگ نجات سے
محروم رہے جاتے ہیں پس ایسا امام کہ جس کی معرفت باعث حصول نجات نہو امام حق نہیں
ہو سکتا۔

قولہ چنانچہ عرض ہو چکا ہے کہ اہلسنت اُسکو فرعی عملی فرماتے ہیں اور اہل تشیع اُس کو
اصلی اعتقادی

اقول چنانچہ جواب بھی عرض ہو چکا ہے کہ فرعی عملی ہونا امامت کا آپ نے کسی دلیل سے
ثابت نہیں کیا ہے ایسا دعوے بے دلیل کون مانتا ہے۔ قصور معاف ہو آپ کا
فرمانا کچھ وحی الٰہی نہیں ہے کہ جو کچھ آپکے مُنہ سے نکلے وہ بے دلیل مان لیا جائے آپ نے
امامت کے فرعی عملی ہونے پر کوئی دلیل تو قایم کی ہوتی بلکہ آپ کے قاعدے کے مطابق
تو امامت فرعی بھی لغو ہوئی کیونکہ آپ تو اس بات کے قایل ہیں کہ خداوند عالم نے امامت
کا ذکر بالکل چھوڑ دیا ہے اور آپ کے حکیم امیر اللہ صاحب بھی مسئلہ امامت کو غیر منصوص
فی القرآن فرماتے ہیں اور آپ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ خداوند عالم نے امور فرعی
غیر ضروری کو بھی باہتمام بیان فرمایا ہے پس ایسی صورت میں آپ کے قاعدے کے مطابق
امامت فرعی غیر ضروری بھی لغو ہوئی بالکل فضول اور بیکار ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ ایک
امر فضول کی خاطر جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے غسل وکفن چھوڑ کر سقیفہ میں جماعت
جمع ہوئی تھی اس لئے ایسا جماؤ بھی فضول ولغو ہوا جو ایک امر فضول کی خاطر ہوا تھا

اور ایسی بیعت بھی باعتراف حضرت عمر فلتہ تھی یعنی امر ناگہانی تھی جو بے سوچے سمجھے عمل میں آئی

قولہ پس جو فریق اسکو فرعی کہتا ہے وہ اُس کے تمام جزئیات کو فرعی کہتا ہے اور جو اصلی اعتقادی کہتا ہے وہ اُس کے تمام جزئیات کو اصلی اعتقادی کہتا ہے۔

اقول آپ کا فرعی کہنا ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ دعوے بے دلیل مسموع نہیں ہوتا ہم انشاء اللہ عنقریب امامت کا اصلی اعتقادی ہونا ثابت کر دیں گے۔

قولہ تو اس وجہ سے اس مسئلہ امامت میں بہت سے مسائل مختلف فیہا بین الفریقین پیدا ہو گئے

اقول اور اسی اختلاف امامت کے باعث تمامی اصول و فروع میں اختلافات واقع ہو گئے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔

قولہ جن کی تفصیل مجملاً یہ ہے۔

اقول تفصیل اجمالی کے کیا معنی۔ اگر اجمال ہے تو تفصیل نہیں اگر تفصیل ہے تو اجمال نہیں ع عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

قولہ نفس امامت فرعی عملی ہے یا اصلی اعتقادی مثل توحید و نبوت تا ایمان لانا اُسپر فرض ہو

اقول واضح و مستبین ہو کہ نفس امامت فرعی عملی نہیں ہے کیونکہ اعمال کا تعلق جوارح سے ہے جبتک قیام و قعود رکوع و سجود نہ کرے ارکان نماز ادا نہیں ہو سکتے نفس امامت کو اعضا و جوارح سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ اُس کے واسطے معرفت درکار ہے جس طرح کہ نبوت کی معرفت ہے اسی طرح امامت کی معرفت ہے اور معرفت کو اعمال سے علاقہ نہیں بلکہ اعتقاد سے علاقہ ہے اسلئے نفس امامت اعتقادی ہوئی اور فرعی عملی نہوئی۔

(۲) اگر کوئی شخص بغیر معرفت امام زمانہ مر جائے تو باوجود ایمان لانے کے توحید و نبوت و معاد پر جاہلیت کی موت مرتا ہے اور کفر پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے چنانچہ آپ کے یہاں یہ امر داخل عقائد ہے اور شرح عقائد نسفی میں من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ موجود ہی اور یہ معلوم ہو چکا کہ امور فروعی کا تعلق اعمال سے ہے اور اصول عقائد کو اعمال سے کچھ علاقہ نہیں اور اصول

پارہ ۱۹ رکوع ۴

بحث امامت

عقائد پر ایمان لانے سے قبل اُن کی معرفت درکار ہے پس معرفت کو ایمان پر تقدم حاصل ہے کیونکہ ایمان لا نہیں سکتا جبتک کہ معرفت حاصل نہو ۔ ساحران مصر نے معجزہ مشاہدہ کرکے معرفت حاصل کی اسوقت ایمان لائے چنانچہ قولہ تعالیٰ قالوا امنا برب العالمین رب موسیٰ وهارون اسپر شاہد ہے پس اصول عقائد میں معرفت مقدمہ ایمان ہے جس طرح کہ فرعیات شرعیہ میں وضو مقدمہ نماز ہے اور مقدمہ واجب کا خود بھی واجب ہوتا ہے پس جب توحید ونبوت پر ایمان لانا واجب ہے تو معرفت توحید ونبوت بھی واجب ہوئی اور حدیث مذکور سے معرفت امام زمانہ کا وجوب بدیہی ہے کیونکہ امام زمانہ کی معرفت نہونے سے توحید ونبوت پر ایمان لانے والا بھی کافر کی موت مرتا ہے اور جب جاہلیت کی موت نصیب ہوئی تو توحید ونبوت پر ایمان لانا بیکار رہا فضول ہوا ۔ پس معرفت امام زمانہ کا وجوب بداہتہً ثابت ہوا اور معرفت تصدیق کو مستلزم ہے اور تصدیق کا نام ایمان ہے اور جس چیز نے ایمان سے علاقہ رکھا وہ اصول دین میں ہوئی اور فرعی نہوئی پس امامت کا اصلی اعتقادی ہونا ثابت ہوا ۔

(۳) لوگوں نے حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ کو دیکھ کر منکر خلافت شیخین کو کافر کہدیا میں گذارش کرتا ہوں کہ معرفت شے سے وجود شے مقدم ہوتا ہے جس طرح معرفت نبی سے وجود نبی مقدم ہوگا اسی طرح معرفت امام سے وجود امام مقدم ہوگا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ بیشتر لوگ کسی کو امام تجویز کرکے مقرر کریں اُس کے بعد وہ امام ہو اور قبل اس کے وہ امام نہو اور الفاظ حدیث امام زمانہ خود اسپر دلالت واضحہ رکھتے ہیں کہ معرفت امام زمانہ سے وجود امام زمانہ کو مقدم ہونا لازمی ہے جس طرح قبل معرفت انام وہ امام ہے ہے اسی طرح بعد معرفت انام وہ امام زمانہ ہے اگر کوئی شخص امام زمانہ کی معرفت حاصل نکرے تب بھی وہ امام زمانہ ہے اُس کی امامت میں نقص نہیں آسکتا اور یہ امر بدیہی ہے کہ جس شے کا وجود ہی نہو اُس کی معرفت کیونکر ہوسکتی ہے بلکہ شی معدوم کی معرفت محال ونا ممکن ہے پس ثابت ہوا کہ معرفت امام زمانہ سے قبل امام زمانہ کا وجود لازمی ہے ایسا امام زمانہ وہی ہوسکتا ہے کہ جس کی امامت پر نص ہو ۔ امامت سقیفہ بعد بیعت سقیفہ قایم ہوئے قبل بیعت

ثبوت امامت

آپ کے یہاں نہ کوئی امام تھا نہ اُنکی امامت پس وفات جناب سرور کائنات اور انعقاد امامت سقیفہ کے درمیان کا زمانہ امام زمانہ سے خالی رہا اور جو شخص کہ امت میں سے اُس خالی زمانہ میں مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا اور حدیث مذکور دلالت رکھتی ہے کہ زمانہ امام زمان سے خالی نہ رہے تاکہ ہر شخص مرنے سے قبل امام زمانہ کی معرفت حاصل کر سکے اور ایسا امام وہی ہو سکتا ہے کہ جسکو بحکم خدا جناب سیدعالم نے امام مقرر کیا ہو اُنکی امامت کا منکر کافر ہے! ور جس شخص کو لوگ اپنی رائے اور پنچایت سے امام بنالیں وہ امام زمانہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگوں کا تجویز کیا ہوا امام ہے پس ایسے مجوزہ و ساختہ اشخاص کی امامت کا منکر کافر نہیں ہے۔ لیکن مطلب ہمارا حاصل ہے کیونکہ منکر امامت امام کا کافر ہونا حضرات اہلسنت کے یہاں بھی مسلّم ہے۔ پس امامت اصلی اعتقادی ہوئی اور فرعی عملی نہوئی۔

(۴) حدیث ثقلین سے واضح ہوتا ہے کہ اہلبیت النبوۃ حجت اللہ ہیں ایک حجت تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حجت جو قایم مقام رسول اللہ صلعم ہو اُسکی تصریح جناب رسالتمآب صلعم نے حدیث ثقلین میں فرمادی اور اُن کے تمسک کو باعث عدم ضلالت قرار دیا اور اُن کے عدم تمسک کو باعث ضلالت و گمراہی قرار دیا اور حدیث سفینہ میں بھی اُن کی مخالفت کو باعث ہلاکت فرمایا اور حجۃ اللہ وہی ہے جس کے ساتھ تمسک کرنے سے لوگ ضلالت سے یقیناً بچیں اور فقرہ لن تضلوا بعدی دلالت واضحہ رکھتا ہے کہ جناب سیدعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بعد اپنے ایسے قائم مقام چھوڑے جو مثل جناب رسالتمآب ہدایت و ارشاد میں حجت اللہ ہوں۔ ارشاد تمسک سے یہ بھی واضح فرمادیا کہ وہ قائم مقام واجب الاطاعۃ ہیں کیونکہ اُن کا تمسک بالتعیین ضلالت سے بچانے والا ہے اور انہما لن یفترقا سے اس امر کی تصریح بھی فرمادی کہ وہ حضرات صاحبان عصمت ہیں اور اسی فقرہ میں بکمال فصاحت و بلاغت اُن کی امامت پر ایمان لانے کا اشارہ بھی فرمادیا کیونکہ کتاب اللہ اور اہلبیت دونوں کو ثقلین فرمایا اس اتحاد سے ظاہر ہو گیا کہ مثل ایمان لانے کے کتاب اللہ پر اُنپر بھی ایمان لانا واجب ہے اور فقرہ ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی سے یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ اُن کی صراط کا نام صراط مستقیم ہے۔ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست جو شخص اُن کا تمسک نہ کریگا وہ یقیناً صراط مستقیم سے منحرف ہے اس سے

یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلبیت اطہار الذین انعمت علیہم کے مصداق ہیں اور اسی فقرہ میں یہ اشارہ بھی فرمادیا کہ اُن کی امامت کا منکر کافر ہے۔ اس لئے کہ جو شخص اہلبیت اطہار کے ساتھ تمسک نہ کرے وہ گمراہ وضال ہے اور کفار کو بھی سورۂ فاتحہ میں خداوند عالم نے الضالین فرمایا ہے اور انکار امامت عدم تمسک کو مستلزم ہے پس اُن کی امامت کا منکر ضال یعنی کافر ہوا اور اُنکی امامت کا انکار ضلالت یعنی کفر ثابت ہوا پس امامت آنحضرات کی اصلی اعتقادی ہوئی واضح ہو کہ حدیث ثقلین میں جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ امامت کو بالاجمال بیان فرمادیا ہے اور تفصیل اُسکی دیگر نصوص سے ہوتی ہے جو آیندہ معروض ہوں گے۔

(۵) امامت مکمل دین ہے کیونکہ بغیر معرفت امام زمانہ دین ناقص رہجاتا ہے اور جاہلیت کی موت نصیب ہوتی ہے اور جو چیز کہ دین مکمل کرنیوالی ہے وہ خود بھی اصلی اعتقادی ہونیکی قابلیت رکھتی ہے۔ فرعی نہیں ہوسکتی۔ پس امامت اصلی اعتقادی ہوئی اور مراۃ الامامت میں یہ امر ثابت کرچکے ہیں کہ یہ آیہ وافی ہدایہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ بعد استخلاف غدیر خم نازل ہوا پس امامت جناب علی مرتضیٰ کی مکمل دین ہوئی اس لئے اصلی اعتقادی ہوئی اور فرعی عملی نہوئی چونکہ آپنے مجکو مجتبیٰ کا لقب عطا فرمایا ہے اس لئے پانچ دلیلوں سے میں نے اس مقام پر امامت کا اصلی اعتقادی ہونا ثابت کردیا اب چار دلیلیں خلافت اجماعی کے ابطال پر قایم کرتا ہوں۔

دلائل ابطال خلافت اجماعی

دلیل اول خداوند عالم نے آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور آنحضرت صلعم نے خلافت کو رحمت فرمایا ہے ان ہذا الامر بدئ نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکاً عضوضاً کما روی بیہقی فی شعب الایمان واخرجہ عنہ صاحب مشکوٰۃ المصابیح اور خلافت اجماعی منافی رحمت ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ورحمت ربک خیر مما یجمعون اس لئے خلافت اجماعی باطل ہوئی۔

دوم جناب سید عالم صلعم نے خلافت کو رحمت فرمایا ہے اور رحمت کو خدا نے اپنے ذمہ کیا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ کتب علی نفسہ الرحمۃ اس سے معلوم ہوا کہ امام کا مقرر کرنا خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے لوگوں

کے اختیار میں نہیں ہے لہذا خلافت منصوصہ ثابت ہوئی اور خلافت اجماعی چونکہ غیر منصوصہ ہے لہذا باطل ہوئی۔

سوم حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ اسپر شاہد ہے کہ زمانہ امام سے کسی وقت میں خالی نرہے اور آپنے بعد انعقاد بیعت سقیفہ امامت کو قایم کیا ہے لہذا امامت یوم سقیفہ اس امامت سے خارج ہوئی جسکا ذکر حدیث میں ہے لہذا امامت اجماعی باطل ہوئی۔

چہارم اہلبیت اطہار کے ساتھ تمسک نکرنا ضلالت ہے اور امام سقیفہ نے اُن کے ساتھ تمسک کیا نہیں جیساکہ اس رسالہ کے شروع میں ثابت ہو چکا۔ لہذا امامت یوم سقیفہ باعث ضلالت ہوئی اس لیے باطل ہوئی باقی دلایل امامت امام پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کے آیندہ معروض ہونگے اور نصوص کتاب وسنت پیش کیئے جاینگے۔

قولہ (۲) جناب علی کرم اللہ وجہ کا خلیفہ بلا فصل ہونا۔

اقول مراۃ الامامۃ میں جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل کو بذیل آیہ بلغ بنص متواتر حدیث غدیر حسب فرمایش مولوی امیر اللہ صاحب ثابت کر چکے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرے رسالہ مراۃ الامامۃ کو میرے مخاطب نے لاجواب سمجھا تو کچھ بیجا نہو کیونکہ پندرہ برس اس کی اشاعت کو گذر چکے اجتک اُن کی ہمت اس کے جواب دہی سے قاصر رہی بلکہ اس رسالہ نے آپ کے حوصلہ کو بھی پست کر دیا۔ کیونکہ جب آپ سے اُس رسالہ کی تمہید کا رد بھی مطرقہ میں نہو سکا تو اُس کے دلایل کا رد آپ سے کیا ہو سکیگا اور جب ہمنے خلافت بلافصل جناب امیر کو مراۃ الامامۃ میں ثابت کر دیا اور کسی نے اجتک اُسکا جواب نہیں دیا تو پھر اسی قسم کا سوال کرنا اور ثبوت خلافت بلافصل مانگنا حیا داری کی بات نہیں ہے اس رسالہ میں بھی بدلایل قاطعہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل اور دیگر ایمہ ہدا کے خلافت کو ثابت کیا ہے ہمارا رسالہ ثبوت سے مالامال ہے آپ پر البتہ بار بڑھتا جاتا ہے۔

قولہ (۳) جناب امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا خلیفہ دوم ہونا (۴) جناب امام حسین رضی اللہ عنہ

کا خلیفہ سوم ہونا۔ (۵) ہر ایک آئمہ ما بعد کا امام ہونا۔

اقول وبہ نستعین آیۂ وافی ہدایہ یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے حسب تصریح جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی خلافت وامامت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیۂ وافی ہدایہ نازل ہوا تو ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم خدا و رسول کو تو جانتے ہیں لیکن اولی الامر کون ہے جن کی اطاعت کو خدائے تعالےٰ نے اپنی آپ کی اطاعت کے قرین کیا ہے پس گفت رسول صلعم ہم خلفائے من بعدی اولہم علی ابن ابیطالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی التوراۃ بالباقر وستدرکہ یا جابر فاذا لقیتہ فاقراہ منی السلام ثم الصادق جعفر بن محمد ثم موسیٰ بن جعفر ثم علی بن موسےٰ ثم محمد بن علی ثم علی بن محمد ثم الحسن بن علی ثم حجۃ اللہ فی ارضہ وبقیتہ فی عبادہ محمد بن الحسن بن علی ذالک الذی یفتح اللہ عزوجل علی یدیہ مشارق الارض ومغاربہا ذالک الذی یغیب عن شیعتہ واولیایہ لایثبت فیہا علی القول بامامتہ الامن امتحن اللہ قلبہ للایمان الحدیث خلاصہ حدیث یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد آیۂ مذکورہ میں حسب تصریح جناب رسالتمآب صلعم ائمہ اثنا عشر ہیں جن کی اطاعت کو خداوند عالم نے واجب کر دیا ہے جناب پیغمبر خدا نے اُن کے اسماء گرامی کی بھی تصریح فرما دی اور اُن کو اپنا خلیفہ فرمایا اور جناب امیر علیہ السلام کو منجملہ دوازدہ خلفاء کے خلیفہ اول فرمایا اور جو خلیفہ اول بعد رسول اللہ بنص رسول ہے وہی خلیفہ بلا فصل ہے چونکہ جناب امیرؑ علیہ السلام کی اولیت بر نص ہے اس لئے جناب امیر علیہ السلام بعد نبی خلیفہ بلا فصل ہیں۔ اس حدیث کی تائید میں حدیث انشاد ہے جسکو علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی نے کتاب فرائد السمطین میں ذکر کیا ہے کہ جناب امیرؑ علیہ السلام نے مسجد مدینہ میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا قال انشدکم اللہ اتعلمون حیث نزلت یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم وحیث نزلت انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ

پارہ ۵ رکوع ۵

جمال الدین محدث کے مدارج اور ان کی کتاب روضۃ الاحباب کا معتبر ہونا باعتراف اکابر اہل سنت آئندہ ثابت کریں گے۔ ۱۲

پارہ ۶ رکوع ۱۲

وهم راكعون وحيث نزلت ولم يتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المومنين و
ليجة وامر الله عزوجل نبيه ان يعلمهم ولاة امرهم وان يفسر لهم من الولاية كما فسر لهم
من صلوتهم وزكواتهم وحجهم فنصبني للناس بغدير خم فقال ايها الناس ان الله عزوجل
جل جلاله ارسلني برسالة ضاق بها صدري فظننت ان الناس يكذبني فاوعدني
ربي ثم قال اتعلمون ان الله عزوجل مولاي وانا مولى المومنين وانا اولى بهم
من انفسهم قالوا بلى يا رسول الله فقال اخذ بيدي من كنت مولاه فعلي مولاه
اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فقام سلمان فارسي فقال ولاء على ما
ذا قال ولاءهم كولاي من كنت اولى به من نفسه فعلي اولى به من نفسه فنزلت
اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا فقال صلى الله
عليه وآله وسلم الله اكبر باكمال الدين واتمام النعمة ورضاء ربي برسالتي وولاية
علي من بعدي قالوا يا رسول الله هذه الآيات في علي خاصة قال بلى فيه وفي اوصيائي
الى يوم القيامة قالوا بينهم لنا قال علي اخي ووارثي ووصي وولي كل مومن بعدي
ثم ابني الحسن ثم الحسين ثم التسعة من ولد الحسين القرآن معهم وهم مع القرآن ولا
يفارقونه ولا يفارقهم حتى يردوا على الحوض قال بعضهم قد سمعنا ذلك وشهدنا
وقال بعضهم قد حفظنا جل ما قلت ولم نحفظ كله وهولاء الذين حفظوا اخيارنا
افاضلنا ثم قال اتعلمون ان الله انزل انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل
البيت ويطهركم تطهيرا فجمعني وفاطمة وابني حسنا وحسينا ثم القى علينا كساء وقال
اللهم هولاء اهل بيتي لحمهم لحمي يوء لمني ما يوء لمهم ويجرحني ما يجرحهم فاذهب عنهم الرجس
وطهرهم تطهيرا فقالت ام سلمة وانا يا رسول الله فقال انت على خير فقالوا
نشهد ان ام سلمة حدثتنا بذلك ثم قال انشدكم الله اتعلمون ان الله انزل
يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين فقال سلمان يا رسول الله

هذا عامة ام خاصة قال اما المامورون فعامة المومنين واما الصادقون
فخاصة اخي علي واوصيائي من بعده الى يوم القيمة قالوا نعم فقال انشدكم الله تعلمون
اني قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك خلفتني على النساء والصبيان
فقال ان المدينة لا تصلح الا بي او بك وانت مني بمنزلة هارون من موسى الا
انه لا نبي بعدي قالوا نعم قال انشدكم الله تعلمون ان الله انزل في سورة الحج
يا ايها الذين امنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم وافعلوا الخير الى اخر السورة (پارہ ۱۷ رکوع ۱۰)
فقام سلمان فقال يا رسول الله من هولاء الذين انت عليهم شهيد وهم شهداء
على الناس الذين اجتباهم الله ولم يجعل عليهم في الدين حرج ملة ابراهيم قال
عنى بذلك ثلثة عشر رجلا خاصة قال سلمان بينهم لنا يا رسول الله فقال انا
واخي علي واحد عشر من ولدي قالوا نعم قال انشدكم الله تعلمون ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال في خطبة في مواضع متعددة وفي اخر خطبة لم يخطب بعدها
ايها الناس اني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي اهلبيتي فتمسكوا بهما لن
تضلوا فان اللطيف الخبير اخبرني وعهد الي انهما لن يفترقا حتى يردا علي
الحوض فقال كلهم فنشهد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذالك -

اس حدیث انشاد سے بھی ثابت ہوا کہ آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (پارہ ۵ رکوع ۵)
میں آئمہ اثنا عشر اولی الامر ہیں اور دیگر نصوص قرانیہ جنکا ذکر حدیث انشاد میں ہے ان سب
کا بالتخصیص شان آئمہ اثنا عشر میں نازل ہونا ثابت ہوا - نہیں معلوم کون اہل ایمان ان
نصوص قرانیہ کا منکر ہوگا جن سے کہ خلافت و امامت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی حسب تصریح
و تشریح جناب سید عالم صلعم ثابت ہے جناب امیر علیہ السلام نے ان نصوص کو سب صحابہ کے
رو برو بیان فرمایا سب نے شہادت دی اور کہا ہاں ہم جانتے ہیں - پس حدیث انشاد سے
ظاہر ہوا کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام واجب الاطاعت ہیں - اسی کا نام خلافت و امامت ہے

اُنہیں کو رسول اللہ نے ہم خلفائی فرمایا ہے خدا اور رسول خدا کی ولایت کے بعد بہ ترتیب اُنھیں کی ولایت کا ذکر ہے اور اس ولایت سے مُراد ولایت تصرف فی امور دین ہے یہی امامت ہے جو شخص کہ خدا اور رسول کی ولایت کا اقرار کرے گا وہ ان حضرات کی ولایت کا اقرار کرے گا خداوند عالم نے آیۂ انما ولیکم اللہ میں بہ ترتیب توحید و نبوت و امامت اپنی ولایت اور اپنے رسول کی ولایت اور آئمہ اثنا عشر کی ولایت کو بیان فرمایا ہے۔ جو شخص خدا و رسول کی ولایت پر ایمان لائے گا وہ ان حضرات کی ولایت پر بھی ایمان لائے گا۔ آیۂ انما ولیکم اللہ الخ میں دوست و محب کے معنی کی گنجایش نہیں ہے۔ اُنہیں حضرات کو خداوند عالم نے صادقین فرمایا ہے اور مومنین کو اُن کی بیعت کا حکم دیا ہے جس نے اُن سے انحراف کیا اور اُن سے مخالفت کی وہ ناری ہے انھیں کی شان میں فرمایا ہے وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا اُنھیں کی شان میں آیۂ تطہیر کو نازل فرمایا ہے اور اُنھیں کو بلفظ اہلبیت مخاطب فرمایا ہے۔ اُنھیں کو جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل کتاب اللہ واجب التمسک فرمایا ہے اُنھیں کو اپنی امت کے واسطے سفینہ نجات قرار دیا ہے۔ اُنھیں حضرات کو اپنا خلیفہ اور اپنا وصی اور اُنھیں کو امام فرمایا ہے۔ پس ان نصوص سے خلافت و امامت ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی ثابت ہو گئی۔ من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر واضح ہو کہ جب آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوا اسوقت جناب پیغمبر خدا نے فرمایا اللہ اکبر باکمال الدین واتمام النعمۃ ورضاء ربی برسالتی وولایۃ علی بعدی پس بعد رسالت جناب پیغمبر خدا ولایت علی مرتضیٰ ثابت ہوئی اسی ولایت کو خلافت بلافصل کہتے ہیں اس بعدیت کی قید نے خلافت بلافصل کو ثابت کر دیا اور محبت و دوستی کے معنی کی اسجگہ مطلقاً گنجایش نہیں ہے خود جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔

لذالک اقامنی لھم اماما ‏ ‏ واخبرھم بہ بغدیر خم ‏ ‏ الا من شاء فلیومن بھذا
والا فلیمت کمدا نغم اس سے زیادہ آپ کیا تصریح و توضیح چاہتے ہیں۔

اگر آپ مدعی تمسک بذیل عترت ابرار ہیں تو اسپر ایمان کیوں نہیں لاتے اگر بدیدہ انصاف ملاحظہ فرمائیے تو اسی قرآن میں سب کچھ آپ کو مل جائے ایسے نصوص ہیں تاویلات رکیکہ وہی شخص کرے گا کہ جو معاند و مخالف ائمہ اہلبیت اطہار ہو۔ کوئی صاحب ایمان تو چون و چرا نہیں کر سکتا اور اگر ان حضرات کے محامد و مناقب و فضایل ہیں جو نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہیں کوئی کلام ہو تو دعوی تمسک کس بنیاد پر کیا جاتا ہے اب دیگر احادیث کو نقل کرتا ہوں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام واجب الاطاعۃ ہیں وعن علی کرم اللہ وجہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الائمۃ من ولدی فمن اطاعہم فقد اطاع اللہ ومن عصاہم فقد عصی اللہ ہم العروۃ الوثقی والوسیلۃ الی اللہ جل وعلاہ (ینابیع المودۃ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جس شخص نے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت کی اوس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی اوس نے خدا کی نافرمانی کی۔ پس آئمہ اہلبیت واجب الطاعۃ ثابت ہوئی اور یہی امامت ہے۔ یہ حدیث مفسر معنی اولی الامر ہے۔ اس حدیث میں جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آئمہ اہلبیت کو عروۃ الوثقی اور وسیلہ الی اللہ تعالیٰ بھی فرمایا ہے۔ اگر آپ کو اس حدیث کے معنوں سے انکار رہے تو اپنے سفینہ نجات میں وہ آپ کو جگہ دینگے امام تو آپ غیروں کو سمجھیں اور سفینہ اہلبیت کے امیدوار ہوں۔ آپ کو سفینہ اہلبیت اطہار کا نام بھی زبان پر لانا نہ چاہئے بلکہ بہ توسل اپنے پیشوا معاویہ صاحب کے اپنی نجات کو طلب کرنا چاہئے۔ جب آپ کے معاویہ صاحب سفینہ نجات میں سوار نہوئے بلکہ سفینہ نجات پر تبرے پڑھتے رہے تو آپ کا سوار ہونا معلوم سید علی ہمدانی صاحب حنفی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ افترض طاعتی وطاعۃ اہلبیتی علی الناس خاصۃً وعلی الخلق کافۃ قیل یا رسول اللہ فما الناس وما الخلق قال صلعم الناس اہل مکۃ والخلق خلق اللہ من ذی روح

(دیکھو مودۃ القربیٰ) اس حدیث سے واضح ہوا کہ جناب پیغمبر خدا اور اُنکے اہلبیت مفترض الطاعۃ ہیں عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی علیہ السلام من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن اطاعک فقد اطاعنی ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن عصاک فقد عصانی یہ دونو حدیثیں مفسر معنائے اولی الامر ہیں خداوند عالم نے اُن حضرات کی طاعت کو مثل اطاعت رسول اللہ کے مطلقاً واجب فرمادیا ہے جناب سید عالم صلعم نے ہر امر کی تصریح فرمادی ہے آپ کے اکابر علما و محدثین ان آیات کو نقل کرتے ہیں - آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنے اکابر کو جھوٹا سمجھیں چاہے سچا سمجھیں مگر ہم نے آپ کی مقبولہ رواۃ سے اہلبیت طاہرین کا مفترض الطاعۃ ہونا ثابت کردیا اور یہی امامت ہے خداوند عالم اور اس کے رسول نے زید و بکر و خالد کی اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے انکو مفترض الطاعۃ نہیں فرمایا ہے - ائمہ اہلبیت ہے کو مثل اپنے مفترض الطاعۃ فرمایا ہے جناب امیر علیہ السلام بھی فرماتے ہیں

وفی القرآن الزمہم ولائی   واوجب طاعتی فرضاً بعزم

بھلا آپکے صحابہ کبار نے بھی اپنے وجوب محبت و فرض اطاعت فی القرآن کا دعوے کیا ہی اور مطابق دعوے کے کوئی ثبوت کتاب اللہ سے پیش کیا ہے جیسا کہ حدیث انشادمیں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے متعدد آیات قرانی کو جلسہ صحابہ میں پیش کیا اور کسیکو مجال رد و قدح ہنوی - حافظ ابوبکر بن موسیٰ ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مراد من یامر بالعدل سے آیہٗ من یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم میں جناب امیر علیہ السلام ہیں اور فاضل فضل نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں بجواب استدلال آیہٗ مذکورہ اعتراف فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں لا شک ان علیا کان یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم لٰکن لا یدل ھٰذا علی النص علی امامتہ انتھی فاضل فضل نے بے سوچے سمجھے کہدیا کہ یہ آیہ اُن جناب کی امامت پر نص نہیں ہے ایسا فرمانا اُن کا یا تو براہ تعصب ہے یا بسبب نادانی یہ نہ سوچا کہ آیہ مباہلہ میں خداوند تعالیٰ شانہ میں جناب حیدر کرار غیر فرار کو نفس سید ابرار

رسول مختار فرما کر اُن کی افضلیت کو تمام امت پر روشن کر دیا اور آیہ من یامر بالعدل الخ
میں ایسی صفت کو بیان فرمایا کہ افراد امت میں کسی شخص کے واسطے بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنی
ذات کو اُس صفت سے متصف فرمایا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان
پس آیہ یامر بالعدل سے صاف ہویدا ہوا کہ جناب علی مرتضیٰ مومن من عند اللہ ہیں اور جو پارہ ۱۴ رکوع ۱۷
شخص کہ مومن من عند اللہ ہو وہی اولی الامر ہے۔ شاید فاضل فضل نے آیہ اطیعوا اللہ و
اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کیجانب التفات نفرمایا ورنہ ایسا صریح انکار نفرماتے۔ پس جب پارہ ۵ رکوع ۵
طرح کہ خداوند عالم نے جناب علی مرتضیٰ کو من یامر بالعدل فرمایا اسی طرح آیہ اطیعوا اللہ
و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں اسی معنی کے اعتبار سے اولی الامر فرمایا ہے کیونکہ
نزدیک اللہ کے وہی اولی الامر ہے جو امر بالعدل کرے ظالم اور فاسق اولی الامر نہیں ہے
نہ اطاعت حاکم کی معصیت میں کرنے کا حکم ہے لا طاعۃ فی معصیت اللہ اور یہاں اولی الامر کی اطاعت
کو مطلق بلا کسی قید کے واجب فرمایا ہے پس اگر مراد اولی الامر سے حاکم ظالم یا غیر معصوم ہو تو
اس کی اطاعت معصیت میں بھی واجب ہو گی ولیس کذالک پس اولی الامر کا معصوم ہونا
لازمی ہوا تا کہ کوئی حکم اُسکا خلاف ما انزل اللہ نہو جب تو اسکی اطاعت عین اطاعت خدا و
رسول ہو گی اور علامہ شہرستانی نے اولی الامر کی یوں تصریح فرمائی و قول النبی اقضاکم
علی نص فی الامامۃ فان الامامۃ لا معنی لھا الا ان یکون اقضی القضاۃ فی
کل حادثۃ الحاکم علی المتخاصمین فی کل واقعہ و ھو معنی قولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا
الرسول و اولی الامر منکم فاولی الامر من الیہ القضا و الحکم دیکھو ملا دخل کہاں ہیں اسوقت
ابن روزبہان جو یہ کہتے تھے کہ من یامر بالعدل جناب علی مرتضیٰ کی امامت پر نص ہونیکی دلالت
نہیں کرتا۔ دیکھو علامہ شہرستانی نے اُنکو جواب دیا اور فرمادیا کہ یہی معنی ہیں قولہ تعالیٰ
اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کے جو قول نبی ہیں اقضاکم علی سے ثابت ہیں
کیونکہ اگر امام اقضی القضات نہو تو امامت کے کچھ معنی نہیں ہیں اور چونکہ اقضاکم علی بحق جناب

امیر علیہ السلام ارشاد ہوا ہے اسلئے وہ جناب تمام صحابہ کے بلاتخصیص حاکم اور اولی الامر ہیں اور منجملہ
نصوص خلافت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام آیہ وافی ہدایہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ہے
اس آیہ میں لاتفرقوا سے مراد اختلاف اجتہادی نہیں ہو سکتا بچند وجہ وجہ اول یہ کہ یہ
آیہ حرمت اجتہاد پر دلالت کرے گی اور مطلب یہ ہوگا کہ اے مسلمانوں تم بسبب تقلید
مجتہدین کے علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ دوسرے یہ کہ اختلاف مجتہدین باعث افتراق امت ہوگا
اور حدیث ستفرق امتی علی ثلثہ وسبعین فرقہ کلہم فی النار الا واحد سے بھی اختلاف مجتہدین
سمجھا جائے گا اور یہ پتہ نہ چلے گا کہ کس مجتہد کے مقلدین ناجی ہیں تیسری یہ کہ تقلید مجتہدین
حرام ہوگی۔ چوتھے یہ کہ جو فرقے مجتہدین سے منسوب ہیں وہ مثل فرق یہود و نصاریٰ کے
سمجھے جاویں گے بدلیل قولہ تعالیٰ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء
ہم البینٰت انہیں قبایح کی وجہ سے کسی نے آیہ مذکورہ کو اختلاف مجتہدین پر محمول نہیں کیا
اور باتفاق موالف ومخالف اس آیہ میں حبل اللہ اہلبیت رسالت ہیں چنانچہ اول المفسرین
ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی نے امام جعفر صادق علی ابایہ وعلیہ السلام سے روایت کی ہے
کہ فرمایا اُن جناب نے نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا
ولا تفرقوا اور ابن حجر مکی نے باب حادی عشر فضائل اہلبیت میں بسند ثعلبی جو روایت کی
ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہل بدعت کے افعال و اعمال و
اقوال کا ذکر فرمایا کہ انھوں نے ائمہ دین اور شجرہ نبویہ سے مفارقت کی پھر فرمایا کہ دوسروں
نے بھی ہمارے امر میں تقصیر کی اور متشابہات قرآنی کو اپنے واسطے حجت گردانا اور ان کی
تاویل کی اور اخبار ماثورہ کو متہم کیا الی ان قال اور اختلاف درمیان امت کے پڑا اور ایک
دوسرے کی تکفیر کی باوجودیکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تکونوا کالذین تفرقوا
واختلفوا من بعد ما جاءہم البینات وہم الیہود والنصاریٰ الی ان قال
پس کون ہے کہ جو معتصم ہو ابلاغ حجت پر اور تاویل حکمت پر یعنی بمصداق واعتصموا الا اہل

قرآن وائمہ ہدیٰ ومصابیح وحی کہ خدائے تعالےٰ نے آنکو بندوں پر حجت کیا اور ہنیں ہیں
وہ مگر فروع شجرہ مبارکہ وخلاصہ صفوت اہلبیت کہ خدائے تعالےٰ دور کیا اُن سے رجس
گناہ کو اور پاکیزہ کردیا ان کو اور بری کیا اُن کو آفت عذاب سے اور فرض کیا اُن کی مودت
کو قرآن ہیں اس روایت سراسر درایت سے آئمہ اہلبیت کا حبل اللہ وحجت خدا ومعصوم وواجب
المودت ہونا اور شجرہ مبارکہ نبویہ ہونا واضح ولائح ہوا (۲) اہل بدعت کا نکث ومفارقت
کرنا شجرہ نبویہ سے ظاہر ہوا (۳) لوگوں کا تقصیر کرنا امر اہلبیت اطہار ہیں اور حجت لانا اور
متشابہات قرآن کو اور متہم کرنا اخبار ماثورہ فضائل اہلبیت اطہار کو جو بمنزلہ ماجاء ہم البینات
ہیں ظاہر ہوا (۴) شجرہ مبارکہ اہلبیت سے مفارقت کرکے امت کا فرقہ فرقہ ہوجانا اور
ایک دوسرے کی تکفیر کرنا واضح ولائح ہوا پس قولہ تعالیٰ واعتصموا بصیغہ امر وجوب تمسک و
اتباع پر دلالت کرتا ہے اور لفظ جمیعا صریح دال ہے کہ تمام ناس تمسک کریں بلاتخصیص چہ
صحابہ کبار وچہ صغار چہ حاضر وچہ غایب۔ لہذا تمامی امت کو اعتصام کا حکم فرماکر ائمہ اہلبیت
اطہار کی رغبت گردانا پس یہ آیہ ائمہ اہلبیت کی امامت پر نص ہے اور قولہ تعالیٰ لا
تفرقوا مشعر بامامت ہی اسواسطے کہ امت نے سقیفہ کے دن سے محاربات جمل وصفین و
نہروان تک ایسا اختلاف کسی مردین میں ہنیں کیا کہ جس کی وجہ سے فرقہ فرقہ ہوگئی
ہو بجز خلافت کے جتنے فرقے امت کے پیدا ہوئے وہ سب بباعث اختلاف امامت کے
ہوئے اور جن فرقون نے کہ شجرہ مبارکہ اہلبیت سے مفارقت کی اور حبل اللہ سے منحرف ہوگئے
وہ ناری ہوئے اور جس فرقہ نے کہ ائمہ اہلبیت اطہار کو حجت اللہ وحبل اللہ اور واجب التمسک
ومفترض الطاعۃ سمجھا وہ ناجی ہے۔ پس جب بالبداہتہ ثابت ہے کہ بوجہ اختلاف امامت
ومفارقت شجرہ مبارکہ نبویہ امت فرقہ فرقہ ہوگئی تو حبل اللہ ائمہ اثنا عشر من اہلبیت محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہوئے اور مطلب آیہ کا یہ ہوا کہ اے مسلمانوں تم اہلبیت رسالت سے جو حبل اللہ ہیں
علیحدہ نہو اور فرقہ فرقہ نہو جاؤ۔ ابن حجر نے حبل اللہ کے معنی میں پانچ احتمال نکالے دو

فرماتے ہیں کہ حبل اللہ سے مراد یا دین خدا ہے یا عہد خدا یا قرآن یا متابعت رسول اللہ یا
اہلبیت اطہار ہیں اور ظاہر ہے کہ امور چہارگانہ صلاحیت مقام نہیں رکھتے اسواسطے کہ توحید
و نبوت و معاد کے سب فرقے قائل ہیں۔ قرآن سے سب فرقہ احکام نکالتے ہیں۔ متابعت
رسول اللہ کے سب فرقے مدعی ہیں آپ خود بھی فرماتے ہیں کہ الٰہیات و نبوت و معاد کا اعتقاد
ہونا متفق علیہ بین الفریقین ہے صرف ان مباحث کے بعض جزئیات میں خلاف ہونیکا
آپ کو اعتراف ہے اور امامت میں من اولہا الی آخرہا نزاع و خلاف ہے جیساکہ آپ
خود لکھ چکے ہیں اور بقول علامہ شہرستانی اعظم اختلاف درمیان امت کے اختلاف امامت ہی
پس ثابت ہوا کہ اختلاف امامت ہی کیوجہ سے امت کے فرقے ہوگئے پس قولہ تعالیٰ لاتفرقوا مشعر بامامت ثابت
ہوا اور اہلبیت رسالت حبل اللہ ہوئی جسطرح خداوند عالم نے اپنے حبیب کو رحمۃ للعالمین
وطہ و یاسین و ذکر فرمایا ہے اسی طرح آئمہ اہلبیت اطہار کو راسخون فی العلم و حبل اللہ و جنب
اللہ و اہل الذکر و آل یاسین فرمایا ہے اب میں ایک حدیث شریف نقل کرتا ہوں جس سے واضح ہوجائیگا کہ
یہی حبل اللہ خلفاء و اوصیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و حجج اللہ ہیں۔

وعن علی کرم اللہ وجہہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یرکب
سفینۃ النجاۃ ویستمسک بالعروۃ الوثقیٰ ویعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیا ولیعاد
عدوہ ولیأتم بالائمۃ الھداۃ من ولدہ فانہم خلفائی واوصیائی وحجج اللہ علی
خلقہ من بعدی وسادات امتی وقواد الاتقیاء الی الجنۃ حزبہم حزبی وحزبی حزب
اللہ وحزب اعدائہم حزب الشیطان (دیکھو ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی قندوزی)
اور منجملہ نصوص خلافت جناب علی مرتضیٰ و دیگر ائمہ طاہرین یہ آیہ وافی ہدایہ ہے فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون ترجمہ پس سوال کرو تم اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے
ہو یہ آیت دلالت واضحہ رکھتی ہے اس امر پر کہ اہل الذکر لایعلمون نہوں جس چیز کے
پوچھنے کا اہل ذکر سے حکم فرمایا ہے اس کا علم اہل ذکر کو ہو کیونکہ اگر وہ خود امر مسئول عنہ

پارہ ۱۴ سورہ ع ۱۲

کو نہ جانیں گے تو اہل ذکر کے مصداق ہوں گے بلکہ درصورت نہ جاننے امر مسئول عنہ کے
ان کا شمار گروہ لایعلمون میں ہوگا اب اس امر کی تصریح کرنا باقی ہے کہ اہل ذکر کون ہیں جن
سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس واضح ہو کہ کتاب اللہ میں کلمہ ذکر کا استعمال دو طرح پر
ہوا ہے۔ کتاب اللہ کے واسطے بھی لفظ ذکر آیا ہے اور رسول اللہ کے واسطے بھی لفظ ذکر آیا
ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ انزل الیکم ذکراً رسولاً میں ذکر سے مراد رسول اللہ صلعم ہیں تو بالبداہتہ
اہل ذکر اہلبیت رسالت ہوئے اور آیہ انزلنا الیک الذکر لتبین للناس الخ
میں ذکر سے مراد قرآن ہے اور اہلبیت رسالت کا اہل قرآن ہونا حدیث ثقلین سے ظاہر و باہر
ہے کیونکہ لفظ ثقلین اتحاد کتاب اللہ و اہلبیت پر نص ہے اور فقرہ انہما لن یفترقا سے معیت
قرآن و اہلبیت اطہار بکمال وضوح روشن ہے اور معیت قرآن و جناب امیر علیہ السلام کی حدیث
علی مع القرآن و القرآن معہ لایتفرقان حتی یردا علی الحوض سے بھی ثابت ہے اور معیت قرآن
اور ائمہ اثنا عشر کی القرآن معہم وہم مع القرآن لایفارقونہ ولایفارقہم حتی یردا علی الحوض سے
ثابت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اہل الذکر سے مراد اہلبیت النبوۃ ہیں خواہ ذکر سے مراد آیہ مذکورہ
میں رسول اللہ صلعم ہوں خواہ ذکر بمعنی کتاب اللہ ہو دونوں معنوں کے اعتبار سے اہل ذکر
سے اہلبیت رسالت مراد ہیں اور جب ذکر کے دونوں معنی کتاب اللہ سے ہویدا ہوگئے تو اہل
ذکر اہل رسول اور اہل قرآن دونو ہوے اب یہ امر دیکھنا ہے کہ جب اہل ذکر اہل قرآن بھی
ہیں اور اہل رسول بھی ہیں تو اُن سے کس بات کا سوال کرنے کی گروہ لایعلمون کو احتیاج
ہو گی پس واضح ہو کہ امور دین میں اہل ذکر سے سوال کرنیکی حاجت ہوگی اور یہ امور دین منحصر ہیں
کتاب و سنت میں پس سوال ہائیں متعلق کتاب و سنت ہوگا پس مطلب اس آیہ وافی ہدایہ
کا یہ ہوا کہ اے لوگو اگر تم مطلب کتاب و سنت کا نہ سمجھو تو اہلبیت رسالت سے رجوع کرو
وہ اہل ذکر ہیں کل مطالب کتاب و سنت کی تصریح کردیں گے پس واضح ہوا کہ امر مسئول عنہ
متعلق دین ہے خواہ اصول دین سے ہو خواہ فروع دین سے اور ان کنتم لاتعلمون سے بھی

١؎ پارہ ۲۸ رکوع ۱۸
۲؎ پارہ ۱۴ رکوع ۱۲

بھی یہی ہویدا ہے کہ نہ جاننے والے بہ تعلیم اہلبیت اطہار امورِ دین کو حاصل کریں اس سے یہ امر بھی
واضح ہوگیا کہ ہر امرِ دین کی صراحت و وضاحت کتاب اللہ میں نہیں ہے اگر ہوتی تو اہل ذکر سے سوال
کرنے کا حکم کس لئے دیا جاتا۔ انہیں حضرات اہلبیت رسالت کو دوسری جگہ خداوند عالم نے راسخون
فی العلم فرمایا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم پس واضح ہوا کہ کتاب اللہ کی صحیح تاویل
راسخون فی العلم جانتے ہیں اور جناب سیّد عالم صلعم نے جناب امیر علیہ السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا انک
تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ جس طرح جناب
پیغمبر خدا صلعم نے تنزیل قرآن پر جہاد فرمایا اسی طرح جناب امیرؑ نے تاویل قرآن پر جہاد کیا پس
قرآن کی صحیح تاویل جاننے والے جناب امیر علیہ السلام بنص حدیث ثابت ہوئے اس لئے آیہ
وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم اُن کی شان میں ناطق ہوئی پس یہی حضرات
اہل ذکر ہوئے۔ کیونکہ سوائے اہلبیت رسالت کے امت میں کوئی تاویل کتاب اللہ کو نہیں جانتا
اگر کوئی کچھ جانتا ہے تو انہیں کی تعلیم سے جانتا ہے اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ امور دین کو
علماء امت بھی بیان کر دیتے ہیں اُن سے بھی لوگ مسائل دریافت کرتے ہیں تو وہ بھی اہل ذکر
میں شمار ہوئے بتخصیص آئمہ اہلبیت کی اس آیت سے کیونکر ہوئی تو ہم یہ جواب دیں گے کہ جب ان
کا اہل قرآن اور اہل رسول ہونا بہ برہان قاطعہ ثابت ہوا تو یہی حضرات نفس الامر میں اور حقیقۃً اہل
ذکر ہیں۔ علماء کو مجازاً اہل ذکر کہتے ہیں حقیقی معنی کے اعتبار سے کوئی انکو اہل ذکر نہیں کہتا کیونکہ
اہل ذکر کی شان سے یہ ہے کہ کبھی گروہ لا یعلمون میں اُن کا شمار نہو اور ان کنتم لا تعلمون کے
مصداق کبھی نہوں اور علماء امت جب علم تفسیر و حدیث و فقہ پڑھتے ہیں اُسوقت وہ مسائل حل
کر سکتے ہیں اور قبل حصول علم اُن کا شمار گروہ لا یعلمون میں ہوتا ہے پس باعتبار حقیقت اہل ذکر
نہوئی اور چونکہ جناب علی مرتضیٰ کی شان میں من عندہ علم الکتاب خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے
بدلیل قولہ قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب اور بحق آئمہ معصومین
علیہم السلام ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فرمایا ہے اور راسخون فی العلم

پارہ ۳ رکوع ۹

پارہ ۱۳ رکوع ۱۲

پارہ ۲۲ رکوع ۱۴

بھی انھیں کی شان میں آیا ہے اس لئے آئمہ اثنا عشر علیہم السلام حقیقتہً اہل ذکر ہیں اور چونکہ جناب اہلبیت رسالت آیۂ مباہلہ و آیۂ تطہیر سے بکمال وضوح روشن ہے اس لئے وہ بنص اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا وارث کتاب اللہ ہوئی تو حقیقتہً اہل الذکر وہی حضرات ہوئے جو شخص کہ اُن کے اصطفا اور اجتبا کا معتقد نہو وہ منکر قرآن ہے اور جب اُن کی برگزیدگی کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اُن کے وارث کتاب اللہ ہونے میں کیا شک رہا اور جب وہ وارث کتاب اللہ ہیں بنص قرآنی تو حقیقی اہل الذکر اہلبیت پیغمبر ہوئے اب اس امر کے ثبوت میں کہ اہل الذکر لایعلمون نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اُن کی شان سے یعلمون ہوتا ہے ایک حدیث بھی پیش کرتا ہوں اُس سے واضح ہو جائے گا کہ خداوند عالم نے اہل ذکر کو امور دین اور احکام شرع متین میں جہل و نادانی سے مبرا فرمایا ہے۔ قال صلعم یا عبدالرحمان بن عوف انھم اصحابی و علی ابن ابیطالب منی و انا منہ علی فمن جفاہ فقد جفانی و من اذاہ فقد اذانی و من اذانی فعلیہ لعنۃ ربی یا عبدالرحمان ان اللہ تعالےٰ انزل کتاباً بیناً و امرنی ان ابین الناس ما انزل الیھم ماخلا علی بن ابیطالب فانہ لم یحتج الی بیان لان اللہ تعالی جعل فصاحتہ کفصاحتی ودرایتہ کدرایتی الحدیث (دیکھو مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی حنفی) اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کو اور لوگوں کی طرح احتیاج بیان نہیں ہے کیونکہ اُن کی فصاحت و درایت مثل فصاحت و درایت رسول اللہؐ ہے۔ پس آیۂ مذکورہ میں اہلبیت رسالت کا مرجع انام ہونا منصوص ہے اور منصب خلافت و امامت کے یہی معنی ہیں کہ امام و خلیفہ رسول اللہ مسائل دینیہ میں مرجع انام ہو۔ اور اقضی القضاۃ بنص رسول اللہ ہو۔ جاہل و کندہ ناتراش نہو فضل بن روزبہان نے ابطال الباطل میں تاویل فرمائی ہے کہ جناب علی مرتضیٰ مفتی صحابہ تھے اس لئے صحابہ اُن سے فتوے پوچھا کرتے تھے اور حضرت عمر کا رجوع کرنا طرف جناب امیر علیہ السلام کے ایسا ہے کہ جسطرح آئمہ و ولاۃ عدل علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں و ہذا عبارتہ رجوع الصحابۃ الی علی فی الفتوے غیر بعید لانہ کان مفتی الصحابۃ والرجوع الی المفتی من شان المستفتین

وان رجوع عمر الیہ علیہ السلام کرجوع الائمة والولاة العدل الی العلماء الامة - اسکے جواب میں ہم
یہ گذارش کرتے ہیں کہ فتوے دینے والیکو چاہے مفتی صحابہ کہو یا عالم امت کہو مگر یہ دیکھو کہ اُسوقت
بزبان صحابہ اہل الذکر کا مصداق کون تہا آیا جناب علی مرتضیٰ جو مرجع صحابہ تھے یا وہ صحابہ جو
جناب امیر علیہ السلام سے فتوے پوچھا کرتے تھے تم تو خود یہ فرماتے ہو کہ جناب علی مرتضیٰ مفتی صحابہ
تھے تو اُسوقت میں اہل ذکر جناب امیر علیہ السلام ہوئے اور گروہ لایعلمون میں صحابہ فتوے پوچھنے
والے پس مرجع رعایا یا مفتی صحابہ یا اہل الذکر صحابہ سوال کنندہ نہوئے وہو المطلوب بلکہ جناب
علی مرتضیٰ ہوئے فثبت المطلوب اور یہ جو فرمایا ہے کہ حضرت عمر کا رجوع کرنا طرف جناب امیر
علیہ السلام کے ایسا ہے جیسا کہ ائمہ و ولاة عدل علماء امت کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کی بابت
گذارش ہے کہ ائمہ و ولاة عدل سے آپ کی مراد کیا ہے آیا ائمہ و ولاة عدل سے سلاطین اسلام مراد
ہیں یا وہ حضرات جنکو آپ آئمہ راشدین کہتے ہیں درصورت اختیار کرنے شق اوّل کے خلافت حضرت
عمر کے خلافت راشدہ نہوئی جس کے آپ مدعی ہیں بلکہ مثل سائر ملوک اسلام کے سلطنت قرار پائی
پس آپکے وہ آئمہ اور ولاة عدل جو دست احتیاج طرف علماء امت کے مسائل دینیہ میں دراز
کرتے تھے اہل ذکر کے مصداق نہوئے پس ایسے سلاطین کا اس مبحث دینیہ سے کچھ علاقہ نہیں ہے
اور درصورت اختیار شق ثانی کے بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ فاضل فضل نے
اپنے آئمہ راشدین کو علماء امت کا محتاج بنا دیا اور یہ سخت توہین ہے اس شخص کی جسکو آپ
خلیفہ راشد کہتے ہیں ایسا رسول کہ جو عارف علم لدنی ہو اور مدینہ علم ہو اُسکا نائب و جانشین ایسا
ناواقف ہو جو ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں علماء امت کی طرف رجوع کرے بلکہ پردہ نشین عورتیں بھی
اس سے افقہ ہوں اور قضایا فیصل کرتے وقت مثل سلاطین دنیا مفتیوں سے فتوے طلب کرے
اور جیسا مفتی کہے اُس کے مطابق حکم کرے ایسے ہی جانشینوں نے خلافت کے نام کو بدنام کیا ہے اور
کنز العمال میں کتاب فرائض میں سعید ابن مسیب سے مذکور ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے
جناب پیغمبر خدا سے میراث کلالہ کا سوال کیا آپ نے جواب میں فرمایا کیا خدا تعالیٰ نے میراث کلالہ

آیۂ وان کان رجل یورث کلالۃ اوامراۃ میں بیان نہیں فرمایا ہے - اسپر بھی حضرت عمر کچھ نہ سمجھے پس یہ آیہ نازل ہوا قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ اسپر بھی کچھ نہ سمجھے پھر بواسطہ اپنی دختر حضرت حفصہ کے معنی کلالہ دریافت کرائے آنحضرت نے فرمایا کہ تمھارے باپ تمھاری وساطت سے مسئلہ کلالہ دریافت کرتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ کبھی اس مسئلہ کو نہ سمجھیں گے پس حضرت عمر نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ مسئلہ کبھی مجکو معلوم نہوگا - صاحب کنز العمال لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن راہویہ و ابن مردویہ نے نقل کیا ہے وہو صحیح پس جس شخص کے ذہن کا یہ حال ہو کہ کسی طرح معنی کلالہ اس کے حلق کے نیچے نہ اُتریں وہ کیونکر مصداق اہل الذکر ہو سکتا ہے حضرت عمر کا یہ قول مشہور ہے کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال ایسی کم علمی کی صورت میں کہ عورتیں بھی قایل معقول کریں حضرت عمر مصداق اہل ذکر کے نہیں ہو سکتے حضرت عمر باعتراف خود اپنے آپ کو احکام قران جاننے والا نہیں جانتے تھے چنانچہ ازالۃ الخفا مآثر عمر یہ میں حاکم سے روایت ہے ان عمر ابن خطاب اخطب الناس فقال من اراد ان یسال من القرآن فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسال من الحلال والحرام فلیات معاذ بن جبل ومن اراد ان یسال من المال فلیاتینی فان اللہ تعالیٰ جعلنی خازنا پس جو شخص کہ قرآن اور اس کے احکام کو نہ جانتا ہو وہ کسی طرح مصداق اہل الذکر نہیں ہو سکتا اب جناب امیر علیہ السلام کی حالت کو ملاحظہ فرمائے کہ ابن ملجم کی تیغ زہر آلود کا زخم کھائے ہوئے ہیں. ضعف و ناطاقتی سے طاقت اُٹھنے بیٹھنے کی نہیں ہے اسپر بھی اہل کوفہ سے فرماتے ہیں سلونی عن کتاب اللہ سلونی قبل ان تفقدونی اہل کوفہ دوات قلم لئے بیٹھے ہیں. برابر سوال کرتے ہیں اور جناب امیر علیہ السلام برابر جواب اُن کے سوالات کا دیتے چلے جاتے ہیں ایک دریائے علم ہے جو موجیں مار رہا ہے یہ شان اہل الذکر ہے. یہ شان اہل الذکر نہیں ہے کہ قرآن کو فلان سے پوچھو اور مسائل حلال و حرام کو فلان سے پوچھو اور مال کا حال مجھ سے پوچھو یہ خلافت و امامت کا ہے کو ٹھیری - مہاجنی ٹھیری واخرج ابن ماجہ قال عمر خرج النبی صلعم عنا ولم یبین لنا ابواب الربوا کچھ

پارہ ۶ رکوع ۱۸

باوجود شرف صحبت ختمی مرتبت کے حضرت عمر جزئیات مسائل سے بھی محروم ہے تو پھر اُن کے اہل ذکر ہونے کی کیا سبیل ہے کوئی اُن سے پوچھے تو کیا پوچھے الواب ربا تک نہیں جانتے واضح ہو کہ مسئلہ کلالہ کو حضرت شیخ اوّل بھی نہیں جانتے تھے وفی تاریخ الخلفاء اخرج البیہقی وغیرہ عن ابی بکر سئل عن الکلالہ فقال انی ساقول فیہا برائی فان یکن صوابًا فمن اللہ وان یکن خطاءً فمنی ومن الشیطان اراہ ما خلا الولد والوالد فلما استخلف عمر قال انی لا ستحی ان ارد شیا قالہ ابوبکر اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر نے مسئلہ کلالہ میں اپنی رائے لگائی تھی اور اپنی رائے پر اُنکو وثوق نہ تھا اور حضرت عمر اُن کی رائے کو برسر صواب نہیں جانتے تھے مگر اُن کا قول رد کرنے سے اُنکو حیادامنگیر ہوئی مگر اُن کے نزدیک قابل رد تھا حضرت ابوبکر کا یہ قول اگر میری رائے صواب پر ہے تو منجانب اللہ ہے اور اگر خطا پر ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے آئندہ بہت کارآمد ہوگا یہاں غرض یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایسے مجہول العلم ہوں جنکو یہ یقین نہ ہو کہ ہماری رائے خطا پر ہے یا صواب پر اہل الذکر کے مصداق نہیں ہو سکتے خداوند عالم نے ایسے لوگوں کو اہل الذکر نہیں فرمایا ہے کہ جن کی رائے میں شیطان دست اندازی کرے۔ کیونکہ مقصود مسئلت سے ہدایت امّت ہے اور وہ بحالت تسلط شیطانی فی مسائل دینیہ مفقود۔ پس ثابت ہوا کہ وہ لوگ جو مسائل دینیہ سے اسقدر ناواقف ہوں وہ اہل قرآن یا اہل الرسول یا اہل ذکر نہیں ہیں۔ بلکہ اہل قرآن اور اہل رسول اور اہل الذکر ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو کہ ہر زمانہ میں مرجع انام رہے ہیں۔ جنھوں نے کبھی مسائل دینیہ میں دست احتیاج کسی جانب نہیں پھیلایا لیکن منصوص ہونا آیہ مذکورہ کا نص خلافت اہل الذکر میں پس وہ حدیث جناب سید عالم صلعم سے واضح ولائح ہے جسکو ابن مردویہ نے انس سے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان الرجل لیصلی ویصوم ویحج ویعتمر ویغزو وانہ لمنافق قیل یا رسول اللہ بماذا دخل علیہ النفاق قال صلعم یطعن علی امامہ وامامہ من قال اللہ فی کتابہ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اب اس حدیث سے روشن ہوگیا کہ امام

وہی شخص ہے کہ جس کو خداوند عالم نے اپنی کتاب میں اہل الذکر فرمایا ہے ونقل صاحب الفصول
المہمہ عن محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام فی قولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکران کنتم لاتعلمون
قال ع نحن اھل الذکر پس ثابت ہوا کہ آیہ مذکورہ آئمہ معصومین کی امامت پر برنص ہے یہی حضرات
حقیقۃً اہل الذکر ہیں اور اہل الذکر امام ہے جیساکہ حدیث سے ثابت ہوا اور منجملہ نصوص امامت و
خلافت آئمہ اثناعشر علیہم السلام آیہ یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین پاره ۱۱، رکوع ۴
ہے اس آیہ میں مسلمانوں کو صادقین کی معیت کا حکم ہے اور چونکہ کونوا بصیغہ امر ہے اس لئے
وجوب معیت پر دلالت رکھتا ہے پس صادقین متبوع ہوئے اور مسلمان جنکو حکم صادقین کے ساتھ
معیت کا ہے تابعین قرار پائے اور معیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ محض صادقین کے ساتھ رہو
اور خود چاہے جھوٹ بولو یا افعال قبیحہ کرو کیونکہ ایسی معیت سے کوئی نفع نہیں ہے کہ انسان
صادقین کی مصاحبت کرے اور فیض صحبت سے بے نصیب رہے نہ یہ مراد ہے کہ صادقین کے ساتھ
کبھی علیحدہ نہو ہر وقت اُن کی خدمت میں حاضر رہو کیونکہ ایسی تکلیف تکلیف مالایطاق ہوگی
پس آیہ مذکورہ میں معیت صادقین سے مراد اتباعُ اقتداے صادقین ہے اور متعدد آیات
قرآنی میں کلمہ معہٗ ومعک سے اتباع واقتدا کے معنی ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ
فکذبوہ فانجیناہ والذین معہ فی الفلک واغرقنا الذین کذبوا بایاتنا الآیہ پاره ۱۱، رکوع ۱۵
ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے اقتدا کرنیوالوں اور تصدیق رسالت کرنیوالوں کو طوفان سے نجات
دی اور مخالفین اور مکذبین کو غرق کیا۔ اور قولہ تعالیٰ واذاکنت فیہم فاقمت لہم الصلوۃ
فلتقم طائفۃ منہم معک الیٰ ان قال ولتات الطائفۃ اُخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک الآیہ پاره ۵، رکوع ۱۴
اس آیہ میں بھی لفظ معک سے دونوں جگہ معنی اقتدا کے ظاہر وہویدا ہیں پس کونوا مع الصادقین
سے یہی مراد ہے کہ صادقین کا اتباع واقتدا کرو اور صادقین سے بالعموم راست گو مراد نہیں
ہیں کیونکہ کافر ومشرک ومنافقین بلکہ دروغ گو بھی کبھی کبھی سچ بول دیتے ہیں اگر یہ مراد
ہو کہ سچ بولنے والوں کا اتباع واقتدا کرو عام اس سے کہ سچ بولنے والے کافر ہوں یا مشرک

ظالم ہوں یا فاجر تو مطلق اتباع و اقتدا کا فرد مشرک و ظالم و فاسق وغیرہم کا واجب ہو جائے
وہذا محال ایسی حالت میں صادقین سے وہی حضرات مراد ہوں گے کہ جن سے صفت صادقیت
کبھی منفک نہو اور صادقیت سے مراد صادقیت فی الاقوال ہی نہیں ہے ۔ بلکہ صادقیت فی
الافعال و اعمال بھی مراد ہے ۔ یعنی صادقیت سے صرف یہی مراد نہیں ہے کہ انسان سچ بولا کرے
اگر صرف سچ بولنا ہی مراد ہو اور صادقیت اعمال و افعال مراد نہو تو جو شخص زنا کیا کرے اور سچ
سچ کہدیا کرے کہ میں نے زنا کیا تو اُسکا اتباع اور اقتدا بھی واجب ہو جائے وہذا خلفٌ پس
ثابت و متحقق ہوا کہ صادقین سے مراد وہ حضرات ہیں کہ جن سے صادقیت کبھی منفک نہو
اُن کے تمام اقوال بھی کذب سے مبرّا ہوں اور تمام اعمال بھی صالح ہوں اور یہی عصمت ہے ایسی صادقیت
سوائے معصومین کے اور کسی انسان میں پائی نہیں جاتی ۔ یا خداوند تعالیٰ خود اس صفت سے
متصف ہے کما قال اللہ تعالیٰ واتیناک بالحق و انا لصادقون اور واجب الاتباع ہونا صادقین کا
واسطے مکلفین کے دلالت کرتا ہے کہ وجود ایسے صادقین کا ہر زمانہ میں ہوتا ہے کہ "الذین آمنو" اُن
کا اتباع کریں اور بتوفیق آیۂ اطیعوا اللہ و آیہ فاسئلو اہل الذکر و آیہ واعتصموا بحبل اللہ
کے آیۂ مذکورہ یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین مُثبت امامت جناب علی مرتضیٰ
و دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام ہے جس طرح اُن آیات میں حکم اطاعت و مسئلت و تمسک وارد ہوا
اُسی طرح اس آیہ میں حکم معیّت بصیغہ امر نازل ہوا روایات حضرات اہلسنت سے بھی اس امر کی
تائید ہوتی ہے کہ مراد صادقین سے آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں چنانچہ بروایت صدر الائمہ اخطب
خوارزم و بروایت علامہ ابراہیم حموینی و ابو النعیم اصفہانی و اول المفسرین ثعلبی و علامہ خرگوشی
صاحب کتاب المصطفیٰ عن الاصمعی و امام مالک عن ابن عمر و بروایت ابو یوسف صدر المفسرین بن
سفیان آیہ مذکورہ بحق جناب امیر المومنین و اولادہ الطاہرین نازل ہوا چنانچہ تفسیر ابو یوسف
میں مذکور ہے حدثنا مالک بن انس عن نافع عن ابن عمر قال یاایہا الذین امنوا
اتقو اللہ وکونوا مع الصادقین امر اللہ الصحابۃ ان یخافوا اللہ ثم قال وکونوا مع

الصادقین یعنی محمد واھلبیتہ اور ابو نعیم نے باسناد خود ابن عباس سے روایت کی ہی کونوا
مع الصادقین قال محمد و علی اور حموینی نے ابن عباس سے روایت کی ہے قال مع علی ابن ابیطالب
پس ثابت ہوا کہ مراد صادقین سے جناب رسولخدا و جناب امیر و اولاد طاہرین جناب ختمی مرتبت ہیں اس آیہ
میں تکلیف معیت غیر مقید ہے اور وہ مستلزم ہے کہ جمیع امور میں اقتدا بصادقین کریں پس اگر صادقین سے متخلفین
غزوہ تبوک مراد لئے جائیں جیسا کہ بعض مخالفین کا زعم ہی تو جمیع امور میں اقتدا بہ متخلفین واجب ہوا اس تقدیر پر تمام بعض
مومنین جہاد میں تخلف کر سکتے ہیں اور تخلف کا عذر ٹھیک بیان کر سکتے ہیں کوئی کہدے کہ مجکو جورو نے جانے نہ دیا کوئی کہے کہ جان
کے خوف سے تخلف کیا اور سب کے اس قسم کے عذر سچ ہوں اور ایسے واقعی اور سچے عذر پیش
کر کے حکم شارع بجا نہ لائیں پس ایسے راست گویان کی معیت و اتباع سے نظم اسلام ہی برباد ہو
جائے کیا خوب معنی نکالے غرض اس قسم کے معنی پیدا کر کے حق کو چھپانا بالکل بے سود ہے ؎

زمشرق تا بمغرب گر امام است ۔۔۔ علی وآل او مارا تمام است

اور منجملہ نصوص امامت حقہ آیہ فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا ہے۔ واضح ہو کہ حدیث
نور سے جو کہ بین الجمہور مشہور و معروف ہے اتحاد نور جناب امیر علیہ السلام با نور جناب سید عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے اور حدیث متفق علیہ لا یفترقا حتی یردا علی الحوض سے معیت
جناب امیر علیہ السلام ساتھ کتاب اللہ کے ثابت ہے یہ دونوں حدیثیں بطور تفسیر آیات
قرانی واقع ہوئی ہیں اور حدیث صحیح کی پہچان یہی ہے کہ اس کو کتاب اللہ پر عرض کرتے
ہیں اگر مطابق ہے اس کی وہ صحیح ہے اگر مطابق نہیں ہے وہ وضعی اس لئے کہ ارشاد رسول
خلاف کتاب اللہ نہیں ہو سکتا خداوند عالم نے آیہ واتبعوا النور الذی انزل معہ
میں اور نیز آیہ قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا میں ذکر نور جناب علی
مرتضی ہمراہ ذکر رسول اللہ فرمایا ہے اور آیہ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین
میں ذکر نور ہمراہ ذکر کتاب فرمایا ہے اور احادیث جناب پیغمبر خدا سے اس امر کی تصریح ہوتی
ہے کہ نور سے مراد جناب ولایت مآب ہیں۔ جن کے اتباع و تمسک کا حکم خدا اور رسول نے

پارہ ۱۸ رکوع ۱۱

فرمایا ہے اور یہ امر کہ نور سے مراد امام الانس والجن ہے قولہ تعالیٰ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض
مثل نورہ کمشکوٰۃ الایہ سے واضح ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن محمد المعروف بابن مغازلی
الشافعی نے کتاب مناقب میں اور صاحب مناقب فاخرہ نے باسناد خود علی بن جعفر سے روایت
کی ہے قال سئلت ابا الحسن علیہ السلام عن قول اللہ عزوجل کمشکوٰۃ فیہا مصباح قال
المشکوٰۃ فاطمۃ والمصباح الحسن والحسین الی ان قال نور علی نور قال امام بعد امام
یہدی اللہ بولایتنا من یشاء اس روایت سے معلوم ہوا کہ نور سے مراد امام ہے واضح ہو کہ ایمان
لانیکی تکلیف وقتاً فوقتاً بتدریج نازل فرمائی ہے۔ کسی وقت فرمایا من اٰمن باللہ والیوم
الآخر یہاں پر خدا پر اور معاد پر ایمان لانے کا ذکر ہے ایک جگہ فرمایا فآمنوا باللہ ورسولہ
یہاں خدا و رسول پر ایمان لانے کا ذکر ہے ایک وقت میں خداوند عالم نے جناب امیر السلام کے
اور دیگر آئمہ کے فضائل و محاسن کا ذکر فرمایا ایک وقت میں مودت کا ذکر فرمایا ایک وقت میں ان کی
ولایت کو ظاہر فرمایا۔ ایک وقت میں اطاعت خدا اور رسول و امام کو بیان فرمایا جس طرح کہ
ترتیب وار ولایت خدا و رسول و امام کو ذکر فرمایا تھا۔ کبھی مرجع انام فرمایا اور اتمام پر امام پر
ایمان لانے کی تکلیف نازل فرمائی اس طرح پر فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی
انزلنا پس امامت کے اصلی اعتقادی ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ
بندوں کو اس پر ایمان لانے کی تکلیف دی گئی۔ اب اس امر کا ثبوت کہ اس آیہ میں نور سے مراد
امام ہے روایات ذیل سے اسطرح پر ہے۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری جو کہ علماء اعلام واجلہ المور
خین معتبرین اہلسنت سے ہیں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں النور فی ہذہ الآیہ ولایۃ علی ابن ابیطالب
اور ینابیع المودۃ مولفہ شیخ سلیمان بلخی میں یہ مذکور ہے وفی المناقب عن علی بن الحسین
علیہما السلام قال ان اللہ منہم الائمۃ وھی النور وذالک بقولہ تعالیٰ فآمنوا
باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا الآیہ ثم قال النور ھو الامام۔ اور یہ جو امام
نے فرمایا ان اللہ منہم الامامۃ وھی النور یہ تفسیر ہے و اللہ منہم نور کی جو کہ واقعے قبل

اللہ عزوجل یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (پارہ ۲۸ رکوع ۹)
ہیں اور قرآن کے دسویں پارہ میں بجائے متم نورہ کے ان یتم نورہ بصیغہ مضارع واقع ہوا ہے
یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھہم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون
اس سے واضح ہوا کہ خداوند عالم زمانہ آئندہ اس نور کو اتمام کو پہنچائے گا اور وہ نور امامت ہی
جسکو بامامت وخلافت جناب صاحب الزمان علیہ السلام اتمام کو پہنچائیگا خداوند عالم نے امام (بت سجدہ ۱۱)
کی امامت کو نور اس لئے فرمایا کہ امام سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اس آیہ میں نور سے توحید مراد
لینا یا حضرت جبرئیل مراد لینا یا قرآن مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ توحید ناقص یا تمام کب
تھی جسکو زمانہ آئندہ تمام کرے گا اور اطفائے حضرت جبرئیل کیونکر ممکن ہوسکتا تھا اسی شے کے بجھانے
یا مٹانے کے واسطے لوگ ارادہ کرسکتے ہیں کہ جسپر اُن کا قابو چل سکے ۔ حضرت جبرئیل پر قابو چلنا
کیسا اُن کا طائر وہم بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور قرآن کے تمام وکمال نازل ہونے تک کوئی
اس کے اطفاء کے درپے نہیں ہوا اور جلایا گیا اسوقت جبکہ متمم تھا اور ناقص نہ تھا ایسی صورت
میں ان یتم نورہ اسپر صادق نہیں آسکتا ۔ اور دوسری دلیل اس تاویل کی رد میں یہ ہے
قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و (پارہ ۲۷ رکوع ۲۰)
یجعل لکم نوراً تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور الرحیم اس آیت سے واضح ہے کہ خداوند
عالم نے خدا تعالے سے ڈرنے اور رسولؐ پر ایمان لانے کی جزا میں دو نصیبہ اپنی رحمت سے قرار
دی ہیں اور بعد کفلین من رحمت اس نور سے توحید یا جبرئیل امین مراد لینا کیونکر درست ہوگا
اور اگر کوئی کہے کہ نور سے مراد قرآن ہے پس وہ آیہ ماسبق سے بھی غیر متوہم ہے قال اللہ تعالیٰ
قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین اس آیہ سے صاف ظاہر ہے کہ نور سے مراد قرآن مجید
نہیں ہے بلکہ بسیاق کلام اتقائے خدا وایمان بہ رسول اللہ کے بعد داعی امر خلافت ہے اور
قولہ تعالیٰ تمشون بہ سے واضح ہے کہ پیروی امام سے صراط مستقیم پر چل سکتے ہیں اور ہدایت
پائیں اور ضلالت سے محفوظ رہیں اور قولہ تعالیٰ یوم تری المومنین والمومنات یعنی (پارہ ۲۷ رکوع ۱۸)

نورهم بین ایدیهم و بایمانهم بشریکم الیوم جنات تجری من تحتها الانهر خالدین فیها
میں بھی نور سے مُراد امام ہیں۔ ابونعیم نے صاحب حلیۃ الاولیاء نے معنی آیت یوم لا یخزی اللہ
النبی والذین آمنوا معہ نورهم یسعی بین ایدیهم و بایمانهم الایہ میں مرفوعاً الی ابن
عباس یوں روایت کی ہے قال اوّل ما یکسیٰ من حلل الجنۃ ابراهیم و محمد ثم علی یزف
بینهما ثم قرا یوم لا یخزی اللہ الایہ دوسری آیہ دافع اوہام منکرین یہ ہے قال اللہ تعالیٰ نورٌ
علی نور یهدی اللہ لنورہ من یشاء یضرب اللہ الامثال للناس یہاں نور علیٰ نور بمعنی توحید
بعد توحید یا قرآن بعد قرآن یا جبرئیل بعد جبرئیل کیونکر درست و صحیح ہو سکتے ہیں البتہ امام بعد
امام کہئے تو معنی صحیح سمجھ میں آویں کیونکہ ایک امام کے بعد دوسرا امام مقرر ہوتا ہے واسطے ہدایت
خلق کے اسی آیہ میں یضرب اللہ الامثال فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے امام کو نور سے
تشبیہ دی ہے اور تشون بہ سے مراد یقتدون بہ ہے اور اگر نور سے مراد آیہ ان یتم نورہ میں دین
خدا ہو تو بھی مقصد حاصل ہے کیونکہ اکمال دین بسبب نصب امام روز غدیر خم ہوا اور یتم نورہ بصیغہ
مضارع ہے وہ مخبر ظہور قایم آل محمد ہے ولو کرہ الکٰفرون فافہم اور منجملہ نصوص خلافت و امامت
جناب امیر علیہ السلام قولہ تعالیٰ انما انت مُنذر ولکل قوم هاد ہے واضح ہو کہ ہادی امت محمدی
جناب علی مرتضیٰ ہیں جو مراد ہیں اس آیہ سے سوائے جناب امیر علیہ السّلام کے کسی اور صحابی کے
حق میں قرآن یا حدیث متفق علیہ میں ہادی کا لقب وارد نہیں ہوا ہے اور خصوصیت اس لقب کی
جناب امیر کے حق میں من اللہ والرسول ظاہر و ہویدا ہے واضح ہو کہ شان نزول آیہ ہم وانی ہدایۃ
لکل قوم هاد کا بحق جناب امیر علیہ السلام ہے حافظ ابن مردویہ نے راوی معتبر حضرت ابن عباس سے روایت
کی ہے۔ فی قولہ تعالیٰ ولکل قوم هاد واشار بیدہ الی علی و قال بک یهتدی المهتدون بعدی
وروی الشیخ ابراهیم الحموینی فی فرائد السمطین روایۃ عن الواحدی بانہ قال من
الآیات فیها علی رض تلوا النبی قولہ انما انت منذر ولکل قوم هاد۔ وروی ایضاً عن
ابی هریرۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول انما انت منذر و وضع یدہ علی صدر نفسہ

ثم وضعہا علی ید علیؑ و یقول لکل قوم ھاد وروی الثعلبی فی الکشف عن ابن عباس
قال لما نزلت ہذہ الایۃ وضع رسول اللہ یدہ فی صدرہ وقال انا المنذر واومی
بیدہ الی منکب علی ابن ابیطالب وانت الھادی یا علی یہتدی بک المہتدون وروی ایضاً
عن علی قال المنذر النبی والھادی رجل من بنی ہاشم یعنی نفسہ علیہ السلام انتھےٰ
وروی صاحب فصول المہمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما نزلت ھذہ الایۃ
قال رسول اللہ انا المنذر وعلی الھادی الحدیث وروی الخوارزمی ایضاً مثلہ عنہ
اور حدیث رسول مختار جو کہ سید علیؒ ہمدانی نے بروایت سعد بن معاذ اور جابر بن عبداللہ مودۃ القربیٰ
میں لکھی ہے یہ ہے قال صلعم انا نذیر ہذہ الامۃ وعلی ہادیہا - پس بحکم خدا و رسولؐ ثابت ہوا کہ
جناب امیر علیہ السلام بالاختصاص ہادی امت محمدی ہیں اور جس کے ہادی ہونے پر نص ہو وہی امام
ہے ہدایت ایسی صفت ہے کہ جو خدا کے ساتھ مختص ہے بقولہ تعالیٰ وکفیٰ بربک ہادیاً ونصیرا اور ۹ پارہ رکوع ۱
انبیاء مرسلین کو خداوند عالم نے واسطے ہدایت خلق کے مبعوث فرمایا اور یہ عہدہ ہدایت اُن کو کرامت
فرمایا چنانچہ نبیؐ کے حق میں فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ یا اوصیاء مرسلین کے حق میں ۲۶ پارہ رکوع ۶
کہیں ایمۃ یہدون بامرنا اور کسی مقام پر اُمۃ یہدون بالحق فرمایا اور بھی عرض ہوچکا ہے کہ ہدایت
کرنا عہدہ مرسلین ہے اور جو نائب نبی ہے اُسکا بھی وہی کام ہوگا جو منیب کرتا ہے پس جبکہ پارہ ۱۲ رکوع ۱
بدلیل قولہ تعالیٰ لکل قوم ہاد کے جناب امیر علیہ السلام کا ہادی امت محمدی ہونا ثابت ہوا تو پارہ ۹ رکوع ۱۰
اُن کی امامت وخلافت منصوصہ میں کیا شک رہا اور بروایت واحدیؒ ثابت ہوا کہ آیہ لکل قوم
ہاد منجملہ اُن آیات کے ہے جنمیں ذکر علیؑ تلو ذکر نبیؐ ہے اور تلو سے متصل غیر منفصل ہوتا ہے
اور ان آیات میں خاصکر ذکر نبیؐ وعلیؑ امر دین وہدایت المسلمین میں ہے پس یہ اتصال غیر انفصال
امر خلافت میں بنص آیات قرآنی ثابت ہوا وہو المطلوب اور منجملہ نصوص خلافت حقہ جناب
علی مرتضیٰ آیہ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ہے اس آیہ میں من کان پارہ ۱۲ رکوع ۲
علی بینۃ سے جناب پیغمبر خدا اور یتلوہ شاہد منہ سے جناب علی مرتضیٰ مراد ہیں حاصل معنی آیہ یہ ہیں

کہ جناب پیغمبر خدا خدا کی جانب سے بینہ پر ہیں اور جناب امیر علیہ السلام جو اُن کے اقربا سے ہیں
وہ بطور رسولخدا صلعم صحت دعوے پر یا تبلیغ رسالت پر یا اعمال امت پر شاہد ہیں یہ آیہ خلافت
بلا فصل پر دال ہے اس لئے کہ تلو شی متصل غیر منفصل ہوتا ہے آیہ مباہلہ میں خداوند عالم نے
جناب امیر علیہ السلام کو بمنزلہ نفس نبی کے قرار دیا اور جناب پیغمبر خدا صلعم نے علی منی وانا منہ
اُن کے حق میں ارشاد فرمایا اور بروقت معزولی حضرت ابو بکر از تبلیغ سورۂ برات و ماموری
جناب امیر علیہ السلام بحکم خدائے عزوجل جناب سید عالم صلعم نے اوحی الی ان لا یودی
عنی الا انا او رجل منی ارشاد فرمایا اس آیہ میں خداوند عالم نے بغرض اظہار اس معنی کے
شاہد منہ سے جناب امیر علیہ السلام فرمایا فخر رازی فرماتے ہیں کہ شاہد سے مُراد یا جبرئیل امین
ہیں یا لسان پیغمبر ہے اور جب ان توجیہات کی رکاکت اُن کو معلوم ہوئی تو آخر کو رجوع بحق
فرمایا اور صاف کہدیا ان المراد ہو علی ابن ابیطالب اور توجیہات سابقہ کی رکاکت بخوبی ظاہر
ہے کیونکہ فرشتہ غیر مرئی کی تصدیق رسالت کرنا پیش امت کافی نہیں ہو سکتا جب حضرت موسیٰ
کی امت نے طور پر آواز سنکر کلیم اللہ سے ارنا اللہ جہرۃً کی درخواست کی اور صرف کلام سنکر اُن کو
اطمینان نہوا تو حضرت جبرئیل کو بغیر دیکھے اُن کی آواز سننے سے لوگوں کو کیونکر اطمینان ہو سکتا
تھا نہ حضرت جبرئیل پیش خدا یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا نے احکام منزلہ امت
کو پہنچائے کیونکہ حضرت جبرئیل وحی لایا کرتے تھے اور وقت ابلاغ و تعلیم و ہدایت امت اُنکو
پیغمبر خدا صلعم کی حضوری میں حاضر رہنے کا حکم نہ تھا پس وہ پیش خدا کیونکر شہادت دے سکتے ہیں
اور شاہد سے مراد لسان پیغمبر لینا حسب رائے فخر الدین رازی کیونکر تسلیم کیا جائے۔ کیونکر ہو سکتا ہے
کہ صاحب بینہ و برہان اپنے دعوے پر پیش خدا یا پیش ناس اپنی لسان کو شاہد لا دے کیونکہ
ایسی شہادت شرع میں داخل نہیں کی گئی۔ پس یہ آیہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر
عمدہ نصوص سے ہے بلکہ لفظ شاہد اثبات امامت من عند اللہ میں شاہد عادل ہے۔ کیونکہ منصب شہادت
اعمال امت عامہ رعیت کا کام نہیں ہے۔ بلکہ خدا و رسول کا شہید ہونا بنص قران ثابت ہے

پس سوائے رسول کے جو شخص کہ بنص قرانی شاہد ہے وہ جمیع افراد امت سے عنداللہ اکمل و
افضل ہوگا اور اعدل الناس بعد رسول اللہ ہوگا اور فضیلت شہادت میں یہ آیہ قل ای شئی
اکبر شہادۃ ناطق ہے وقال کفی باللہ شہیدا وقال یکون الرسول علیکم شہیدا و
قال کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس میں پھر کہتا ہوں کہ اگر شہادت
جبرئیل امین خداوند عالم کو نبوت کی تصدیق کرانا منظور ہوتی تو روز مباہلہ حضرت جبرئیل ہی کو پیغمبر
خدا کے ہمراہ جانیکا حکم ہوتا کیونکہ مباہلہ سے مقصود یہی تھا کہ نبوت کے دعوے کی تصدیق ہوجائے
اور یہ ظاہر ہے کہ پیغمبر کی لسانی نصیحت وہدایت ودلایل کیجانب اہل نجران نے اعتنا نہ
کیا تھا جب یہ آیہ نازل ہوا تو جناب پیغمبر خدا صلعم نے پیشوایان نجران سے فرمایا کہ آؤ ہم تم
مباہلت میں مشغول ہوں تاکہ اس بات میں تمیز ہوجائے کہ صادق کون ہے اور کاذب
کون اور جناب امیر علیہ السلام اور حسنین علیہم السلام اور جناب سیدہ جناب سید عالم کے صدق
دعوے نبوت پر ایسے شاہد عنداللہ تھے کہ جن کی صورتوں ہی نے نبوت کی تصدیق پر
شہادت دیدی جنکو دیکھ کر ترسائیوں کے سردار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اگر ان کے
ساتھ مباہلہ کیا جائے گا تو یقیناً ایک ترسائی بھی روئے زمین پر باقی نرہیگا دیکھو تفسیر حسینی
اور نیز برطبق معنی شہادت در تصدیق نبوت آیہ قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب
کافی ہے اور من عندہ علم الکتاب سے جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں۔ چنانچہ اول المفسرین ابو
اسحاق احمد بن محمد ابراہیم الثعلبی نے اپنی تفسیر کشف البیان میں بسند ابو بکر السبعی مرفوعاً
بعبداللہ بن عطا روایت کی ہے قال کنت جالسا مع ابی جعفر فی المسجد فرایت عبداللہ
بن سلام فقلت ہذا الذی عندہ علم الکتاب فقال انما ذالک علی ابیطالب اور بسند
سبیعی ابن حنفیہ سے روایت کی ہے من عندہ علم الکتاب علی ابن ابیطالب اور روایت دوسری
اسطرح ہے روی انہ سئل سعید بن جبیر ومن عندہ علم الکتاب عبداللہ بن سلام
قال لا وکیف وہذہ السورۃ مکیۃ وقد روی عن عبداللہ بن عباس لا واللہ

پارہ ۷ رکوع ۸
پارہ ۲ رکوع ۳
پارہ ۲ رکوع ۱۷
پارہ ۱۳ رکوع ۱۲

ما هو الا علی بن ابیطالب لقد کان عالما بالتفسیر والتاویل والناسخ والمنسوخ واضح ہو کہ نطنزی نے خصائص میں بھی مثل ثعلبی کے روایت کی ہے اور ابن المغازلی شافعی صاحب مناقب الفقیہ نے عبد اللہ بن عطا سے روایت کی ہے قال علی ابن جالس دخلت انا وابو مریم علی عبد اللہ قال ابو مریم حدث علینا الحدیث الذی حدثتنی عن ابی جعفر قال کنت عند ابی جعفر علیہ السلام جالسا اذ مر علیہ ابن عبد اللہ بن سلام قلت جعلنی اللہ فداک ہذا ابن الذی عندہ علم الکتاب قال لا ولکنہ صاحبکم علی ابن ابی طالب الذی نزلت فیہ آیات من کتاب اللہ عزوجل ومن عندہ علم الکتاب افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ وانما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے بسند ابن حنفیہ روایت صدر کو نقل فرمایا ہے اور امام المفسرین ثعلبی نے بسند عبد اللہ بن سلام روایت کی ہے ان النبی قال ذالک انما علی ابن ابیطالب اور حافظ سیوطی نے اتقان فی علوم القرآن میں کہا ہے قال سعید بن منصور فی سنہ حدثنا ابو عوانہ عن ابی بشر قال سالت سعید بن جبیر عن قولہ تعالیٰ ومن عندہ علم الکتاب اھو عبد اللہ بن سلام فقال وکیف ھذا السورۃ مکیہ انتہیٰ وھکذا رواہ البغوی فی تفسیرہ معالم التنزیل ان مرویات مدللہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت من عندہ علم الکتاب بحق جناب امیر علیہ السلام نازل ہوئی اور یہ آیت مکی ہے اور عبد اللہ بن سلام بعد ہجرت مدینہ منورہ میں ایمان لائے پس اُن کے حق میں کیونکر قبل اسلام نازل ہوتی علاوہ اس آیہ میں شاہد ہونے خدا ورسول ومن عندہ علم الکتاب کا بہ ترتیب ذکر ہی اور ابن سلام کبھی کسی امر کی شہادت کے لئے مامور نہیں ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام بوصیت پیغمبر خدا صلعم واسطے نگرانی اعمال امت کے بعد اُن حضرت کے معین ہوئے ہیں جیسا کہ روایت ابن حجر فی صواعق محرقہ سے ظاہر ہے بروایت ابن ابی شیبہ عبد الرحمان بن عوف سے نقل کیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا نے بعد حمد الٰہی فرمایا اوصیکم لعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن صلوٰۃ

پارہ ۱۲ ارکوع ۲
پارہ ۶ رکوع ۱۴

ولا بعثن الیکم رجلا منی او کنفسی یضرب اعناقکم ثم اخذ بید علی ثم قال ھو ھذا
انتہی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ منصب شہادت ایسے شخص کو عنایت ہوا کہ مثل نفس پیغمبر
اہل پیغمبر سے ہو اور آیہ مباہلہ وقصہ سورۂ برارت شاہد ہیں کہ وہ جناب علی مرتضیٰ ہیں اور
حدیث امام باقر العلوم و امام ابوجعفر علیہما السلام سے بطریق اہلسنت معلوم ہوا کہ جس طرح آیہ کفی
باللہ شہیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب میں جناب امیر علیہ السلام کو شہید فرمایا اسی طرح آیہ
ویتلوہ شاہد منہ میں جو کہ باتفاق جمہور مفسرین و شیوخ محدثین بحق جناب امیر علیہ السلام
نازل ہوا اُن جناب کو شاہد فرمایا اور دوسری دلیل یہ ہے قال اللہ تعالیٰ ثم اورثنا
الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا پس من عندہ علم الکتاب وارث کتاب ہے
سوا رکان الکتاب قرانًا او توراۃ اور وارث کتاب کو بنص آیۂ کریمہ برگزیدہ ہونا لازمی ہے
اور عبداللہ بن سلام عامہ صحابہ سے تھے اُن کا شمار برگزیدہ گاں میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ شرف
اصطفا شیوخ کبار اہلسنت کو بھی میسر نہوا مگر نفس پیغمبر اور ذریت طاہرہ پیغمبر حذا بقولہ تعالیٰ
الحقنا بھم ذریتھم مثل سائر انبیا برگزیدگان خدائے تعالےٰ ہیں پس مصداق من عندہ علم الکتاب
کے جناب امیر علیہ السلام ہیں اب آیہ ویتلوہ شاہد منہ کو باسناد صحیحہ بحق جناب امیر علیہ السلام
ثابت کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ شیخ ابراہیم بن محمد بن ابی بکر الجوینی الحموینی نے کتاب فرائد
السمطین میں چار سندوں سے اور عمدۃ المفسرین الواحدی نے ایک سند سے اور اول المفسرین
ثعلبی نے دو طریق اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ اور موفق ابن احمد خوارزمی نے
کتاب فضائل میں ذکر کیا ہے کہ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ بحق جناب امیر
علیہ السلام نازل ہوا چنانچہ موفق خوارزمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے فی ہذا الایۃ
ہو علی یشہد للنبی و ہو منہ اور شیخ الشیوخ فی المحدثین ابراہیم و واحدی و ثعلبی و ابونعیم
الحافظ اور صاحب یفضح الخطب نے قدر مشترک روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام مسجد کوفہ
میں خطبہ پڑھتے تھے اور اثنائے خطبہ میں فرمایا و ما من قریش رجلا الا وقد انزلت فیہ الایۃ او

ولایتان فقال لہ رجل (ہو عبد اللہ ابن الکوا) فای شئی نزل فیک فقال اما تقرؤ ویتلوہ شاہد منہ ہذا لفظ الثعلبی پس نصوص کتاب اللہ سے یہ نص مخصوص ہے واسطے جناب امیر علیہ السلام کے سوائے خارجی وناصبی کے کوئی اسمیں کلام نہیں کرسکتا۔

اور خوارج ونواصب بے دین ہیں۔ وہ اگر انکار بھی کریں تو کچھ ضرر نہیں پہنچتا کیونکہ کفار رسالت ہی سے انکار کرتے ہیں۔ اس انکار کا کیا علاج

پارہ ۱۳ رکوع ۴

(۸) اور منجملہ نصوص خلافت جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام یہ آیہ ہے قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی کہ اے نبی کہ یہ اسلام دین میرا ہے دعوت کرتا ہوں میں طرف توحید ومعرفت خدا کے اوپر بصیرت کے اور دعوت کرتا ہے وہ شخص کہ تابع میرا ہے (اوپر اسی بصیرت کے) اس آیہ میں تابع سے مراد وہ شخص ہے کہ جو جمیع اعمال وافعال واقوال میں متبوع کے قدم بقدم ہو اور ایسا تابع جو متبوع کے قدم بقدم چلے معصوم ہوگا غیر معصوم نہیں ہوسکتا۔ شیخ الاکبر محی الدین نے احوال صاحب الزمان علیہ السلام میں کتاب فتوحات میں لکھا ہے انہ یقفو اثری لا یخطی ای اثر النبی صلعم ہذا ما نقلہ صاحب دراسات اللبیب عنہ واستدل بہ عصمتہ علیہ السلام ونقل سید عبد الوہاب شعرانی فی لواقح الانوار اور خداوند عالم فرماتا ہے ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن پس معلوم ہوا کہ مراد اتباع سے بسیاق قرآن وحدیث قدم بقدم متبوع جانا ہے اور یہ عصمت کے مفید ہے کیونکہ تابع حقیقی وہی ہے جو خطا نکرے چنانچہ بعد نقل اسی آیہ قل ہذہ سبیلی الآیہ کے

پارہ ۱۸ رکوع ۹

کہا ہے فعرف ان المہدی معصوم ولا معنی للمعصوم فی الحکم الا انہ لا یخطی فان حکم الرسول لا ینسب الیہ خطا اور یہ بھی فرماتے مانص رسول صلعم علی امام من آئمۃ الدین یکون بعدہٖ یرثہ ویقفو اثرہ الا المہدی خاصۃ فقد شہد بعصمتہ انتہےٰ اور صاحب دراسات اللبیب نے یہ افادہ فرمایا ہے فہو ان یقال دل لفظ الحدیث علی مشی الامام مہدی علیہ السلام اثرہ صلعم قدما علی قدم وعدم خطا بہ فیہ فافاد عدم صدور الخطاء منہ ان تمام

افادات سے واضح ولائح ہوا کہ من اتبعہ و یقفوا اثرہ مرادف المعنی ہیں اور ترجمہ اُس کا
مشی التابع علی اثر المتبوع ہے اور یہ اتباع مفید معنی عصمت ہی پس معلوم ہوا کہ غیر معصوم سے
تمام حالتوں میں اتباع حقیقی جناب سید عالم کا دشوار بلکہ قریب محال ہے اور دعوت اسلام
میں اتباع حقیقی کی ضرورت ہے کیونکہ یہ منصب انبیا ہے ۔ دعوت اسلام اُن لوگوں کا
منصب نہیں ہے جو مصداق ہیں آیہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کے ۔ مگر جو پارہ ۵ ارکوع
تابع کہ متبوع کے قدم بقدم ہو وہی داعی الی اللہ علی بصیرت ہے لہٰذا ایسے داعی کو اتباع
حقیقی متبوع کا لازم ہے کیونکہ اس کے قول پر رسوخ و وثوق کی شدید ضرورت ہی خدا تعالیٰ
نے اسوجہ سے انبیا کو معصوم کیا کہ اُن کے قول پر اعتماد و رسوخ ہو پس تابع حقیقی کے
واسطے بھی مثل متبوع کے عصمت درکار ہے تاکہ اُس کے قول پر اعتماد و رسوخ ہو اور اطلاق
لفظ تابع کا اصطلاح شارع میں اس درجہ مخصوص ہے کہ ائمہ دین کے حق میں بھی سوائے
صاحب الزمان علیہ السلام کے وارد نہیں ہوا جیسا کہ قول شیخ اکبر بالفض رسول اللہ صلعم علی امام من
ائمۃ الدین یکون بعدہ یرثہ ویقفوا اثرہ لایخطی الا المھدی سے واضح ہے ۔ پس محقق ہوا کہ اس
آیہ میں بھی مفاد من اتبعنی بوجہ مخصوص ہے اور اطلاق تابع کا اگرچہ ہماری زبان میں عام
ہو مگر مانحن فیہ سے خارج ہے کیونکہ ما نبحث فیہ سیاق کلام خدا و رسول سے ملحوظ ہے دوسرے
قولہ تعالیٰ من اتبعنی اور اسیطرح من آمن بی مفید عموم ہے جمع اور واحد دونوں کے لئے
آتا ہے اور لفظ من اتبعوا و من آمنوا جماعت کے واسطے مخصوص ہے اور اس آیہ میں لفظ من
اتبعنی نازل ہوا اُس سے فرد واحد بھی مفہوم ہو سکتا ہے و ہو المطلوب تیسرے من اتبعنی و من آمن پارہ ۱۰ ، ۱۰ رکوع
بی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر تابع نبی ضرور مومن ہے مگر مومن اصطلاحی کو تابع نبی
ہونا لازم نہیں ہے بلکہ تابع خاص ہے اور مومن عام ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ من اتبعک من
المومنین سے ہویدا ہے اسلئے کہ من تبعیضیہ ہے دلالت کرتا ہے کہ تابع خاص ہے اور مومن عام رسالتماب میں مومن
کا اطلاق منافق پر بھی ہوتا تھا چنانچہ خطاب یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم ہر متشکل الا یمان و منافق و متردد دین پارہ ۲۶ رکوع ۱۲

بین الکفر والایمان شامل ہیں مگر تابع نبی ہر شخص کو نہیں کہتے اسی شخص کو تابع نبی ہونا سزاوار ہی
جو جزو متبوع ہو کما قال فمن تبعنی فانہ منی اور یہ نہیں فرمایا کہ من امن بی فانہ منی بلکہ عام
اہل اسلام کے حق میں یہ نازل ہوا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا
یفتنون مگر تابع کے حق میں ایسا وارد نہیں ہوا اور مومنین کے حق میں فرمایا ہے ان الذین
امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا الآیہ مگر تابع کی ارادت و اعمال میں ایسا تردد غیر مسموع ہے اتباع
معصوم کا دعویٰ معصوم ہے کو سزاوار ہے کما فی قولہ تعالیٰ منقولۃ عن یوسف علی نبینا وعلیہ السلام
واتبعت ملۃ ابای ابراھیم واسحاق ویعقوب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے جو خطبہ خلافت بعد
شہادت جناب امیر علیہ السلام کے پڑھا اس میں بھی اسی آیہ کریمہ کی طرف اشارہ انہیں معنی کے
ساتھ فرمایا اس خطبہ کو مختصرا عرض کرتا ہوں۔

عن ابی طفیل قال خطبنا الحسن بن علی بن ابیطالب فحمد اللہ واثنی علیہ الی ان قال ثم
من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم تلا
ھذہ الآیۃ واتبعت ملۃ آبائی ابراھیم واسحاق ویعقوب ثم اخذ فی کتاب اللہ الی
ان قال وانا ابن البشیر انا ابن النذیر انا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج
المنیر وانا ابن الذی ارسل رحمۃ للعالمین فانا من اھل البیت الذین اذھب اللہ
عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذین افترض اللہ مودتھم وولایتھم
انتھی بقدر الحاجۃ روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط الکبیر میں باختصار اور بزار نے مثل اسکے
وھذہ لفظہ صاحب جواہر العقدین نور الدین سمہودی۔ خطبہ خلافت میں اس آیہ کی تلاوت سے
ظاہر ہوا کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اول جس طرح انبیاء کے اتباع کا اظہار فرمایا اسی طرح
احتجاج حق خلافت میں اہلبیت رسول اللہ کا اظہار مناصب رسالت بقولہ ابن البشیر وابن
النذیر وابن الداعی الی اللہ باذنہ وابن السراج المنیر وابن رحمۃ للعالمین فرمایا اور اسی طرح
اپنے اہلبیت ہونے کا اظہار فرمایا کہ طہارت اُن کی منصوص ہے اور مودت وولایت اُن کی

۱؎ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸
۲؎ پارہ ۲۰ رکوع ۱۲
۳؎ پارہ ۵ رکوع ۱۴
۴؎ پارہ ۱۲ رکوع ۱۵

خداوند عالم نے فرض فرمائی ہے پس حق اتباع انبیا مثل حق ابنیت رسول اللہ وحصول طہارت
وحق خلافت مثل استحقاق من افترض اللہ مودتہم دولایتہم کے ظاہر وہویدا ہوا اس آیہ سے
عام اتباع مراد نہیں ہے جیساکہ قولہ تعالیٰ من اتبعک من المومنین سے ثابت ہو چکا پس ثابت
ہوا کہ تابع خاص اور مومن عام ہے۔ وہو المقصود۔ چوتھے یہ کہ تابع حکم متبوع میں ہوتا
ہے جیساکہ قاعدۂ کلیہ ہے اسی وجہ سے شرع میں وارد ہوا ہے فمن تبعنی فانہ منی اور
مخفی نہ رہے کہ آیہ لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ
فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم الآیہ میں اتباع وقت خاص
کا ذکر ہے اور اس وقت عسرت کے اتباع کی برکت سے تخلف تبوک کی برائیاں مٹ گئیں۔ پارہ ۱۱ رکوع ۳
حالانکہ بحالت تخلف اطلاق لفظ مومنین متخلفین سے برطرف نہیں ہوا تھا جیساکہ لفظ المہاجرین
والانصار اسپر دال ہے اسواسطے کہ صدق ہجرت ونصرت بعد تحقیق اسلام کے معتبر ہے اگرچہ اسلام
ظاہری کیوں نہو نہ یہ کہ دائرہ اسلام سے باہر چلے جائیں اور پھر بھی مہاجر وانصار کہلائیں
پس ثابت ہوا کہ عدم اتباع کے وقت بھی اطلاق مومن ومہاجر کا اُنپر ہوتا تھا مگر یہ اتباع
غیر معصوم کا ہماری بحث سے متعلق نہیں ہے اسلئے کہ وہ ساعت خاص کا اتباع ہے
اور اتباع مدعو بوجہ اطلاق واستقرار کے ہر حال میں ہے۔ پانچویں یہ کہ ماقبل من اتبعنی بعنوان
اتحاد لفظ واحد ادعو دعوت تابع ومتبوع میں وارد ہے۔ پس منصب تابع ہم جنس منصب
متبوع ہوگا اور شان متبوع میں وماینطق عن الہوی نازل ہوا ہے اس بناپر داعی تابع کے
لئے بھی ویسی ہی حفظ لسان وصدق ترجمان لازم ہے اور یہ منصب سوائے جناب علی مرتضیٰ
اور اُن کی اولاد طاہرین کے کسی کے حال میں سزاوار نہیں ہے کیونکہ وہ مثل انبیا خطا و
نسیان سے مبرا ہیں چنانچہ شیخ اکبر نے کہا ہے المہدی انہ یقفو اثرہ لا یخطی فانہ
لا ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحیٰ فی الباب السادس والستین وثلاث
مائۃ من الفتوحات اور عصمت جناب صاحب الامر علیہ السلام منشا امامت شاہ ولایت کی

منشب ہی۔ فافہم اور قولہ تعالیٰ علیٰ بصیرۃ جو کہ تقیید دعوت میں ہے وہ بوجہ کمال مُفید
اشتراط علم ہے کیونکہ جس کے علم ہی میں نقصان ہے وہ دعوت علی بصیرت کیونکر کرسکتا ہی
پس اس مقام پر دو مخصوص واسطے تعیین امام کے موجود ہیں ایک تقرر داعی من جہت حضرت
الٰہی دوسرے دعوت بر طبق بصیرت اور یہ دونوں مخصص حضرات شیوخ ثلثہ کو خارج کرتے
ہیں کیونکہ وہ کبھی منجانب خدا دعوت اسلام پر مامور نہیں ہوئے بلکہ قصہ تبلیغ سورۃ برات
میں اُن کا بحکم خدا معزول کیا جانا اور جناب امیر علیہ السلام کا مامور کیا جانا منصوص من الرسول
ہے کیونکہ سبب معزولی دریافت کرنے پر آنحضرت نے فرمایا امرت ان لا یبلغہا الا انا او
رجل منی اور ظاہر ہے کہ جو شخص ان لی شیطاناً یعترینی کا قایل ہو وہ داعی علی البصیرۃ کیونکر
ہوسکتا ہے اور کون عاقل تجویز کرسکتا ہے کہ ایسا شخص خطا سے مبرّا ہے اور کیونکر ایسے شخص
کے قول پر اعتماد و وثوق ہوسکتا ہے جس کو اپنی رائے پر خود اطمینان نہو لما سئل ابوبکر
عن الکلالۃ فقال انی ساقول برائی فان یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطاء فمنی
ومن الشیطان ھذا ما نقلہ عن البیہقی بھلا جس کے علم کا یہ حال ہو اُس کو کون صاحب
عقل داعی علی البصیرۃ کہے گا اور حضرت فاروق بھی عمر بھر کلالہ کے مسئلہ کو نہ سمجھے کیا داعی
علی البصیرۃ کی یہی شان ہے اور حال قتران واتحاد مناصب شاہ ولایت با حضرت ختمی
مرتبت آیات مذکورہ رسالہ ہذا و دیگر آیات سے روشن ہے اور اسی طرح وفور بصیرت جناب
امیر علیہ السلام سب پر ظاہر ہے پس مصداق من اتبعنی خاصۃً جناب امیر علیہ السلام ہیں
جیسے اقتران اس تابع کا فعل دعوت میں ساتھ پیغمبر خدا کے آیت میں مذکور ہے بس بصیرت
تابع کی امر دعوت میں مثل بصیرت متبوع کے ہونا لازمی ہے۔ ہمہذا بصیرت متبوع و تابع میں
مماثلت و مشابہت تامہ ظاہر ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ شان جناب امیر علیہ السلام میں فرمایا
قال قال صلعم ان اللہ لقد انزل کتاباً مبینا ان ابین الناس ما انزل الیہما
خلا علی ابن ابیطالب فانہ لم یحتج الی بیان لان اللہ تعالیٰ جعل فصاحتہ کفصاحتی ودرایتہ

کذا اتنی الحدیث رواہ صاحب مودۃ القربیٰ اور حال بعض مدعیان دعوت اور اتباع
کا اس مقام پر ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - اہل اسلام پر مخفی نہیں ہے کہ امر جہاد محض
دفاع خصام یا دعوت اسلام ہے روز اُحد حضرات شیوخ کبار بقصد دفاع یا دعوت میدان
کارزار میں تشریف لے گئے تھے مگر کفار کی تلواریں اور خدنگ زہرآلود کو دیکھ کر دفاع و دعوت
کرنا تو درکنار خود ہی دعوت اسلام کے رد کرنے کا عزم فرمایا چنانچہ اسی درمیان میں صدائے
قد قتل محمد بلند ہوئی حضرت فاروق نے جو کہ جماعۃ دعاۃ کے ساتھ ایک مغاک میں گوشہ نشین
تھے براہ فراست و کمال ارادت و حمیت و کیاست و دور اندیشی کے یہ ندا بلند فرمائی
قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم کما فی مسند الامام الاجل احمد بن حنبل لما قال
علی لعم السّت المنادی قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم فقال عمر انما قالها ابوبکر
نزلت ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان اس سے حضرت
شیخین کے رسوخ ایمان کا حال بھی ظاہر ہو گیا کہ ہنوز حمیت جاہلیت دل سے دور نہیں پارہ ۴ رع ۸
ہوئی تھی ایسے مترددین فی الادیان اور راجعین عن الایمان کہ جو اسلام رد کر دینے
کی لوگوں کو دعوت فرمائیں اور عوام کو ارتداد کی طرف رجوع کریں کیونکر تابع حقیقی رسول
انام اور داعی الی اللہ علی بصیرۃ قرار پا سکتے ہیں - پس یہ امر متحقق ہوا کہ تابع حکم متبوع میں
ہوتا ہے اور تابع حقیقی وہی ہے کہ جمیع افعال و اعمال میں متبوع کا اتباع کرتا ہے اور
جو بعض افعال میں تابع ہو وہ تابع مدعو نہیں ہے اس واسطے کہ ما نحن فیہ میں متابعت
کاملہ مطلقہ صادقہ مطلوب ہے نہ اتباع کسی خاص وقت میں اور حال اتباع صحابہ موسوم
راشدین و غیر راشدین قولہ تعالیٰ ثم ولیتم مدبرین اور قول احد الشیخین قد قتل محمد فارجعوا
الی ادیانکم سے کما حقہ روشن ہے کہ مہالک میں متبوع کو چھوڑ دیتے تھے - ساتویں یہ کہ
جناب پیغمبر خدا صلعم حتماً صاحب سیف تھے کہ دعوت اسلام میں نامزد بہ سیف ہیں قال صلعم انا
سیف الاسلام رواہ صاحب مودۃ القربیٰ اور اخبار مستفیضہ سے ثابت ہے کہ جناب

حیدر کرار ابتدا سے انتہا تک دعوت اسلام میں وحیداً منفرداً شریک تمام جناب رسولؐ انام کے
رہے ہیں سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں ابوذر سے روایت کی ہے قال سمعت رسول
اللہ صلعم یقول ان اللہ تعالیٰ اید ھذا الدین بعلی وانہ منی وانا منہ وفیہ
انزل افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد وروی عن ابن عباس قال قال
رسول اللہ صلعم ان اللہ فتح ھذا الدین بعلی فاذا ھلک علی ہلک الدین ولا
یصلحہ الا المھدی اور فضل ابن روزبہان نے بجواب علامہ حلی فی قولہ تعالیٰ فاستوی
علی سوقہ قال الحسن البصری استوی الاسلام بسیف علی کما ہے جاء فی تفسیرہ
ھذہ نزلت فی الخلفاء الاربع کزرع رسول اللہ اخرج شطاہ ابوبکر فازرہ عمر فا
ستغلظ عثمان فاستوی علی سوقہ علی وھو من فضائلہ الکبیرۃ ولا یدل علی النص
انتھے میں گذارش کرتا ہوں کہ تمام مرویات معتبرہ مذکورہ ومعترفات اساطین فرقہ اشاعرہ سی
کالشمس فی رابعۃ النہار روشن ہے کہ علی مرتضیٰ کی تلوار سے اسلام مستوی ہوا ہے پس غور
کرنا چاہئے کہ اُن کی دعوت کا مرتبہ کسقدر بالا ہے کہ اُن کی سعی دعوت مشکور یا بسنو اسے
اسلام ظاہر ہوئی اب فاضل فضل بنص خلافت کو سمجھیں کہ جناب امیر مومنان مصداق آیہ فاستوےٰ
علی سوقہ کے منصب انبیا راولی العزم میں شریک ہیں اور دعوت اسلام ایسی فرمائی کہ
اُن کے جد وجہاد سے اصل اصول اسلام مستوی ہوا اب کونسا امر تفضیل واستحقاق خلافت
میں باقی رہ گیا اس لئے کہ کار بنوع کما حقہ انجام دیا گیا فاضل فضل اور اُن کے ہم مشرب
ہیں دیکھتے کہ دعوت اسلام باسیف امام عالی مقام آیہ کریمہ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و
من اتبعنی کے مفاد سے کس قدر موافق ہے کہ واقعات دعوت اسلام رسول انام وامام
علیہما السلام آیہ کریمہ کا اصلی ترجمہ ہے۔ آٹھویں شان نزول آیہ انما انت منذر ولکل قوم
ھاد سے ظاہر ہوا کہ مراد اس ہادی سے جناب امیر علیہ السلام ہیں اور اخبار خیر الانام بھی موافق
معنی آیہ مذکورہ ہیں اور یہ منصب ہدایت برطبق تعلیم معارف واحکام اصل ترجمہ الی اللہ علی

ظاہر ہوا اس سے کہ ہدایت بعد دعوت و قبولیت تعلیم معارف و احکام میں متحقق ہے۔ نویں
حدیث یہ ہے ان اللہ تعالےٰ جعل لکل نبی وصیا قال صلعم و علی وصی و وصی خیر
الاوصیا فی النداء وانا الداعی وھو الوصی رواہ صاحب مودۃ القربیٰ فی مودۃ الرابع
اس حدیث میں یہ قول صلعم کا بحق جناب امیر و وصی خیر الاوصیاء فی النداء ترجمہ آیۂ کریمہ کا ہے
بانہ قال اللہ عز و جل مقولۃ من ھذہ الامۃ المرحومۃ ربنا اننا سمعنا منادیا
ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا
مع الابرار اور یہ معلوم ہے کہ منادی و داعی حضرت رسالت مآب صلعم ہیں اور اس حدیث
میں جناب امیر علیہ السلام کو اس منصب میں اپنا وصی فرمایا بقولہ صلعم انا الداعی وھو الوصی گویا
کہ یہ کلام ہدایت نظام آیہ مانحن فیہ کی تفسیر میں وارد ہوا ہے۔ دسویں یہ کہ تابع حقیقی
متبوع کے مدارج عالیہ میں بالنص لصریح ملحق ہوتا ہے چنانچہ آیہ فمن تبعنی فانہ منی واضح
ہے اور آیہ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم اس باب میں
منصوص الحکم ہے اور یہ اتباع غیر اہلبیت طہارت میں پایا نہیں گیا بلکہ خصائص عترت اطہار
میں شمار کرنا چاہیے جیسا کہ صاحب مودۃ القربیٰ نے ابن عمر سے روایت کی ہے عن ابن عمر
قال کنا اذا عددنا اصحاب النبی قلنا ابوبکر و عمر و عثمان فقال الرجل یا ابا
عبد الرحمان فعلی قال ابن عمر علی من اھل البیت لا یقاس احد بہ مع رسول اللہ
صلعم فی درجتہ لان اللہ تعالیٰ یقول الذین اٰمنوا واتبعتھم الخ اس سے ظاہر ہوا کہ حضرات
شیوخ کبار باہمہ قرابت ادعائے ایمان کذائی کے حق اتباع بجا نہیں لاتے تھے اگر تبعیت میں سوخ
رکھتے ہوتے تو مصداق آیۂ مدارج پیغمبرؐ میں ملحق ہوتے اب اثبات کی سند میں کہ قولہ تعالیٰ
من اتبعنی مختص بحق علی اور اولاد طاہرینؑ میں وارد ہوا ہے علاوہ اسناد سیاق و نظم کلام و
توفیق دیگر آیات کے مرویات خاصہ و عامہ ہیں از انجملہ ما اوردہ طراز المحدثین منھم الحافظ ابو
بکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ فی کتاب المناقب علی ما نقلہ عنہ صاحب کشف الغمہ بانہ قال علی ابن

ابیطالب انا ومن اتبعنی علی بن ابیطالب وال محمد تھی ۔ سنگچہ ہمارے واسطے یہی کافی ہے لانہ والفضل ما شہدت بہ الاعداء
لیکن امامت وخلافت پس وہ قولہ تعالیٰ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ یعنی یدعوا الی اللہ علی بصیرۃ من اتبعنی
سے واضح ہے اسواسطے کہ منصب دعوت پر جو عہدہ انبیا و مرسلین ہے منجانب اللہ تقرری ہوتی
ہے اور اس آیۂ میں خاصکر یہ عہدہ بعد جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے واسطے من اتبع الرسول
کے نازل ہوا اور نبوت جناب سید عالم صلعم پر ختم ہے پس اس تابع داعی کا جس کے لیے مشابہت
فعلی امر دعوت میں وارد ہے خلیفہ نبی ہونا ضرور ہے لان کان خلف النبی فہو اشتبہ بالنبی
(۹) اور منجملہ نصوص استخلاف جناب ولایت مآب و انقصاب برامامت وصایت انتساب قولہ تعالیٰ
فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب ہے یعنی فاذا فرغت من حجۃ الوداع فانصب علیا
علی الخلافۃ والی ربک فارغب من الدار الدنیا ۔ یہ کلام فصاحت نظام مطابق واقع کے امر استخلاف
جناب امیر علیہ السلام میں نازل ہوا ہے تاویلات رکیکہ کو اس میں گنجایش نہیں اور ظاہر ترجمہ
آیہ کا مطابق واقعہ کے ہے یعنی اے پیغمبر جب فارغ ہو حجۃ الوداع سے پس نصب کرو علی کو
خلافت پر اور طرف اپنے رب کے راغب ہو دار دنیا سے چنانچہ یہی واقعہ پیش آیا کہ بعد
از انفراغ حج آخری جناب سید عالم صلعم نے اثنائے راہ میں بمقام غدیر خم جناب امیرؑ کو خلافت پر
نصب کیا اور بعدہ ۷۰ روز کے اس جہان سے رحلت فرمائی ۔ واضح ہو کہ تفسیر مانحن فیہ چونکہ
مطابق واقع کے ہے لہذا سب تفاسیر پر ترجیح رکھتی ہے چونکہ علامہ زمخشری نے تفسیر مانحن فیہ سے
بالفاظ قبیحہ انکار فرمایا ہے ۔ لہذا کسی قدر اُن کی تفاسیر کا قبح ظاہر کردینا ضروری ہے ۔
بانہ قال فاذا فرغ من عبادۃ ذنبتہا باخریٰ وعن ابن عباس فاذا فرغت من صلوتک
فاجتہد بالدعاء وعن الحسن فاذا فرغت من الغزو فاجتہد فی العبادۃ وعن مجاہد
فاذا فرغت من دنیاک فانصب فی صلواتک وعن الشعبی انہ رای رجلا یشیل حجرا
فقال لیس بہذا امر الفارغ ۔ فقعود الرجل فارغا من غیر شغل او اشتغالہ بما لا
یعنیہ فی دینہ او دنیاہ من سفۃ الرائ و سخافۃ العقل و استیلاء الغفلۃ ولقد

قال عمرؓ انی لاکرہ ان ارای احدکم فارغاً سبہللا لا فی عمل دنیا ولا فی عمل الآخرۃ
وقراء ابوالسمال فرغت بکثرت الرائی ولیست بفصیحۃ ومن البدع ماروی عن
بعض الرافضۃ انہ قراء فانصب بکسر الصاد ای فانصب علیا للامامۃ ولوصح ھذا
للرافضی لصح للناصبی ان یقرء ھکذا ویجعلہ امرا بالنصب الذی ھو بغض علی وعداوتہ
انتہیٰ واضح ہو کہ فرغت کا اطلاق بوجہ تام جیسا کہ حجۃ الوداع پر صادق آتا ہے کسی
دوسرے معنی پر صادق نہیں آتا کیونکہ بعد اس حج کے پھر کوئی اور حج آنحضرت صلعم نے نہیں
فرمایا اور فراغ عبادت سے شان حضرت رسالت مآب صلعم سے امر بے معنی ہے کیونکہ ہردم
اور ہر لحظہ انفاس آنحضرت صلعم عبادت میں مشغول رہتے تھے جناب سید عالم صلعم کو عبادت سے
معطل تجویز کرنا مالیخولیا ہے اور غزوات سے آنحضرت صلعم کو تا یوم وفات فراغ میسر نہ آیا۔
چنانچہ تجہیز جیش اُسامہ امیر شاہد ہے اگر محاربات نبیؐ کو فراغ سے تعبیر کیجیے گا تو زمانہ شیخین کے
محاربات کا کس میں شمار ہوگا علاوہ بریں کیا غزوات کا شمار عبادت میں نہیں ہے کہ ان
سے فراغ تجویز کر کے فانصب کے معنی اجتہاد فی العبادۃ کے تجویز کیے گئے۔ کیا غزوات
خارج از عبادت ہیں اور دنیا سے فراغ کیا معنی رکھتا ہے آیا دنیا سے وہی دنیا مراد ہے جسکو
جناب امیر علیہ السلام نے طلاق دی ہے اور جس کے حق میں مولوی روم فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

کیا یہی دنیا واسطے جناب رسول صلعم کے تجویز کی گئی ہے نعوذ باللہ من ذالک اور انصب کے
معنی جو محنت و کوشش کے بیان کیے گئے ہیں پس سیاق ماقبل اس معنی کی مساعدت نہیں کرتا
کیونکہ ایک روایت میں صلوات سے فراغ اور دعا میں محنت و اجتہاد مذکور ہے اور دوسری
روایت میں غزوات سے فراغ اور عبادت میں اجتہاد مذکور ہے اور تیسری جگہ دنیا سے فراغ
اور صلوات میں محنت و اجتہاد مذکور ہے اور دوسرا کام بہ نسبت اول کے زیادہ محنت و اجتہاد
چاہتا ہے اور فراغ کار اول کے سہل و آسان ہونے پر دلالت رکھتا ہے۔ پس ایک جگہ صلوۃ

کو سہل قرار دیا اور دوسری جگہ صلوٰۃ کو قابل محنت تجویز کیا ایک جگہ عبادت کو شغل اور خرفہ
کو سہل جانا اور دوسری جگہ دنیا کو جو کہ واسطے نیکوں کے محنت و بلا ہے واسطے آنحضرتؐ کے سہل تجویز
کیا اور صلوٰۃ کو محنت قرار دیا اِن روایتوں کی رکاکت قابل غور ہے ان سب باتوں سے
نادر تر وہ تمثیل ہے جسکو علامہؔ زمخشری نے اس مقام پر بیان کیا کہ ایک شعبدہ باز بغرض
آزمایش طاقت جسمانی پتھر کو اُٹھاتا تھا اور باوجود فارغ ہونے کے کل کاموں سے معطل نہ
رہتا اور امر فضول میں مشغول رہتا مشغولی جانتا تھا اور حال خیر البشر بزعم زمخشری معطلی میں
ایسا تھا کہ حکم مشغولی نازل ہوا ۔ حضرت عمر تو مشغولی کو ایسا ضروری سمجھیں کہ دنیا کے کاموں
کو معطلی سے بہتر جانیں اور یہ قوم آنحضرت صلعم کو عبادت سے معطل تجویز کرے علامہ زمخشری
لفظ فرغت میں اختلاف قرارت نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے جو بعض رافضہ سے
روایت ہے کہ وہ لوگ فانصب کو بکسر صاد پڑھتے ہیں ساتھ اس معنی کے کہ مقرر کر علی
کو واسطے امامت کے اور اگر یہ قرائت واسطے رافضی کے صحیح ہو تو البتہ یہ قرات واسطے
ناصبی کے بھی صحیح ہوگی اور مراد یہ ہوگی کہ بغض و عداوت کر ساتھ علی کے اس جگہ یہ التماس
ہے کہ اختلاف قرارت اور التباس معنی الفاظ قرانی کوئی امر غریب نہیں ہے بلکہ ہر زبان میں التباس
لفظی اور مرادفات معنوی شائع ہیں لیکن سوق کلام اور قرینہ مقام کی معنی لیے جاتے ہیں اگر لفظ صلوٰۃ میں بجائے نماز کے دعا کے
معنی لئے جائیں اور بمقام دعا نماز مراد لیجویں تو تمام نظم قرانی مختل ہوجائے جو کہ موجب
کفر ہے یہاں کونسا قرینہ صارفہ موجود ہے کہ جس کی وجہ سے النصب بمعنی بغض و عداوت
تجویز کرکے ناصبیونکو تعلیم دی جاتی ہے ۔ زمخشری نے جناب امیر علیہ السلام کی استخلاف میں
کونسا قبح شرعی تجویز کیا ہے کہ جس کی وجہ سے ایسا حکم فاحش اخذ کیا جائے ۔ نصب کے
معنی غنا کرنا یا بت واسطے پرستش کرکے ایستادہ کرنا بھی آئے ہیں کما فی الحدیث لو نصبت
لنا نصب العرب اے لو غنیت غناء العرب وفی قولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر والانصاب
الی ان قال من عمل الشیطان پس اگر علامہ زمخشری ناصبیوں کو اُن کے مذاق کے مطابق

پارہ ۳۰ سورۂ

یہ تعلیم دیتے ہیں کہ آیۂ مذکور میں فانصب سے یہ امراد ہے کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے بغض و عداوت کرو تو کفار و ملحدین کو اُن کے مذاق کے مطابق انصب کے معنی کی کیا تعلیم دیں گے علامہ زمخشری نے دو لفظوں فرغت و نشرح میں علاوہ فانصب کے اختلاف قرات کو نقل کیا ہے اور صحت قرات سے انکار کرنا اور فصیح یا غیر فصیح کہنا زمخشری کا کام نہیں ہے اختلاف کی صورت میں دو طور پر تصفیہ ہو سکتا ہے اول سلامتی معنی کہ کونسی تفسیر مناسب حال ہے - دوسری مہبط وحی کے کلام کی طرف رجوع کرنا ۔ سلامتی معنی کا تو یہ ثبوت ہے کہ مانحن فیہ میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور وہ مطابق واقع کے ہے اس لئے کہ بعد از فراغ حجۃ الوداع جناب سید عالم صلعم نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا جب حج آخری سے فراغ کلی حاصل ہو گیا اور وہاں سے سب لوگ ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب صلعم چلے تو راستہ میں بمقام غدیر خم آیۂ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس نازل ہوا جناب سید عالم نے اس تمازت آفتاب میں وہاں قیام فرمایا جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے اُنکو واپس بلوایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے اُن کا انتظار کیا یہانتک کہ سب جمع ہو گئے - اسقدر مجمع بمقام غدیر خم تھا کہ بعد اس واقعہ کے پھر کبھی اسقدر لوگ پاس رسول اللہ صلعم کے جمع نہیں ہوئے ۔ چنانچہ فاضل فضل نے ابطال الباطل میں اس امر کی تصریح کی ہے بانہ قال ان واقعہ غدیر خم کان فی مرجع رسول اللہ عام حجۃ الوداع وغدیر خم محل افتراق قبائل العرب وکان النبی یعلم انہ آخرہ عمرہ وانہ لا یجتمع العرب بعد ھذہ عندہ مثل ھذا الاجتماع - پس پالانہائے شتر کا منبر بنایا گیا آنحضرت اسپر تشریف لے گئے اور جناب امیر علیہ السلام کو اپنے برابر کھڑا کر لیا اور خطبہ بلیغہ نصب خلافت جناب امیر علیہ السلام میں پڑھا اور جملہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سنے جو اُسوقت ادا فرمایا یہ ہے کہ جسکو ابو الہیثم التیہان و ابو ایوب و عمار یاسر و خذیمہ بن ثابت نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حاضر تھے ہم نے رسول اللہ سے سنا اور حرف بحرف یاد رکھا آنحضرت صلعم نے فرمایا ایہا الناس ان اللہ امرنی ان انصب لکم اماماً یکون وصی فیکم وخلیفتی فی امتی وفی اہلبیتی من بعدی الذی فرض اللہ علی المومنین فی کتابہ طاعتہ

بولایتہ فراجعت ربی خشیتہ طعن اہل النفاق وتکذیبہم فاوعدنی لا بلغنہا اولیعذبنی
ایہا الناس ان اللہ امرکم فی کتابہ بالصلوٰۃ وقد بینتہا لکم وفسرتہا والزکوٰۃ والصوم
والحج بینتہا وفسرتہا لکم وامرکم فی کتابہ بالولایۃ وانی اشہد لکم ایہا الناس انہا خاصۃ
علی ابن ابیطالب والاوصیاء من ولدی وولد اخی ووصی علی اولہم ثم الحسن ثم الحسین
ثم تسعۃ من ولد الحسین لا یفارقون الکتاب حتی یردوا علی الحوض ایہا الناس انی قد
اعلمتکم مفزعکم وامامکم بعدی وولیکم وہادیکم وہو اخی علی ابن ابیطالب وہو فیکم بمنزلتی
فقلدوہ دینکم واطیعوہ فی جمیع امورکم فان عندہ جمیع ما علمنی اللہ عزوجل امرنی اللہ
ان اعلمہ ایاہ واعلمکم انہ عندہ فاسئلوہ وتعلموا منہ واوصیائہ بعدہ ولا
تعلموہم ولا تتقدموہم ولا تخلفوا عنہم فانہم مع الحق والحق معہم لا یزایلونہ
ولا یزایلہم اب علامہ زمخشری غور فرمائیں کہ حکم محکم خدا تعالےٰ نے واسطے نصب کرنے خلیفہ
کے کلام مہبط وحی ان اللہ امرنی ان انصب لکم اماما الخ میں ترجمہ بدیہہ آیہ فاذا فرغت فانصب
والی ربک فارغب کا ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ علامہ زمخشری کس لیئے اگر مگر کرتے ہیں اور کس
لیئے قرات شیعہ سے انکار کرتے ہیں۔ جو خطبہ کہ ہم نے نقل کیا ہے وہ کتب معتبرہ شیعہ میں موجود
ہے۔ واضح ہو کہ ہر لفظ اس خطبہ کا نص قاطع اور حکم ساطع ہے اس سے خاصۃ خلافت اور
امامت دوازدہ معصومین علیہم السلام کی مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہے۔

واضح ہو کہ سید شہاب الدین احمد[لہ] نے اپنی کتاب توضیح الدلائل میں جو خطبہ جناب رسالتماب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطے صدر حدیث غدیر کے نقل کیا ہے اس سے بھی امامت ائمہ
اثناعشر علیہم السلام کی بکمال وضوح ثابت ہوتی ہے۔ مراۃ الامامت میں پورا خطبہ موجود
ہے اس مقام پر بھی مختصراً لکھا جاتا ہے۔

الحمد للہ علی الائہ فی نفسی وبلائہ فی عترتی واہلبیتی الی ان قال واشہد
ان لا الہ الا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبۃ ولا ولداً ولا شریکا

[لہ] سید شہاب الدین احمد سنی المذہب ہیں اُن کے مدائح مراۃ الامامت میں لکھدئے گئے ہیں ١٢٠

الى ان قال اتقوا الله ايها الناس حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعلموا
ان الله بكل شئ محيط وانه سيكون من بعدى اقوام يكذبون على فيقبل منهم و
معاذ الله ان اقول على الله الا الحق او انطق بامره الا الصدق وما امركم
الا ما امرنى به ولا ادعوكم الا الى الله وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون فقام
اليه عبادة بن الصامت فقال ومتى ذلك يا رسول الله ومن هؤلاء ومن
عرفناهم لنحذرهم قال اقوام قد استعدوا الناس يومهم وسينظرون لكم اذا
بلغت النفس منى ههنا واوما صلى الله عليه وآله وبارك وسلم الى حلقه الى ان قال فقال
صلى الله عليه وبارك وسلم عليكم بالسمع والطاعة للسابقين من عترتى
والآخذين من نبوتى فانهم يصدونكم عن الغى ويدعونكم الى الخير وهم اهل
الحق ومعادن الصدق يحيون فيكم الكتاب والسنة ويجيبونكم عن الالحاد
والبدعة ويقمعون بالحق اهل الباطل لا يميلون مع الجاهل ايها الناس
خلقنى وخلق اهل بيتى من طينة لم يخلق منها غيرها الى ان قال ثم قال صلى الله
عليه وسلم هؤلاء خيار امتى وحملة علمى وخزانة سرى وسادة اهل الارض
الداعون الى الحق المخبرون بالصدق غير شاكين ولا مرتابين ولا ناكصين
ولا ناكثين هؤلاء الهداة المهتدون والائمة الراشدون المهتدى بولايتهم
والضال من عدل عنهم وجادلنى بعداوتهم حبهم ايمان وبغضهم نفاق هم الائمة الهادية
وعرى الاحكام الواثقة بهم يتم الاعمال الصالحة وهم وصية الله فى الاولين
والآخرين الى ان قال هم الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم من الدنس
الصادقون اذا نطقوا العالمون اذا سئلوا الحافظون لما استودعوا جمعت فيهم
الخلال العشر لم تجمع الا فى عترتى واهل بيتى الحلم والعلم والنبوة والنبل والسماحة
والشجاعة والصدق والطهارة والعفاف والحكم فهم كلمة التقوى ووسيلة الهدى

والحجۃ العظمیٰ والعروۃ الوثقیٰ ھم اولیاء کم عن قول ربکم وعن قول ربی ما اکتم الا من کنت مولاہ فعلی مولاہ الی ان قال اوحی الی ربی فیہ ثلثا انہ سید المسلمین وامام الخیرۃ المتقین وقائد الغر المحجلین۔

اس خطبہ سے بکمال وضوح روشن ہے کہ جناب سید عالم نے بعد ارشاد من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ کے ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار نے علی کے واسطے تین امر کے لئے وحی کی بہ تحقیق کہ وہ سید المسلمین وامام خیرہ متقین وقائد الغر المحجلین ہے اور ظاہر ہے کہ اون اوصاف جلیلہ سے ہر ایک واسطے امامت جناب امیر علیہ السلام کے کافی ہے خصوصًا وصف دوم کہ اس سے امامت آنحضرت کی بنص صریح واضح ہے۔ علاوہ بریں اس خطبہ سے امامت تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کی بوجوہ عدیدہ ظاہر ہے اوّل یہ کہ صحابہ کو بعد اپنے مامور بسمع وطاعت اہلبیت علیہم السلام کیا اور ظاہر ہے کہ مامور بالطاعۃ باوجود مقتدا ئے واجب الاطاعۃ امام نہیں ہو سکتا اور نیز کسی کو مامور ساتھ اطاعت کسی کے کرنا مطاع کی تفضیل وترجیح کی صریح دلیل ہے اور باوجود افضل کے خلافت مفضول غیر صحیح اور تفضیل مفضول قطعًا قبیح اور نیز امر باطاعت علی الاطلاق دلیل عصمت مطاع ہے دوسرے یہ کہ وصف عترت اطہار بسابقین اُن کی تفضیل کی دلیل ہے تیسرے یہ کہ بیان فرمایا کہ عترت آنجناب کے باز رکھنے والی ہے صحابہ کو غی سے اور دعوت کرتی ہے اُن کو طرف خیر کے اور یہ دلیل صریح ہے کہ اہلبیت علیہم السلام امر بالمعروف ونہی عن المنکر واسطے صحابہ کے تھے۔ پس اگر باوصف اُن کے بعض صحابہ خلیفہ بن جائیں تو عکس موضوع وقلب مشروع لازم آتا ہے۔ چوتھے ارشاد فرمایا کہ اہلبیت آنحضرت کے احیا کرتے ہیں صحابہ میں کتاب وسنت کو اور باز رکھتے ہیں اُنکو الحاد بدعت سے اور قمع کرتے ہیں ساتھ حق کے اہل باطل کو پس فضیلت اہلبیت علیہم السلام کی اور مقتدا ومطاع ہونا اُن کا واسطے صحابہ کے کالنور علی شاہق الطور ظاہر ہوگیا۔ پانچویں یہ کہ تصریح فرمائی آنحضرتؐ نے کہ جس طینت سے کہ خداوند عالم نے آنحضرت صلعم اور اُن کے اہلبیت کو خلق کیا اس طینت سے

اور کسی کو خلق نہ کیا یہ صریح دلیل فضلیت ہے ۔ چھٹے ارشاد فرمایا کہ اہلبیت اخیار امت ہیں یہ نص قاطع ہے افضلیت وخیریت اہلبیت علیہم السلام پر اس سے تفسیر کنتم خیر امۃ بھی ظاہر ہوگئی ۔ ساتویں قول آنحضرت حملۃ علمی وخزنۃ سری سے ظاہر ہے کہ اہلبیت علیہم السلام حاملین علم نبوت اور خازنین اسرار رسالت ہیں آٹھویں اہلبیت علیہم السلام کو سادات اہل ارض فرمایا یہ بھی اُن کی افضلیت پر نص ہے نویں فقرہ ہولاء المهتدون والائمۃ الراشدون نص جلی ہے کہ حضرات اہلبیت علیہم السلام ہادیان دین وآئمہ راشدین ہیں پس یہ نص صریح قاطع اللسان قال وقیل ہے اس میں کسی تاویل کو گنجایش نہیں دسویں المهتدی من جارتی لطاعتهم صریح ہے ایجاب طاعت اہلبیت علیہم السلام میں فیکون مطاعین للصحابۃ لا بالعکس گیارھویں هم الائمۃ الهادیۃ نص صریح ہے امامت اہلبیت علیہم السلام میں بارھویں قول آنحضرت جمعت فیهم الخلال العشر لم تجمع الا فی عترتی سے ظاہر ہے کہ دس خلال کمال اہلبیت علیہم السلام میں جمع تھے پس افضلیت اُن کی بکمال وضوح ثابت ہوگئی جو خطبہ کہ ہمنے اس سے قبل بروایت ابو الہیثم وابو ایوب وعمار یاسر نقل کیا ہے اس میں بھی موجود ہے انی قد اعلمتکم مفزعکم واماکم بعدی ووصیکم بعدی ووليكم وهاديكم وهو اخی علی ابن ابیطالب وهو فیکم بمنزلتی فقلدوه دینکم واطیعوه فی جمیع امورکم الی ان قال فاسئلوه وتعلموا منه ومن اوصیاء بعده ولا تعلموه ولا تتقدموهم الخ اور جو روایت کتاب جواہر العقدین سے بذیل حدیث غدیر مراۃ الامامت میں نقل کی ہے اُسمیں بھی فلا تسبقوهم فتهلکوا ولا تعلموهم فهم اعلم منکم موجود ہے ۔ واضح ہو کہ جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالے کی مولائیت اور اپنی مولائیت اور جناب امیر علیہ السلام کی مولائیت کو ترتیب وار سلسلہ اعتقادیات میں بیان فرمایا ہے اور یہ امر مراۃ الامامت میں بکمال وضوح ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث من کنت مولاہ وعلی مولاہ امامت جناب امیر علیہ السلام پر نص ہے اور اسجگہ بھی ثابت کردیں گے پس امامت جناب امیر علیہ السلام کی اعتقادی ہوئی

نزعی عملی جیسا کہ ہمارے مخاطب کا خیال ہے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں کہا ہے۔
انہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب بغدیر خم تحت الشجرات فقال انہ قد نبانی اللطیف الخبیر
انہ لم یعمر نبی الا نصف عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی لاظن ان یوشک ان
ادعی فاجیب وانی مسئول وانکم مسئولون فماذا انتم قائلون قالوا نشہد
انک قد بلغت وجہدت ونصحت فجزاک اللہ خیرا فقال الیس تشہدون
ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان جنتہ حق ونارہ حق وان الموت
حق وان البعث حق بعد الموت وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث
من فی القبور قالوا نشہد بذلک قال اللہم اشہد ثم قال ایہا الناس ان
اللہ مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بہم من انفسہم من کنت مولاہ
فہذا مولاہ یعنی علیا بقدر الضرورۃ اس روایت کو صاحب مرافض نے بھی صواعق سے
نقل کیا ہے اور مرزا محمد خاں بدخشانی نے مفتاح النجا میں بھی یہ خطبہ نقل کیا ہے اس خطبہ میں
اول توحید کا ذکر ہے پھر رسالت کا ذکر ہے پھر جنت و نار و موت و بعث بعد الموت کے
حق ہونیکا ذکر ہے پھر معاد کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب اعتقادیات ہیں انھیں اعتقادیات
کے سلسلہ میں جناب رسالتمآب نے خدا تعالیٰ کی مولائیت کو بیان فرمایا اور پھر ترتیب
اپنی مولائیت کو ذکر فرمایا۔ نہیں معلوم کون احمق ہوگا کہ جو مولائیت خدا اور رسول کو
اعتقادیات سے خارج کرے گا پھر ترتیب مثل اپنی مولائیت کے جناب امیر علیہ السلام
کی مولائیت کو بیان فرمایا۔ پس مولائیت جناب امیر علیہ السلام کی مثل مولائیت جناب پیغمبر خدا
اعتقادی ہوئی اور یہ بھی واضح ہو کہ اس عبارت میں چار جگہ لفظ مولا کو اطلاق فرمایا
اور ظاہر ہے کہ اتصال کلام و اتساق و انتظام اسکا صریح دلالت کرتا ہے کہ سب جگہ
مولا سے معنائے واحد مراد ہے اور افادات شہاب الدین دولت آبادی سے جو
علمائے سنیہ و ائمہ دین و قدمائے معتمدین سے نزدیک اہلسنت کے ہیں کہ مولائیت جناب

امیر علیہ السلام کی اعتقادی ہے اور اُس سے مُراد حدیث غدیر میں خلافت ونیابت
ہے اور مفید لزوم واتباع آنجناب ہے چنانچہ ہدایت السعداء میں ہدایت رابع عشر میں کہا ہے
نکتہ ودقیقہ اینجا آں بود چوں درخیر القرون آفتاب رسالت تاباں وروشن ست در
حالت غروب علی ولی مقابل خود کالبدر المنیر للشمس نائب خود داشتند یا علی انت منی
بمنزلہ ھارون من موسیٰ و لانبی بعدی من کنت مولاہ فعلی مولاہ تا انقراض
عالم برمن ایمان وبرتو اعتقاد دارند انتہیٰ
اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح کہ بعد غروب شمس کے بدر اُسکا قایم مقام ہوتا
ہے اُسی طرح جناب رسالتمآب نے جناب علی مرتضیٰ کو اپنے بعد اپنا نایب کیا اور یہ نیابت کسی
طرح سے فرعی نہیں ہے بلکہ منجملہ اعتقادیات ہے کیونکہ جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے
وہی اعتقادی کہلاتی ہیں پس جب خلافت ونیابت جناب امیر علیہ السلام کی اعتقادی ہوئی تو
ایمان لانا اُسپر واجب ہوا اور اس عبارت سے جناب امیر علیہ السلام کا خلیفہ بلا فصل ہونا
بھی واضح ولایح ہے کیونکہ آفتاب غروب ہونے کے بعد بدر منیر اُسکا قایم مقام ہوتا ہے
اور ہر وقت بدر منیر آفتاب کے مقابل رہتا ہے کوئی چیز درمیان میں آفتاب اور بدر منیر
کے حایل نہیں ہوتی اسی کو خلیفہ بلا فصل کہتے ہیں کہ خلیفہ اور مستخلف کے درمیان کوئی
شخص حایل نہو اور ہدایہ رابعہ عشر میں کہا ہے الجلوۃ الثالثہ فی نکات البیعۃ بدانکہ
ید بمعنی قبض ست یعنی قبض وقبضہ ید بر دست پیر فروختم تا ذوالید پیر باشد واطاعت
لازم شود اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سر این معنی ست وید بمعنی ملک نیز
خود را بردست پیر فروختم تا نعمت ودولت کہ ترا رسد از پیر تصور کنی وہر چہ در ملک تو — پارہ ۵ رکوع ۵
اید از پیر دانی واز فرزندان او دریغ نداری وما فی یدہ ملک لمولاہ من کنت
مولاہ فہذا علی مولاہ شاہد این حال انتہی۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث
غدیر دلالت رکھتی ہے اسپر کہ جناب علی مرتضیٰ مالک واجب الاطاعۃ ہیں اور نیز ہدایۃ السعداء میں

میں فرمایا ہے۔ بدانکہ چون مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم محل خوندکار ست وعلی ولی نیز
بجائے خوندکار از آنجکہ استاد شریعت ومرشد طریقت ست من کنت مولاہ فعلی مولاہ
شاہد صادق است انتہی اس عبارت سے ثابت ہے کہ حدیث غدیر شاہد صادق ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام مثل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُستاد شریعت ومرشد طریقت
ومحل خوندکار یعنی صاحب الامر وصاحب فرمان وواجب الاطاعۃ ہیں ہو المطلوب۔

واضح ہو کہ شہاب الدین دولت آبادی اہل سنت کے نزدیک آئمہ دین وقدمائے
معتمدین سے ہیں۔ فضائل ومدائح اُن کے سبحۃ المرجان بلگرامی واخبار الاخیار شیخ
عبدالحق ورسالہ سینہ شاہ ولی اللہ محدث وایضاح فاضل رشید میں ملاحظہ ہوں
مولوی محمد اسمعیل جو ابن اخ شاہ عبدالعزیز صاحب کے ہیں وہ رسالہ امامت میں فرماتے ہیں
قال اللہ تعالیٰ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا وظاہر است کہ تبلیغ
رسالت بہ نسبت جمیع اناس از انجناب متحقق نہ گشتہ بلکہ امر دعوت از انجناب شروع گردید یوماً
فیوماً بواسطہ خلفائے راشدین وائمہ مہدیین رو بہ تزاید گشتہ تا اینکہ بواسطہ امام مہدی
باتمام خواہد رسید وہمیں نیابت را در امور مذکورۃ الصدر وصایہ می نامند یعنی چنانکہ وصی در
طلب وادائے حقوق قایم مقام مُنیب می باشد ہم چنین امام قایم مقام پیغمبر ست در
معاملاتیکہ درمیان خدا ورسول او منعقد گردیدہ وازانجملہ ست ثبوت رسالت یعنی چنانکہ انبیاء را اللہ را نسبت
است یک نوع از ریاست ثابت ست کہ بملاحظہ ہمان ہمان ریاست ایشان را این رسول میگویند این رسول
رسول این امت ودر بسیارے از امور دینویہ ہم تصرف رسول در ایشان جاریست کما قال اللہ تعالیٰ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم
ودر مقدمات اخرویہ ہم ولایت او ثابت الی ان قال ہم چنین امام را ہم در دنیا واخرت
مثل این ریاست بہ نسبت مبعوث الیہم ثابت ست قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم قالوا بلی فقال اللہم من کنت مولاہ
فعلی مولاہ وقال اللہ تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامہم وقفوہم انہم مسئولون قال النبی

صلی اللہ علیہ وسلم انہم مسئولون عن ولایۃ علی (انتہی بقدر الحاجۃ)
آخر عبارت سے ظاہر ہے کہ حدیث غدیر جناب امیر علیہ السلام کی امامت پر دلالت رکھتی ہے اس
لئے کہ مولوی اسمعیل صاحب نے حدیث غدیر کو اس معنی کی دلیل گردانا کہ جس طرح جناب رسالتمآب
کو بہ نسبت امت نوعی از ریاست ثابت ہے اور بہت سارے امور دنیویہ میں بھی تصرف
آنحضرت کا جاری ہے اور مقدمات اخرویہ میں بھی ولایت آنحضرت کی ثابت ہے اسیطرح امام
کے واسطے بھی دنیا و آخرت میں مثل اس ریاست کے بہ نسبت مبعوث الیہم ثابت ہی۔ پس ہرگاہ حدیث
غدیر دلیل ثبوت ریاست جناب امیر علیہ السلام مثل ریاست جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم و دلیل جریان تصرف جناب علی مرتضی بہت سے امور دنیویہ میں ہی یہ عین دلیل
امامت و خلافت ہے اور نیز اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آیہ کریمہ النبی اولی بالمومنین
من انفسہم مثبت تصرف جناب پیغمبر خدا ہے بہت سے امور دنیویہ میں اور نیز ظاہر ہے کہ آیہ کریمہ
وقفوھم انہم مسئولون سے مراد حسب ارشاد جناب رسالتمآب صلعم یہ ہے کہ لوگ سوال کئے جاوینگے
ولایت علی سے اور مراد ولایت مسئول عنہا سے ولایت تصرف ہے واضح ہو کہ مولوی
اسمعیل صاحب کو جم غفیر و جمع کثیر اپنا مقتدا و پیشوا امور دین میں جانتے ہیں بلکہ تیرہویں صدی
میں مجدد دین خیال کرتے ہیں مدائح ان کی کتاب اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن میں ملاحظہ
ہوں واضح ہو کہ حدیث غدیر سے امامت و خلافت جناب امیر علیہ السلام کالشمس فی
رابعۃ النہار روشن ہی چنانچہ سبط ابن الجوزی نے کتاب تذکرۃ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ
میں کہ اس سے ابن حجر نے صواعق میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں روایات
عدیدہ نقل کئے ہیں اتفق علماء السیر ان قصۃ الغدیر کانت بعد رجوع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم من حجۃ الوداع فی الثامن عشر من ذی الحجۃ جمع الصحابۃ وکانوا
مائۃ وعشرین الفا وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ الحدیث نص صلی اللہ
علیہ وسلم علی ذالک بصریح العبارہ دون التلویح والاشارۃ الی ان قال

ودل علیہ ایضاً قولہ علیہ السلام الست اولیٰ بالمومنین من انفسہم وھذا نص صریح فی اثبات امامتہ وقبول طاعتہ الی ان قال وقد اکثرت الشعراء فی یوم غدیر خم فقال حسان بن ثابت ع

ینادیہم یوم الغدیر نبیہم ❊ بخم فاسمع بالرسول منادیا ❊ الی ان قال فقال لہ قم یا علی فاننی رضیتک من بعدی اماما وھادیا ❊ الی ان قال ویروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما سمعہ ینشد ھذہ الابیات قال لہ یا حسان لا تزال موید ابروح القدس ما نصرتنا اونافحت عنا بلسانک وقال قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری انشدھا بین یدی علی بصفین ع

قلت لما بغی العدو علینا + حسبنا ربنا ونعم الوکیل + وعلی امامنا وامام + لسوانا بہ اتی التنزیل + یوم قال النبی من کنت مولاہ + فھذا مولاہ خطب جلیل انما قالہ النبی علی الامۃ حتم ما فیہ قال وقیل ذا تعطی بقدر الحاجۃ سبط ابن جوزی نے اس عبارت سے حق کو واضح کردیا کہ حدیث غدیر امامت جناب امیر علیہ السلام کے اثبات میں نص صریح ہے اور دعائے جناب پیغمبر خدا صلعم حق حسان بن ثابت میں بعد سنی اشعار کے دلیل قاطع ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے جناب امیرؑ کو امامت مقرر فرمایا اور نیز سبط ابن جوزی نے اشعار قیس بن سعد بن عبادہ کو نقل کیا جو کہ نص واضح ہے کہ حدیث غدیر جناب امیر علیہ السلام کی امامت پر نص ہے اور نیز اسمیں تصریح ہے کہ حکم امامت آنجناب قرآن شریف میں نازل ہوا اور بموجب اسکے جناب سرور کائنات صلعم نے جناب ولایت مآب کو بقطع وحتم بروز غدیر امام مقرر فرمایا - مدائح سبط ابن جوزی کتاب وفیات الاعیان ومرآۃ الجنان یافعی ومدینۃ العلوم ازنیقی وکتاب اعلام الاخیار کفوی وتتمۃ المختصر ابن الوردی وغیرہ سے روشن ہیں اور نزدیک شاہ صاحب دہلوی وسناء اللہ پانی پتی اور صاحب صواقع سبط ابن جوزی ائمہ دین وقدمائے معتمدین سے نزدیک اہلسنت کے ہیں اور علامہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی شافعی نے کہ علمائے سنیہ اپنی کتب میں اسنے نقل کرتے ہیں کالمطرزی فی بریاض النضرۃ

وابن الصباغ فی فصول المهمہ یہ تصریح کی ہے کہ حدیث غدیر تولیت و استخلاف پر دال ہے
حیث قال فی کفایۃ الطالب فی مناقب امیر المومنین علی ابن ابیطالب بعد ذکر
حدیث فی انہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لعلی لو کنت مستخلفا
احداً لم یکن احد احق منک وھذا الحدیث وان دلّ علی عدم الاستخلاف لکن حدیث
غدیر خم دال علی التولیۃ وھی الاستخلاف وھذا الحدیث اعنی حدیث غدیر خم ناسخ
لانہ کان فی آخر عمرہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔ اور تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر
المقریزی نے ابن زولاق سے نقل کیا ہے کہ روز غدیر عہد کیا جناب پیغمبر خدا صلعم نے طرف
امیر المومنین کے اور استخلاف فرمایا چنانچہ کتاب المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط والآثار میں کہا ہے
وقال ابن زولاق وفی یوم ثمانیۃ عشر من ذی الحجۃ سنۃ اثنین وستین وثلثمائۃ
وھو یوم الغدیر تجمع خلق من اھل مصر والمغاربۃ ومن تبعھم للدعاء لانہ یوم عید
لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عھد الی امیر المومنین علی ابن ابیطالب فیہ و
استخلفہ حدیث غدیر امامت وخلافت جناب امیر علیہ السلام پر ایسا نص واضح ہے کہ ابو شکور
محمد بن عبد السعید بن محمد الکشی السالمی الحنفی نے بھی باوجود تعصب بیحد کے ثابت کیا اور مجال
قدح و جرح اسمیں نہ دیکھی۔ لیکن قید زمان مابعد حضرت عثمان کی بلا اقامت دلیل
لگا دی اور بصراحت بطلان تقیید غیر سدید سے کچھ پروا نہ کی۔ چنانچہ تمہید فی بیان التوحید
میں اولاً کہا ہے وقالت الروافض الامامۃ منصوصۃ لعلی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ
بدلیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلہ وصیا لنفسہ وجعلہ خلیفۃ من بعدہ حیث قال اما ترضی
ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ثم ھارون علیہ السلام کان خلیفۃ موسیٰ
علیہ السلام وکذا لک علی رضی اللہ عنہ والثانی وھو ان النبی علیہ السلام جعلہ ولی
الناس لما رجع من مکۃ ونزل فی غدیر خم فامر النبی ان یجمع رحال الابل فجعلھا کالمنبر و
صعد علیھا فقال الست باولی المومنین من انفسھم فقالوا نعم فقال علیہ السلام من

نص امامت

كنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ واللہ جل جلالہ یقول انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون الآیہ نزلت فی شان علی رضی اللہ عنہ ودل انہ کان اولی الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بمقام جواب اس عبارت کے کہا ہے واما قولہ بان النبی جعلہ ولیا فلنا اراد بہ فی وقتہ یعنی بعد عثمان رضی اللہ عنہ وفی زمن معاویۃ رضی اللہ عنہ ونحن کذا نقول وکذا الجواب عن قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الآیۃ فنقول ان علیا رضی اللہ عنہ کان ولیا وامیرا بھذا الدلیل فی ایامہ ووقتہ وھو بعد عثمان رضی اللہ عنہ واما قبل ذالک فلا اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ابو شکور نے ثابت کیا کہ جناب امیر المومنین ولی ہیں واسطے مردم کے اور ظاہر ہے کہ مراد ولایت سے قول مستدل میں ولایت امارت ہے۔ علاوہ بریں قید بزمان ما بعد عثمان دلالت صریحہ رکھتی ہے کہ مُراد ولایت سے ولایت امارت ہے اور نیز اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آیۂ انما ولیکم اللہ بھی دلیل ولایت وامارت جناب علی مرتضیٰ ہے لیکن تقیید مدلول حدیث غدیر و مدلول آیۂ انما ولیکم اللہ بزمان ما بعد حضرت عثمان بس بطلان اسکا افادہ حضرت عمر بن الخطاب سے واضح و ظاہر ہے اسواسطے کہ اُنھوں نے مولائیت جناب امیر علیہ السلام کو واسطے اپنے اور واسطے ہر مومن و مومنہ کے ثابت کیا اور اس احتمال کا استیصال فرمایا اور یہ تاویل علیل حضرات اہلسنت کے مشابہ اُس کے ہے کہ جس طرح جم غفیر اہل کتاب باوصف اعتراف و اقرار نبوت جناب رسالتمآب صلعم تاویل کرتے ہیں کہ نبوت آنحضرت کی مختص تھی عرب کو اور آنحضرت معاذ اللہ نبی عیسائیوں اور امثال اُنکے نہیں ہیں علاوہ بریں تاویل علیل اسوقت کارآمد ہوتی کہ جب جناب سید عالم حضرات شیخین سے استخلاف پر رضامند ہوتے مراۃ الامامۃ بتر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت استخلاف شیخین پر رضامند نہ تھے بلکہ اُس سے استنکاف و اعراض فرمایا اور استخلاف جناب امیر علیہ السلام پر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی اور استیصال اس تاویل علیل کا خود حدیث

من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے آشکار ہے کیونکہ ولایت جناب رسالتمآب صلعم کی عام ہے کما یدل علیہ
کلمہ من ۔ پس چاہیئے کہ ولایت جناب علی مرتضیٰ کی بھی عام ہو پس واجب ہے کہ جناب امیر علیہ السلام
ولی یعنی امام حضرات شیخین کے بھی ہوں ۔ چنانچہ ملا یعقوب لاہوری نے جو کہ اعاظم ثقات
متاخرین اہلسنت سے ہیں اور خیر جاری اُن کی افادات سے وایروساری ہے شرح تہذیب
کلام میں فرمایا ہے کما کانت ولایۃ النبی عامۃ کما یدل علیہ کلمۃ من الموصولۃ
فکذا ولایۃ علیؑ فیجب ان یکون علی ہو الوالی لابی بکر دون العکس واتضح لعدم
حاجۃ اس عبارت سے بکمال وضوح ظاہر ہے کہ احتمال تخصیص حدیث بزمان مابعد حضرات ثلثہ
اس غرض سے کہ اُنکو دخول تحت امارت وولایت جناب علی مرتضیٰ سے خارج کیا جاوے
جیسا کہ بعض صاحبان تعصب نے ذکر کیا ہے باطل ہے کیونکہ نفس الفاظ حدیث شریف سے بطلان و فساد
اُسکا ظاہر ہے اسواسطے کہ کلمہ من دلالت واضحہ رکھتا ہے کہ واجب ہے کہ جناب امیر علیہ السلام
رئیس و امیر حضرت ابو بکر کے بھی ہوں نہ بالعکس مدارج ملا یعقوب لاہوری عمل صالح محمد صالح و
مرات عالم نما و مرات آفتاب نما و افق المبین مولوی رزق اللہ میں ملاحظہ ہوں اور سعد الدین
فرغانی نے بھی دلالت حدیث غدیر کو امامت جناب علی مرتضیٰ پر بوضوح تمام ثابت کیا بلکہ
افادہ کیا کہ جناب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ساتھ حدیث غدیر کے جناب علی مرتضیٰ
علیہ السلام کو وصی اور قایم مقام اپنے نفس مبارک کا کیا چنانچہ شرح قصیدہ تائیہ ابن
فارض میں شرح بیت واوضح بالتاویل ما کان مشکلاً + علی بعلم نالہ بالوصیۃ میں کہا ہے
وکذا ہذا البیت مبتداء محذوف الخبر تقدیرہ وبیان علی کرم اللہ وجہہ بالفاضح
بتاویل ما کان مشکلاً من الکتاب والسنۃ بوساطۃ علم نالہ بان جعلہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وصیہ وقائماً مقام نفسہ بقولہ من کنت مولاہ فعلی
مولاہ وذلک کان یوم غدیر خم علی ما قالہ کرم اللہ وجہہ فی جملۃ ابیات منہا
قولہ ؎ واوصانی النبی علی اختیاری + لامتہ رضی منہ بحکمی + واوجب لی ولایتہ علیکم

رسول اللہ یوم غدیر خم (بقدر الحاجۃ) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوم غدیر خم جناب امیر علیہ السلام کو اپنے نفس کا قایم مقام
کیا اسیکا نام استخلاف ہے اسی کا نام امامت و خلافت ہے مدایح فرغانی کشف الظنون
و نفحات جامی میں ملاحظہ کیجیے کہ اعاظم و اکابر سنیہ سے ہیں اور محمد بن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب
مطالب السئول فی مناقب آل رسول میں کہا ہے واما مواخاۃ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ایاہ و امتزاجہ بہ و تنزیلہ ایاہ منزلۃ نفسہ و مثلہ الیہ و
ایثارہ ایاہ فہذا بیانہ فانہ قد یروی الامام والترمذی فی صحیحہ بسندہ
عن زید بن ارقم انہ قال لما اخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ جاءہ
علی تدمع عیناہ فقال یا رسول اللہ احنیت بین اصحابک و لم تواخ بینی و بین احد قال فسمعت
رسول اللہ صلعم یقول انت اخی فی الدنیا والآخرۃ و یروی بسندہ ایضا رسول اللہ قال من کنت مولاہ
فعلی مولاہ و ہذا اللفظ بمجردہ رواہ الترمذی الی ان قال و نقل عن زاذان قال سمعت
علیا فی الرحبۃ و ہو ینشد الناس من شہد منکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوم غدیر خم و ہو یقول ما قال فقام ثلثۃ عشر رجلا فشہدوا انہم سمعوا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ زیادہ تقریر نقل الامام
ابو الحسن عن الواحدی فی کتابہ المسمی باسباب النزول یرفعہ بسندہ الی ابی
سعید الخدری قال نزلت ہذہ الآیۃ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک
یوم غدیر خم فی علی ابن ابیطالب فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی
مولاہ قد اشتمل علی لفظۃ من و ہی موضوعۃ للعموم فاقتضی ان کل انسان کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولاہ کان علیا مولاہ الی ان قال و لیعلم ان ہذا
الحدیث ہو من اسرار قولہ تعالی فی آیۃ المباہلۃ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم
و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم و المراد نفس علی علی ما تقدم فان اللہ جل و علا

لما قرن بین نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبین نفس علی وجمعہما بضمیر مضاف الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفس علی بھذا الحدیث ما ھو ثابت لنفسہ علی المومنین عمومًا فانہ اولی بالمومنین وناصر المومنین وسید المومنین وکل معنی امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولیٰ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد جعلہ لعلی علیہ السلام وھی مرتبۃ سامیۃ و منزلۃ شامخۃ ودرجۃ علیۃ ومکانۃ رفیعۃ خصصہ صلی اللہ علیہ وسلم بہا دون غیرہ فلھذا صار ذالک الیوم عید وموسم سرور لاولیائہ انتھٰی۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث غدیر مثبت امامت وخلافت جناب امیر علیہ السلام ہے کس واسطے کہ بتصریح ابن طلحہ حدیث غدیر اسرار آیۂ مباہلہ سے ہے اور چونکہ جناب امیر بنص آیۂ مباہلہ نفس رسول ہیں لہذا حدیث غدیر سے جناب رسولؐ نے ثابت کیا اس چیز کو واسطے جناب امیرؑ کے جو ثابت تھی مومنین کے واسطے جناب رسولؐ کے اور منجملہ امور کہ واسطے جناب رسولؐ کے مومنین پر ثابت ہیں اولویت آنحضرت صلعم متصرف نفوس اور اموال میں اُن کے ہے اور نیز وجوب اتباع آنحضرت صلعم کا واسطے مومنین کے ثابت ہے پس یہ سب باتیں واسطے جناب امیر المومنینؑ کے بھی ثابت ہوئیں اور یہی عین امامت ہے لاغیر اور خود ابن طلحہ نے تصریح کی ہے کہ جملہ امور سے کہ واسطے جناب رسول اللہ صلعم کے مومنین پر ثابت ہیں یہ ہے کہ آنجناب صلعم اولیٰ بالمومنین وسید المومنین ہیں اور یہ اولویت وسرداری عین امامت ہے وہو المطلوب۔

واضح ہو کہ جب جناب سید عالم صلعم کو خداوند تعالیٰ کا یہ حکم پہنچا کہ بعد حج آخری کے جناب علی مرتضیٰ کو اپنا نائب وقائم مقام مقرر کریں جیسا کہ آیہ فاذا فرغت فانصب سے ثابت ہوتا ہے آنجناب صلعم نے اس حکم کی تبلیغ سے خوف کیا کہ مبادا بے یقین لوگ آنحضرت کی تکذیب کریں اور فتنہ وفساد برپا کریں کیونکہ مخلصین کم تھے اس لئے اپنے پروردگار سے عرض کیا کہ کیونکر اس حکم کی تبلیغ کروں اس عرض کے ارشاد میں بمقام غدیر خم آیہ یا ایھا پارہ ۱۲۵ رکوع ۱۲

الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک
من الناس نازل فرما کر خداوند عالم نے اپنے نبی سے حفاظت کا وعدہ فرمایا چنانچہ بعد نزول
اس آیہ کے جناب سید عالم صلعم نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنی امت کا امام وہادی مقرر فرمایا
اب اس امر کا ثبوت کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ ما انزل اللہ سے خوف
تھا خود قولہ تعالیٰ واللہ یعصمک من الناس سے ظاہر و ہویدا ہے اور قولہ تعالیٰ یا ایہا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک سے یہ بھی بداہتہً ثابت ہے کہ جو حکم کہ پیشتر آیہ بلغ
سے نازل ہوا تھا ہنوز وہ امت کو پہنچایا نہیں گیا تھا لیکن یہ امر کہ وہ حکم واسطے استخلاف
جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوا تھا مراۃ الامامت میں بصراحت تمام ثابت کر چکے ہیں
من شاء فلیرجع الیہ لیکن یہاں بھی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ جمال الدین محدث آیہ شریفہ یا ایہا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کو واقعہ غدیر خم میں روایت کرتے ہیں اپنی کتاب اربعین حبلی میں شامل کئے خطبہ سے ظاہر بعد قصہ
اثبات ذکر حدیث غدیر میں فرماتے ہیں اقول اصل ھذا الحدیث سوی قصۃ الحادث تواتر عن امیر المومنین
علیہ السلام وھو متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایضاً رواہ جم غفیر من الصحابۃ
فرواہ ابن عباس ولفظہ قال لما امر النبی ان یقوم بعلی ابن ابیطالب المقام
الذی قام بہ فانطلق النبی الی مکۃ فقال رایت الناس حدیثی العہد بکفر
ومتی افعل ھذا بہ یقولون صنع ھذا بابن عمہ ثم مضی حتی قضی حجۃ الوداع ثم
رجع حتی اذا کان بغدیر خم انزل اللہ عزوجل یا ایہا الرسول بلغ ما انزل
الیک من ربک الآیہ فقام منادیا فنادی الصلوٰۃ جامعۃ ثم قام واخذ بید
علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابن عباس نے قطعاً وحتماً نزول آیہ شریفہ کو واقعہ غدیر خم
میں روایت کیا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کو یاران حدیث العہد بالجاہلیہ
سے خوف تھا چنانچہ یہ امر رایت الناس حدیثی العہد بکفر ومتی افعل ھذا سے بخوبی روشن

شاہ عبد الحق صاحب محدث نے شرح مشکوٰۃ میں لوگوں کے عذر حدیث العہد بالجاھلیۃ کو لکھا ہے اور نیز اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ قبل نزول آیۂ بلغ کے جناب سید عالم کو خداوند عالم نے یہ حکم پہنچایا تھا کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنا قایم مقام مقرر کریں چنانچہ لما امر النبی ان یقوم بعلی ابن ابیطالب المقام الذی قام بہ سے یہ امر واضح ہے پس جناب پیغمبر خدا صلعم کو استخلاف جناب امیرؑ کا حکم پہنچنا آنحضرت کا مکہ تشریف لے جانا اور جناب پیغمبر خدا صلعم کا یاران حدیث العہد بالجاھلیۃ سے خوف کر کے متی افعل فرمانا پھر حجۃ الوداع سے فراغ حاصل فرما کے واپس ہو کر غدیر خم تک تشریف لانا اس مقام پر آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الا یہ کا نازل ہونا اور بعد نزول آیہ جناب امیرؑ کا مولائے مومنین مقرر فرمانا اس عبارت سے بصراحت تمام واضح ہو گیا۔ اس عبارت سے بخوبی واضح ہو گیا کہ مکہ معظمہ تشریف لیجانے سے قبل ہی حکم نازل ہوا تھا۔ بعد نزول حکم خدا آنجناب مکہ کو تشریف لے گئے تاکہ بعد فراغ حجۃ الوداع کے جناب امیر علیہ السلام کو مطابق اس حکم کے اپنا قایم مقام مقرر کریں۔ لیکن کثرت منافقین اور قلت مخلصین کی وجہ سے دل تنگ ہو کر متی افعل ہذا فرمایا اور حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر جب کہ مقام غدیر خم پر پہنچے اسوقت خداوند عالم نے حکم نازل فرمایا کہ ما انزل اللہ کی تبلیغ کریں یعنی استخلاف کو فعل میں لادیں خدا تعالیٰ لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ بعد نزول آیہ بلغ اسی مقام پر جناب سید عالم نے قولاً بھی اس حکم کی تبلیغ فرمائی اور فعلاً بھی فعلاً اس طرح کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنے برابر کھڑا کر لیا اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل اقدس دکھائی دینے لگی اور خطبہ نصب خلافت جناب امیر علیہ السلام میں پڑھا اور حدیث غدیر کو ارشاد فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ پھر حضرت عمر ابن الخطاب نے جناب امیر علیہ السلام کو اس منصب جلیل کی تہنیت دی کہ آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوئے اور ازواج النبی نے بھی مبارکباد دی۔ حسان بن ثابت صحابی جلیل القدر نے جناب

سید عالم صلعم سے اس واقعہ استخلاف کے متعلق ابیات پڑھنے کی اجازت طلب کی فقال حسان بن ثابت یا رسول اللہ اتاذن لی ان اقول ابیاتاً آنحضرت صلعم نے اس طرح اجازت عطا کی قال قل ببرکۃ اللہ پس حسان بن ثابت نے لوگوں سے یوں خطاب کیا یا مشیخۃ قریش اسمعوا شہادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد پڑھا ؎

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم	بخم واسمع بالنبی منادیا	بالنی مولاکم نعم وولیکم
وقالوا ولم یبد وھناک التعامیا	الھک مولانا وانت ولینا	ولا تجدن فی الخلق للامر عاصیا
فقال لہ قم یا علی فاننی	رضیتک من بعدی اماما وھادیا	(کما فی فرائد السمطین)

جب آنحضرت آیۂ بلغ کی تبلیغ کما حقہ فرما چکے اُسوقت آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً نازل ہوا اسوقت آنحضرت نے فرمایا اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضا الرب برسالتی والولایت لعلیؑ۔ کہاں ہیں علامہ زمخشری اُنسے کہدو کہ تشریف لائیں اور روایت حضرت عبداللہ بن عباس کو کتاب اربعین میں ملاحظہ کرکے ناصبی کو سبق پڑھائیں۔

مخفی نرہے کہ جمال الدین محدث اعیان محدثین معتبرین وحذاق معتمدین اہلسنت سے ہیں اور اکابر سنیہ اُن کے منقولات پر وثوق و اعتبار رکھتے ہیں اور اپنے دعوے پر اُن کے اقوال کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور نیز مشایخ اجازہ شاہصاحب و والد ماجد اُنکے سے ہیں یہ امر رسالہ اصول حدیث شاہصاحب سے ظاہر ہے اور نیز بجواب طعن سوم از مطاعن ابی بکر روضۃ الاحباب سے کہ مصنفہ جمال الدین محدث ہے شاہصاحب نے احتجاج و استناد کیا ہے اور کلام اُن کا اثبات پر دلالت کرتا ہے کہ کتاب روضۃ الاحباب تواریخ معتبرہ سے ہے اور افادہ ملا علی قاری سے اول شرح مشکوٰۃ میں ظاہر ہے کہ جمال الدین محدث اور اکابر علماء و مشاہیر مقتدایان سنیہ مثل ملا علی متقی و دیگر مشایخ حرم محترم مثل علامہ شیخ عطیہ سلمی و اسمعیل شروانی کے ترجیح و تفضیل رکھتے ہیں اور نیز بتصریح ملا علی قاری مرقاۃ میں

ہیچ شرح حدیث لا تدخلون الجنۃ حتی تومنوا الخ ظاہر ہے کہ جمال الدین محدث مشایخ کبار سے ہیں اور حسین بن محمد دیار بکری نے تاریخ خمیس فی احوال نفس نفیس میں روضۃ الاحباب جمال الدین محدث کو کتب معتبرہ سے شمار کیا ہے اور ملّا یعقوب لاہوری خیر جاری میں روضۃ الاحباب سے نقل کرتے ہیں غرض کہ جمال الدین محدث کی جلالت شان میں کسی کو اکابرین اہلسنت سے کلام نہیں ہے

قولہ (۶) امامت کا اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ میں منحصر ہونا

اقول قال اللہ تبارک و تعالیٰ وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلہم یرجعون عن علی ابن الحسین عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین علیہم السلام قال فینا نزل قول اللہ عزوجل وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلہم یرجعون ای جعل الامامۃ فی عقب الحسین - یہ روایت ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی قندوزی سنی المذہب سے نقل کی ہے اس آیۃ سے امامت کا اولاد امام حسین میں منحصر ہونا حسب تصریح و تفسیر جناب امام زین العابدین علیہ السلام ظاہر ہوا اور انھوں نے اپنے پدر عالیمقدار و جد بزرگوار سے روایت کیا ہے چونکہ اون کے تمسک کا ہمکو حکم ہے اسلئے جو تصریح و توضیح کہ آیات کتاب اللہ کی انھوں نے فرمائی ہے وہ ہمارے اعتقاد کے لئے بس ہے اور جو اخبار محکم جناب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوپر لکھ چکا ہوں اُنسے بکمال وضوح اس تفسیر کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وافی ہدایہ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم نازل ہوا تو ہمنے کہا یا رسول اللہ اولی الامر کون ہے جن کی اطاعت کو خدا تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کے قرین کیا ہے پس گفت رسول اللہ صلعم ہم خلفای من بعدی وھم علی ابن ابیطالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی التوراۃ بالباقر وستدرکہ یا جابر فاذا لقیتہ فاقراہ منی السلام ثم الصادق

جعفر بن محمد ثم موسیٰ بن جعفر ثم علی بن موسیٰ ثم محمد بن علی ثم علی بن محمد ثم الحسن بن علی ثم حجۃ اللہ فی ارضہ و بقیتہ فی عبادہ محمد بن الحسن بن علی ذالک الذی یفتح اللہ عز وجل علی یدیہ مشارق الارض ومغاربہا وذالک الذی یغیب عن شیعتہ واولیائہ لا یثبت فیہا علی القول بامامتہ الا من امتحن اللہ قلبہ للایمان الحدیث اور اس تفسیر کی تائید حدیث انشاد سے بھی ہوتی ہے جسکو ہم اوپر لکھ آئے اور بقدر ضرورت یہاں بھی لکھتے ہیں قالوا یا رسول اللہ ہذہ الایات فی علی خاصۃ قال بلی فیہ وفی اوصیائی الی یوم القیمۃ قالوا بیّنہم لنا قال علی اخی ووارثی ووصی وولی کل مومن بعدی ثم الحسن ثم الحسین ثم التسعۃ من ولد الحسین القرآن معہم وہم مع القرآن لا یفارقونہ ولا یفارقہم حتی یردوا علی الحوض۔

اور اس تفسیر کی موید یہ روایت بھی ہے وعن سلیم بن القیس الہلالی عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا الحسین علی فخذیہ وہو یقبل خدیہ ویلثم فاہ ویقول انت سید ابن سید اخو سید وانت امام ابن امام اخو امام وانت حجۃ ابن حجۃ اخو حجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعہم قائمہم المہدی ایضاً اخرجہ الحمویني وموفق ابن احمد الخوارزمی (ینابیع المودۃ) الحمد للہ کہ کتاب اللہ کے حسب تفسیر وتصریح ائمہ اہلبیت علیہم السلام اور نیز احادیث جناب مخبر صادق صلعم سے امامت کا اولاد جناب امام حسین علیہ السلام میں منحصر ہونا ثابت ہو گیا۔

قولہ (۲) امام غائب کا صدہا سال تک غائب رہنا

اقول کتاب فصول المہمہ فی معرفت الائمہ میں ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں۔ قال الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی فی کتابہ البیان فی اخبار صاحب الزمان من الدلالۃ علی کون المہدی حیاً باقیاً منذ غیبتہ الی الآن وانہ لا امتناع فی بقائہ وبقاء عیسی بن مریم والخضر والیاس من اولیاء اللہ تعالیٰ وبقاء الاعور الدجال

وابلیس اللعین من اعداء اللہ و ہولاء قد ثبت بقاءہم بالکتاب والسنۃ اما عیسیٰ
فالدلیل علی بقائہ قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ
ولم یومن منذ نزول ہذہ الی یومنا احد فلابد ان یکون ہذا فی آخر الزمان
واما السنۃ فما رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابن سمعان فی حدیث طویل فی قصۃ الدجال قال
فنزل عیسیٰ بن مریم علیہ عند منارۃ البیضاء بین مہرودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ
الملکین وایضاً ما تقدم من قولہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم الی ان
قال واما بقاء المہدی فقد جاء فی الکتاب والسنۃ اما الکتاب فقد قال سعید بن
جبیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون قال ہو المہدی
من ولد فاطمۃ الی ان قال وقد قال مقاتل بن سلیمان ومن تابعہ من المفسرین فی
تفسیر قولہ وانہ لعلم للساعۃ قال ہو المہدی یکون فی آخر الزمان وبعد خروجہ یکون
امارات الساعۃ وقیامہا (انتہیٰ) اور ابن حجر صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ وفات امام
حسن عسکری علیہ السلام کی سرمن رائے میں واقع ہوئی ولم یخلف غیر ولدہ ابی القاسم محمد الحجۃ
وعمرہ عند وفات ابیہ خمس سنین لکن اتی اللہ فیہا الحکمۃ ویسمی القائم المنتظر قیل
لانہ ستر فی المدینۃ وغاب فلم یعرف این ذہب (انتہیٰ) اور کمال الدین محمد بن طلحہ
شافعی نے لکھا ہے کہ سرمن رائے میں تولد ہوئے سنہ دو سو پچاس ہجری میں اور یہ کہ امام
مہدی موعود وہی حضرت ہیں اسکو ببراہین قاطعہ ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ نام اُن کا
محمد و کنیت ابو القاسم ہے اور لقب حجۃ و خلف صالح و منتظر ہے۔ جو حدیث کہ روضۃ الاحباب
اوپر لکھ چکا ہوں اسمیں بھی نام اُن کا محمد بن الحسن بن علی ہے اور غیبت کا بھی کافی ثبوت
ہے۔ چنانچہ آخر عبارت حدیث یہ ہے وذالک الذی یغیب عن شیعتہ واولیائہ
لا یثبت فیہا علی القول بامامتہ الا من امتحن اللہ قلبہ للایمان الحدیث

قولہ (۸) امام آخر الزمان کا طویل العمر ہونا

پارہ ۶ رکوع ۲

پارہ ۲۸ رکوع ۹

رکوع ۱۲

اقول جب ۲۵۵ھ ہجری میں ولادت ثابت ہوئی تو طویل العمر ہونا بالبداہتہ ثابت ہوگیا اسوقت تک ہزار برس سے زیادہ عمر ہو چکی اور نہیں معلوم کہ ظہور کے وقت تک کس قدر زمانہ اور گذرتا ہے۔ کوئی شخص اسقدر عمر کو عمر قلیل نہ کہے گا۔

قولہ (۹) امام کا معصوم ہونا۔

اقول امام کے واسطے عصمت شرط ہے کوئی غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُس سے ظلم سرزد ہوتے ہیں۔ اور عہد امامت ظالمین کو نہیں ملتا بدلیل قولہ تعالیٰ مخاطباً لابراہیم ؑ قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین یعنی خدا تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ سے فرمایا کہ میں تجھکو کرنیوالا ہوں واسطے مردم کے امام حضرت خلیل نے عرض کیا اور میری ذریت میں سے امام کرے گا اس کے جواب میں خداوند عالم نے فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچیگا۔ اس آیہ شریفہ سے اوّل تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عہد امامت علاوہ عہد نبوت کے ہے بدو وجہ ایک وجہ یہ کہ یہ آیت حضرت ابراہیم کی نبوت پر نص نہیں ہے بلکہ اُن کی امامت پر نص ہے وجہ دوسری یہ کہ لفظ امام کے معنی پیشوائے مردم یا خلیفہ مسلمین یا امام زمان کے ہیں نبی کے معنی نہیں ہیں۔ دوسرے اس آیت سے حتماً وجزماً یہ ثابت ہوا کہ امام کا مقرر کرنا اللہ کے اختیار میں ہے لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے تیسرے اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد امامت ظالمین کو نہیں پہنچیگا۔ فخرالدین رازی نے جو قولہ تعالیٰ قال لا ینال عہدی الظالمین میں بافادہ سیاق عصمت متعدلہ کو دیکھا تو ناچار تعمیم عہد کے درپے ہوئے تاہم نص امامت کا اعتراف کیا اور پھر اعتراف کرنے کے بعد امامت کو انبیا میں منحصر کردیا۔ وہ فرماتے ہیں المراد بھذا العہد اما عہد النبوۃ او عہد الامامۃ فان کان الاول ثبت المطلوب وان کان الثانی فکذلک لان کل نبی لا بد ان یکون اماماً یوتم بہ ویقتدی بہ فالآیۃ علی جمیع التقادیر تدل علی ان النبی لا یکون مذنباً یعنی مراد عہد سے یا عہد نبوت ہے یا عہد امامت ہے۔ اگر اوّل مراد ہے تو مطلوب ہمارا کہ اثبات عصمت نبی ہے ثابت ہوا اور اگر مراد

اس سے عہد امامت ہے وہ اسی طرح ہے اس لئے کہ ہر نبی لا محالہ امام ہے کہ اقتدا اُسکی کرتے
ہیں پس یہ آیہ بہر تقدیر دلالت کرتا ہے کہ نبی مذنب نہوگا انتہی ملخصاً فخر الدین رازی کی اس تقریر سے
یہ تو ظاہر ہوگیا کہ یہ آیہ عصمت پر ایسی بدیہی الدلالۃ ہے کہ فخر رازی کو اور کچھ بن نہ پڑا تو اما...
کو انبیا میں منحصر فرما دیا اور غیر معصومین کو زمرۂ ظالمین میں شمار کرکے امامت سے خارج کر دیا
فخر الدین رازی کی اس تفسیر سے اسقدر اتفاق ہے کہ یہ آیہ مفید عصمت ہے - لیکن منحصر کر دینا
فخر رازی کا امامت کو انبیا میں پس یہ غیر مسلم ہے اس لئے کہ یہ آیت امامت پر بدیہی الدلالۃ
ہے ظاہرا نبوت پر دلالت نہیں کرتی چنانچہ چند مفسرین قایل ہوئے ہیں کہ امامت مذکورہ آیت
غیر نبوت ہے چنانچہ صدیق حسن خاں محدث نے نیل مرام میں فرمایا ہے قال لا ینال عہدی
الظالمین اختلف فی المراد بالعہد فقیل الامامۃ وقیل النبوۃ وقیل عہد اللہ
امرہ وقیل الامان من عذاب الاخرۃ والاول اظہر کما یفیدہ السیاق اس آخر ...
سے ظاہر ہے کہ عہد سے مراد امامت ہے اور یہ معنی بنا بر سیاق اقبل اظہر ہے - پس اس بنا بر ...
ہوا کہ امام الناس سے مراد خلیفۂ مسلمین ہے نبی و رسول مُراد نہیں ہے چوتھے اس آیت سے یہ
ثابت ہوا کہ امامت کا عہد حضرتِ خلیل اللہ کی ذریت میں اُن حضرات کو پہنچیگا کہ جو ظالمین یعنی
غیر معصومین نہوں یعنی معصومین کو ملیگا اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات شیوخ ثلثہ معصوم نہ تھے
نہ انکی عصمت کا کوئی مدعی ہے نہ اُن کی عصمت کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ احادیث ...
نہ وہ خود مدعی عصمت ہوئے اوّل تو اسلام لانے کے قبل بعض یا نصف سے زیادہ عمریں شرک ...
کفر کی حالت میں گذر چکی تھیں اور بعد اسلام لانے کے کفر تو زائل ہوجاتا ہے مگر اتنا اثر اُسکا
ضرور باقی رہتا ہے کہ وہ نو مسلم جو پیشتر کافر و مشرک تھا معصوم نہیں ہوجاتا اور غیر معصومین کا
شمار ظالمین میں ہے اسواسطے عہد امامت غیر معصوم کو نہیں پہنچ سکتا - صاحب مواقف نے ...
حضرت ابو بکر کو ظلم سے بری کرنے کی کوشش کی ہے اور آیہ لاینال عہدی الظالمین سے
اُن کی اہلیت امامت ثابت کرنا چاہی ہے یہ اُن کی خام خیالی ہے کیونکہ یہ آیہ مفید عصمت

اسی واسطے فخر رازی نے غیر معصومین کو زمرۂ ظالمین میں شمار کر کے عہد امامت کے پانے سے خارج کر دیا ہے کیونکہ غیر معصوم ظلم کرنے سے محفوظ نہیں اُس سے ظلم سرزد ہونا مستبعد نہیں ہے اور ظلم کے معنی ہیں وضع الشئے فی غیر محلہ کے جو حضرات کہ یوم اُحد نبی کو چھوڑ کر فرار کر گئے وہ ظالم ہیں کیونکہ اُن پر واجب تو یہ تھا کہ نبی کو چھوڑ کر میدان کارزار سے نہ ہٹتے اور جب وہ اپنے جسم نازک کو کفار کے نیزہ و شمشیر سے محفوظ رکھنے کے لیے پہاڑ پر چڑھ گئے یا مغاک میں بیجا اپنے بدنوں کو پوشیدہ رکھا اُن کے ظالم ہونے میں کسی صاحب ایمان کو کلام نہیں ہے کیونکہ وضع الشئی فی غیر محلہ اسی کو کہتے ہیں کہ میدان کارزار میں ہمراہ رسول مختار رہنے کے بجائے پہاڑ پر چڑھ گئے یا مغاک میں پوشیدہ ہو گئے یہ تو ایک ہی ظلم ہوا اور ظلم پر ظلم یہ کیا کہ مغاک میں بیٹھے بیٹھے قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم کی آواز بلند فرمائی جیسا کہ بروایت مسند احمد حنبل اوپر ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ نو مسلموں کو ملت جاہلیت کی طرف پلٹ جانے کی ترغیب دینا یا حکم کرنا وضع الشئی فی غیر محلہ ہے اور جب دوسروں کو ملت و جاہلیت پر واپس جانیکا حکم صادر کیا یا ترغیب دی تو ایسی ترغیب دینے والوں نے اپنا ارادہ رجعت بھی ظاہر کر دیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معرکہ میں قتل ہو جاتے تو ہمیں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ اپنی ملت جاہلیت پر پلٹ جاتے اور جناب علی مرتضیٰ اسی میدان میں لڑتے لڑتے قتل کیے جاتے اسلام کا خاتمہ ہو جاتا خداوند عالم نے لوگوں کے ارادہ رجعت کی خبر قرآن شریف میں دی ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا بروایت مسند احمد حنبل جب جناب امیر علیہ السلام نے حضرت عمر سے پوچھا الست المنادی قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم۔ فقال عمر انما قالها ابو بکر بہر تقدیر حضرات شیخین میں سے ایک صاحب نے یہ کلمہ ضرور کہا پس ایسے لوگوں کو جو دوسروں کو کفر پر پلٹ جانے کی ترغیب دیں اور خود بھی اسی ملت کی طرف رجوع ہونیکا ارادہ رکھیں عہد امامت نہیں مل سکتا خداوند عالم نے خود بھی فارین و منہزمین معارک جہاد کو ظالمین فرمایا

سے ہے قولہ تعالےٰ لیس لک من الامر شئ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون۔
قال صاحب عمدۃ القاری قیل انہ صلعم سب الذین انہزموا یوم احد وکان فیہم عثمان
بن عفان فنزلت ھذہ الایۃ فکف عنہم انتہی اور ثعلبی نے اس آیہ کے نزول میں عبداللہ
بن مسعود سے روایت کی ہے اراد رسول اللہ صلعم ان یدعوا علی المنہزمین عنہ من صحابہ
یوم احد وکان عثمان منہم فنہاہ اللہ تعالیٰ عن ذالک خلاصہ یہ کہ شارح صحیح بخاری
وثعلبی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے مفرورین کے باب میں بد دعا فرمائی اور یہ آیہ منع
سب میں نازل ہوا اور مفاد اس آیہ کا مطابق ان روایات کے یہ ہے کہ منہزمین پر خواہ
مہربانی ہو خواب عذاب بہر نوع منہزمین ظالم ہیں اور منہزمین میں ہونا حضرت عمر کا بشہادت
امام رازی و علامہ نیشاپوری ثابت ہے ان من المنہزمین عمرؓ منہم ایضاً عثمان
اور بروایت مسند احمد حنبل حضرت ابوبکر کو بھی اس بلا سے نجات نہیں ملتی۔ کیونکہ اگر آپ حضرت
عمر کی تصدیق کریں اور اُنکا قول سچا مانیں تو قایل قول قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم حضرت ابوبکر
ہوئے۔ کیونکہ انما قالہا ابوبکر سے ظاہر ہے کہ حضرات شیخین ایک ہی جگہ تھے اور اسقدر
متصل تھے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو کہتے ہوئے دیکھا اور سُنا۔ علاوہ بریں حضرت
ابوبکر کا قول تاریخ خمیس میں اسطرح منقول ہے قال ابوبکر انصرف الناس یوم احد عن
رسول اللہ فکنت اول من جاء تاریخ الخلفا اور واقدی میں بھی ایسے ہی ہے۔ پس
حضرت ابوبکر کا یہ فرمانا کہ فکنت اول من جاء یعنی وقت مراجعت سب سے پہلے میں آیا اسبات
پر نص ہے کہ حضرت ابوبکر بھی اور لوگوں کی طرح رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے
اور تفسیر در منثور میں علامہ سیوطی نے ابن جریر طبری سے بذیل آیہ ان الذین تولوا منکم
یوم التقی الجمعان خود حضرت عمر سے روایت کی ہے عن عمر لما کان یوم احد ھزمنا ففررت
حتی صعدت الجبل لعبد الحاجۃ پس قول ہر حضرت عمر کا ہزمنا ففررت اُن کی ہزیمت و فرار
پر نص ہے اور مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق نے لکھا ہے پس اشرار غلبہ کردند و اخیار

ہمہ گریختند الی ان قال دراں حالت نظر کرد علی ابن ابیطالب را کہ بر پہلوے مبارکش ایستادہ
است فرمود چوں ست کہ تو بہ برادران خود ملحق نگشتی علی گفت لا کفر بعد الایمان ان لی
بک اسوۃ اس عبارت میں شاہ عبد الحق کا یہ قول کہ اخیار ہمہ گریختند صاف صاف ثابت
کر رہا ہے کہ تمام صحابہ بالخصوص حضرات شیوخ ثلثہ جن کو حضرات اہل سنت اخیار کہتے ہیں گریز
فرما گئے تھے اور اگر ان تینوں حضرات میں سے ایک صاحب بھی ثابت قدم رہے ہوتے تو مثل
جناب امیرؑ علیہ السلام کے ان کی بھی تصریح فرما دیتے۔ پس جبکہ ہزیمت و فرار ہر سہ صحابہ بلند ہمت
کا خود انھیں کے قول سے و نیز اکابر معتمدین اہلسنت کے روایات سے ظاہر ہوا اور فرار
حضرت عثمان کا بخاری میں باب غزوۂ احد سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی نے عبد اللہ بن عمر
سے پوچھا انعلم ان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم تو یہ حضرات عہد امامت کو نہیں پا سکتے
کیونکہ فارین و منہزمین کو خداوند تعالےٰ نے ظالمین فرمایا ہے اور ظالمین کو عہد امامت نہیں پہنچ
سکتا بدلیل قولہ تعالیٰ لا ینال عہدی الظالمین اسی واسطے فخر رازی کو اس بات کی ہمت نہوئی
کہ وہ اس آیت سے حضرات شیوخ کبار کی امامت ثابت کریں کیونکہ وہ خود اپنی تفسیر کبیر میں
اپنے صحابہ کبار کا فرار و ہزیمت لکھ چکے ہیں۔ خداوند عالم نے متخلفین معارک جہاد کو بھی ظالم
فرمایا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فلما کتب علیہم القتال تولوا الا قلیلا منہم واللہ علیم
بالظالمین۔ اس آیت میں کتب علیہم القتال دلالت رکھتا ہے کہ مخاطبین خود کافر نہ تھے
بلکہ کفار سے قتال کرنیکو مامور ہوئے تھے۔ اب یہ غور فرمایئے کہ ملل و نحل علامہ شہرستانی
میں موجود ہے کہ جناب سید عالم صلعم نے آپکے شیوخ کبار کو حکم دیا تھا جہزوا جیش اسامہ
لعن اللہ من تخلف عنہا اور یہ حکم جناب پیغمبر خدا نے بحالت مرض دیا تھا پس مامور فرمانا
جناب رسالتمآب صلعم کا شیوخ کبار کو بقتال کفار بہ سرکردگی اسامہ بن زید اور تخلف کرنا ان
حضرات کا جیش اسامہ سے اون کو تحت حکم آیۂ مذکور داخل کرتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر
ہے کہ متخلفین ظالمین ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فقرہ لعن اللہ من تخلف عن جیش

پارہ ۲ رکوع ۱۶

اسامہ ملل ونحل میں موجود نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ ملل ونحل مطبوعہ مصر تک میں موجود ہے
مگر شاہ صاحب کا یہ انکار کرنا ہمارے کار آمد ہو گیا کیونکہ شاہ صاحب کو متخلفین کے تخلف سے
انکار نہیں ہے بلکہ اس بددعا سے انکار ہے کہ جو متخلفین کے حق میں فرمائی ہے۔ اگر یہ حضرات
جیش اسامہ سے تخلف نفرماتے بلکہ اور لوگ تخلف فرماتے تو شاہ صاحب یہ کہہ سکتے تھے
کہ فلاں وفلاں نے تخلف جیش اسامہ سے کیا اور فلاں وفلاں نے تخلف نہیں کیا
اور دوسری دلیل قطعی حضرات شیوخ کے تخلف پر یہ ہے کہ اگر تخلف نہ کرتے تو مانع تحریر
وصیت کون ہوتا۔ سقیفہ میں کون جاتا بلکہ غور فرمائے تو یہ خلافت تخلف ہی کے بدولت
ہاتھ لگی۔ اگر یہ حضرات لشکر کے ہمراہ تشریف لیجاتے تو مدینہ سے کوسوں دور ہو جاتے مہینہ
بھر سے پیشتر خبر وفات جناب سید عالم صلعم بھی نہ ملتی۔ پھر ملک خلافت پانے کی کیا صورت تھی اس
لئے تخلف کرنا اُنکو بہت سودمند ہوا مگر یہ نہ سمجھے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
آخر زمانہ میں میں اس تخلف کی بدولت ظالمین میں شمار ہوگا اور ظالمین عہد امامت کو نہیں پاسکتے
بدلیل قولہ تعالیٰ لاینال عہدی الظالمین فاضل خیالی نے حاشیہ قولہ لاینعزل الامام بالفسق میں کہا ہے لایقال لاینعزل
بقولہ تعالیٰ لاینال عہدی الظالمین اس استدلال سے صاف ظاہر ہے کہ مراد عہد سے نبوت نہیں بلکہ امامت ہے ورنہ اس آیہ سے
امام کی معزولی پر حکم نکیا جاتا فاضل خیالی کے جواب میں عرض ہی کہ یہ آیہ حضرت ابراہیم کی امامت پر بالتخصیص اور انکی
ذریت طاہرہ کی امامت پر بالعموم نص ہے کیونکہ ظالمین یعنی غیر معصومین ذریت خلیل اللہ سے
امامت کو کلیتہً سلب کر لیا ہے اور امام منصوص کی تقرری بدست مردم نہیں ہی تو حکم معزولی جاری
کرنا بھی بدست مردم نہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کو معزول کرنا لوگوں کے اختیار
سے باہر ہے اور یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ حضرت خلیل اللہ کو اجماع یا پنچایت نے امام
منتخب نہیں فرمایا تھا بلکہ عہدہ امامت پر ان کی تقرری منصوص فی القرآن ہے بدلیل قولہ
تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما اور اسی عہد امامت کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے واسطے اپنی ذریت کی درخواست کی تھی کیونکہ یہ عہد ایسا عظیم الشان تھا کہ حضرت ابراہیم

نے چاہا کہ میری ذریت میں سے ہے خداوند عالم نے جواب میں امامت کو اپنا عہد ظاہر فرمایا یعنی
یہ میرا عہد ہے تمہاری ذریت میں ظالمین کو نہیں پہنچیگا خداوند عالم نے امامت کو اپنا عہد فرما کر
اُسکی عظمت پر نص فرمایا یعنی ایسا عہد جلیل وہ ذریت نہ پاوے گی۔ کہ جو غیر معصوم ہو تو ظاہر
ہوا کہ وہ ذرّیت عہد امامت پر پہنچیگی جو طاہر و معصُوم ہو۔ پس جبکہ عہد واحد ٹہرا تو اُسپر تقرری
بھی جہت واحدہ سے ہوگی یعنی عہد امامت پر من عند اللہ تقرری ہوگی کیونکہ اجماع مردم
کو معصوم وظالم میں امتیاز نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے لوگوں کو تقرری امام کا منصب نہیں دیا
گیا پھر معزولی کا منصب لوگوں کو کیونکر ہو سکتا ہے اور خدا تعالے اپنے مقرر کیے ہوئے امام
کو معزول نہیں فرماتا اور غیر معصوم کو امامت پر مقرر ہی نہیں کرتا کیونکہ غیر معصوم کا ظالمین میں
شمار ہے اور جب غیر معصوم امامت پر مقرر نہیں ہوتا تو پھر اسکی معزولی کیا معنی رکھتی ہی لہذا
فاضل خیالی کا یہ استدلال کہ امام بقولہ لا ینال عہدی الظالمین معزول ہو جاتا ہے غلط و باطل
ٹھرا پس ثابت ہوا کہ اس آیہ کو معزولی امام سے مطلقاً بحث نہیں ہے۔ بلکہ تقرری امام سے
بحث ہے کہ جو شخص غیر معصوم ہے وہ عہد امامت کو نہیں پا سکتا اور ظاہر ہے کہ حضرات اہلبیت
رسالت ذریت ابراہیم علیہ السلام میں وہ بزرگوار ہیں کہ جنھوں نے آن واحد بھی کبھی ظلم نہیں
کیا آیہ تطہیر انکی طہارت پر نص صریح ہے جناب سید عالم صلعم نے اُن کی عصمت پر نص فرمایا
اُنھوں نے خود براہین قاطعہ اپنی عصمت کو مواقع متعددہ میں ثابت فرمایا اکابرین اور
معتمدین اہلسنت کو بھی طوعاً و کرہاً اُن کے فضائل و مناقب کا اقرار کرنا پڑا چنانچہ مولوی میں
صاحب وسیلۃ النجاۃ میں فرماتے ہیں بدانکہ موجب من سعد سعد فی بطن امہ آثار
سعادت وصدور کرامت ازاں مظہر ولایت قبل از ظہور عالم شہادت واضح و لائح گشت چنانکہ
در شکم مادر بود کہ کرامات از وے مشہور است واول و آخر کسے کہ با سعادت باشد و از لوث شرک
و شوب شقاوت و خلط نجاست پاک باشد و بجز طہارت از ابتدا تا انتہا نگذشتہ باشد سوائے
علی مرتضی از صحابہ کسے نبود لہذا بر نام وی یعنی آنحضرت کرم اللہ وجہہ میگویند انتہی اگر ان اوصاف

سے عصمت ثابت نہیں ہوتی تو پھر آپ ہی براہ مہربانی فرما دیجئے کہ معصوم میں کیا کیا اوصاف
ہونا لازمی ہیں۔ اہلبیت کا لوث شرک وشوب شقاوت وخلط نجاست سے ازابتدا تا انتہا
پاک ہونا محتاج دلیل نہیں ہے جب تو خداوند عالم نے آیۂ مباہلہ میں جناب علی مرتضیٰ کو نفس رسول
اور حسنین علیہما السلام کو ابنائے رسولؐ فرمایا۔ انھیں حضرات اہلبیت النبوۃ کو منتخب فرمایا وہی
وجہ تھی کہ سوائے ان حضرات کے صحابہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو لوث صفات ذمیمہ سے ازابتدا
تا انتہا پاک ہو اگر صحابہ میں کوئی اور شخص ان سے اشرف وافضل ہوتا تو ایسے ہولناک
وقت میں کہ تصدیق وتکذیب دین کا اعظم امتحان تھا اور مدعی کاذب پر عذاب نازل ہونے
والا تھا۔ ضرور اسکو ہمراہ لیجانے کا حکم ہوتا چنانچہ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں ابن
رباح مولی ام سلمہؓ سے ایک حدیث اس باب میں نقل کی ہے قال قال رسول اللہ لو علم اللہ
تعالیٰ ان فی الارض عباداً اکرم من علی و فاطمۃ والحسن والحسین لامرنی ان اباھل
بھم ولاکن امرنی بالمباھلۃ مع ھولاء وھم افضل الخلق فغلبت بھم الیھود والنصاریٰ
مصلحت تو ظاہرا اس کی مقتضی تھی کہ ایسے ہولناک وقت میں اشداء علی الکفار کو جیسا کہ مرغوب
اہلسنت ہے ہمراہ لیجاتے یا حضرت عتیق کو ہمراہ لیجاتے کیونکہ غرض مباہلہ سے تصدیق نبوت اور
غلبہ دین تھی ایسے وقت ہولناک میں دو ابنائے صغیر ایک دختر اور ایک داماد ہی کو لیجانے
کا حکم ہوا اور انھیں کی بدولت غلبہ دین ظاہر ہوا جیسا کہ فقرہ غلبت بھم الخ سے ظاہر ہے جبکہ مباہلہ
قرار پایا جناب رسالتمآب نے علی وفاطمہ وحسنینؑ کو اپنے ہمراہ لیکر فرمایا اللھم ھولاء اھلی اور
قال اھل بیتی کما روی مسلم فی صحیحہ پس ثابت ہوا کہ اسوقت انہیں حضرات کا شمار اہلبیت
میں تھا انھیں کی شان میں آیۂ تطہیر ناطق ہے قال اللہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذھب
عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنی سوائے اسکے نہیں ہے کہ ارادہ کیا ہے اللہ
تعالےٰ نے کہ دور کرے تم سے جمیع افراد رجس کو اے اہلبیت اور پاک کرے تمکو حق پاک کرنے کا
یہ آیۂ کریمہ پنجتن پاک یعنی جناب سید المرسلین وخیر الوصیین وسیدۃ نساء العالمین وسید شباب اہل

اہل الجنۃ کی شان میں مفید عصمت وطہارت نازل ہوئی لوگوں نے ایسے بعض بے بدل
میں بھی بہ سبب اپنے زیغ قلبی کے شبہات ووسوسات پیدا کئے ہیں لیکن علماء اعلام نے تمام
شبہات لاطائلہ ووساوس باطلہ کا قلع قمع فرما دیا ہے چنانچہ ہر شبہہ کو لکھ کر اُس کا رد کرتا
ہوں۔ پہلا شبہہ قولہ تعالےٰ یرید میں یہ شبہہ پیدا کیا ہے کہ ارادہ فعل اور چیز ہے اُوقوع
فعل اور چیز ہے ممکن ہے کہ قصد وعزم کیا جائے اور عمل میں نہ لایا جائے۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ خداوند عالم کا ارادہ مثل ارادہ مخلوق کے نہیں ہے کہ جسمیں تغیر
عارض ہو۔ ارادہ کا بدلنا افعال مخلوق میں معتبر ہے نہ افعال باریتعالیٰ میں لہذا اس شبہہ میں
قیاس مع الفارق ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول
لہ کن فیکون وقال اللہ سبحانہ وکان امر اللہ مفعولا۔ کانؑ وعدہ مفعولا۔ کیونکہ
محل التنزیل یرید وعدہ ہے اور حال وعدہ کا آخر آیت سے ظاہر وعیاں ہے پس طاہر ہونا
اہلبیت کا ظاہر ہوا۔

دوسرا شبہہ یہ پیدا کیا ہے کہ یذہب ویطہر بصیغہ مضارع ہیں پس ذہاب رجس وانقطاع طہارت
متعلق بزمان آیندہ ہے اور قبل اسکے بلکہ تا نزول آیہ اہلبیت کا ملوث بعصیان ہونا پایا
جاتا ہے چنانچہ صدور ذنوب قبل بعثت مذہب اہلسنت ہے۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ لام کے جو یذہب پر داخل ہے اَن مصدریہ اُسکے بعد مقدر ہے
اور نحاۃ مذہب کی تحقیق یہ ہے کہ حروف مصدریہ اپنے صلہ کو مصدر کے حکم میں کردیتے ہیں اس
لئے معنی مصدری پیدا ہوئے لہذا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت انما یرید اللہ
ذہاب رجسکم یا اہل البیت کی قوت میں ہے اور مصدر کا تعلق تینوں زمانوں ماضی حال
واستقبال سے ہوتا ہے پس جبکہ مصدر نے ازمنہ ثلثہ سے تعلق پکڑا شبہہ لوث سابق وعدم
ذہاب رجس زمانہ ماضی مرتفع ہوگیا اور دوسرا جواب مطابق مذہب اشاعرہ یہ ہے کہ انکے مذہب میں کلام اللہ قدیم ہے پس نزول
طہارت اہلبیت قدیم ہوئی شبہہ نمبر ۳ یہ پیدا کیا ہے کہ ارادہ سے مراد تکلیف ہے جیسا کہ آیہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید

میں وارد ہے۔ جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ آیۂ ولٰکن یرید لیطہرکم طہارت مائیہ وترابیہ
میں وارد ہے اور ایسی طہارت بعد وضو یا تیمم ہر مسلم کو حاصل ہو جاتی ہے اور یہ طہارت بھی
بافاضہ اسلام واقع ہوئی ہے نہ یہ کہ ہنوز ارادہ ہی کیا ہے اور ایقاع اسکا باقی ہے
اس لئے کہ ارادہ اس طہارت کا بافاضہ اسلام عین وقوع موعود ہے لیکن آیہ ولٰکن
یرید لیطہرکم میں رجس یعنی نفاق وکفر وگناہان کبیرہ وغیرہ کے دور کرنے کا ذکر نہیں ہے
نہ نفاق وامراض قلبی وگناہان کبیرہ سے طہارت مقصود ہے صرف طہارت بدنی کا ذکر
ہے جو کہ غسل ووضو وتیمم سے حاصل ہو جاتی ہے اور شروع آیہ میں وان کنتم جنبا فاطہروا
موجود ہے جس کے معنی سے صاف ظاہر ہے کہ طہارت بدنی بندوں کے اختیار میں ہے اور پانی پارہ ۶ رکوع ۶
نہ ملنے کی حالت میں تیمم کرنے کا حکم دیا ہے وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من
الغائط اولمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ پارہ ۶ رکوع ۶
ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولٰکن یرید لیطہرکم پس ایقاع طہارت کو جسکا ارادہ
کیا منحصر فرمایا وضو یا تیمم میں جو کہ فعل بندگان ہے اور آیۂ تطہیر میں نجاست بدنی سے کچھ
بحث نہیں بلکہ رجس قلبی وامراض باطنی وتصرفات شیطانی وجمیع سیئات کو دور کرکے
پاک کرنیکا مذکور ہے اور ایسی طہارت بندوں کے اختیار سے باہر ہے جو شخص کہ زنا کرے
اور غسل کرے تو جنب سے پاک ہو جائے گا مگر طہارت بدنی سے گناہ زائل نہوگا۔ پس فاعل
اذہاب رجس غیر خدا نہیں ہو سکتا خصوصاً اس فعل میں جو کہ بندوں کے اختیار سے باہر ہے۔
چوتھا شبہہ یہ کہ الرجس بمعنی نجاست وپلیدی کے ہے اور اس سے نجاست ظاہری مراد ہے
اور سیاق طہارت بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ آیۂ وان کنتم جنبا فاطہروا الیٰ ان قال
ولٰکن یرید لیطہرکم میں طہارت ظاہری مراد ہے عصمت اس سے مراد نہیں ہے۔
جواب اس شبہہ کا یہ ہے رجس پر لام استغراق یا لام جنس داخل ہے جسنے جمیع افراد نجاست
ظاہری و باطنی کو گھیر لیا ہے اور یہ بات ولٰکن یرید لیطہرکم میں پیدا نہیں ہے اب رہی طہارت

وتطہیر اُسکا استعمال قرآن شریف میں چند معنی ہیں ہوا ہے۔ اول کپڑے کی طہارت ہے
وثیابک فطہر اور یہ معنی بحث سے خارج ہیں دوسرے طہارت بدنی ہے وان کنتم جنباً
فاطہروا الی ان قال لاکن یرید لیطہرکم یہ آیہ طہارت مائیہ وترابیہ میں وارد ہے
یہاں اس سے بھی کچھ بحث نہیں ہے تیسرے وہ طہارت جو بعد ازالہ کفر مسلمان ہوجانے پر
حاصل ہوتی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ اولئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبھم ایسی طہارت
بعد ازالہ کفر حاصل ہوتی ہے اور کفار کے قلوب بوجہ اُن کے شرک وکفر کے پاک نہیں ہوتے
مگر یہ طہارت مانع صدور ذنوب نہیں ہے اسی نجاست شرک کیوجہ سے خداوند عالم نے مشرکین
کو نجس فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس اور اہل اسلام کو اس نجاست شرک سے طہارت
حاصل ہے بوجہ اسلام لانے کے مگر اس طہارت شئے سے عصمت مقصود نہیں ورنہ ہر مسلمان معصوم ہو
وھو خلف چوتھی طہارت عصمت ہے وھو فی قولہ تعالیٰ واذ قالت الملائکۃ یمریم ان اللہ
اصطفاک وطہرک یعنی ملائکہ نے کہا اے مریم بدرستیکہ اللہ تعالیٰ نے تجکو ثابت رکھا صدور
ذنوب سے اور مطہر فرمایا لوث معصیت سے اور یہی طہارت مانحن فیہ ہے اور آیہ تطہیر میں
اول ذہاب رجس مذکور ہے اور زوال شئے نقیض ہے وجود شئے کا جبکہ رجس کو خداوند عالم نے
زائل فرمادیا تو وجود رجس محتمل نہیں ہوتا بخلاف طہارت بدنی کے کہ اسمیں نقیض زوال کسی نہ
کسی وقت میں عارض ہوجاتی ہے مثل بول وبراز کے کہ کبھی انسان اُس سے متنجس ہوتا ہی اور کبھی
پاک پس افادہ اذھاب یعنی طہارت مفید عصمت ہے۔ اب اس مقام پر رجس کے معنی کی تفسیر
دیگر آیات قرآنی سی کی جاتی ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ رجس سے مراد نجاست ظاہری بدنی
نہیں ہے قال اللہ تعالےٰ فاعرضوا عنھم انھم رجس وماواھم جہنم اس آیہ میں خداوند عالم
نے منافقین کو بھی بوجہ اُن کے نفاق باطنی کے رجس فرمایا ہے حالانکہ بحسب ظاہر شرع
منافقین نجاست ظاہری اور نجاست کفر سے ملوث نتھی وقال اللہ تعالےٰ قد وقع علیکم
من ربکم رجس وغضب وقولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من

عمل الشیطان و قال اللہ تعالیٰ و اما الذین فی قلوبہم مرض فزادتہم رجساً الی رجسہم پارہ ۱۱ رکوع ۵
وماتوا وہم کافرون پس رجس سے نجاست باطنی و قلبی مثل نجاست شرک و کفر و نفاق
و گناہان کبیرہ و عقوبت بعمل شیطان و وادناس فسق حسب مقتضائے محل و مقام مراد ہے
ناپاکی بدن و ثوب مراد نہیں ہے اور آیہ خمر میں چونکہ میسر و انصاب و ازلام نجاست ظاہری
سے متصف نہیں ہیں بلکہ نجاست ان کی عمل سے متعلق ہے پس لابد کہ اس مقام پر نجاست خمر
بھی محتمل یہ نجاست عمل ہو لیکن رجس کے لغت میں تین معنی ہیں اول نجاست دوم عقوبت
سوم خشم پس لام استغراق یا لام جنس نے تمام افراد نجاست و افراد عقوبت و افراد خشم کو گھیر لیا نجاست
کے تحت میں تمام افراد نجاست ظاہری و باطنی صغیرہ و کبیرہ و عملی و اعتقادی مندرج ہیں اور
عقوبت کے تحت ہیں جو کہ مشتمل ہے ظلم و منکر کو تمام انواع قلیل و کثیر داخل ہیں اور خشم جو کہ
مورث ظلم ہے معاصی کبیرہ کو شامل ہے پس اذہاب نجاست و اذہاب عقوبت و اذہاب خشم
مخبر عدم اصدار صغیرہ و کبیرہ ہے اور یہی عصمت ہے اور تفسیر اس معانی کی حدیث شریف جناب
مخبر صادق سے ظاہر ہے بانہ قال رسول اللہ صلعم انا من اہل البیت فقد اذہب
اللہ عنا الفواحش ما ظہر وما بطن رواہ صاحب مودۃ القربیٰ اس حدیث میں قولہ الفواحش
تادیہ مطلوب میں شاہد خوش اسلوب ہے پس درمیان آیہ تطہیر کے جس میں لیذہب عنکم
الرجس وارد ہے اور آیہ وان کنتم جنباً فاطہروا الخ جو کہ طہارت مائیہ و ترابیہ میں وارد ہے
کوئی مناسبت واسطے اتحاد معنی طہارت کے پیدا نہیں۔ اب اُن آیات کو لکھتا ہوں کہ جو
عصمت انبیاء میں وارد ہیں اور نیز وہ کہ جس سے عصمت ملائکہ ثابت کی ہے حالانکہ بکلام
ظاہر وہ آیات عصمت پر دلالت نہیں کرتیں اور آیہ تطہیر عصمت اہلبیت پر مطابق سیاق لفظی ظاہر پارہ ۱۷ رکوع ۶
الدلالۃ ہے۔ چنانچہ صاحب مواقف نے عصمت انبیاء کو آیہ کانوا یسارعون فی الخیرات
سے اس طرح افادہ فرمایا ہے فالجمع المحلی باللام للعموم فیتناول جمیع الخیرات من الفعل
والترک بصحۃ الاستثناء انتہیٰ۔ اس آیت میں لفظ الخیرات سے ترک سیئات کو بھی

خیرات ظاہرا کچھ دخل نہیں اور اسجگہ استثناء نہیں ہے اور اگرچہ صحت استثنا کو تسلیم کر لیا جائے
تو بھی مدعا بر نہیں آتا کیونکہ درصورت صحت استثنا کہا جا سکتا ہے یسارعون فی الخیرات
الا فی ملک الحسنہ پس اگر صحت استثنا کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو مفید ترک جمیع سیئات کسی طرح
نہیں ہو سکتا اور حضرت آدمؑ کی نبوت و عصمت کے ثبوت میں آیہ ثم اجتباہ ربہ الآیہ وارد ہے
اور عصمت عیسیٰ بن مریم میں انی متوفیک ورافعک الی و مطہرک ماثور ہے اور عصمت ملائکہ
میں لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یومرون کو ذکر کیا ہے حالانکہ تاکید اور
عدم اتیان عصیان کے زمانہ ماضی میں وارد نہیں ہے اور نیز عصمت ملائکہ میں آیہ یسبحون
اللیل والنہار لا یفترون کو ذکر فرمایا ہے اس میں بھی یہ احتمال پیدا ہوتا ہے۔ الحال محفوظ
ہوں معصوم ہوں حالانکہ عصمت ان کی مسلم ہے اب دیدہ حق بین سے آیہ تطہیر کو دیکھنا چاہیے
کہ عصمت اہلبیت طہارت کی اس آیت سے بچند وجہ ثابت ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے
عصمت اہلبیت کو بشرف جناب سید المرسلین موکد بتاکیدات متعددہ فرمایا ہے اول لفظ انما
مفید حصر ہے۔ دوم لام تاکید لفظ یذہب پر داخل ہے سوم مفاد اسکا کہ اذہاب سے دلالت
مطابقی ازالہ رجس پر رکھتا ہے چہارم لام استغراق یا لام جنس جو کہ رجس پر داخل ہے تمام افراد رجس کی نفی پر دلالت
کرتا ہے پنجم ایراد لفظ (یذہب) کہ دلالت کلی اذہاب پر رکھتا ہے بخلاف اذہاب بالفراق ایبین ان یفعل و یفعل
ششم لفظ متکلم کہ دلالت اور شدت اہتمام کے رکھتا ہے ورنہ بجائے اسکے عن اہل البیت کفایت کرتا تھا ہفتم خطاب بالبیت کرنا
اور نہ ذکر کرنا اسامی مقدسہ کا بنابر تعظیم ہشتم ندا بروجہ اختصاص نہم تاکید بلفظ یطہر کہ ارجاس سے منزہ کرنے پر دلالت رکھتا ہے
دہم تاکید پر تاکید ساتھ تطہیرا کے جو کہ مفعول مطلق ہے تعریف السمہودی فرماتے ہیں کلمۃ انما الحصر تدل علی ارادۃ تعالیٰ
منحصرۃ علی تطہیرہم وتاکیدہ بالمفعول المطلق دلیل علی ان طہارتہم طہارۃ کاملۃ فی اعلیٰ مراتب الطہارۃ اب بانطباق آیہ
یسارعون فی الخیرات ہم کہتے ہیں کہ اسمیں لفظ خیرات محلی باللام ہے اور وہ شامل ہے
جمیع خیرات کو اور ترک کو اور آیہ تطہیر میں لفظ رجس محلی بلام استغراق یا لام جنس ہے اور اذہاب اسکا یا
لام ثانی جو کہ لفظ یذہب پر وارد ہے بافادہ حصر بحرف انما کے جمیع ارجاس و ادناس

ظاہری و باطنی وعقلی ونقلی وکلی وجزئی وصغیرہ وکبیرہ کو حسب منطوق کلام کے نفی فرمایا

شبہہ پنجم یہ پیدا کیا ہے کہ اہلبیت کے معنی اہل خانہ وصاحب خانہ کے ہیں اور اہل خانہ کا

اطلاق زوجہ پر ہوتا ہے اور بلحاظ جامعیت صاحب خانہ گھر کے رہنے والوں کو کہتے ہیں

جن میں ازواج وعشیرہ وخدام داخل ہیں اس اعتبار سے لفظ اہلبیت پنجتن پاک کے ساتھ مختص

نہیں ہے اور سیاق ماقبل وما بعد آیہ تطہیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیت کا لفظ واسطے ازواج

جناب سید المرسلین کے آیا ہے کیونکہ آیات ماقبل وما بعد میں خاص انہیں سے خطاب ہے پس آیہ

تطہیر میں بھی ترتیب کلام مقتضی ہے کہ انہیں سے خطاب ہو - جواب اس شبہہ کا کئی طور پر دیا

جاتا ہے - پہلے یہ کہ سیاق ماقبل وما بعد آیۂ تطہیر ہمیر حجت نہیں ہے کیونکہ قران موجود

ترتیب نزولی پر جمع نہیں کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ آیات ماقبل وما بعد آیہ تطہیر میں جو خطاب

کیا ہے وہاں ضمائر جمع مونث مذکور ہیں اور آیہ تطہیر میں سب ضمائر جمع مذکر ہیں - اگر آیہ تطہیر

ازواج کی شان میں ہوتی تو اسمیں مثل آیات ماقبل وما بعد کے ضمائر جمع مونث ہوتیں اور

جبکہ خطاب حاضرین سے ہوتا ہے تو ضمیر رعایت لفظ قطعاً نہیں آتی کیونکہ ایسے مقام پر

نفس مخاطب حاضر مرجع ضمائر ہوتا ہے نہ لفظ ماقبل اگر ایسا ہوتا تو قران میں مریم کو واسطے

باعتبار لفظ کے مذکر کی ضمیر آتی حالانکہ ایسا نہیں ہے چنانچہ قران میں موجود ہے -

یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین تیسرے یہ کہ آیہ تطہیر

سے ماقبل متصل جو آیت ہے وہ یہ ہے وقرن فی بیوتکن الی آخر الآیہ اور آیہ تطہیر سے

مابعد متصل جو آیہ ہے وہ یہ ہے واذکرن ما یتلی فی بیوتکن الخ ان دونوں آیتوں میں لفظ بیوتکن

موجود ہے پس اگر آیہ تطہیر ازواج کی شان میں ہوتی تو بجائے لفظ اہل البیت کے اہل بیوتکن

ہوتا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخاطب بیوتکن غیر اہل البیت ہیں چوتھے یہ کہ ماقبل آیہ تطہیر

ایک آیہ یہ ہے یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لھا العذاب

ضعفین اور دوسری آیت ماقبل متصل یہ ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج

پارہ ۳ رکوع ۱۳

الجاهلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ پس اگر آیہ تطہیر
ازواج کی شان میں ہوتی تو بعد تطہیر حضرت ام المومنین جان بوجھ کر حکم خدا کی مخالفت
نفرماتیں اور بصرہ کو لڑنے نہ جاتیں اور جناب امیرؑ سے جو بموجب آیہ المودۃ واجب المحبت
تھے بعد تطہیر بغض وعداوت نہ رکھتیں کیونکہ بغض وعداوت رکھنا جناب امیرؑ سے جو بموجب
نص کتاب اللہ واحادیث نبوی واجب المحبت ہیں رجس قلبی پر دلالت واضحہ رکھتا ہے پس
بعد اذہاب رجس وحصول طہارت رجس کا وجود نہ ہوتا پس ثابت ہوا کہ مخاطب ہونگی غیر
اہل البیت ہیں پانچویں صحاح اہلسنت میں حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے ان ھذہ
الآیۃ انما یرید اللہ نزلت فی بیتہا قالت وانا جالستہ عند الباب فقلت یا
رسول اللہ الست من اہل البیت فقال انک الی خیر انک من ازواج رسول اللہ
قالت وفی البیت رسول اللہ وعلی وفاطمہ وحسن وحسین فجللہم بکساء وقال
اللہم ھولاء اہل بیتی فاذھب عنہم الرجس وطہرھم تطہیرا اگر آیہ تطہیر ازواج نبی کی
شان میں ہوتی تو جناب سید المرسلین حضرت ام سلمہ کو کساء اہلبیت میں داخل فرماتے چنانچہ
یہی خواہش حضرت ام سلمہ کی تھی مگر آنحضرت نے انک من اہلبیتی بھی نفرمایا اس سے ظاہر ہوا
کہ آیہ تطہیر ازواج کی شان میں نہیں ہے چھٹے یہ ہے کہ جناب سید عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اوقات نماز میں بہت دنوں تک جناب علی ابن ابیطالب
علیہ السلام کے دروازہ پر تشریف لے جاکر بخطاب اہل بیت سلام بھیجا اور
آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی۔ اور کبھی دروازہ ہائے ازواج پر بخطاب
اہل البیت آیہ تطہیر کی تلاوت نہیں فرمائی چنانچہ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور ثعلبی
نے تفسیر میں بلال بن الحمرا سے اور حافظ سیوطی نے ابوسعید خدری وابن عباس
سے اور صدر الائمہ موفق ابن احمد نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کان الرسول
یاتی کل یوم باب علی ابن ابیطالب عند کل صلوٰۃ (وباختلاف الروایۃ) فی کل

غداۃ فیقول السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اھل البیت و یتلو ھذہ الآیۃ التطہیر ساتویں یہ کہ استعمال اہلبیت بحق آئمہ طاہرین شائع ہے۔

چنانچہ ابن اثیر صاحب جامع الاصول نے فرمایا ہے اھل البیت یزعمون ان ابا طالب کان مسلما و مات مسلما یعنی آئمہ خاندان رسالت زعم کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب مسلم تھے اور اُن کا خاتمہ اسلام پر ہوا اور یہ عقیدہ ازواج نبی سے نقل نہیں کیا۔ علامہ زمخشری نے تفسیر آیہ فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا میں کہا ہے وقراہ اھل البیت زوجتکھا حالانکہ یہ قرات ازواج نبی سے نقل نہیں کی ہے بلکہ یہ روایت لکھی ہے قیل لجعفر بن محمدؑ الیس تقراء علی غیر ذالک فقال لا والذی لا الہ الا ھو ما قراتھا ولا قرأھا الحسن بن علی علی ابیہ الا کذالک ولا قرأھا علی ابن ابی طالب علی النبیؐ الا کذالک اس سے ظاہر ہوا کہ اہلبیت کا اطلاق آئمہ اطہار پر ہوتا ہے آٹھویں یہ کہ حدیث انشاد میں جناب امیرؑ نے فرمایا انشدکم اللہ ھل فیکم من طھرہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ حیث قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطہیرا غیری و اھل بیتی قالوا لا کما فی کتاب المناقب الفاخرۃ فی العترۃ الطاھرۃ پس اگر ازواج نبی کا شمار اہلبیت میں ہوتا تو جناب امیر علیہ السلام ایسا دعوٰی باختصاص نفرماتے نویں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی جنکو آپ استاد البریہ کہتے ہیں وہ تفسیر عزیزی میں اس طرح فرماتے ہیں لہذا در حدیث شریف وارد است کہ مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا غرق یعنی مثال اہلبیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح ست ہر کہ سوار شود دران کشتی از طوفان نجات یافت و ہر کہ پس ماند ازان کشتی غرق طوفان گشت و وجہ تخصیص حضرات اہلبیت باین مراتب و فضیلت آنست کہ کشتی نوح کمال علمی آنجناب بود و حضرات اہلبیت را نیز حق تعالیٰ صورت کمال علمی جناب ختم المرسلین گردانیدہ بود کہ عبارت از طریقت ست زیرا کہ کمال عملی آنجناب بدون مناسبت تخصی باں جناب در قوائے روحیہ و عصمت و حفظ و فتوت و سماحت متصور نیست کہ در ہر کسے جلوہ گر شود و این مناسبت بدون

ولادت وعلاقہ اصلیت وفرعیت ممکن الحصول ہنیت الخ اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ ازواج
نبیؐ کا شمول اہلبیت میں نہیں ہے ورنہ علاقہ اصلیت وفرعیت وولادت کی قید نہ لگائی
جاتی پس ثابت ہوا کہ جن حضرات کو جناب سید عالم صلعم کے ساتھ قوائے روحیہ وعصمت وغیرہ
میں مناسبت شخصی حاصل ہے وہی اہل البیت ہیں انھیں کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوا اور
ازواج نبی صلعم کو آنحضرت صلعم کے ساتھ قوائے روحیہ وعصمت وحفظ وفتوت وسماحت میں مناسبت
شخصی نہیں ہے اس لئے انکا شمار اہل البیت متذکرہ آیۂ تطہیر میں نہیں ہے۔ اور منجملہ ثبوت عصمت
واستحقاق خلافت جناب امیر علیہ السلام یہ ہے قولہ تعالیٰ وان تظاهرا علیہ فان اللہ
ہو مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین والملائکۃ بعد ذالک ظہیر یعنی اگر عائشہ وحفصہ
نے راز نبی کو افشا کیا پس بدرستیکہ خدا تعالیٰ وجبرئیل وصالح المومنین ولی وناصر پیغمبر ہیں اور
ملائکہ بعد ازان نبیؐ کے ناصر ہیں۔ ابونعیم اصفہانی وامام ثعلبی وامام ابویوسف یعقوب بن
سفیان الفسوی صاحب تفسیر وابن طلحہ صاحب مطالب السؤل وکلبی ومجاہد وابوصالح مغزلی وسدی
نے بسند ابن عباس واسماء بنت عمیس وعلی ابن ابیطالب عن النبی روایت کی ہے کہ صالح المومنین
علی ابن ابیطالب ہیں قال صلعم صالح المومنین علی ابن ابیطالب چنانچہ علامہ کمال الدین
محمد بن طلحہ نے بسند امام ابواسحاق ثعلبی واسماء بنت عمیس سے یہ روایت کی ہے قالت لما نزل
قولہ تعالیٰ وان تظاهرا علیہ فان اللہ ہو مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین الآیہ
سمعت رسول اللہ یقول صالح المومنین علی ابن ابیطالب مگر صاحب صواعق محرقہ نے بروایت
طبری ابن عمر وابن عباس سے روایت کی ہے کہ مراد صالح المومنین سے حضرات شیخین ہیں اس
لئے کہ انھوں نے معاونت جناب پیغمبر خدا کی تھی اور اپنی بیٹیوں کو منع اور زجر کیا تھا اور مجاہد
نے کہا ہے کہ صالح المومنین علی مرتضیٰ ہیں انتہیٰ ملخصاً اس جگہ چونکہ روایات میں صورت معارضہ
کی عارض ہوگئی لہذا سیاق قرآن کی جانب رجوع کرنا ضروری ہوا۔ اولاً اگر خداوند عالم
حضرات شیخین کے حق میں فرماتا تو صالحا المومنین وارد ہوتا حالانکہ بفرد واحد صالح المومنین ہے

قرآن شریف میں واحد کے واسطے جمع کا لفظ تعظیماً آیا ہے لیکن جمع یا اثنین کے واسطے لفظ واحد
نہیں آیا ہے لہذا ایک کا قیاس دوسرے پر کرنا ناجائز ہے اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ آیہ فمن
ربکما یا موسیٰ میں خطاب حضرت موسیٰ و ہارون سے بلفظ واحد ہی تو جواب یہ ہے کہ اس آیہ میں ۱ پارہ ۱۶ رکوع ۱۱
خطاب بالندا روا قع ہے کہ تمثیل کے لائق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں خطاب بفرد واحد منادی
ہے اگر حضرت موسیٰ کے ساتھ کوئی تیسرا شخص ہوتا تو فمن ربکم یا موسیٰ ہوتا جس طرح کوئی کہے
ما دینکم یا زید ای ما دین قومک یا زید اسی طرح اس آیہ میں حضرت موسیٰ و ہارون کے
دین کو دریافت کیا ہے اور خطاب حضرت موسیٰ ہی سے کیا ہے۔ حضرت ہارون سے خطاب
ہی نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ زمخشری نے بھی اس آیہ کی تفسیر میں فرمایا ہے ان ہارون لما
کان افصح لساناً من موسیٰ نکب فرعون عن خطابہ حذراً من لسانہ یعنی حضرت ہارون
چونکہ افصح البیان تھے اس لئے فرعون نے ان سے خوف کیا اور اُنسے خطاب نہ کیا اس تقریر سے
ظاہر ہوا کہ خطاب واحد سے تھا نہ اثنین سے بہرکیف خطاب باثنین بلفظ واحد غیر مستعمل ہے اور
سیاق قرآن سے خارج ہے اور لفظ صالح المومنین من قبیل صیغہ تثنیہ و جمع نہیں ہے
بلکہ اقسام وصف سے ہے اور توصیف میں مثل انتما صالح کے وارد نہیں ہوا ہے تاکہ تمثیل مانحن
فیہ میں درست ہو اور قیاس اضمار ضمایر جمع بواحد یا خطاب واحد و جمع بر وصف و صفت کسی
طرح جائز نہیں ہے بناءً علیہ صالح المومنین سے حضرات شیخین کو مراد لینا خلاف سیاق تنزیل ہے
ثانیاً واسطے توفیق کے دو آیتوں کو پیش کرتا ہوں قال اللّٰہ تعالیٰ ان الارض یرثھا ۱ پارہ ۱۷ رکوع ۷
عبادی الصالحون و قال فی یونس فاجتباہ ربہ فجعلہ من الصالحین آیت اول سے ظاہر ہے ۲ پارہ ۲۹ رکوع ۲
کہ وراثت زمین منجانب اللہ حق ہے بندگان صالحین کا اور دوسری آیت سے ظاہر ہے کہ
صالحیت بلا جعل جاعل حقیقی مرتب نہیں ہوتی اور تکلیف اعمال صالح کی یہ صالحیت مستقرہ نہیں ہے
اس لئے کہ مکلف جبکہ عمل نیک کرے گا تو صالح کہلائیگا اور جب گناہ کرے گا تو طالح ہے اور
واسطے صالح المومنین کے صفت صالحیت مستمرہ ہے ورنہ اگر منفک ہو جائے تو صالح نہیں کہہ سکتے

حالانکہ خداوند عالم صالح المومنین فرماتا ہے پس یہ صفت صالحیت مستلزم عصمت ہے اسیوجہ سے
خداوند عالم نے انبیا کو بلفظ صالحین فرمایا ہے اور غیر معصوم کیواسطے بلا کسی امر ممیز کی استعمال نہیں ہوا ہی خلیلِ بخ
حضرت ابراہیم کے حق میں فرمایا ہے وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین اور حضرت لوط کے حق میں
وادخلناہ فی رحمتنا انہ من الصالحین اور معاشر انبیا اسحٰق ویعقوب ونوح وداؤد وسلیمان
وایوب ویوسف وموسیٰ وہارون وذکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کے حق میں سورۂ انعام میں فرمایا
ہے کل من الصالحین ۔ وقال مقولۃ عن یوسف والحقنی بالصالحین ودعا ابراہیم
ربہ فقال رب ہب لی حکماً والحقنی بالصالحین ۔ وھکذا دعا سلیمان ۔ وقال اللہ
مخاطباً بابراہیم وبشرناہ باسحاق نبیاً من الصالحین یہ بشارت کہ حضرت اسحاق پیغمبر
صالحین سے فرزند حضرت ابراہیم سے ہوں گے مخبر ہے کہ یہ صفت صالحیت واسطے انبیاء کے
مستمرہ ہے ۔ ورنہ مقام مدح میں صالحیت مستحدثہ کہ کبھی پائی جائے اور کبھی نپائی جائے ایسی
بشارت میں جو متوازی اتصاف بہ نبوت ہو سزاوار نہیں ہے تا آنکہ بعد از استقرار نبوت یا بالتزام
نبوت صفت صالحیت سے متصف کریں مگر یہ کہ مفاد اسکا عصمت وطہارت ہے اور چونکہ عامہ مومنین
کتاب اللہ میں اس صفت مستمرہ سے متصف نہیں ہوئے ہیں پس لاجرم مفاد اس صالحیت کا
عصمت ہے اور حضرات صحابہ خصوصاً قایل اقیلونی وان لی شیطانا اور معترف کل الناس
افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال اس صالحیت مستمرہ کی کہاں صلاحیت رکھتے تھے
کہ صالح المومنین انکی سے مراد لی جاتی ۔ لیکن استحقاق خلافت اس خطاب سے بعد تحقیق اتصاف
صالحیت مخصوصہ مستمرہ پس وہ محتاج بیان نہیں ہے ۔
اور اس خطاب عالمتاب میں تلویح بلیغ بعنوان فصیح ہے کہ خداوند تعالیٰ نے معاشر انبیا میں
ایک پیغمبر مسمّی بصالح علی نبینا وعلیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ جو باعتبار مسمّی صالح المرسلین ہوئے
او امت مرحومہ آنحضرت صلعم میں علی ابن ابیطالب صالح المومنین ہیں بلحاظ معنی کے اور حسب
مفہوم آیۂ والی ثمود اخاھم صالحاً حضرت صالح اپنی قوم میں بایں مسمّیٰ نامور تھے اور حضرت

ابئیرعامہ وخاصہ مومنین ہیں اس صفت صالحیت سے ممتاز ہوئے ہیں اور اسجگہ نکتہ شریف یہ ہی
کہ مفہوم مومن کا عام ہے نبی اور امت اسمیں شامل ہیں اور قولہ تعالیٰ اٰمن الرسول اس دعوے ۱ پارہ ۵ سر رکوع ۳
پر شاہد ہے ۔ پس جناب امیر علیہ السلام بالمعنی صالح المرسلین ہیں ۔ اور حال جناب امیر علیہ السلام اور
حضرت صالح نبی کا چند واقعات میں مطابق ہے از انجملہ تشبیہہ قصہ شہادت ہے کہ ناقہ حضرت
صالح پیغمبر کو اشقیائے امت نے بترغیب ملکا و قطامہ زنان فاحشہ پئے کیا تھا اسی طرح اشقی
نے اس امت کے بتحریص قطامہ فاجرہ جناب امیر علیہ السلام کے سر مبارک کو پارہ کیا اسی وجہ سے
جناب امیر علیہ السلام کو ناقۃ اللہ کہتے ہیں کما روی الطبرانی انہ صلعم قال لعلی ابن ابیطالب
یومًا من اشقی الاولین قال علیہ السلام الذین عقر الناقۃ یارسول اللہ قال صلعم
فمن اشقی الاخرین قال لا علم لی یارسول اللہ قال صلعم الذی یضربک علی ھذہ
اشارالی یافوخہ ای تارک علی ھکذا مانقلہ عنہ ابن الحجر فی صواعقہ پس مطابقت
حال بھی مقتضی اس امر کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام صالح المومنین ہیں اور حضرات شیخین
کے حق میں بر طبق تمثیل و مشابہت بوقایع حضرت صالح کوئی روایت جناب رسالتمآب
صلعم سے نہیں ہے پس جس شخص نے کہ بحق حضرات شیخین روایت کو مخترع کیا ہے اسکا ذہن
مفاد صالحیت سے خالی تھا ۔ پس ایسی خبر لاائر سیاق کریمہ کے معارض نہیں ہوسکتی ایک لطیف
بات قابل ذکر اس مقام پر یہ ہے کہ لفظ صالح المومنین ہم عدد ہے علیؑ معصومؑ کا بقاعدہ
ابجد دونوں کے عدد باہم برابر ہیں اور منجملہ ثبوت عصمت و استحقاق خلافت امیر المومنین
و اولادہ الطاہرین قولہ تعالیٰ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی ۳ پارہ ۳ رکوع ۱۵
والذین اٰمنوا واللہ ولی المومنین ہے یعنی بدرستیکہ اولی الناس ذریت ابراہیم وہ لوگ
ہیں کہ جنھوں نے ان کی متابعت کی اور یہ ختم المرسلین اولی ہے اور وہ لوگ کہ جو ایمان لائے
اولیٰ ہیں اور خدا انکا ولی ہے مومنوں کا ۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں آیہ ان اللہ اصطفیٰ
اٰدم و نوحًا و اٰل ابراھیم الآیہ کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے ہم المومنون من

آل ابراهیم الی ان قال وآل محمد صلعم یقول ان اولی الناس بابراهیم الایہ اس تفسیر سے
ثابت ہوا کہ اس آیہ میں اولی الناس آل محمد ہیں صاحبان بصیرت نے افادہ فرمایا ہے کہ
خدا تعالیٰ نے اس آیہ میں تین گروہ کو اولی الناس فرمایا ہے اول الذین اتبعوا ابراهیم
ہیں اور بنا بر توفیق کتاب اللہ کے وہ اسحاق ویعقوب ویوسف علی نبینا وعلیہ السلام ہیں
قال اللہ تعالیٰ مقولۃ عن یوسف واتبعت ملۃ آبائی ابراهیم واسحاق ویعقوب
الایہ ثانی ھذا النبی صلعم ہیں ثالث الذین آمنوا ہیں جنکو بعد جناب سرور کائنات
کے اس امت مرحومہ میں خدائے تعالیٰ نے اولی الناس فرمایا ہے اور کتاب اللہ میں خدا تعالیٰ
نے ذوالارحام سید الانام کے سوا کسی کو اس امت میں اولی نہیں فرمایا کما قال تعالیٰ النبی
اولیٰ بالمومنین الی ان قال واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ من
المومنین والمہاجرین کما مضی بیانہ پس اولی الناس گروہ ثالث اس آیہ میں ذوالارحام
جناب سید الانام ہیں اور جناب امیر علیہ السلام بالاتفاق ذورحم پیغمبر خدا و مومن و مہاجر ہیں
اور سوائے جناب امیر علیہ السلام کے حتیٰ کہ حضرت عباس بن عبد المطلب و حضرت امیر حمزہ بھی
جناب امیر علیہ السلام سے اولی واقرب برسول اللہ نہ تھے اس لئے کہ اولویت جناب امیر بالاجماع
متحقق ہے اور اقربیت کا ثبوت یہ ہے کہ مادر گرامی حضرت عبد اللہ و حضرت ابو طالب کی فاطمہ
بنت عمرو مخزومی ہیں اور مادر حضرت عباس کی نفیلہ بنت جناب ہیں اور یہ دونوں حضرت
عبد المطلب کی زوجہ ہیں کما رواہ ابن الحجر العسقلانی فی الاصابہ پس سوائے جناب امیر
کے کوئی شخص اس قرابت میں نہیں پہنچا اور یہ اوصاف سہ گانہ یعنی ذورحم و مومن و مہاجر
ہونا حضرت اصحاب ثلثہ میں من حیث المجموع نہ تھے پس جناب امیر علیہ السلام بعد جناب ختم
المرسلین صلعم اولی الناس ہیں اور تینوں گروہ مذکورہ اولویت واحدہ میں جمع ہوئے ہیں
اس اولویت میں ہر شخص کا حصہ نہیں ہے بلکہ اسی کو یہ اولویت پہنچی ہے کہ تمام محامد و محاسن
میں مثل علو مدارج و عصمت و برگزیدگی کے انبیاء سے مشاکلت رکھے اس لئے کہ سیاق

الویت کا بوجہ اطلاق ہے اور عصمت اہلبیت ہیں بنابر نظم وسیاق وسباق کے منحصر ہے پس
یہ اتحاد اولویت مقتضی ہے کہ اگر سلسلہ نبوت بعد حضرت رسالت ختم نہوتا تو مخاطب الذین امنوا
باستحقاق مساوقت درجہ نبوت پر فائز ہوتے چونکہ نبوت مختتم ہوئی لہذا منصب تلو رسالت
کہ خلافت عامہ ہے اس آیہ سے بحق اولی الناس منصوص من عند اللہ ظاہر ہوا اور اولی الناس
بنابر توفیق آیہ مذکورہ صدر وآیہ المودۃ کے جناب امیرؑ واولاد طاہرین اُن کی ہے اس لئے کہ
اولی الارحام جناب سید الانام ہیں پس خلافت عامہ جناب امیر المومنین واولادہ الطاہرین
کی منصوصہ برآمد ہوئے اب رہا ثبوت عصمت وہ یہ ہے کہ اس آیہ میں اولویت واحدہ بحق مرسلین
وبحق گروہ ثالث وارد ہوئی ہے لہذا یہ الویت مفید عصمت ہے اسواسطے کہ آیہ میں الویت جمیع
افراد ناس پر مذکور ہوئی ہے اور اطلاق ناس کا انبیا وغیر انبیا پر برابر ہوتا ہے کما قال تعالی
قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم الآیہ پس بفقدان عصمت اولویت مطلقہ انبیا کو
سائر ناس پر کیونکر حاصل ہوگی پس یہ اولویت مطلقہ عامہ مفید عصمت ومجز خلافت ہی اور بوجہ
آخر کہا جاتا ہے کہ اولویت واحدہ مذکورہ آیہ کریمہ برائے ہر سہ صنف مقتضی مساوقت مدارج
میں ہے کہ ہر صنف اُن میں مساوی الحصص ہیں ورنہ تحقق اتحاد اولویت نہیں ہوتا البتہ درجہ نبوت
وعلم وحکمت متشکک ہے قال اللہ تعالی تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الآیہ اور
جناب ختم المرسلین منصب نبوت میں سید المرسلین اور شرف علم وحکمت میں اشرف النبیین بالاتفاق
ہیں پس ایسی صفت ہونا چاہیے کہ متواطی ہو اور اس گروہ ثالث کو بھی پہنچے پس وہ عصمت ہی
کہ تمام انبیا اس میں مساوی ہیں عصمت میں کمی وبیشی نہیں ہے اور عصمت آل عبا کی جیسا
کہ آیہ تطہیر سے مفصل ومدلل آپکو معلوم ہوا بہرگونہ ثابت ہے پس لاجرم اولویت واحدہ مقتضی
کرامت عصمت وخلافت ہے کما ذکرہ مکرراً لتوضیح المرام اب رہا یہ امر کہ خدا تعالی نے اس آیہ
میں اولی الناس کی دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں ایک اتباع دوسرے ایمان پس اتباع سے
اس جگہ مطلوب نہیں ہے مگر یہ کہ اتباع حقیقی ہو جیسا کہ حضرت یوسف نبی اللہ نے تباع اپنے

اباد کرام حضرت ابراہیم وحضرت اسحاقؑ وحضرت یعقوبؑ کا فرمایا ہے اور حق اتباع یہ ہے
کہ موافقت جمیع احوال واعمال میں ہو اور ایسا اتباع غیر معصوم سے محال ہے کما ہو ظاہر اور
اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین
اگر افراد معصومین باقتدار حسبیت وکفالت مثل شاہ ولایت کے بکثرت موجود ہوتے تو بجائے
پارہ ۱۰، رکوع ۴ من اتبعک کے لفظ من اتبعوک وارد ہونا دشوار نہ تھا جس طرح کہ بحق اسحاق ویعقوب ویوسف
علی نبینا وعلیہم السلام لفظ للذین اتبعوہ فرمایا اسی طرح یہاں بھی وارد ہوتا مگر اس آیہ میں
بحق فرید العصر وحید الدہر ناصر پیغمبر جناب حیدر صفدر من اتبعک باظہار تخصیص فرد واحد فرمایا
اس لئے کہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اسوقت میں کوئی جامع عصمت وحسبیت نہ تھا اسلئے
کہ اکثر لوگ بوجہ فقدان عصمت کے حق اتباع ادا نہیں کرتے تھے اور علی سبیل التنزل ردس صحابہ
جماعت صلوٰۃ میں پیغمبر خدا کو حالت قیام میں چھوڑ دیتے تھے اور معارک جہاد میں بھی آنحضرت
کو چھوڑ کر چلے جاتے تھے پس حق اتباع ادا کرنا اسکو نہ کہیں گے کہ تابع حقیقی اپنے متبوع کو نرغہ
کفار میں چھوڑ کر چلدے اور حال تمام معصومین کا امر حسبت میں مقتضی نصرت نہ تھا اس لئے کہ حسنین
علیہما السلام صغیر سن تھے اور جناب سیدہؑ تکلیف نصرت سے مستثنیٰ تھیں چونکہ جناب شاہ
ولایت حق اتباع نبی اور اً بنص آیۂ مذکورہ کما حقہ بجالاتے تھے بنابران شاہ ولایت
خاصتہً مصداق من اتبعک کا ہیں۔ لیکن خصوصیت جناب امیر علیہ السلام کی ایمان
میں بقولہ الذین آمنو دون الصحابۃ بنا بر کمال ایمان کے ہے اور مصداق اُن کے
پارہ ۲۳، رکوع ۸ ایمان کا قرآن مجید واحادیث رسول ہیں قال اللہ تعالیٰ سلام علی آل یاسین کذالک
نجزی المحسنین انہ من عبادنا المومنین صاحب صواعق محرقہ نے فخر الدین رازی سے
نقل فرمایا ہے ان اھل بیتہ صلعم یساوونہ فی خمسۃ اشیاء ان اشیای خمسہ میں ایک
سلام بھی ہے قال السلام علیک ایہا النبی وقال سلام علی آل یٰسین الخ اس
آیہ میں خداوند عالم نے آل محمد کے ایمان کی تصدیق فرمائی ہے۔ بقولہ انہ من عبادنا

المومنین اور کسی جگہ قرآن میں بحق صحابہ و دیگر مومنین انت حلف سلام اللہ تصدیق ایمان
کی وارد نہیں ہوئی ہے بجز اسلام برانبیار سلف اور یہ مساوقت سلام میں فضل مضاعف
ظاہر ہوا کہ غیر مومن پر روا نہیں ہے وقال اللہ تعالےٰ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت
سیجعل لھم الرحمان ودا یعنی بدرستیکہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے قریب ہے کہ خدا انکے واسطے مودت کو قایم کرنگا
لیکن مودت قایم ہونے تک واسطے مودت لہم کے عامہ مومنین میں سے کسی کی تصدیق ایمان تصدیق اعمال
صالحہ منصوص نہیں ہوئی اور مومنین میں سے کیلئے حقیقی مودت کا حکم نازل نہیں ہوا کہ اس آیہ سے ایمان انکا قرآن سے متحقق
ہوتا اور اعمال صالحہ کی تصدیق ہوتی لیکن آیہ مودت شان اہلبیت رسالت میں نازل ہوا کہ مودت اہلبیت جزائے رسالت
قرار پائی پس اس آیہ سے مستنبط ہوا کہ وعدہ الٰہی قیام وجعل مودت میں اہلبیت وعترت نبی سے
مختص تھا پس اہلبیت رسالت مصداق الذین امنوا وعملوا الصلحت ومخاطب مودۃ موعودہ
کے ثابت ہوئی بنابران انکے ایمان کی تصدیق نص قرآن سے عیاں ہوگئی اور حدیث خاصف
النعل سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام صدق ایمان قلبی میں ممتحن شدہ خدائے برتر ہیں
اور حضرات شیخین اس امتحان سے مبرا ہیں چنانچہ مسند احمد حنبل میں ہے قال صلعم لتنتھن یا معشر
قریش او لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم امتحن اللہ قلبہ للایمان قیل یا رسول اللہ
ابوبکر قال لا قیل عمر قال لا ولاکن خاصف النعل فی الحجرۃ وکان فی الحجرۃ علی قد
یخصف نعل رسول اللہ صلعم یعنی آنحضرت نے بجواب کفار قریش فرمایا کہ البتہ البتہ اے
گروہ قریش نہی کرے گا تمکو یا البتہ البتہ مقرر کرے گا خدا تعالیٰ تمپر ایک مرد کو تم میں سے کہ
خدائے تعالےٰ نے اُس کے قلب کا امتحان ایمان میں فرمایا ہے وہ شخص تمہاری گردنوں کو
امر ایمان میں مارے گا کہا گیا یا رسول اللہ وہ مرد ابوبکر ہیں فرمایا نہیں کہا گیا کہ وہ مرد
عمر ہیں فرمایا نہیں لیکن خاصف النعل کہ جو حجرہ میں ہے اور جناب شاہ ولایت حجرہ میں اُس
وقت رسول اللہ صلعم کے نعلین مبارک سیتے تھے۔ چونکہ حضرات شیوخ ثلثہ کے ایمان کی
تصدیق کسی جگہ نہیں پائی جاتی بلکہ احادیث میں اُن کے احداث کی طرف اشارہ ہے

کما اخرج صاحب الموطاء فی حدیث قال صلعم مخاطبًا لابی بکر لا ادری ما تحدثون بعدی
بنابراں کیوں کر ایسے لوگوں کو صادق انبیا قرار دیکر آیہ مبحوث عنہا میں مخاطب الذین آمنو
قرار دیں کیونکہ مخاطب اُسکے مثل انبیا تابعین ابراہیم کے ہیں جو سب معصوم ہوئے ہیں کیونکہ
صادق نبی البتہ خلیفہ نبی ہے نہ غیر اُسکا۔

اور منجملہ ثبوت عصمت و استحقاق خلافت امیرالمومنین و اولادہ الطاہرین قولہ تعالیٰ ان اللہ
اصطفےٰ آدم و نوحًا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ذریۃً بعضہا من بعض یعنی
تحقیق کہ خدا تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدمؑ و نوحؑ وآل ابراہیم وآل عمران کو اوپر جمیع عالمیان
کے اور اُن میں سے بعض کی ذریت کو نسل بعض سے برگزیدہ کیا اور اصطفیٰ بمعنی اجتبیٰ و اختیار
کرنے کے ہیں اسطور پر کہ جماعت میں سے چند آدمیوں کو واسطے کسی کام کے یا محض بنظر عنایت
منتخب کریں اور اُن کو جماعت پر ممتاز کریں اور سابقًا آیہ انی جاعلک للناس اماما
میں معلوم ہو چکا کہ حضرت ابراہیم نے امامت کی استدعا واسطے اپنی ذریت کے فرمائی تھی اور
جواب میں لاینال عہدی الظالمین ارشاد ہوا اس جگہ دیکھنا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ
نے آدم صفی اللہ و نوح نبی اللہ وآل ابراہیم وآل عمران کو تمام عالمیان پر برگزیدہ کیا
امر نبوت و حکمت و امامت میں اور صافی فرمایا اونکو ظلم سے اور مختص کیا بعض ذریت
کو نسل بعض سے اس آیہ میں آل ابراہیم کو متوازی آدم و نوح برگزیدگی میں بیان فرمایا ہے
اور حضرت آدمؑ و نوحؑ معشر مرسلین سے تھے پس آل ابراہیم میں بخصوصیت ذریۃ بعضہا من بعض
بعض ذریت اُن کی امر خلافت و امامت و عصمت میں متوازی حضرت آدم و نوح ہونا چاہیے
اور آل ابراہیم میں ہر چند انبیائے بنی اسرائیل شامل ہیں لیکن محل امامت کہ جس کی خلیل اللہ
نے اپنی ذریت میں درخواست کی تھی اس آیہ میں وہی ذریت مذکور ہوئی ہے پس یہ بزرگی
مقتضی نبوت میں نہیں ہے بجز منصب امامت کے اور علی التنزل اس برگزیدگی میں
شمول خلفا و ائمہ امت محمدیؐ کا بوجہ نص امامت کے جو کہ آیہ انی جاعلک میں واقع ہے

اور بوجہ ذکر فرمانے ومن ذریتی کے برطبق توفیق اظہر ہے پس مستحق اس کرامت کے اہلبیت رسالت ہیں اس لئے کہ طہارت وعصمت مثل آدمؑ و نوحؑ کے سب کہتے ہیں اور جملہ اقسام ظلم سے مصفی ہیں اخرج ابن الاثیر الجزری فی جامع الاصول عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ آل ابراھیم وآل عمران قال ھم المومنون من آل ابراھیم وآل عمران وآل یٰسین و آل محمد صلعم یقول ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھم المومنون من آل ابراھیم وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین اخرجہ البخاری اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ مصداق آل ابراہیم آل محمد ہیں نہ جمیع اولاد ابراہیمؑ کیا انبیاء بنی اسرائیل اور کیا انفار قریش بلکہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مقام پر جناب پیغمبر خدا صلعم کو بھی شامل نہیں فرمایا فعلی ہذا برگزیدگی آل ابراہیم علیہ السلام کی امر امامت میں ہے ورنہ فرد اکمل آل ابراہیم میں آنحضرت صلعم ہیں۔ فافہم اور چونکہ آل ابراہیم کو اس جگہ متوازی آدم و نوح کے فرمایا اور اصطفاء ان کا من جہت نبوت تھا اور نبوت الحال منقطع ہے پس لاجرم سیاق توازی وتساوی داعی مساوقت ایسے امر میں ہے کہ آل ابراہیم و آدم و نوح اس میں بالتسویہ شریک ہوں اور وہ علم وعصمت ہے و لاینال عھدی الظالمین موید و موکد اس معنی کا ہے کما مر سابقاً اور لفظ اصطفیٰ بدلالۃ لفظ مفید عصمت وطہارت ہے اسواسطے کہ عصمت ونبوت صفی اللہ بقولہ تعالیٰ ثم اجتباہ ربہ الخ دریافت کی گئی کما فی المواقف وقال فی حق ابراھیم علیہ السلام اجتباہ وھداہ الی صراط مستقیم وقال فی یونس فاجتباہ ربہ فجعلہ من الصالحین وقال اللہ تعالیٰ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس۔ پس معنی اصطفیٰ بلفظہ مفید عصمت ہے علی الظاہر اور اگر یہ الفاظ مودی معنی عصمت نہوں تو تمام قرآن ثبوت عصمت ملائکہ وانبیاء سے معری ہو جائے گا وہذا خلف اور ہر گاہ کہ ملائکہ سے رسولوں کو برگزیدہ کیا اور معنی برگزیدن غیر عصمت ہوں پس مفاد رسالت نہیں ہوتا اس لئے کہ مقصود تو رسولوں کا برگزیدہ کرنا ہے نہ غیر رسولوں کا پس لفظ اصطفیٰ مفید معنی عصمت

وہکذا قال اللہ تعالیٰ فی موسیٰ کلیم اللہ و انا اخترتک فاستمع لما یوحی اور یہ
اختیار بنوت میں مستلزم عصمت ہے اسیطرح اس آیہ میں بقولہ اصطفیٰ ال ابراہیم کو برگزیدہ کیا اور
یہ برگزیدگی مخبر عصمت ہی اسلئے کہ ساتھ اسی مفاد کے ملائکہ مرسلین اور مخشر نبیین کو معصوم گردانا
ہے وہو المطلوب پس عصمت ال ابراہیم ذریت رسول کریم کی موجب استحقاق خلافت بالبداہۃ
ہے اور حدیث بخاری وجامع الاصول سے بھی ظاہر وہویدا ہوا کہ یہ گروہ ذریت ابراہیم کا
وہی اولی الناس ہے کہ جسکو آیۂ اولی الناس بابراہیم مین الذین امنو فرمایا ہے لہذا
اولویت بھی اُن کی مصدق خلافت وعصمت ہے وہو المطلوب

اب ذیل میں آیات کتاب اللہ کے چند احادیث پیغمبر خدا کی نقل کرتا ہوں کہ جنسے عصمت
وطہارت آئمہ اہلبیت طاہرین کی ثابت ہوتی ہے (۱) کتاب مودۃ القربیٰ میں ابن عباس
سے منقول ہے وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول انا وعلی والحسنؑ والحسینؑ وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون
ایضا اخرجہ الحموینی اس حدیث سے مثل آفتاب نیمروز روشن وعیان ہی کہ آئمہ اثنا عشر
علیہم السلام مثل جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طاہر ومعصوم ہیں یہ حدیث آئمہ اہلبیت
کی عصمت وطہارت پر نص جلی ہے اور کسی تاویل علیل کو اسمیں گنجائش نہیں ہی اب اس حدیث
کو اُن آیات کتاب اللہ پر عرض کرو کہ جنکو ہم نے جناب امیرؑ اور انکی اولاد طاہرین کی
عصمت وطہارت کے ثبوت میں پیش کیا ہے اگر اسکو کتاب اللہ کے مطابق پاؤ تو انکی
عصمت کو بدل وجان قبول کرلو اگر مخالف آیات مذکورہ ہو تو اُسکا ثبوت پیش کردیا اگر کسی
اور آیت کے خلاف ہو اسکو لکھو کیونکہ آنحضرت صلعم نے حدیث صحیح وغیر صحیح کی جانچ کا یہی
طریقہ تعلیم فرمایا ہے قال صلعم اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ
فما وافقہ فاقبلوہ والا فردوہ واضح ہو کہ یہ حدیث صحابی مقبول عبداللہ بن عباس
سے منقول ہے اور سید علی ہمدانی حنفی نے جو شیوخ اجازہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان

والد ماجد سے ہیں اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں روایت کیا ہے اور حموینی نے بھی کہ اعاظم
معتبرین اہل سنت سے ہیں۔ راہ تاویل بالکل مسدود ہے اور حجت ہماری ختم ہے من شاء فلیؤمن
ومن شاء فلیکفر (۲) حدیث سفینہ ہے کہ جو مفید عصمت ہے اس حدیث کے ذیل میں جو کچھ شاہ
عبدالعزیز صاحب نے افادہ فرمایا ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور شاہ صاحب کو آپ استاد البریہ
کے لقب سے ملقب فرماتے ہیں لہذا اُن کی شہادت سے اگر عصمت ثابت ہو جائے تو بوجہ
استاد البریہ ہونے کے جمیع اہلسنت پر عموماً اور آپ پر خصوصاً حجت ہے چنانچہ آپ کے استاد البریہ
یعنی شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں۔ لہذا در حدیث شریف وارد است
کہ مثل اهل بیتي فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق یعنی مثال
اہلبیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح است ہر کہ سوار شد دران کشتی از طوفان نجات
یافت وہر کہ پس ماند ازان کشتی غرق طوفان گشت و وجہ تخصیص حضرات اہلبیت باین مرتبت
وفضیلت آنست کہ کشتی نوح کمال علمی آنجناب بود حضرات اہلبیت را نیز حق تعالیٰ بصورت
کمال عملی جناب ختم المرسلین گردانیدہ بود کہ عبارت از طریقت است زیرا کہ کمال عملی آنجناب
بدون مناسبت شخصی بآن جناب در قوائے روحیہ وعصمت وحفظ وفتوت وسماحت مقدور
نیست کہ در ہر کسے جلوہ گر شود واین مناسبت بدون ولادت وعلاقہ اہلبیت دفعیت
ممکن الحصول نیست پس این کمال را با جمیع شعب آن کہ معدن ولایات مختلفہ است دریں
مجری جاری کردند واز ہمین ناودان ریختند وہمین است معنی امامت کہ یکے مردیگرے را از
ایشان بآن وصی ساخت وہمین است برانکہ این بزرگواران مرجع جمیع سلاسل اولیائے امت
شدند وہر کہ تمسک بحبل اللہ می نماید چارہ ناچار راستعاضہ او باین بزرگواران منتہی میگردد
ودرین کشتی می نشیند۔ انتہیٰ۔ اس حدیث سے احسب افادہ شاہ صاحب ائمہ اہلبیت علیہم السلام
کی عصمت مع صفات زائدہ ثابت ہو گی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی کا شمار
اہلبیت میں نہیں ہے اس لئے کہ اہلبیت کو حق تعالیٰ نے صورت کمال عملی جناب ختم المرسلین

گردانا اور کمال علمی انجناب بدون مناسبت شخصی باں جناب در قوائے روجہ وعصمت وغیرہ صفات کے متصور نہیں ہے اور یہ مناسبت بدون علاقہ ولادت وعلاقہ اصلیت وفرعیت کے ممکن الحصول نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ امہات المومنین کا شمول اہلبیت میں نہیں ہے کیونکہ اہلبیت وہی ہیں جو صورت کمال علمی جناب رسالتمآب ہوں اور کمال علمی انجناب بدون مناسبت شخصی بجناب ختمی مآب متصور نہیں اور مناسبت شخصی قوائے روجہ وعصمت وحفظ وفتوت وسماحت میں بدون ولادت وعلاقہ اصلیت وفرعیت ممکن الحصول نہیں اس استدلال سے شاہصاحب نے امہات المومنین کو اہلبیت سے خارج فرمادیا ورنہ ثبوت عصمت اہلبیت میں ولادت وعلاقہ اصلیت وفرعیت کی قید لگانا اور بدون ولادت عصمت و دیگر صفات مذکورہ کو ناممکن الحصول ٹھیرانا بالکل بیکار وفضول قرار پاتا ہے شاہصاحب فرماتے ہیں وہمیں ست معنی امامت ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ وہی خلیفہ نبی اور امام ہے کہ جسکو تمام صفات کمالیہ میں سوائے مرتبہ نبوت کے نبی کے ساتھ مشابہت تامہ ہو لان من کان خلف النبی فھو اشبہ بالنبی پس خلیفہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہوا و این عصمت بدون ولادت وعلاقہ اصلیت وفرعیت ممکن الحصول نیست۔ پس غیر معصوم عہدہ امامت کو نہیں پاسکتا قال لا ینال عہدی الظالمین اور اس حدیث سے امامت منصوصہ ثابت ہوتی ہے باین دلیل کہ ہر ایک معصوم نے دوسرے معصوم کو اپنا وصی مقرر کیا وہمین ست معنی امامت کہ یکے مردیگرے را از ایشان بان وصی ساخت۔ شاہصاحب کے نزدیک یہی معنی امامت ہیں بغیر وصایت کے امامت کا تحقق نہیں ہوتا پس امامت حضرت ابوبکر کی تشریف لے گئی کیونکہ جناب سرور کائنات صلعم نے حضرت ابوبکر کو اپنا وصی مقرر نہیں کیا اور امامت جناب امیر علیہ السلام اور اُن کی اولاد طاہرین کی حسب اعتراف شاہ صاحب منصوصہ ثابت ہوئی اور انھیں طاہرین ذریت ابراہیم میں بوجہ انکی عصمت کے منحصر ہوئی اور غیر معصومین کو ممکن الحصول نہ ہوئی اور شاہصاحب کا یہ جملہ کہ وجہ تخصیص حضرات اہلبیت بایں مراتب وفضیلت آنست کہ کشتی

نوح کمال علمی آنجناب بود وحضرات اہلبیت را نیز حق تعالیٰ صورت کمال علمی جناب ختم المرسلین گردانیدہ بود نص ہے اس بات پر کہ عصمت فضیلت اکتسابی نہیں ہی بلکہ عطائی وہبی ہے اور یہ عصمت مخصوص ہے واسطے آئمہ اہلبیت طاہرین کے پس جو عہد امامت کہ حضرت خلیل اللہ کو من عند اللہ عطا ہوا تھا وہی عہد امامت بالتخصیص اُنکی ذریت طاہرہ کو بوجہ خصوصیت عصمت کے من عند اللہ عطا ہوا۔ شاہ صاحب صورت کمال کو چاہیں طریقت سمجھیں یا شریعت فرمائیں امامت کا عہد آئمہ اہلبیت طاہرین سے نکلکر باہر نہیں جاسکتا کیونکہ وہ حضرات مظہر کمالات رسالت ہیں اور جمیع شعب کمال کے مخزن ہیں عہدہ امامت بلا دصایت و استخلاف کے حاصل نہیں ہوسکتا اور حکیم سنائی نے جنکی مدح عبد الرحمن بن احمد الجامی نے نفحات الانس میں کی ہے مدح جناب امیرؑ میں کہا ہے ؎

نایب مصطفیٰ بروز غدیر　　　کردہ بر شرع خود مراورا امیر

اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ جناب پیغمبر خدا نے جناب امیرؑ کو بروز غدیر اپنی شرع پر امیر مقرر فرمایا پھر شاہ صاحب کا امام طریقت آئمہ اہلبیت اطہار کو سمجھنا اور امام شریعت غیر معصوم کو سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے حالانکہ حدیث اقضاکم علی بھی موجود ہے پھر اقضا کے سامنے کوئی دوسرا کیونکر امام شریعت ہوسکتا ہے اس حدیث سفینہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ تمام غیر معصومین امت محمدی اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے سفینہ اہلبیت کے محتاج ہیں اور یہ سفینہ اہلبیت اپنی نجات کے لئے غیر معصوم کا محتاج نہیں ہوسکتا پس اگر امام زمانہ غیر معصوم ہو تو اس سفینہ نجات کو اپنی نجات کے لئے غیر معصوم کی جانب احتیاج ہو کیونکہ غیر معصوم کی معرفت واجب ہے اور بصورت عدم معرفت امام غیر معصوم یہ سفینہ نجات خود ہی غرق ہوجائے پھر اسمیں سوار ہونے والے غرق دنیا ہی سے کیونکر بچ سکتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جناب سیدۃ النساء العالمین صلوات اللہ علیہا نے حضرت ابو بکر کو اپنا امام زمانہ نہیں جانا بلکہ سلام و کلام بھی اُنسے ترک کیا اور یہاں تک بیزار تھیں کہ وصیت فرمائی کہ میرے جنازے پر بھی نہ آئیں

اُدھر جناب امیر علیہ السلام نے حسب تصریح امام بخاری ۶ ماہ تک حضرت ابوبکر کو اپنا امام ہی نجانا
بلکہ بقول حضرت عمر حضرات شیخین کو ہمیشہ کاذب خائن غادر واثم سمجھا کئی کما فی صحیح مسلم عدم معرفت
تو ایک طرف ایسا سمجھنا اُس سے بھی بڑھکر ہے پس درصورت امام غیر معصوم ہونے کے سفینہ
نجات خود ہی غرق ہوا جاتا ہے وھذا خلف اودھر امام زمانہ کو اگر غیر معصوم ہو اپنی
نجات کے لئے سفینہ نجات کی سخت احتیاج ہے اور درصورت تخلف ومخالفت اہلبیت کے
امام غیر معصوم خود ہی غرق ہوا جاتا ہے اور جب امام غیر معصوم خود ہی ہلاک ہوا تو ایسے
امام غیر معصوم کی معرفت کب مرگ جاہلیت سے بچا سکتی ہے معرفت امام زمانہ تو اسی وجہ سے
واجب ہوئی کہ لوگ مرگ جاہلیت سے بچیں اور ایسا امام زمانہ جو اپنی نجات کے لئے سفینہ
اہلبیت کا محتاج ہو اس امام کی معرفت لوگوں کو کیا نفع دے گی اور جبکہ امام ساختہ امام
خود ہی سفینہ نجات سے تخلف کرے اوس کی معرفت مرگ جاہلیت سے کیا بچا سکتی ہے پہلے
وہ خود تو بچ لے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات شیخین نے سفینہ نجات سے تخلف کیا کیونکہ دعوے
جناب سیدہ رد کردینا اور حدیث وضعی خلاف کتاب پیش کرکے انکو ارث پدری سے محروم کرنا
حضرت عمر کا آگ ولکڑیاں بقصد احراق خانہ بنت رسول اللہ صلعم لیجانا اور سقیفہ میں
عدم موجودگی جناب امیر علیہ السلام خلافت کو منعقد کرنا اور واسطے بیعت کے طلب کرنا جناب
امیر علیہ السلام کا بیعت نکرنا بلکہ خلافت بلکہ کو اپنا حق سمجھنا حضرات شیخین کو امر خلافت میں کاذب
وخائن واثم وغادر سمجھنا ایسے امور ہیں کہ جنسے تخلف حضرات شیخین کا سفینہ نجات سے
اور مخالفت سفینہ نجات کی حضرات شیخین سے ظاہر ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرات شیخین
کو امام جاننے کی حالت میں راہ نجات بالکل مسدود ہوئی جاتی ہے نہ حضرات شیخین نجات
پاسکتے ہیں اور نہ سفینہ اہلبیت تباہی سے محفوظ رہ سکتا ہے پس ضرور ہوا کہ امامت اہلبیت طہارت
میں ہی منحصر ہو بوجہ ان کی عصمت کے سفینہ نجات سید اشباب اہل الجنۃ یعنی حسنین علیہم السلام بھی
ہیں انھوں نے بھی حضرات شیخین کو امام نہیں جانا جناب امام حسن علیہ السلام نے حضرت

ابوبکر سے فرمایا انزل عن مجلس ابی چنانچہ دارقطنی نے اخراج کیا ہے واخرج دار قطنی ان الحسن جاء لابی بکر وھو علی منبر رسول اللہ فقال انزل عن مجلس ابی فقال صدقت واللہ المجلس ابیک حضرت ابوبکر نے قسم شرعی کھا کر کہا امام حسنؑ کے قول کی تصدیق فرمائی حضرت ابوبکر کے اقرار حلفی سے ثابت ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام کا مقام منبر رسول تھا اُن کا نہ تھا لہذا حضرت امام حسنؑ و حضرت ابوبکر دونوں کے نزدیک منبر رسول اللہ صلعم جناب امیر علیہ السلام کی جگہ ثابت ہوئی جناب امام حسن علیہ السلام کا یہ قول کہ انزل عن مجلس ابی انکار امامت حضرت ابوبکر پر نص ہے اسیطرح امام حسینؑ نے حضرت عمر سے فرمایا تھا وقال یحیی بن سعید الانصاری عن عبید بن حنین حدثنی حسین بن علی قال اتیت عمر وھو یخطب علی المنبر فصعدت الیہ فقلت انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیک (دیکھو اصابہ ابن حجر عسقلانی) حسنین علیہما السلام اپنے پدر بزرگوار ہی کو خلیفہ رسول جانتے تھے اور منبر رسول کو اپنے پدر بزرگوار ہی کی جگہ سمجھتے تھے امامت شیخین سے صاف انکار فرمادیا۔

اور منجملہ ثبوت عصمت وطہارت اہلبیت رسالت حدیث ثقلین ہے۔ ملا معین لاہوری اس حدیث کے ذیل میں اسطرح فرماتے ہیں وانی تارک فیکم الثقلین فان النبی لا یوصی بعدہ الا بالقیام علی الحق والسنۃ فترک الثقلین فیہا والوصیۃ لھما لیس الا لکونھما حذیقتین فی الارشاد اسی حدیث سے ملا معین صاحب بانضمام آیۂ تطہیر آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی عصمت بھی ثابت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں واذا ثبت صحۃ ھذا الحدیث وما علیہ نما یوط بہ لفظا ومعنی فدلالتہ وانضمت الیہ آیۃ التطہیر بتقییدھا الذی تدل علی الصحۃ فلا وجہ لان یمتری من لہ ادنی انصاف فی ان من صدق علیہم ھذا الحدیث والآیۃ من غیر شائبۃ وھم الائمۃ اثنا عشر من اھل البیت وسیدۃ النساء العالمین بضعۃ رسول اللہ ام الائمۃ الزھراء الطاھرۃ علی ابیہا

وعلیہا الصلوٰۃ والسلام لاشائبۃ فی کونہم معصومین کالمھدی منہم بما یخصہ من حدیث
ثقل لا تردعدم الخطاء علی ما تمسک بہ الشیخ الاکبرؒ بالمعنی الذی بیناہ سوالاً وجواباً فیما ھذا
بل ھذا الحدیث اوثق عروۃ من حیث الصحۃ بالسند القوی من ذلک الحدیث والکشف
یوید ماشاء اللہ سبحانہ ان یوید خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب اس حدیث کی صحت
لفظاً ومعناً ودلالۃً ثابت ہوئی اور آیہ تطہیر بھی اس حدیث کے ساتھ منضم ہوئی تو اب اہل انصاف
کو کوئی وجہ شک کی باقی نہ رہی کہ آئمہ اثنا عشر اور جناب فاطمہ زہرا مراد ہیں حدیث تمسک اور
آیہ تطہیر سے اور اسمیں بھی شبہہ نہ رہا کہ یہ سب کے سب معصوم ہیں جیسا کہ امام مہدی کی عصمت
ثابت کی ہے شیخ اکبر نے کہ وہ خطا نہ کریں گے بلکہ یہ حدیث تمسک اوثق ہے بہ نسبت
اس حدیث کے جس سے شیخ نے استدلال کیا ہے قاضی صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں
فان قلت الخطاء فی الاجتہاد لیس بمعصیۃ حتی یشملہ الرجس فی الآیۃ فیلزم تطہیر اھل
البیت الکرام عنہ ولیشملہ الضلال فی الدین حتی ینفی عنہم عدم الضلال من تمسک
بہم فالآیۃ والحدیث وان سلمنا انہما تعما عصمتہم عن الکفر بل المعصیۃ ایضاً لاطلاق
الرجس والضلال وشمولہما جمیعاً لکن لا نسلم اثبات العصمۃ عن الخطاء کما فی المھدی
المصرح فیہ بقولہ لا یخطاء قلنا الخطاء فی دین اللہ جہل ومعصیۃ وانتساب لما لیس من
اللہ سبحانہ ورسولہ والجہل والانتساب المذکور مما یعظمانہ ھذہ المعصیۃ حتی یوجد
ان فی کل معصیۃ فہو نفسہ رجس وضلال یشملہ اللفظان بلاشک ولا یمنع صدق
اللفظ علی معناہ زوال لازم لہ فی الاکثر بعارض فلا یمنع صدق الرجس والضلال
علی الخطاء والجہل والانتساب المذکور زوال العصیان عن مرتکبہ بعارض کونہ مجتہداً بذل
جہدہ فی طلب الحق وبالجملۃ کون الذنب معفواً عنہ لا یخرجہ عن حقیقتہ حتی لا یصدق
علیہ لفظہ واجر الحاکم الخاطی علی ما ورد بہ الخبر لیس لخطائہ بل لبذلہ وسعہ ومالہ من
الجہد فی فوز الحق کما لا یخفی واذا ثبت ھذا اعلم ان من اقر بصحۃ حدیث التمسک الزم

بعصمۃ الائمۃ حتی استحالہ صدور الخطاء عنہم کالمہدی عند الشیخ رہ لہٰذا مخصوص فی الائمۃ الاثنا عشریہ من اہل البیت
خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض وارد کرے کہ خطا فی الاجتہاد معصیت نہیں تو پھر رجس بھی نہو گا جس سے اہلبیت کی تطہیر لازم ہو اسی طرح ضلال فی الدین بھی نہیں ہے جو مستلزم ضلال متمسکین بہم ہو تو آیت وحدیث سے اگر اثبات عصمت کیا جائے تو وہی عصمت عن الخطا بلکہ عصمت عن المعصیت ہی جس پر رجس وضلال کا لفظ بولا جاتا ہے نہ وہ عصمت کہ جس کے بعد پھر خطا ہنو جیسا کہ امام مہدیؑ کے بارہیں تصریح کی ہے کہ وہ خطا نہ کرینگے تو اب اس اعتراض کا جواب یہ ہی کہ عموماً خطا کرنا امر دین میں جہل ہے اور معصیت ہے اور نسبت دینا ہے امر غیر واقع کی خدا اور رسول کی طرف یعنی افترا کرنا ہے تو جہل اور نسبت دروغ سے وزن معصیت کا بڑھ جائے گا اور یہ دونوں ہر معصیت میں نہیں پائے جاتے پس خطا فی نفسہ رجس وضلال کے لفظوں میں داخل ہے تو اب خطاء اجتہادی صرف اس وجہ سے کہ کوشش کی گئی طلب حق میں الفاظ رجس وضلال کے وجہل وانتساب امر غیر واقع سے نہیں نکل سکتے کیونکہ عارضی سبب سے اصل معنی نہیں بدل سکتے غرض خطائے اجتہادی پر بھی رجس وضلال فی الدین کا اطلاق ہوگا کیونکہ گناہ اگر بخش بھی دیا جائے تو معفو ہو جائے گا حقیقت اسکی نہیں بدلے گی یعنی یہ نہیں ہوگا کہ اب گناہ گناہ ہی نہ رہے اور لفظ گناہ بھی اسپر نہ بولا جائے اور یہ جو خبریں وارد ہیں کہ حاکم خاطی ماجور ہوگا اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اسنے خطا کی اسوجہ سے مستحق اجر ہو گیا بلکہ اسوجہ سے کہ اسنے کوشش کی کہ امر حق پر فائز ہو۔ جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص اقرار کرے صحت حدیث تمسک بالثقلین کا تو اسکو ضرور ہے قایل ہونا بعصمت ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ایسی عصمت کہ صدور خطا اُن سے محال ہے جیسا کہ امام مہدیؑ کے بارہمیں شیخ قایل ہیں اور یہ عصمت مخصوص ہے اس امت میں ساتھ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے الحمد للہ کہ حسب تصریح ملا معین لاہوری ثابت ہوا کہ حدیث ثقلین وآیہ تطہیر مثبت عصمت آئمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں۔ عبارت ملا معین لاہوری سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ شیخ الاکبر محی الدین نے حدیث المہدی انہ یقفو اثری لا یخطی

امام مہدی علیہ السلام کو ثابت کیا ہے چنانچہ اپنی فتوحات میں کہا ہے فعرفنا ان المہدی
معصوم ولا معنی للمعصوم فی الحکم الا انہ لا یخطی فان حکم الرسول لا ینسب الیہ خطأ
اور یہ بھی کہا ہے ما نص رسول اللہ صلعم علی امام من ائمتہ الذین یکون بعدہ یرثہ
و یقفو اثرہ لا یخطی الا المہدی خاصۃ فقد شہد بعصمتہ (انتہی) پس ثابت ہوا کہ حدیث
انہ یقفو اثری لا یخطی خاصۃً مثبت عصمت امام آخر الزمان علیہ السلام ہے اور حدیث ثقلین
جو اُس سے اوثق ہے وہ خاصۃً مثبت عصمت آئمہ اثنا عشر علیہم السلام ہے اور ایمہ اثنا عشر
علیہم السلام میں امام مہدی علیہ السلام بھی محسوب ہیں فافہم

قولہ (۱۰) امام کا منصوص ہونا

اقول نمبر ۲ سے لغایت نمبر ۵ آپ نام بنام آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی خلافت و امامت کا
ثبوت طلب فرما چکے اور ہم آپ کی فرمایشوں کا جواب عرض کر چکے اور نصوص کتاب و سنت کو ذکر
کر چکے اور حضرات آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی عصمت و طہارت کو بھی آیات کتاب اللہ و احادیث
رسول اللہ صلعم و اقوال علماء معتبرین اہلسنت سے ثابت کر چکے اور عصمت کے ضمن میں بھی
امامت یا استحقاق امامت آئمہ اہلبیت طہارت کا ثبوت موجود ہے اب نمبر ۱۱ پر پھر آپ امام
کے منصوص ہونے کا ثبوت مانگتے ہیں۔ ظاہرا اس نمبر کے لکھنے کی آپکو ضرور نہ تھی۔ لیکن چونکہ
آپ نمبر قایم کر چکے ہیں لہذا آپ کی فرمایش کا جواب گذارش کرتا ہوں او خلیفہ امام کے من
جانب اللہ مقرر ہونے پر نص لاتا ہوں پس واضح ہو کہ بخاری نے اپنی صحیح میں اور محدث صغانی نے
مشارق میں اور صاحب مشکوٰۃ نے بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے قال قال رسول اللہ
صلعم ما بعث اللہ من نبی ولا استخلف خلیفۃ الا کانت لہ بطانتان بطانۃ تامرہ
بالمعروف وتحضہ علیہ وبطانۃ تامرہ بالشر وتحضہ علیہ والمعصوم من عصمہ
اللہ اس خبر میں وجہ استدلال بقولہ استخلف خلیفۃ ہے جو معطوف علیہ ہے قولہ بعث اللہ من
نبی پر اور نبی ختماً و جزماً منصوص ہوتا ہے اور جبتک کہ خدا اُسکو مبعوث نکرے نبی نہیں ہوتا اسی

طرح باقتضائے حکم اتحاد معطوفین امر استخلاف من عند اللہ منصوصًا ظاہر ہوا۔ والحمد للہ علی
ذالک اور ابن مغازلی شافعی نے اپنے مناقب میں حدیث متفق علیہ لکل نبی وصی ووارث
ووصی ووارثی علی بن ابیطالب نقل فرمائی ہے اور امر وصایت بلا نص موصی باتفاق اہل
حل وعقد نہیں ہوتا اور یہ وصایت انبیاء میں حیث الذات وارد نہیں ہے بلکہ ذکر اسکا بلحاظ
النبوۃ طھم واقع ہے سید علی ہمدانی حنفی نے کتاب مودۃ القربیٰ میں بروایت حضرت عمر خطاب
حدیث طولانی میں سلمان فارسی سے روایت کی ہے قال سلمان دخلت علی رسول اللہ صلعم
وھو فی غمرات الموت فقلت یارسول اللہ اوصیت قال یا سلمان اتدری من اوصیاء
فقلت اللہ ورسولہ اعلم قال صلعم ادم وصیہ شیث وکان افضل من ترک بعدہ
من ولدہ وکان وصی نوح سام وکان افضل من ترک بعدہ الی ان عد النبی
وصی موسی یوشع ووصی سلیمان آصف بن برخیا ووصی عیسی شمعون بن فرخیا الی ان
قال وانی اوصیت الی علی وھو افضل من اترک بعدی اس حدیث سے بدلیل قولہ کان
افضل من ترک بعدہ واضح ہے کہ یہ وصایت من قبل النبوۃ واقع ہوئی اور نیز مودۃ
القربیٰ میں انس ابن مالک سے روایت ہے قال رسول اللہ صلعم ان اللہ اصطفانی واختار نی
نبیًا وخیرت ابن عمی وصی وشد بہ عضدی کما شد عضد موسی باخیہ ھارون وھو
خلیفتی ووزیری ولوکان بعدی نبیا لکان النبوۃ لہ اور نیز اسی کتاب میں ابن عباس
سے روایت کی ہے قال دعانی رسول اللہ صلعم فقال لی انشدک ان اللہ ایدنی
لسید الاولین والآخرین والوصیین علی فجعلہ کفوی الحدیث اس آخر حدیث کا
ترجمہ یہ ہے کہ بتحقیق خدائے تعالیٰ نے میری تائید فرمائی ساتھ سید الاولین وسید الآخرین
وسید الوصیین علی ابن ابیطالب کے اور انکو میرا کفو کیا ان اخبار سے امر وصایت مرسلین
سے اور نص استخلاف خدائے تعالیٰ سے بحق خلفا منصوصًا ومنطوقًا وحتمًا وجزمًا ظاہر وواضح
ہوا اب جن صاحب کو حوصلہ وہمت ہو وہ میدان میں آئیں اور فرمائیں کہ حضرت شیث

سام و یوشع و آصف بن برخیا و شمعون کے نصب کے وقت کون کون اہل حل و عقد تھے جنہوں
نے انبیا کے بعد اُن کو انبیا کا خلیفہ بنایا۔ البتہ اہل حل و عقد امت حضرت موسیٰ میں سامری
تھا جس نے گوسالہ کو نیابت نبوی و رسالت موسوی سے برتر کر کے خدائے امت گردانا اور
دیو سلیمان صاحب غلبہ ہوا ہے کہ بجائے آصف بن برخیا کے خود تخت ریاست سلیمان پر تمکن
ہو گیا اُمم سابقہ کے اہل حل و عقد و صاحبان شوکت کا حال قابل ملاحظہ ہے۔ حضرت ہارون
کے ہمراہ معدودے چند شخص رہ گئے تھے باقی سب نے انقیاد و اطاعت سامری کی تھی سوائے
مخلصین کے سب کو شیطان نے اغوا کیا کقولہ تعالیٰ حکایۃً عن ابلیس لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین اس مقام پر اس امت کا حال لکھنا مدنظر نہیں ہے یہ ثابت
کرنا مقصود تھا کہ امام عادل کی تقرری مثل بعثت نبی کے ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص تسلط
و اجماع و غلبہ سے نبوت نہیں پا سکتا اسی طرح قہر و غلبہ و اجماع سے امام نہیں ہوتا بلکہ وصایت و استخلاف
سے خلیفہ و امام ہوتا ہے من کان خلف النبی فھو اشبہ بالنبی اب رہا ثبوت عصمت
حدیث اول سے وہ اس طرح پر ہے کہ قولہ والمعصوم من عصمہ اللہ میں خلفا کا ذکر انبیا کے
ذکر کے ساتھ متوازی ہے اور دونوں کے ذکر کے بعد ذکر عصمت ہے اور عصمت انبیاء مرسلین
باتفاق امت حتماً ظاہر ہے پس سیاق حدیث میں مقدم ہونا ذکر انبیا و خلفاء کا اور آخر میں
آنا ذکر اُن کی عصمت کا دلیل ہے اوپر عصمت خلفاء نبی کے اور یہ طہارت و عصمت لوگوں کے
مقرر کرنے سے حاصل نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے آگاہ فرمایا ہے ورحمتہ
ربک خیر مما یجمعون اب استخلاف منصوص من عند اللہ کا ثبوت قرآن سے لیجئے قال اللہ
تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف
الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم
امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم
الفاسقون اس آیہ میں قولہ تعالیٰ لیستخلفنہم استخلاف من اللہ میں منصوص ہوا اور یہی

۱ پارہ ۱۴ رکوع ۳

پارہ ۲۵ رکوع ۹

پارہ ۱۸ رکوع ۱۳

مدعا بھی تھا اس آیت کو خاکسار میں نے اس وجہ سے ذکر کیا کہ حضرات اہلسنت باہمہ انکار بعض
اس آیہ سے حضرات شیخین کی خلافت پر دلیل لاتے ہیں۔ لہذا یہ امر دیکھنا منظور ہے کہ اُن
کے حال کے مطابق یہ آیہ ہے یا نہیں ہے۔ پس سب سے پہلے تو یہی امر قابل ملاحظہ ہے کہ اس
آیۂ استخلاف میں اول ایمان و عمل صالح کی قید لگی ہوئی ہے اور بافادہ لام استغراق جو کہ
الصالحات پر داخل ہے جمیع اعمال کا صالح ہونا ضروری امر ہے تاکہ استحقاق خلافت کا
پیدا ہو اور یہ صفت حضرات شیخین میں مفقود ہے کیونکہ ہزیمت و فرار کرنا معارک جہاد سے اور
چھوڑ دینا جناب سید ابرار کو نرغۂ کفار میں اور نکث کرنا بیعت جہاد کا اور صدائے قتل
قتل محمد افادجوا الی ادبانکم بلند کر کے نو مسلموں کو کفر پر پلٹ جانے کی ترغیب دینا
احد الشیخین میں سے ان کا یا اُن کا اور بروز حدیبیہ نبوت میں شک کرنا جیش اسامہ سے
تخلف کرنا تحت بددعائے جناب سید عالم داخل ہونا نبیؐ کے حق میں ان الرجل لیھجر کہنا
ایسے افعال ہیں کہ جنکو کوئی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی اعمال صالح نہ کہے گا۔ نہ یہ علامات
ایمان ہیں پس یہ وعدہ حضرات شیخین سے متعلق نہیں ہو سکتا اسی ایک قید نے استحقاق
خلافت سے خارج کر دیا۔ حضرات شیخین کو اس آیہ کا مصداق سمجھنا اُن کے ہوا خواہوں
کے حسن ظن پر محمول ہو سکتا ہے۔ اب رہی خلافت پس اگر مراد اُس سے خلافت نبویہ ہے
پس وہ بلا استخلاف مستخلف عرفاً و لغۃً و بسیاق ظاہر آیہ ممکن الحصول نہیں اور خلافت
حضرت ابو بکر کی استخلاف مستخلف سے مبرا ہے۔ کیونکہ ان کی خلافت بروز سقیفہ بواسطہ چند کس
چندکس منعقد ہوئی اب رہی توضیح سیاق آیہ کریمہ وہ بدو وجہ ہے اولاً قولہ تعالیٰ
کما استخلف الذین من قبلھم سے ہویدا ہے کہ جس طرح زمانہ سلف میں استخلاف ہوا ہے
اسی طرح اب بھی ہو گا۔ پس احوال استخلاف سلف معلوم کرنے کے لئے کتاب اللہ کی طرف رجوع
کرنا پڑا اگر استخلاف من اللہ و الرسول ثابت ہو جائے تو ہمارا دعوے سچا ہے اور اگر خلیفہ
نبی بنانے میں اجماع مردم کا اختیار کتاب اللہ سے ثابت ہو جائے تو سنیوں کا دعوے

سچا ہے چنانچہ استخلاف من الرسول بنص قرآنی اسطرح ثابت ہو وقال موسیٰ لاخیہ ہارون
اخلفنی فی قومی الآیہ یعنی حضرت موسےٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا کہ تم میرے
خلیفہ رہو میری قوم میں یہ آیۂ استخلاف نبوی میں نص قطعی ہے اور کسی طرح کا احتمال قوی یا
ضعیف اس بات کا نہیں ہے کہ خلیفہ نبی کی تقرری رعایا و برایا کے اختیار میں ہو نہ یہ خلافت
مخل بہ نبوت ہے اس لئے کہ بعثت من عند النبی نہیں ہوسکتی اسیوجہ سے حضرت ہارون بعد
حصول خلافت موسوی جامع خلافت الٰہیہ و نبویہ ہوئے چنانچہ ملا جامی نے شرح فصوص الحکم
ونقد النصوص میں اور علامہ داود قیصری نے مطلع نصوص الحکم میں اسکی تصریح کی ہے کما
قال القیصری الامامۃ اسم من اسماء الخلافۃ کما قال فی حق نبیہ ابراہیم انی جاعلک
للناس اماما ای خلیفۃ علیہم اما بواسطۃ نبی او بلا واسطۃ کالنبی والقسمان ثابتان
فی ہارون وکان اخفضت بکلمۃ اما الاول فلکونہ خلیفۃ موسیٰ کما قال اخلفنی فی قومی
واما الثانی فلکونہ نبیاً الی ان قال فثبت نسبۃ الامامۃ الیہ انتہی بلفظ ہالحجۃ
اور ملا جامی نے فرمایا ہے باین خلاصہ کہ امامت یک اسم از اسماء خلافت است چنانکہ در حق خلیل
فرمودہ للناس اماماً اے خلیفۃ بر آنہا یا بواسطہ و ہر دو قسم در ہارون ثابت ست یکے نبوت
ثانی خلافت پس قوی شد منسب امامت دے بجہت نبوت او انتہی ملخصاً اب اس امر کو
ثابت کرتا ہوں کہ نائب نبی کی تقرری حق تعالےٰ کے ذمہ ہے لیکن خلیفہ نبی کی تقرری کا نفاذ
پیغمبروں کے ہاتھ سے ہونا محض بتعمیل حکم خدائے عز وجل ہے چنانچہ آیۂ واجعل لی وزیرا من
اہلی ہارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری سے ثابت ہے کہ حضرت موسےٰ
نے خداوند عالم سے اپنے بھائی ہارون کے وزیر مقرر کرنے کے واسطے درخواست کی یہ آیت
مخبر استخلاف من عند اللہ ہے اس لئے کہ وزارت انبیاء و مرسلین دستوری سلاطین نہیں ہے
بلکہ مقصود اس وزارت سے خلافت نبویہ ہے۔ اگر سلاطین دنیا کی سی وزارت ہوتی تو
حضرت موسیٰ کو اپنے بھائی ہارون کے واسطے خدائے تعالیٰ سے وزارت طلب کرنے کی ضرورت

پارہ ۹ رکوع ۶

پارہ ۱۶ رکوع ۱۱

ہوتی پس ظاہر ہوا کہ خلیفہ و وزیر انبیا کا مقرر کرنا خدائے تعالیٰ کے ذمہ ہے اور نفاذ اُسکا نبی کے ہاتھ سے ہوتا ہے آیہ دوم سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما الا یہ ظاہر آیہ وعدہ حق تعالیٰ مطابق طلب حضرت موسیٰ وارد ہوا ہی پس اگر خداوند تعالیٰ کو تقرر نائب انبیاء میں دخل ہوتا تو یہ وعدہ شد عضدک مراد اس سے نیابت ہے واسطے حضرت ہارون کے کیوں فرماتا تیسری آیت وجعلنا معہ اخاہ ہارون وزیرا اس آیہ میں ایفاد وعدہ حق تعالیٰ کا ذکر ہے چوتھی آیت اذہب انت واخوک بایاتی یہ آیت تقرری و ماموری حضرت ہارون میں ہمراہی و بواسطہ حضرت موسیٰ دلالت بالنص رکھتی ہے کہ حضرت ہارون بتقرری و ماموری خداوند عالم حضرت موسیٰ کے ہمراہ گئے۔ جبتک تقرری ہوئی نہیں گئے پانچویں آیت رب انی قتلت منہم نفسا فاخاف ان یقتلون و اخی ہارون ہو افصح منی لسانا فارسلہ معی ردا یصدقنی انی اخاف ان یکذبون سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو خداوند عالم سے واسطے اپنی امداد و تصدیق دعوے کے طلب کیا اور بلا نصب و تقرر خداوند تعالیٰ حضرت ہارون کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے اس آیہ میں قولہ فارسلہ معی ردا الخ مفید تقرر و نصب ہے چھٹی آیت قال کلا فاذہبا بایاتنا انا معکم مستمعون میں قولہ تعالیٰ فاذہبا یعنی ہارون بہ تبعیت حضرت موسیٰ مخبر نیابت ہارون ہے کیونکہ خطاب حضرت موسیٰ سے ہے اور حکم معیت بلاواسطہ حضرت ہارون کو نہیں پہنچا۔ پس مفاد اُسکا خلافت و نیابت ہے ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ خلیفہ نبی کی تقرری میں اجماع مردم کو دخل نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کے حکم سے خلیفہ نبی کی تقرری و ماموری ہوتی ہے اور منجملہ نصوص نیابت ائمہ قری و ہداۃ اور اخلکو خداوند تعالیٰ نے من جہت الانبیاء مقرر فرمایا قولہ تعالیٰ ہے اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوہما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون یعنی جس وقت کہ ہمنے بھیجا طرف اہل قریہ کے دو شخصوں کو پس تکذیب کی اُن دونوں کی پس تقویت کی ہمنے اُن کی ساتھ

تیسرے شخص کی پس اُنھوں نے اہل قریہ سے کہا کہ ہم رسولان عیسی ہیں طرف تمہاری مفسرین
نے کہا ہے کہ رسولان عیسی کا نام جو واسطے ہدایت اہل انطاکیہ مامور کئے گئے تھے صادق
وصدوق ہے جو کہ اوّل گئے تھے اور تیسرے کا نام سلوم تھا اور بعض نے کہا ہے کہ دو
شخص یوحنا و شمعون تھے اور تیسرے یونس بہر صورت تینوں شخص فرستادۂ عیسی بن مریم تھے
انبیاء مبعوثین سے نہ تھے۔ مگر خداوند عالم نے خود اُنکو مقرر فرمایا اور بواسطہ حضرت عیسی
واسطے ہدایت کے بھیجا پس ہرگاہ تنصیص ہدایت من عند اللہ تعالی ثابت ہوا فعلی
ذلک نص و استخلاف خلیفہ و امام من عنداللہ و حکم اللہ و اذن اللہ بدرجہ اولی
لازم آیا و ہو المطلوب پس ہرگاہ کہ آیات کتاب اللہ سے استخلاف خلیفہ نبی من عند اللہ
والرسول ثابت ہوا اور خلیفہ نبی کے مقرر کرنے میں اختیار اجماع ثابت نہوا تو دعوے
شیعوں کا حق ثابت ہوا اور خلافت اجماعی باطل ہوئی کیونکہ سنت خدا میں تغیر نہیں
آتا بدلیل قولہ تعالی لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا و لا تجد لسنتنا تحویلا یہ کیونکر
ممکن ہے کہ امم سابقہ میں تو خلفا و اوصیاء مرسلین کی تقرری خدا تعالے کے حکم و اختیار
سے ہو اور اس امت میں خلیفہ جناب سید المرسلین کی تقرری میں وہ اختیار خدا تعالے
سے سلب ہوکر اجماع مردم کو حاصل ہوجاے پس آیۂ استخلاف میں فقرہ کما استخلف الذین
من قبلہم صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ بغیر نص موصی و استخلاف مستخلف
خلیفہ وصی و امام مقرر ہو ہی نہیں سکتا۔ صاحبو جو وصی نبی کریم صلعم ہے وہی امام انس و جان
ہے اگر خدا اور رسول کی بات نہیں مانتے تو اپنے امام شافعی صاحب کے قول پر تو اعتماد کرو
وہ جناب امیر علیہ السلام کے حق میں فرماتے ہیں وصی مصطفا حقا + امام الانس
والجن مصرعہ اول میں امام شافعی نے جناب امیر علیہ السلام کو وصی مصطفا فرمایا اور لفظ حقا
سے اُس وصایت کو موکد فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام وصی منصوص
ہیں اور مصرعہ ثانی میں وصی مصطفے کو امام انس و جن فرمایا اور داود قیصری اور ملا جامی

۱؎ پارہ ۲۲ رکوع ۵
۲؎ پارہ ۱۵ رکوع ۲

کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ امامت ایک اسم ہے اسمار خلافت سے پس وصی نبی امام نہیں
جن وخلیفہ نبی کو کہتے ہیں اور جسکو پنچایت یا اجماع مردم اپنی رائے سے امام بنائے وہ
شخص اسی گروہ مخصوص کا امام مصنوعی ہوگا امام جن وانس نہیں ہوسکتا پس خلیفہ نبی بھی ہوگا
پس حسب افادہ امام شافعی جناب امیر علیہ السلام خلیفہ بلافصل ثابت ہوئے کیونکہ تینوں صاحبوں
میں سے کسی کو آنحضرت صلعم نے اپنا وصی نہیں کیا نہ امام شافعی نے انکو امام انس وجن فرمایا
اور شاہ صاحب بھی اسی نص وصایت کے آئمہ اہلبیت علیہم السلام میں قائل ہوئے ہیں وہ
فرماتے ہیں وہمین ست معنی امامت کہ یکے مرد دیگرے را از ایشان باں وصی ساخت
کما مر سابقاً اسی وصایت سے امامت وخلافت آئمہ اہلبیت اطہار کی ثابت ہوگئی والحمد للہ
علی ذالک ثانیاً آیہ استخلاف میں قولہ تعالیٰ من بعد خوفہم امنا سے واضح ہوتا ہے کہ
اس کرامت کے مستحق وہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے جور کفار سے ایذائیں اٹھائیں اور برسوں
خائف وترساں رہی ۔ چنانچہ قریش مکہ نے قبیلہ بنی ہاشم سے رسم موالفت ومواکلت
ومناکحت وخرید وفروخت ترک کردی تھی اور ایذا رسانی میں کچھ اٹھا نہیں رکھا تھا یہاں
تک کہ قبیلہ بنی ہاشم کئی برس تک شعب ابوطالب میں خائف وترساں رہا اور اس شعب میں
بنی تیم وبنی عدی میں سے کوئی بنی ہاشم کے ہمراہ نہ گیا تھا ۔ بناءً علیہ خلافت یوم سقیفہ
کو استخلاف من عند اللہ سمجھنا حمایت اہل سقیفہ کرنا ہے اور جو کچھ کہ استخلاف فی الارض وتمکن
سے بوجہ فتوحات کے ادعائے تسلط مملکت کیا جاتا ہے اور تسلط وغلبہ وقہر کو اس سے متحزن
فرمایا ہے محض مغالطہ ہے کیونکہ ایسے فتوحات وتسلط بلکہ اس سے زیادہ خلفار جور عباسیہ
وامویہ ودیگر ملوک عجم کے عہدوں میں بھی حاصل ہوئی ہیں اور بالاتفاق ان کی حکمرانی بر
بنار خلافت من اللہ نہ تھی اور اگر خلافت کو فی الارض نہ فرماتا تو کیا خلافت اخروی
وامامت آسمانی وتمکن ہوا ای فرماتا بلکہ تمکن دین میں واسطے اقامت صلوٰۃ وامر بالمعروف
ونہی عن المنکر بر طبق ظاہر الدلالہ ہونے آیہ دانی بہا یہ ان مکناہم فی الارض اقاموا

الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ظاہر و باہر ہے اور یہ امر و
نہی حضرات ثلٰثہ کے زمانہ میں تمام مسئولات وقضایائے مخلوقات و تعلیم سنتہ وکتاب و مشکلات
شرعیہ و مسائل دینیہ ہیں کہ حقیقۃً امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے جناب امیر سے جاری ہوتے
تھے اور یہ عہدۂ نبوت و منصب رسالت ہی کچھ دل لگی نہیں ہے کہ ہر شخص اس عہدہ کی قابلیت
رکھے کما قال اللہ تعالیٰ فی حق نبیہ الکریم الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی
یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر الآیہ
اور حضرات شیخین کا حال ظاہر ہے کہ مسئلہ کلالہ کو بھی نہیں جانتے تھے لولا علی لھلک عمر خود
شاہد ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قابلیت سے معرا تھے کل الناس افقہ من عمر
اس سے بھی زیادہ ہے جب خلیفہ کو عورتیں تک قائل و پشیمان کردیں تو امر بالمعروف و نہی
عن المنکر کے لیسے شخص میں قابلیت کہاں سے ہو اور فقرۂ حدیث لا ادری ما تحدثون
بعدی خود ہی احداث فی الدین پر شاہد ہے حضرت عثمان حالت احرام میں شکار کا گوشت
کھانے کو تیار تھے جب لوگوں نے کہا کہ علی اسکو مکروہ جانتے ہیں تو بلا کر پوچھا جناب
امیر علیہ السلام نے اُن واقعات کو بیان فرمایا جو رسول صلعم کے سامنے پیش آئے تھے
اور لوگوں سے شہادت طلب کی جب لوگوں نے شہادت دی کہ رسول اللہ نے منع فرمایا
تھا اُسوقت باز آئے چنانچہ ذکر اسکا مفصل آیندہ ہوگا پھر ایسے لوگوں میں امر بالمعروف
و نہی عن المنکر کی قابلیت کیونکر ہو سکتی ہے اور آیۂ استخلاف میں جو لفظ فی الارض واقع ہے
اس سے مراد بافادہ لام استغراق تسلط جمیع اکناف واطراف عالم ہے اور ایسا تسلط حکمرانی
حضرت اول و ثانی بلکہ بنی امیہ و بنی عباس کی حکمرانی میں بھی میسر نہیں آیا بدیں نظر حضرات
اہل سنت بھی اس تسلط عالم کو طوعًا و کرہًا بفائدہ انطباق معنی استغراق زمانہ جناب
صاحب الزمان علیہ السلام میں موعود جانتے ہیں و ہو المطلوب منجملہ نصوص خلافت و امامت
ائمہ دین آیہ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون

یعنی ہر آئینہ لکھا ہم نے زبور میں بعد یاد کرنے اور ذکر کرنے پیغمبر آخر الزماں کے کہ زمین میراث میں پہنچے گی بندگان صالحین کو اور مراد صالحون سے آئمہ طاہرین ہیں اس لئے کہ بنا بر توفیق لفظ الذکر کے کہ مراد اُس سے پیغمبر خدا بنص قرآنی ہیں کما قال اللہ تعالیٰ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً ساتھ لفظ من بعد کے مشعر اسی معنی کا ہے کہ اول حالات جناب پیغمبر خدا کو ذکر فرمایا اور بعد ازاں ذکر وراثت وخلافت فی الارض عترت اطہار کو بیان فرمایا اور انکو صالحون کے لقب سے ملقب فرمایا جسطرح کہ انبیا علیہم السّلام کو خاصتہً صالحین فرمایا ہے اسی طرح آئمہ اطہار کو بھی صالحون فرمایا۔ کما فی قولہ تعالیٰ ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب کلا ھدینا ونوحاً ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذالک نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین بالجملہ آیۃ کریمہ مستدلہ سے معلوم ہوا کہ بعد رسول مقبول وراثت ارض بندگان صالحین کو پہنچیگی اور علاوہ اس کے دو باتیں اور مستنبط ہوتی ہیں اور اولاً یہ کہ عہد رسالت میں جمیع ارض کی وراثت واسطے جناب پیغمبر خدا صلعم کے تھی اور اخبار فریقین بھی اس معنی پر دلالت رکھتے ہیں کما سیجی ثانیاً یہ کہ وراثت ارض بندگان غیر صالحین کو نہ پہنچیگی اور آیہ لا ینال عہدی الظالمین بھی موکد ہی اسی معنی کا۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ غیر صالحین کا تسلط وقبضہ موجب استحقاق وراثت ارض نہیں ہے بلکہ استحقاق خلافت میں حق وراثت درکار ہے اور وراثت میں شرط قبض وتصرف بالفعل کی منطوق معنی پر تنہا کے ضروری نہیں ہے اسواسطے کہ قبض وتصرف مفاد وراثت ہی۔ پھر بھی اگر کوئی غاصب یا ظالم یا طماع کسی کی ملکیت پر متصرف ہوجائے تو اس تصرف وقبضہ سے حق وراثت اسکی طرف منتقل نہوگا لیکن وراثت ارض سے استحقاق خلافت اس طرح مستنبط ہوتا ہے روی عن ابی جعفرؑ قال قال رسول اللہ خلق آدمؑ واقطعہ الدنیا قطیعۃ فما کان لآدم فلرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو للائمۃ من آل محمد خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور کل زمین کو اُنکی جاگیر فرمایا پس جو

پارہ ۱۷ رکوع ۷

پارہ ۷ رکوع ۱۶

کچھ کہ واسطے حضرت آدم کے تھا جناب رسول اللہ صلعم کو منتقل ہوا اور جو کچھ کہ جناب رسول اللہ صلعم کے واسطے تھا وہ آئمہ آل محمد کو پہنچا اسی طرح اور حدیثیں ہیں حاصل یہ ہی کہ ان الارض کلہا للامام اور تملک اس وراثت کا بنا بر روایات اہلسنت بھی مختص بخلفاء ثابت ہے چنانچہ سنن ابوداوُد میں مروی ہے قال صلعم مخاطباً للیہود انما الارض للہ و لرسولہ الحدیث اور یہ حصر ملکیت ارض بحق بنی مفید قصر ہے اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسناداً الی الخطابی قضیہ فدک میں روایت کی ہے کہ ان عثمان قال حین اقطع فدک لمروان ان الذی یختص بالنبی یکون للخلیفۃ بعدہ اور قریب تر اس سے حدیث ابی بکر ہے جو کہ مسند حنبل وکنز العمال وریاض النضرۃ وتاریخ طبری وغیرہ میں مذکور ہے قال ابوبکر فی امر فدک انی سمعت رسول اللہ صلعم ان اللہ اذا اطعم نبیاً طعمۃ ثم قبضہ جعلہا للذی یقوم مقامہ من بعدہ محصل دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ جو کچھ مال وطعام نبی سے رہجاتا ہے وہ اس کے خلیفہ وقایم مقام کا مال ہے پس جبکہ طعمہ نبی خلیفہ نبی کو پہنچتا ہے ملک ارض بھی جملہ متروکہ نبی سے ہے پس ارث زمین بدرجہ اولیٰ حق ہے خلیفہ نبی کا۔ لیکن نقل وراثت و تجویز وارث نبی بمفاد آیہ مستدلہ بحکم خدا چاہیے اور یہی مفید استخلاف ہے اسواسطے کہ یہ تورِیث حاکم حقیقی وشارع تحقیقی کے اختیار میں ہے اور حضرات اصحاب ثلثہ کو بوجہ عدم نص خلافت من عندہ تعالیٰ حق وراثت حاصل نہیں اسلیے کہ حصول وراثت استخلاف مستخلف سے ہوتا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مورث کوئی وارث مقرر نکرے اور اُسکا متروکہ لوگوں کی تجویز سے مصنوعی غیر شرعی وارث کو پہنچ جائے اور جناب امیر کو خدا تعالیٰ نے صالح المومنین فرمایا ہے فی قولہ تعالیٰ فان اللہ ہو مولاہ وجبریل وصالح المومنین پس تعین وارث کی ظاہر ہوگئی اور جناب پیغمبر خدا نے فرمایا صالح المومنین علی ابن ابیطالب اور خبر معتبر ان علیا وصی ووارثی کما رواہ ابن المغازلی فی مناقبہ دلالت کرتی ہے کہ یہ وراثت ارض جو آیہ کریمہ

میں مذکور ہے جناب پیغمبر خدا سے جناب امیرؑ کو پہنچی اور یہ مفاد وراثت ارض مودی معنی
خلافت عامہ ہے پس یہ آیہ استخلاف من عندہ تعالیٰ ہیں واسطے خلیفہ نبی کے نص محکم ظاہر ہوا
لیکن مفسرین نے قولہ تعالیٰ من بعد الذکر میں اختلاف کیا ہے بعض کے نزدیک ذکر سے
مراد لوح محفوظ ہے اور بعض کے نزدیک توراۃ ہے اور مراد ارض سے جنت ہے اور بعض
کے نزدیک جناب پیغمبر خدا صلعم ہیں اور نزدیک اہل سیاق و اصحاب سباق کے غیر معنی
مستدل کہ مذکور ہوئی سب نامربوط و صرف عن الظاہر و مخالف القرآن یفسر بعضہ بعض
کے ہیں بلکہ رکاکت اقوال مذکورہ کی ظاہر ہے اسلئے کہ وارث ہونا صالحون کا بعد از لوح
محفوظ یا بعد از توراۃ مخبر ہے کہ قبل اُسکے طالحون وارث ارض دنیا یا ارض جنت کے ہوئے
ہیں اور حضرت آدم اور دیگر انبیا اس عالم میں خصوصاً حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام وجود
تصرف ارض کے وراثت سے بے نصیب تھے اور سخافت بعدیت و قبلیت لوح محفوظ اور عدم
وراثت ارض جنت واسطے ان انبیا و مرسلین کے جو توراۃ سے سابق ہوئے ہیں نہایت
قبیح ہے اور احتیاج بیان بھی نہیں ہے اور ذکر سے جناب ختم المرسلین مراد لینے سے حسن
کلام پر ظاہر ہے اسواسطے کہ بنابر حدیث کے جملہ قطعات ارض وراثت حضرت آدم
میں مخصوص ہوئی اور اسی طرح بروے استحقاق یہ وراثت انبیاء کو پہنچی اور چونکہ جناب
رسالتمآب پر نبوت کا خاتمہ ہوگیا تو اب وہ وراثت معلق تھی کہ کسکو پہنچی لہذا ارشاد
فرمایا کہ بعد جناب ختم المرسلین کے صالحون کو پہنچی گی اور علی التنزیل امر مستدل قولہ تعالیٰ
ان الارض یرثھا الخ سے بوجہ کافی ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ یرثھا صیغہ مضارع
ہے اور مشعر ہے زمانہ استقبال کو جو کہ زمانہ ختم المرسلین صلعم و ائمہ معصومین علیہم السلام
کو شامل ہے۔ اگر کوئی صاحب یہ شبہہ پیدا کریں کہ یہ توریث منجملہ افعال منتسبہ باری
تعالیٰ ہے تو اسکا دفیعہ بچند وجہ کیا جاتا ہے اول یہ کہ لفظ کتبنا دلالت کرتا ہے کہ
خدائے تعالیٰ نے اسکو اختیار فرمایا ہے اس لئے کہ کتبنا بمعنی الزمنا آتا ہے کما قال کتبنا

پارہ ۱۷ رکوع ۷

۱ پارہ ۶ رکوع ۴

علی بنی اسرائیل ای فرضنا علیہم اور ضمیر متکلم مجز الزام من اللہ تعالیٰ ہی ثانی قولہ تعالیٰ ولقد جاءتہم

رسلہم بالبینات وقولہ تعالیٰ یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم (الایہ)

۲ پارہ ۶ رکوع ۳

سے ظاہر ہے کہ پیغمبران بالمعجزات اون کے پاس آئے اور اہل کتاب کے پاس ہمارے

پیغمبر صلعم تشریف لائے جو احتمال کہ اسجگہ وارد ہوتا ہے وہی اسجگہ پیدا ہوتا ہے کہ خود

۳ پارہ ۹ رکوع ۵

بخود چلے گئے ہوں حالانکہ تفسیر و توفیق دیگر آیات سے یہ شبہہ مندفع ہوتا ہے اسواسطے کہ

محل آیات لقد ارسلنا الیہم رسلنا وارسلنا الیہم رسولنا ہے اسی طرح آیہ یرثھا

بتوفیق آیہ ان الارض یورثھا من یشاء من عبادہ مطلب کو واضح کرتا ہے مگر یہ کہ

ما نحن فیہ میں تفسیر من عبادہ کی بقولہ تعالیٰ عبادی الصالحون فرمائی ہے اور تکثیر تاویل

۴ پارہ ۲۱ رکوع ۱۶

اسدرجہ پہنچی ہے کہ بلا تفسیر و توفیق دیگر آیات و سند روایات من قبل نفسہ تاویل کرنا

بغرض تصحیح حادثہ سقیفہ جائز کر رکھا ہے۔ اور منجملہ نصوص امامت یہ آیہ ہے وجعلنا

منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون یعنی کیا ہم نے بنی اسرائیل

سے پیشوایان امت کو کہ ہدایت کرتے ہیں ساتھ ہمارے حکم کے اسوقت کہ صبر کیا انھوں

نے شدائد قوم پر اور ہمارے نشانیوں پر ایقان کرنے والے تھے یہ آیہ استخلاف من

عندہ تعالیٰ میں بحق لہ جعلنا منہم ائمہ اور بقولہ بامرنا کہ موکد و مشید نصب ائمہ من

۵ پارہ ۲ رکوع ۱

عند اللہ ہے نص قاطع و حجت ساطع امام کے منصوص من اللہ ہونے میں ہے اور دوسری

جگہ فرماتا ہے وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون

الرسول علیکم شہیدا یعنی اسی طرح گردانا ہے ہمنے تمکو گروہ یا عدل و خیر تاکہ ہو تم گواہ لوگوں

پر اور ہووے رسول اوپر راستی تمہاری کے گواہ۔ اس آیہ وافی ہدایہ میں تلویح بیچ ہے

یعنی جس طرح کہ خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں آئمہ ہداۃ کئے اسی طرح آل محمد میں

امت وسط کو کیا تاکہ گواہان عدول ہوں۔ مخفی نہ رہے کہ مراد امۃ وسطا سے آئمہ

عادلین و خلفاء معصومین ہیں اسواسطے کہ وسط ہر شئے کا معتدل ہوتا ہے پس وسط عدل

ہے اور عامہ امت اس وسط سے باہر ہیں اور عدالت شہادت میں شرط ہے جبکہ شہدا
قرار دیا عدالت اس کے ضمن میں مستنبط ہوئی لہذا شہدا عدل ظاہر ہوئے اور تفسیر اس مفہوم کی
اس آیہ سے ہوتی ہے ومن قوم موسیٰ اُمۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون کہ عدالت
اس سے واسطے امت ہداۃ کے ظاہر ہے اور اسجگہ اس گروہ کو امت وسط ساتھ اسی معنی
عدالت کے افادہ فرمایا ہے اور مراد وسط سے خیر ہے بتوفیق آیہ اوسطہم الم اقل لکم
یہاں اوسطہم کے معنی خیرہم ہیں اور اوسط العرب بمعنی خیر العرب مشہور ہے اور جمیع امت
خیار و عدول نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اوصاف عدل وخیر کل افراد امت میں نہیں پائے
جاتے پس واضح ہوا کہ یہ گروہ مجعول واسطہ ہے درمیان ناس ورسول کے اور غیر امام وخلیفہ کے
کسی کو درمیان ناس ورسول کے واسطے ہونا سزاوار نہیں ہے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم
متوسطین پر شہید ہیں اسی طرح امت وسط سب پر شہید ہیں اور امر شہادت بقولہ تعالیٰ قل
ای شی اکبر شہادۃ کے منصب جلیل وفضل جمیل ہے کہ غیر انبیا و اوصیا کے امت کو نہیں
پہنچا اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے اوصاف محمودہ اپنے سے مختار فرمایا ہے بقولہ و
کفیٰ باللہ شہیدا اور بحق آنحضرت صلعم فرمایا وجئنا بک علیٰ ہولاء شہیدا اور موید ما نحن
فیہ قولہ تعالےٰ ہے وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون اور یہ امتیاز
بحق شہدا اور متصف فرمانا انکو اس وصف سے کہ جو ذات خدا اور رسول سے مختص تھا مخبر
منصب ریاست عامہ وامامت حقہ من عند اللہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس گروہ وسط کو
شاہد اعمال افراد ناس قرار دیا ہے وہو المطلوب۔

واضح ہو کہ جناب امیر علیہ السلام نے حدیث انشاد میں چند آیات قرآنی سے استدلال فرمایا
ہے منجملہ اون کے ایک آیہ وہ ہے کہ جو آخر سورۂ حج میں ہے لہذا حدیث انشاد کا وہ
ٹکڑہ لکھتا ہوں جہاں وہ آیہ واقع ہے اور پوری حدیث انشاد اوپر لکھ چکا ہوں قال
انشدکم اللہ اتعلمون ان اللہ انزل فی سورۃ الحج یا ایہا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا

۱ پارہ ۹ رکوع ۱۰
۲ پارہ ۲ رکوع ۱۲
پارہ ۷ رکوع ۴
پارہ ۵ رکوع ۴
پارہ ۱۱ رکوع ۲
پارہ ۱۷ رکوع ۲

واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاھدوا فی اللّٰہ حق جہادہ ھو اجتبٰکم وما جعل
علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ط ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا
لیکون الرسول شہیدا علیکم وتکونوا شہداء علی الناس الی اٰخر السورۃ فقام سلمان
یا رسول اللّٰہ من ھؤلاء الذین انت علیھم شہید وھم شہداء علی الناس الذین
اجتباھم اللّٰہ ولم یجعل علیھم فی الدین من حرج ملۃ ابراھیم قال عنی بذلک
ثلثۃ عشر رجلا خاصۃً قال سلمان بیّنھم لنا یا رسول اللّٰہ قال انا واخی علی واحد
عشر من ولدی قالوا نعم اس آیت سے افضلیت وعصمت وامامت معًا ثابت ہوتی ہے۔
خلاصہ یہ کہ جناب امیر علیہ السلام نے مجمع صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا میں تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں
آیا تم جانتے ہو کہ خدائے تعالیٰ نے سورۂ الحج میں یا ایھا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا
واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر الی آخر السورۃ کو نازل فرمایا اسوقت سلمان فارسی اٹھ
کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ وہ لوگ کون ہیں جنپر آپ گواہ ہیں اور وہ لوگ افراد
ناس پر گواہ ہیں انکو خداوند عالم نے برگزیدہ فرمایا ہے اور نہیں گردانا انپر دین میں حرج
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مراد اس سے خاصۃً تیرہ شخص ہیں سلمان نے عرض کیا کہ بیان
فرمائی ان کو یا رسول اللہ فرمایا کہ میں اور میرے بھائی علیؑ اور میرے گیارہ فرزند مراد
ہیں یہ سنکر تمام صحابہ حاضرین نے جناب امیر علیہ السلام کی تصدیق فرمائی اور کسی نے یہ
نہیں کہا کہ یہ آیات بتخصیص آپ اور آپ کی اولاد طاہرین کی شان میں نہیں ہیں بلکہ اور صحابہ
بھی شامل ہیں جناب امیرؑ نے ان آیات سے حدیث انشاد میں استدلال فرمایا کہ خلکی شان نزول
سے صحابہ حاضرین واقف تھے اور جناب سالتمآب صلعم کی زبان معجز بیان سے سن چکے تھے
تاکہ کسی کو چون وچرا کی گنجایش نہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم نہیں جانتے علاوہ بریں
جو تکالیف کہ خداوند عالم نے اس آیہ میں بیان فرمائی ہیں اور ان کے بجالانے
کا حکم دیا ہے انکو حضرات ثلثہ بجا نہیں لائے اور جو اوصاف کہ مخاطبین کے

بیان فرمائے ہیں وہ حضرات شیوخ ثلثہ میں پائے نہیں جاتے نہ وہ اوصاف من حیث المجموع کسی اور صحابی میں پائے جاتے ہیں سب سے اول خداوند عالم نے رکوع وسجود وعبادت وافعال خیر کا امر فرمایا جناب امیر علیہ السّلام کے رکوع وسجود پر قرآن شاہد ہے چنانچہ آیہ رکعاً سجداً باتفاق مفسرین خاصکر بحق جناب امیر علیہ السلام ناطق ہے اور آیہ انما ولیکم اللہ میں بخطاب راکعون جناب امیر علیہ السلام کی ستایش وارد ہے اور آیہ وارکعوا مع الراکعین بحق آنحضرت صلعم وجناب امیرؑ وارد ہوا چنانچہ موفق بن احمد نے جوکہ اعیان محدثین حضرات اہلسنت سے ہیں کتاب فضائل میں روایت کی ہے عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وارکعوا مع الراکعین نزلت فی رسول اللہ صلعم وفی علی ابن ابیطالب خاصۃً وھما اول من صلی ورکع ھذا مارواہ الجنزی اور اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے روایت کی ہے اور علماء امت نے امر جماعت صلواۃ اس آیہ سے بعنوان استنباط احکام اخراج فرمایا ہے نہ باعتبار شان نزول بحق امام جماعت جناب امیر علیہ السلام کے رکوع وسجود کا حال جس طرح کہ ہم نے کتاب اللہ سے ثابت کیا آپ کو ہمت ہو تو مقابلہ میں کوئی ایسی آیت بتلائیے کہ جس سے حضرات شیوخ ثلثہ کے رکوع وسجود کی ستایش ظاہر ہو جناب امیر علیہ السلام کی عبادت کا حال زمانہ پر روشن ہے مجکو اسکی تصریح کی ضرورت نہیں ہے مگر اس حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہوں النظر الی وجہ علی عبادہ وذکر عبادہ آپ بھی اُن کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں

ہے عبادت دیکھنا چہرہ تمہارا یا علیؑ　　جز تمہارے کون ہے مصداق وجہ اللہ کا

آل محمد صلعم کا ذکر داخل صلواۃ ہے کون شخص امت میں اُن کے فضائل کا مقابلہ کرسکتا ہے ایک ضربت جناب شاہ مرداں کی یوم خندق عبادت ثقلین سے افضل ہے اور مختصر ثبوت خیریت افعال یہ ہے کہ خداوند عالم جل وعلا شانہ نے جناب امیر علیہ السلام کو بجز خیر یاد نہیں فرمایا اور صحابہ پر مقامات متعددہ میں عتاب فرمایا ہے ابن حجر نے صواعق میں روایت کی ہے اخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال ما انزل اللہ یا ایھا الذین

آمنوا الا وعلی امیرھا وشریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر مکان وما ذکر علیاً
الا بخیر واخرج ابن عساکر عنہ قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ ما نزل
فی علی واخرج عنہ ایضاً قال نزل فی علی ثلاث مائۃ آیۃ اور اُن کی اولاد طاہرین
کا ذکر بھی خیر کے ساتھ ہے۔ کہیں قرآن یا حدیث میں اُنپر عتاب وارد نہیں ہوا پھر فرماتا ہے
وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ اسیکو غور فرمایئے اور میدان میں آکر فرما دیجئے کہ حق
جہاد فی اللہ کسنے ادا کیا اور کسنے کما حقہ اس حکم کی تعمیل کی احد میں کون ثابت قدم رہ کر اول
سے آخر تک جہاد کرتا رہا اور جناب رسالتمآب صلعم سے ضرر کفار کو دفع کرتا رہا اور کس کس نے
ہزیمت کھائی اور کون کون بھاگا غزوۂ خیبر میں کون کون صاحب گئے اور کون کون
ہزیمت اُٹھا کر واپس آئے اور کس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا اور کسکو جناب سید عالم صلعم نے
کرار غیر فرار کا لقب دیا۔ غزوۂ خندق میں عمر ابن عبدود کی مبارزطلبی پر کون کون دبک
گیا اور کون اُس کے مقابلہ کو گیا اور کس نے اُسکو واصل جہنم کیا اور کسکی ضربت کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام امت کے اعمال سے الی یوم القیمہ افضل فرمایا خلاصہ یہ کہ جو لوگ
جناب امیر علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل نہیں اعتقاد کرتے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جو حق جہاد فی
سبیل اللہ کا جناب امیر علیہ السلام نے ادا کیا ویسا کسی نے ادا نہیں کیا حتی حسن بصری کی
زبان پر جاری ہوگیا فاستوی الاسلام بسیف علی یعنی سیف علی سے اسلام مستوی ہوا۔ پس
ثابت ہوا کہ اس فضیلت میں بھی جناب امیر علیہ السلام کا کوئی صحابی شریک وسہیم نہیں ہے
واضح ہو کہ جو لڑائیاں حضرات اصحاب ثلثہ کے زمانوں میں ہوئیں اُنمیں وہ خود نہیں جاتے
تھے لشکر اسلام کو بھیجدیتے تھے اور نہ خود تلوار سے قتال کرتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام
نے جنگ جمل وصفین ونہروان میں بھی سینکڑوں اپنے ہاتھ سے قتل کیئے اِسکا نام جہاد
فی اللہ ہے پھر خداوند عالم مخاطبین سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے ھو اجتبٰکم یعنی خدا نے
تمکو برگزیدہ کیا اگر نبوت منقطع نہو جاتی تو اس خلعت اجتبا سے یہ حضرات علیہم السلام

مستحق نبوت ہوتے کیونکہ صاحب مواقف نے حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت و نبوت اجتباہ ربہ الخ سے معلوم کی ہے وہی لفظ اجتبا کا بعینہ یہاں بھی موجود ہے۔ اب چونکہ نبوت منقطع ہو چکی لہٰذا اس اجتبا سے عصمت و امامت ثابت ہوگی جو حضرات کہ استحقاق نبوت رکھتے ہوں وہی عصمت و امامت کے مستحق ہیں دوسرا نہیں جب یہ اجتبا مفید معنی نبوت ہے تو پس مفید معنی امامت بدرجہ اولیٰ ہے اس لئے کہ ہر نبی امام بھی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حلعت اجتبا سے نبوت تو ثابت ہو اور خلافت و امامت ثابت نہو۔ خداوند عالم نے انبیا و مرسلین کو واسطے تبلیغ رسالت و ہدایت کے برگزیدہ کیا اور پیشوائے ناس بنایا سوائے اس کے اور اجتبا سے کیا مقصود ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح خداوند عالم نے انبیا و مرسلین کو برگزیدہ فرمایا اسی طرح اس امت میں آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کو برگزیدہ فرمایا بقولہ ھو اجتبٰکم پس یہ اجتبا مثبت امامت و عصمت ہے کیونکہ اسی اجتبا سے حضرت آدم کی نبوت و عصمت دریافت کی گئی ہے یہ کیا کہ ایک مقام پر تو اجتبا سے نبوت دریافت کی جائے اور دوسرے مقام پر اجتبا سے امامت بھی دریافت نہو پھر فرماتا ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل یعنی نہیں گردانا تم پر دین میں دشواری سے یہ دین تو تمہارے اب حضرت ابراہیم کی ملت ہی اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے پیشتر سے اس سے ثابت ہوا کہ مخاطبین قبل بعثت جناب سید عالم صلعم دین ابراہیمی پر تھے اور پیشتر سے مسلمان تھے جب تو مولوی مبین فرماتے ہیں و اول و آخر کسے کہ با سعادت باشد و از لوث شرک و شوب شقاوت و خلط نجاست پاک شد و بجز طہارت از ابتدا تا انتہا نہ گذشتہ باشد سوائے علی مرتضیٰ از صحابہ کسے نبود۔ اب غور فرمائے کہ حضرات صحابہ ثلثہ جنکی عمر کا بڑا حصہ شرک اور بت پرستی میں گذر چکا تھا وہ دین ابراہیمی پر کہاں تھے جو قولہ تعالےٰ ہو سمٰکم المسلمین من قبل کے مخاطب ہوسکیں اس لیے انہیں حضرات مخاطبین آیہ کا نام سے مسلمین رکھا گیا کہ جو جناب ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قایم و ثابت ہے۔ جس طرح ذریت ابراہیم میں ابوجہل و ابولہب کا مسلمین نام رکھنا ثابت نہیں ہوسکتا بوجہ ان کے کفر کے اسیطرح ان

حضرات کا موسوم بہ مسلمین کرنا ثابت نہیں ہو سکتا جو تیس تیس چالیس چالیس برس تک کفر و
بت پرستی میں مبتلا ہے کیونکہ جو لوگ ابتدا سے اُن کی ملت ہی پر نہ تھے بلکہ شروع سے کفف
عمر تک کفر میں گرفتار تھے اُن کا نام حالت کفر و بت پرستی میں مسلمین کیوں رکھا جاتا اور یہ ظاہر
ہے کہ جو شخص کافر رہنے کے بعد اسلام قبول کرے وہ بزمانہ کفر موسوم بہ مسلمان نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ یہ خطاب
انہیں حضرات میں جو قبل بعثت پیغمبر خدا دین ابراہیمی پر تھے اور اس میں جمہور کو کلام نہیں ہے کہ آنحضرت اور جناب امیر قبل از بعثت
آنحضرت ملت ابراہیمی پر تھے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ نے بھی خطبہ خلافت میں فرمایا ہے واتبعت ملة
آبائی ابراهیم و اسحاق و یعقوب پس ثابت ہوا کہ جن حضرات کو خداوند عالم نے خلعت اجتبا
سے سرفراز فرمایا اور جن کے حق میں ہو سمٰکم المسلمین من قبل فرمایا وہ تیرے بزرگوار ہیں
جن کی تصریح حدیث ارشاد میں فرمائی ہے پھر فرماتا ہے وفی هذا لیکون الرسول
شهیدا علیکم وتکونوا شهداء علی الناس یہ ٹکڑا آیت کا آیہ مذکورۃ الصدر وکذلک
جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا سے بہت مطابق ہے
فافہم۔ اور منجملہ استحقاق خلافت نبویہ و امامت عامہ حضرات آئمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم
قولہ تعالیٰ ہے ووهبنا له اسحاق ویعقوب کلا هدینا ونوحا هدینا من قبل ومن ذریته داود
وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وهارون وکذلک نجزی المحسنین وزکریا
ویحیی وعیسی والیاس کل من الصالحین واسمعیل والیسع ویونس ولوطا و
کلا فضلنا علی العالمین ومن آبائهم وذریاتهم واخوانهم واجتبیناهم وهدیناهم
الی صراط مستقیم ہے اس آیہ وافی ہدایہ سے خلافت ذریت طاہرہ حضرت خلیل اللہ
بوجہ احسن ظاہر ہے قولہ وذریاتهم وقولہ واجتبیناهم ذریت حضرت ابراہیم میں واسطے
غیر مبعوثین کے وارد ہوا ہے اس لئے کہ انبیا مبعوثین کو نام بنام یاد فرمایا ہے اور پھر بھی
بحق آباء و ذریت و اخوان برگزیدگی کو بیان فرمایا اس مقام پر خداوند عالم نے آل ابراہیم
کے دو صنف کی ستایش فرمائی ہے اولاً ذکر انبیا کا فرمایا اور کلا فضلنا علی العالمین

پر ختم فرمایا اور صنف ثانی میں اولیائے نبیین اور اوصیائے مرسلین غیر مبعوثین ذریت
ابراہیمؑ کو امر ہدایت وبصیرت میں ممتاز فرمایا اور عالمین پر فضیلت دی کما قال العلامۃ
الزمخشری فی تفسیرہ ومن اٰبائھم فی موضع النصب عطفاً علی کلا بمعنی وفضلنا بعض
اٰبائھم چونکہ آیۂ مستدلہ میں لفظ ہدینا ہم آیا ہے لہٰذا اس مقام پر معنی ہدایت کی توضیح
ضروری ہوئی چنانچہ ہدایت کی دو قسمیں ہیں اراۃ الطریق والایصال الی المطلوب اور
نزدیک آئمہ مفسرین کے تین معنی میں مستعمل ہے ایک راہ دکھلانا بعد ضلالت دوسرے ثابت
رکھنا اور قایم رکھنا مہدیین کا صراط مستقیم پر تیسرے تفضیل مہدیین دوسروں پر اور یہ
منبہ امامت مطلقہ ہے۔ پس اس جگہ احتمال معنی اول کا بچند وجہ نہیں ہوتا اول سیاق ماسبق کہ
قولہ کلاً ھدینا ونوحاً ہدینا ہے کہ مخبر ہدایت بمعنی ثانی ہے نے معنی واحد پر دلالت رکھتا ہے
ثانیاً قولہ اجتبیناھم جو اُن کے حق میں وارد ہوا ہے دلالت کرتا ہے کہ یہ گروہ برگزیدہ ہے
اور کہیں تسلیم نہیں ہوا ہے کہ ایسے لوگ کسی وقت میں ضال بمعنی حقیقی ہوں ثالثاً اجتبیناھم
مقدم ہے ھدیناھم پر پس تقدیم اجتبا دافع احتمال بدرجہ اولیٰ ہے اس لئے کہ اولاً
اُنکو بخطاب اجتبیناھم سرفراز فرمایا پس درمیان اُن کے اجتبا وہدایت پانے کے شبہہ
ضلالت کا ناممکن ہے اب تفضیل کی توجیہ کی جاتی ہے کہ بعض ذریت کی فضیلت عالمین پر
کس امر میں ہے پس واضح ہو کہ امور سلطنت میں فضیلت مراد نہیں ہے بلکہ حسب نظم صدر ہدایت
وبصیرت پانے میں فضیلت ہے اس لئے کہ خداوند عالمیان نے یحیٰی یونس ولوط بھی
فضلنا علی العالمین فرمایا ہے حالانکہ یہ دونوں نبی اللہ سلطنت دنیاوی سے بہرہ ور نہ تھے
بلکہ اہل دنیا کے ہاتھ سے مغلوب ہوئے ہیں جیسا کہ کتاب اللہ سے ظاہر ہے اور اصطلاح شرع
میں کثرت ثواب وکثرت مناقب سے فضیلت ہے لیکن برگزیدگی اٰبائھم وذریاتھم میں یہ عذر ہے
کہ ہرگاہ یہ صنف اٰباء وذریات غیر انبیاء تھی پس کیونکر مثل انبیاء کے برگزیدہ ہوئی تو اُسکا
جواب یہ ہے کہ اٰباء مرسلین میں مثل نقبائے بنی اسرائیل اوصیاء مرسلین بھی ہوئی ہیں چنانچہ

حضرت داود و سلیمان و عیسیٰ انبار اسباط ہیں بنا و علیہ برگزیدگی مورث وصایت اور وصایت
مجز برگزیدگی ہے اس لئے کہ وصایت و نیابت انبیار کی من عند اللہ عطا ہوتی ہے پس
قولہ تعالیٰ واجتبینا ہم علی محلہ ہے و یویدہ ما قال تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا (پارہ ۷ رکوع ۲)
الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراہیم واسمعیل واسحاق ویعقوب
والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وہارون وسلیمان واتینا داود زبورا اس
آیہ میں نقبار بنی اسرائیل کو بشمول انبیا مورد خطاب وحی ظاہر فرمایا ہے حالانکہ یہ بعشر
مرسلین وانبیار مبعوثین سے نہ تھے پس یہی فضیلت برگزیدگی میں کافی ہے لیکن آیہ متذلہ
میں صفت دزیا ہتم میں لفظ اجتبیٰ وہدایت وصراط مستقیم وارد ہوئی ہیں اور مجموع ان صفات
کا منصوصا و استقرارا واقعا وذریت وعترت جناب سرور کائنات میں مجتمع ہے اُن کے غیر میں
نہیں ہے۔ چنانچہ آیہ ان اللہ اصطفےٰ آنکی برگزیدگی میں مذکور ہوئی اور سید علی ہمدانی
نے مودة القربیٰ میں ابن عباس سے روایت کی ہے عن ابن عباس قال لما تزوج (پارہ ۳ رکوع)
فاطمة من علی قالت زوجی عائل لا مال لہ فقال النبی صلعم اوما ترضین ان
یکون اللہ اطلع الی اہل الارض فاختار منہم رجلین احدہما ابوک والآخر
بعلک خلاصہ یہ کہ جناب سیدہ نے کہا کہ میرا شوہر فقیر ہے پس فرمایا جناب پیغمبر خدا نے
کیا تو راضی نہیں ہے اس سے کہ حق تعالیٰ نے اہل زمین سے دو مردونکو برگزیدہ کیا
ایک میں ہوں باپ تیرا اے فاطمہ اور دوسرا علی شوہر تیرا۔ لیکن ثبوت اہتدا بقولہ تعالیٰ
انما انت منذر ولکل قوم ہاد ظاہر ہے اور ذکر اس آیہ کا اوپر گذرا رسول اللہ نے
فرمایا انت الہادی یا علی بک یہتدی المہتدون من بعدی اور حدیث مشکوٰة
اس باب میں شاہد عدل ہے بقولہ وان تومروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ہادیا
مہدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم تحقق جناب امیر علیہ السلام آیات قرآنی سے ہویدا ہے (پارہ ۱۴ رکوع ۱۶)
قال اللہ تعالیٰ فیہ ومن یامر بالعدل وہو علی صراط مستقیم وصرح بانہ قال

هذا صراط علی مستقیم روی الاخطب الخوارزمی فی کتاب المناقب باسناده ان الحسن بصری
کان یقرء حرف هذا صراط علی مستقیم وروی الثعلبی فی تفسیره تحت قوله تعالی اهدنا الصراط
المستقیم قال مسلم بن حیان سمعت ابابریدة یقول صراط محمد وآله و فی تفسیر وکیع ابن الجراح
عن السفیان الثوری عن السدی عن اسباطا ومجاهد عن عبد اللہ بن عباس فی قوله تعالی
اهدنا الصراط المستقیم قال قولوا معاشر العباد ارشدنا الی حب محمد واهلبیته وروی
ابراهیم بن محمد الحموینی فی فرائد السمطین عن علی علیہ السلام فی قوله تعالی وان الذین
لا یومنون بالآخرة عن الصراط لناکبون قال عن ولایتنا اهل البیت وروی الاعمش
عن ابی صالح عن ابن عباس فی قوله تعالی فستعلمون من اصحاب الصراط السوی هو واللہ
محمد واهل بیته وروی قتاده عن الحسن البصری فی قوله تعالی هذا صراطی مستقیما
فاتبعوه قال یقول هذا طریق علی ابن ابیطالب وذریته طریق مستقیم ودین مستقیم
فاتبعوه وتمسکوا به فانه واضح لا عوج فیه اور حدیث ابن سماک بواسطہ ابوبکر کی
صاحب صواعق نے اور ابوبکر سے صاحب مودة القربی نے روایت کی ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے
لا یجوز احد الصراط الا من کتب له علی الجواز یعنی صراط پر سے کوئی نہیں گذرے گا مگر وہ
شخص کہ جسکو علی مرتضی اجازت نامہ دیں اس حدیث سے اور نیز حدیث فاختار منہم رجلین
اور حدیث محمد وہ هادیا مهدیا سے ظاہر و باہر ہے کہ غیر علی ابن ابیطالب جامع صفات
اجتبا و اهتدا و صاحب صراط نہیں ہے۔ پس مصداق آیہ ذریاتهم واجتبیناهم وهدیناهم
الی صراط مستقیم سوائے جناب علی مرتضی کے صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا وهو المطلوب اور
ملخص استدلال اس آیت سے امر خلافت و امامت شاہ ولایت میں اس طرح پر ہے کہ حضرت ابراہیم
کے حق میں خداوند عالم نے اجتباه وهداه الی صراط مستقیم فرمایا ہے اور وہ جناب
بقوله تعالی انی جاعلک للناس اماما منصب امامت پر پہنچے تھے اور جناب خلیل اللہ نے امامت
کو اپنی ذریت میں طلب کیا تھا بقوله قال ومن ذریتی اور خداوند عالم نے اُن کی ذریت

طاہرہ کی شان میں بھی آیۂ اجتبیناھم وھدیناھم الی صراط مستقیم بالفاظ متحدہ ومعانی متحدہ نازل فرمایا پس حضرت ابراہیم کی امامت اُن کی ذریت میں آئمہ معصومین کو من عنداللہ پہنچی اُن کی فضیلت بھی تمام عالم پر اسی آیت سے آشکارا و ہویدا ہے خداوند عالم نے اُن کی برگزیدگی کو کتاب اللہ میں مصرح بیان فرمایا اُنکو ہادی امامت بنایا اور اُنھیں معصومین میں سے ایک امام اسم باسمیٰ ہیں اُن کا نام امام مہدی زمانہ میں مشہور ہے خداوند عالم نے حسب طلبگاری حضرت خلیل اللہ عہد امامت کو ان کی ذریت معصومین میں تا قیام قیامت قایم رکھا - اگر تعصب سے آزاد ہو کر کوئی صاحب ان آیات کتاب اللہ کو ملاحظہ فرمائیں تو حق واضح ہو جائے اور صراط مستقیم ملجائے

قولہ (۱۱) ائمہ کا عدد دوازدہ میں محصور ہونا

اقول یہ آپ کا نواں نمبر ہے - لیکن چونکہ یہ نمبر فروگذاشت ہو گیا تھا - لہذا اُسکو گیارھویں نمبر پر لکھا گیا اس نمبر کے جواب کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت کے اخبار مذکور ہو چکے ہیں - لیکن اس مقام پر خاص طور پر بھی آپ کی فرمایش کا جواب دیا جاتا ہے پس واضح ہو کہ آیۂ وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا تقرر نقبا حضرت موسےٰ میں وارد ہے اور جناب رسالتمآب صلعم نے اپنے خلفاء کے عدد کو اُن سے تشبیہ دی ہے چنانچہ روایت متفق علیہ ابن مسعود سے صاحب صواعق محرقہ نے نقل کی ہے انہ سئل کم یملک ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سئلنا عنھا رسول اللہ صلعم فقال صلعم اثنا عشر بعدد نقباء بنی اسرائیل اور امر مشابہت عدد میں اشارہ کافی ہے کہ جس طرح نقباء موسےٰ من عند اللہ ہوئے ہیں اسی طرح خلفاء پیغمبر خدا صلعم من عند اللہ تعالیٰ منصوص ومنصوب ہونگے اور علامہ محمد بن طلحہ الشافعی نے مطالب السئول میں کہا ہے الوجہ الثالث رای من وجوہ عدد الائمۃ باثنی عشرۃ فی قول اللہ تعالیٰ وقطعنا ھم اثنتی عشرۃ اسباطا امما فجعل الاسباط الھداۃ الی الحق فی بنی اسرائیل اثنی عشرۃ

فتکون الائمۃ الھداۃ فی الاسلام اثنی عشر انتھی اور جو حدیث کہ صحیحین میں دوازدہ خلفا
کے باب میں منقول ہے وہ یہ ہے لایزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ ویکون علیھم
اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش یہ حدیث صحیح بخاری میں تین طرق سے اور صحیح مسلم میں نو طرق
سے منقول ہے اسکی بابت جو فیصلہ کہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی نے فرمایا ہے وہ یہ ہے قال بعض
المحققین ان الاحادیث الدالۃ علی کون الخلفاء بعدہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اثنا عشر
قد اشتھرت من طرق کثیرۃ فبشرح الزمان وتعریف الکون والمکان علم ان مراد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث ھذہ الائمۃ اثنا عشر من اھلبیتہ وعترتہ
اذ لا یمکن ان یحمل ھذا الحدیث علی الخلفاء بعدہ من اصحابہ لقلتھم علی اثنا عشر ولا یمکن
ان یحمل ھذا الحدیث علی الملوک الامویۃ لزیادتھم علی اثنا عشر ولظلمھم الفاحش
الا عمر بن عبد العزیز ولکونھم غیر بنی ھاشم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کلھم من
بنی ھاشم فی روایۃ عبد الملک عن جابر واخفاء صوتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا القول
یرجح ھذہ الروایۃ لانھم لا یحسنون خلافۃ بنی ھاشم ولا یمکن حملہ علی الملوک العباسیۃ
لزیادتھم علی العدد المذکور ولقلۃ رعایتھم الآیۃ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی وحدیث الکساء فلا بد
ان یحمل ھذا الحدیث علی الائمۃ الاثنا عشر من اھلبیتہ وعترتہ لانھم کانوا اعلم اھل زمانھم واجلھم واورعھم واتقاھم
نسباً وافضلھم حسباً واکرمھم عند اللہ وکان علومھم عن ابائھم متصلا بجدھم صلی اللہ
علیہ وسلم وبالوراثۃ واللدنیۃ کذا عرفھم اھل العلم والتحقیق واھل الکشف والتوفیق
ویؤید ھذا المعنی ای ان مراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الائمۃ الاثنا عشر من اھل بیتہ
ویشھدہ ویرجحہ حدیث الثقلین والاحادیث المتکثرۃ المذکورۃ فی ھذا الکتاب
وغیرھا انتھی بقدر الحاجۃ (ینابیع المودۃ) اس خبر محکم سے جو صحیحین میں منقول ہے ائمہ کا
عدد دوازدہ میں محصور ہونا ثابت ہوا۔ شیخ سلیمان بلخی فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا
حمل اصحاب ثلثہ پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اُن کا عدد بارہ سے کم ہے اور یہ جو فرمانے

نہ اُنکا حمل ملوک امویہ پر ہوسکتا ہے اسلئے کہ وہ بارہ سے زیادہ ہوئے ہیں علاوہ برین اُنھوں
نے ظلم فاحش کئے ہیں اور نیز یہ کہ وہ بنی ہاشم نہ تھے کیونکہ روایت عبدالملک عن جابر مین ہے
کہ آنحضرت صلعم نے کلھم من بنی ہاشم فرمایا اور یہ حدیث شریف سلاطین عباسیہ پر بھی محمول نہیں
ہوسکتی کیونکہ اُنکا شمار بھی دوازدہ سے زیادہ ہے اور اُنھوں نے آیۃ المودۃ کی رعایت میں
قلت کی۔ پس لابد کہ مراد اس حدیث سے آئمہ اثنا عشر من اہلبیت رسالت ہیں اور آخر عبارت شیخ
سلیمان سے انکا اپنے اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ شیخ سلیمان نے اس
مقام پر آٹھ امور ذکر کئے ہیں انمیں سے ہر ایک امر ان کی فضیلت کے مثبت ہیں کافی ہے آپکو
اُن کے کس فضل سے انکار ہے وہ بیان فرما دیجئے اور سید علی ہمدانی نے کتاب مودۃ القربیٰ
میں مودۃ عاشر میں یہ حدیث لکھی ہے عن عبد الملک بن عمیر عن جابر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انا سید النبیین وعلی سید الوصیین وان اوصیائی بعدی
اثنا عشر اولھم علی واٰخرھم القائم المہدی جب اس قسم کی احادیث کتب معتبرہ اہلسنت میں
بھی موجود ہیں جنسے آئمہ کا عدد دوازدہ میں محصور ہونا ثابت ہے تو ہمسے سوال کرنا لاحاصل
ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی کتب صحاح پر عبور نہیں ہے اور تعداد اُن حضرات کے
بارہ ہونے کی قرآن مجید میں بھی موجود ہے جس پر کلام خدا نازل ہوا ہے اُنھوں نے ہمکو اُن
آیات کی طرف ہدایت فرمائی ہے جنسے تعداد ظاہر ہوتی ہے لا یعرف القرآن الا من خوطب
بہ انمیں سے ایک آیہ یہ ہے والسماء ذات البروج اس آیہ میں السماء سے مراد جناب
پیغمبر خدا صلعم اور بروج سے مراد آئمہ ہدیٰ ہیں عن ابن عباس قال رسول اللہ ذکر اللہ
تعالی عبادۃ وذکری عبادۃ وذکر ائمۃ من ولدی عبادۃ والذی بعثنی بالنبوۃ
وجعلنی خیر البریۃ ان وصی لافضل الاوصیاء وانہ لحجۃ اللہ علی عبادہ وخلیفتہ
علی خلقہ ومن ولدہ من الائمۃ الھداۃ بعدی بھم یحبس العذاب عن اھل الارض بھم
یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ وبھم یمسک الجبال ان تمید بھم وبھم

پارہ ۳۰ رکوع ۱۰

یسقی خلقہ الغیث بھم یخرج النبات اولئک اولیاء اللہ حقا وصدقا عدتھم عدۃ الشھور وھی اثنا عشر وعدتھم نقباء موسی بن عمران ثم تلا ھذہ الآیہ والسماء ذات البروج الی قولہ اما السماء فانا واما البروج فالائمۃ بعدی اولھم علی واخرھم المھدی جناب امام حسین نے جو رجز کہ معرکہ کربلا میں پڑھا تھا اُسکا ایک شعر یہ ہے

فابی شمس وامی قمر فانا الکواکب وابن القمرین

قولہ (۱۲) امام کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا

اقول امام کا لفظ اسپر شاہد ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو کیونکہ مفضول پیشوائے ناس نہیں ہو سکتا آپ کے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مفضولین کو امام سمجھتے ہیں ہم ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت وعصمت کے ثبوت کے ہمراہ اُن کی افضلیت کو بھی ثابت کر چکے ہیں۔ افضلیت تو شرط ہے۔ جب تک افضل نہو امام کیونکر ہوگا۔ جبکہ امت سلف نے بمقابلہ طالوت کے اپنے آپ کو احق سمجھا اور اپنے نبی سے کہا نحن احق بالملک منہ ولم یوت سعۃ من المال۔ تو خداوند عالم نے اُن کے جواب میں وجوہ تفضیل واسطے طالوت کے بیان فرمائے بانہ قال ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم اگر ضرورت تفضیل نہوتی تو یہاں صرف واللہ یوتی ملکہ من یشاء نازل ہونا کافی تھا پس علم وہبی اور شجاعت بنفسہ موجب برگزیدگی واسطے امامت کے بالنص ثابت ہے اور فضیلت آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی آیہ ان اللہ اصطفی الخ وقولہ تعالیٰ ذریتھم وقولہ تعالیٰ اجتبینا ھم وھدینا ھم الی صراط مستقیم وآیہ ان اولی الناس بابراھیم سے اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ جبکہ یہ امر قرآن سے ثابت ہوا کہ وہ حضرات اصطفا واجتباء عصمت وصالحیت وعدالت میں مثل انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے ہیں تو تمام امت سے افضل ہوئے اور آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کے افضل اہل زمانہ ہونے کا اعتراف ہمارے مخالفین مذہب کو بھی ہے جیسا کہ صاحب ینابیع المودۃ کی عبارت سے اوپر ثابت ہوا بانہ قال فلابد ان یحمل ھذا الحدیث علی الائمۃ اثنا عشر من اھل بیتہ

وعترتہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہم کانوا اعلم اہل زمانہم و احلمہم واورعہم واتقاہم
واعلاہم نسبًا وافضلہم حسبًا واکرمہم عند اللہ وکان علومہم عن آبائہم متصلا بجدہم
صلی اللہ علیہ وسلم اور حسب اعتراف شاہ صاحب آئمہ اہلبیت طاہرین کو جناب سید عالم صلعم کے
ساتھ مناسبت شخصی قوا ے روحیہ وعصمت وغیرہ میں حاصل تھی۔ یا یوں کہو کہ سوائے مرتبہ
نبوت کے تمام صفات کمالیہ میں اشبہ بالنبی تھے اور یہ مناسبت شخصی بغیر علاقہ اہلبیت وقرابت
ممکن الحصول نہیں ہے کما مر و الفضل ما شہدت بہ الاعداء اور افضل اہل زمانہ ہونا کسکو
کہتے ہیں۔ غرضکہ تمام محاسن وفضائل میں امام اپنے اہل زمانہ سے افضل ہوتا ہے جناب
امیر علیہ السلام نے اپنی افضلیت وامامت کو اسطرح ثابت فرمایا ہے ؎

لقد علم الاناس بان سہمی   من الاسلام یفضل کل سہم   واحمد النبی اخی وصہری
علیہ اللہ صلی وابن عمی   وانی قائد للناس طرًا   الی الاسلام من عرب وعجم
وفی القرآن الزمہم ولائی   واوجب طاعتی فرضًا بعزم   کما ہارون من موسی اخوہ
کذاک انا اخوہ وذاک اسمی   لذالک اقامنی لہم اماما   واخبرہم بہ بغدیر خم
فمن منکم یعادلنی بسہمی   واسلامی وسابقتی ورحمی   فویل ثم ویل ثم ویل
لمن یلقی الالہ غدا بظلمی   وویل للذی یشقی سفاہا   یرید عداوتی من غیر جرم

واضح ہو کہ حسن میبذی نے فواتح میں یہ اشعار جناب امیر علیہ السلام کے لکھکر ان کی شرح کی ہے
جناب امیر علیہ السلام نے یہ تصریح فرما دی کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے انکو بروز غدیر خم اپنی امت
پر امام مقرر فرمایا اور اپنے اہل زمانہ پر اپنی افضلیت کو بھی بدلائل قاطع ثابت فرما دیا پس
امام کا اپنے اہل زمانہ سے افضل ہونا ثابت ہوگیا صاحب فواتح یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام
علی بن احمد واحدی از ابوہریرہ روایت کند کہ مرتضیٰ علی این ابیات را در حضور امیر المومنین
ابوبکر و عثمان و طلحہ و زبیر و فضل بن عباس و عمار و عبد الرحمان و ابوذر و مقداد و سلمان
و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرمود انتہیٰ یہ سب صحابہ حضرات اہلسنت کے نزدیک

جلیل القدر میں خصوصًا حضرت ابوبکر کو حضرات اہلسنت سب سے بڑھ کر سمجھتی ہیں جب اُن پر
بھی جناب امیر علیہ السلام نے اپنی امامت و افضلیت کو ثابت فرمادیا تو پھر اہل زمانہ میں
سے کون ایسا رہا جسپر افضلیت ثابت نہیں ہوئی ہرگاہ کہ جناب امیر علیہ السلام نے ایک گروہ
صحابہ کے روبرو بلکہ اُن سے مخاطب ہوکر اُن پر فضیلت کو ثابت فرمادیا جن میں حضرت
ابوبکر بھی موجود تھے جنکو آپ افضل الصحابہ کہتے ہیں تو بالبداہۃ تمام اہل زمانہ پر جناب امیر کی
افضلیت ثابت ہوگئی یا یوں سمجھو کہ امام کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا من کل الوجوہ ثابت
ہوگیا ان حضرات صحابہ میں سے کسی کو مجال رد وقدح کی نہوئی۔ اگر آپ کو ہمت و حوصلہ
ہو تو ان دلائل قاطعہ کو رد کیجئے۔ ہمیں میدان ہمیں چوگان۔ ہمیں گوئے ہم یہ امور بالتفصیل
مراۃ الامامت میں لکھ چکے ہیں اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں یہ تو کچھ انصاف کی بات نہیں
کہ آپ ہمسے اس بات کا ثبوت مانگتے ہیں کہ جسکو ہم ثابت کرچکے ہیں اگر کچھ ہمت ہو تو۔
دلائل قاطعہ مذکورہ ابیات کی تردید کرو حسن یزدی تو یہ فرماتے ہیں چوں کمال صوری
ومعنوی آنحضرت مانند آفتاب لامع ست کلام حقایق نظامش مطابق آن واقع ست۔ واضح
ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کی امامت اس شعر سے بکمال وضوح ثابت ہے ؎

لذاک اقامنی لھم اماما — واخبرھم بہ بغدیر خم

مجھے کمال افسوس ہے کہ رسالہ تزک مرتضوی کے مصنف نے فارسی میں جو ترجمہ ان ابیات
کا نظم کیا ہے اُس میں اس شعر کا ترجمہ نہیں کیا ہے اور کیونکر وہ اسکو فارسی میں نظم کرتے اس
لئے کہ اس شعر سے بصراحت امامت ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے امامت روز غدیر کا ذکر
نظم ہی نہیں کیا انہیں معلوم کہ اس تحریف سے کیا فائدہ سوچ یہ نہ سمجھے کہ اور اشعار بھی
امامت وخلافت وفضیلت پر دلالت صحیحہ رکھتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جناب امیر علیہ السلام
نے بقول خود لقد علم الاناس الخ اپنی افضلیت کو ثابت فرمایا کس واسطے کہ فاضل ہونا
سہم آنجناب کا اسلام سے اور ہر سہم کے افضلیت کی دلیل قاطع ہے دوسرے قول آنحضرت

وانی قائد للناس طرًا الخ دلالت واضحہ رکھتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ سبب اسلام جمیع مردم عرب وعجم ہوئے اور ہرگاہ کہ آنحضرت سبب اسلام جمیع مسلمین عرب وعجم ہیں تو افضلیت آنحضرت کی مثل آفتاب کا شمس ثابت ہوئی۔ تیسرے اختصاص آنحضرت بقتل جمیع صنادید دور وسار کفار و استیصال جماعت اشرار کہ قول آنحضرت وقاتل کل صندید الخ سے ہویدا و آشکارا ہے نیز دلیل قاطع ہے اوپر افضلیت آنحضرت کے کسواسطے کہ عمدہ اسباب استحکام دین مبین سے قتال کفار ومعاندین ہے۔ چوتھے قول آنحضرت

وفی القرآن الزمہم ولائی　　واوجب طاعتی فرضًا بعزم

دلالت صریح رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں ولا اور اتباع وانقیاد آنحضرت کو بالقطع فرض وواجب فرمایا پس ثابت ہوا کہ آنحضرت بنص قرآن شریف واجب الاطاعت ولازم الاتباع ہیں پس امامت وخلافت آنجناب کی بنص صریح ثابت ہوئی کسواسطے کہ جو کوئی واجب الاطاعت ہو وہ ہی امام ہے چنانچہ شاہ صاحب بھی فرماتے ہیں دہر کہ واجب الاطاعت بود امام ست انتہیٰ۔ پنجم قول آنحضرت

فمن منکم یعادلنی بسہمی　　واسلامی وسابقتی ورحمی

باواز بلند ندا کرتا ہے کہ کوئی اصحاب سے مساوی ومعادل ومشابہ ومماثل آنحضرت سہم واسلام وسابقہ ورحم میں نہتا وکل ذالک دلیل الافضلیتہ۔ حسن میبذی اس شعر کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں پس کیست از شما کہ برابر باشد مرا بحشش من واسلام من وپیشی من وخویشی من

اے مہر تو بر تمام عالم شدہ فرض　　ور ذمہ ہمت احسان تو قرض
بے مہر تو حق نمی کند ہیچ قبول　　روزے کہ رسد نامہ اعمال بعرض

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک جناب امیر علیہ السلام کی محبت کو فرض جانکر اپنے اوپر لازم نکرے توحید ونبوت ومعاد پر ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا نہ کوئی عمل خیر مقبول ہوتا ہے کہ ع بے مہر تو حق نمیکند ہیچ قبول سے یہ امر ثابت ہے پس محبت جناب امیر علیہ السلام

اصول دین سے ہوئی آپ نے جو جزئیات امامت کی فہرست لکھی ہے اسمیں امام کی محبت کا فرض
ہونا آپ نے ترک کیا ہے - حسن میبذی اس کے بعد لکھتے ہیں امام احمد از براء بن عازب و زید
بن ارقم روایت کند کہ چون حضرت مقدس نبوی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ در وقت مراجعت
از حج بغدیر خم نزول فرمود دست علی مرتضیٰ را گرفت وگفت الستم تعلمون انی اولیٰ بکل
مومن من نفسہ گفتند آرے گفت اللہم من کنت مولاہ فعلی مولاہ الی ان قال و ثعلبی
روایت کند کہ پیغمبر این سخن بعد ازاں فرمود کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ نازل شدہ الی ان قال بر اہل توفیق پوشیدہ نیست
کہ آیۂ النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم واولوا الارحام بعضہم اولی
ببعض فی کتاب اللہ ملائم این حدیث ست یہ آیہ وافی ہدایہ جو حسب تصریح صاحب فواتح
ملائم حدیث غدیر ہے جناب امیر علیہ السلام کی افضلیت و اولویت و اقدمیت و اولویت
میں نصوص باہرہ و دلائل قاہرہ سے ہے اسواسطے کہ جناب امیر علیہ السلام جملہ بنی ہاشم اور اصحاب
سے اقرب ذوی الارحام نبی ہیں اس آیہ میں دو مرتبہ ذکر اولویت آیا ہے ذکر اولویت نبی
و ذکر اولویت اولوا الارحام اور وجہ اولویت ذوی الارحام نبی میں ایمان و ہجرت کو ظاہر فرمایا
چنانچہ واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین آیہ
میں موجود ہے یعنی اولی الارحام نبی میں اولی وہ ہے کہ جو مومن و مہاجر ہے اس مقام پر زیادہ
سن والے کو اولی نہیں فرمایا اور تفسیر آیہ اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض میں قولہ تعالیٰ
اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاہد
فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ سے اولویت کی تمیز ہوتی ہے - واحدی نے تفسیر
اسباب النزول میں نقل کیا ہے کہ جب طلحہ بن شیبہ و عباس بن عبد المطلب نے افتخار کیا
طلحہ نے کہا انا اولی بالبیت لان المفتاح بیدی اور عباس نے فرمایا انا اولی انا
صاحب السقایۃ والقائم علیہا - پس جناب علی مرتضیٰ نے کہا انا اولی الناس ایمانا و اکثرہم

جہاداً پس حق تعالے نے اس آیۂ کو نازل فرمایا تفسیر در منثور سیوطی اور کشاف میں بھی اسی
طرح ہے اس آیہ میں اولویت جناب امیر علیہ السلام کی تین باتوں سے مستنبط ہوتی ہے ذو
رحم نبی ہونا۔ مومن ہونا۔ مہاجر ہونا جناب امیر علیہ السلام ان اوصاف کے جامع ہیں اور
حضرت عباس عم نبی مہاجر نہ تھے قال اللہ تعالے والذین آمنوا ولم یہاجروا ما لکم
من ولایتہم من شئی حتی یہاجروا پس وراثت نبی اُس ذو رحم کو چاہیئے کہ مومن و
مہاجر ہو وہی اولی ہے اور بمقابلہ حضرت عباس کے ترجیح ساتھ من جاھد فی سبیل اللہ
کے بھی فرمائی اور جناب امیر باتفاق اکثرھم جہاداً تھے پس جو بزرگ کہ صفات مذکورہ
میں اولی مقرر ہوا اسکا غیر کہ خود ذو رحم نبی ہو کیونکر امر خلافت میں بفقدان نصیب وراثت
جانشین نبی ہو سکتا ہے اور لفظ اولوا الارحام اگرچہ مفید عموم ہے اور خصوصیت اس کی
بسیاق القربیٰ کہ آیۂ مودۃ میں بوجہ عموم وارد ہے اور مراد اس سے ذوی القرابت
نبوی ہیں اور برطبق اس عموم کے آیہ مستدلہ کہ متعلق وراثت نبوی ہیں بوجہ خصوص ہے
حسب ضرورت نفاذ حکم عام افراد عموم میں رکھتی ہے باحسن وجہ حق جناب ولایت مآب
میں ہے اور ملخص استدلال اس آیہ کریمہ سے یہ ہے کہ جناب رسالتمآب حسب سیاق کلام
باختصاص نبوت مومنین سے اولیٰ ہیں اور بمفہوم موافق اولویت پیغمبر کی سب پر بوجہ
افضلیت مسلمہ مومنین جمیع مردم پر متحتم ہے اور نظم ترتیب دلالت کرتا ہے کہ بعد ذکر اولویت
نبی کے ذکر اولویت اولی الارحام نبی ہے اور قولہ تعالے الحقنا بھم ذریتہم مقتضی ہے
کہ اولویت بعض اولی الارحام کی بعض پر مستخرج اسی اولویت مطلقہ سے ہے کہ قولہ تعالی
النبی اولی بالمومنین من انفسہم میں وارد ہے مگر اس اولویت دلی الارحام میں صفت ایمان و ہجرت
کی خصوصیت فرمائی تا کہ منافق و کافر و غیر مہاجر اس اولویت سے خارج شمار ہوں
پس بعد تحقیق اولویت مطلقہ نبویہ کے وہ ذو الرحم نبی کہ جامع صفات مذکورہ ہو لامحالہ
اولی الناس بالنبی وراثت میں برطبق تفسیر ظاہر معنی کے اور نیز اولی الناس بالنبی خلافت

میں سباق اولویت مطلقہ کے ہوگا - اما الثانی پس اُسکا ذکر سابق میں ہوچکا کہ جو
ذورحم نہیں ہے وہ جانشین نبی نہیں ہوسکتا - لیکن اول پس حدیث مواخاۃ میں تو ہے
انہ صلعم قال لعلی انت اخی و وارثی قال علی ما ارث منک یا رسول اللہ قال صلعم
ما ورث الانبیا دقبلکُ قال صلعم کتاب اللہ وسنۃ نبیہم اس حدیث سے وارث
ہونا علی مرتضیٰ کا علوم انبیا میں کہ کتاب وسنت ہے باوضح بیان صادق آیا والقرآن بھا
ناطق کما قال اللہ تعٰ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا الخ اس وراثت بر کتاب و
سنت کہ اصل شریعت ماخذ ملت حضرت رسالت ہے لامحالہ نص خلافت ہے وہو المطلوب
لیکن استحقاق بالوراثۃ المطلقہ بھی منجر و مودی بخلافت عامہ و مطلقہ ہے اس لیے کہ وراثت
دو وجہ سے ہوتی ہے مال میں اور علم میں لیکن وراثت مالیہ توریث میں نزدیک فرقہ اہلسنت
کے کوئی چیز نہیں ہے پس یہی وراثت کتاب وسنت ثابت ہوئی لیکن نزد شیعہ اثناعشریہ
وراثت انبیا بہر دو وجہ متحقق ہے فلا ضیر فیہ اب اس شعر کو پھر لکھتا ہوں ومن منکم لیادنی
بسہمی واسلامی وسابقتی ورحمی اس مقام پر جناب امیر علیہ السلام نے بنی ہاشم و صحابہ
پر اپنی فضیلت کو ثابت فرمایا ہے اس سے ظاہر ہے کہ کوئی شخص بنی ہاشم و صحابہ میں ساوی
و مماثل آنجناب ہم و اسلام و سابقہ و قرابت میں نہ تھا جناب امیر علیہ السلام اقرب ذوی الارحام
نبی ہیں جب تو جناب امیر علیہ السلام نے اُس ذورحمی کو دلیل فضیلت قرار دیا اور آیہ اولوالارحام
بعضہم اولیٰ ببعض سے بھی فضیلت و اولویت جناب امیر علیہ السلام کی بکمال وضوح ثابت ہوچکی
چونکہ اس شعر میں اسلام و سابقہ کا بھی ذکر ہے لہذا اُسکو بھی ثابت کرتا ہوں اس لیے کہ
سابق الاسلام ہونا بھی دلیل فضیلت ہی جناب امیر علیہ السلام نے بقول خود واسلامی
وسابقتی الخ اپنی فضیلت کو ثابت کیا ہے اور قرآن شریف سے بھی سابقون کی فضیلت
ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ والسابقون السابقون اولئک المقربون یہ آیہ بالاتفاق
موالف و مخالف کے شان جناب امیر علیہ السلام میں مسلم ہے - چنانچہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے

پ پارہ ۲۲ رکوع ۱۴

پ پارہ ۱۰ رکوع ۱

پ پارہ ۲۷ رکوع ۱۴

کشف الحق میں فرمایا ہے روی الجمہور عن ابن عباس قال سابق ہذہ الامۃ علی ابن
ابیطالب فقال الفضل بن روزبہان فی جوابہ ہذا الحدیث جاء فی روایۃ اہل
السنۃ ولاکن ہذہ العبارۃ سباق الامم ثلاثۃ مومن آل فرعون وحبیب النجار
وعلی ابن ابیطالب ولاشک ان علیا سابق فی الاسلام وصاحب السابقۃ والفضائل
التی لاتخفی ولاکن لایدل الآیۃ علی نص بامامتہ (انتھی) لیکن فضل بن روزبہان
نے جو عبارت نقل کی ہے شہید ثالث نوراللہ مرقدہ نے احقاق الحق میں الزام ترجیم میں یہ
فرمایا ہے قد وقع فی آخر ہذہ الروایۃ بیما فیما رواہ فخر الدین الرازی فی تفسیر
قولہ تعالیٰ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ قولہ صلعم وھو افضلہم
یعنی فاضل فضل نے آخر روایت سے بعد لفظ علی بن ابیطالب کے فقرہ وہو افضلہم قلم انداز
کردیا اور اسی کلام مکونہ فضل بن روزبہان کو بدلیل افضلیت جناب امیر علیہ السلام اپنے
مطلوب پر حجت کیا ہے کہ نص خلافت میں ہے لیکن دیگر علماء اہل حق نے اس پر ایک اور حجت
زیادہ کی ہے قال اللہ تعالے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم
ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ ذالک ہو الفضل
الکبیر جنات عدن یدخلونہا الآیہ یعنی پس وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں
کو جنکو برگزیدہ کیا ہمنے اپنے بندوں سے (اس کے بعد بندوں کے اقسام ذکر فرماتا ہے)
بعض بندگان سے ظالم النفسہ ہیں اور بعض میانہ رو اور بعض سابق بخیرات ہیں باذن اللہ
اور یہ فضل بزرگ ہے داخل جنات عدن ہوگے۔ اس آیہ میں تین صنف بندوں کی
مذکور ہے ان میں سے ایک صنف کو برگزیدہ کرکے وارث کتاب کیا اور وہ سابق بالخیرات
ہے اس لئے کہ کوئی قسم برابر اس قسم ثالث عباد کے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قسم اول جوکہ ظالم
لنفسہ ہیں بالبداہتہ مستحق اس کرامت کے نہیں ہیں اس لئے کہ برطبق مرویات مراد ان
عباد سے جملہ اولاد رسول اللہ صلعم ہیں فیفی ذالک ظالم وہ ہے کہ جو دین ومذہب سے

سے بصیرت ہو اور برطبق ظاہر آیہ ہر منکر و کافر و فاسق ظالم لنفسہ ہی بائی حال یہ قسم عباد اہل
بغت و کرامت سے محروم ہے و دوم مقتصد کہ مراتب ایمان و اعمال میں میانہ روی رکھتے ہیں
اور منزل رسیدگان کمال تک نہیں پہنچی کہ بزمرۂ برگزیدگان منسلک ہوں اس لئے کہ یہ درجہ
مقربین ہیں کما فی آیۃ المستدلہ بہا پس قسم آخر کہ سابق بالخیرات ہے برگزیدہ و وارث کتاب اللہ
ہے کہ ماخذ شریعت و معدن حکمت ہے حافظ ابن مردویہ نے نزول آیہ کو حق جناب امیر
روایت کیا ہے اور صاحب ابطال الباطل نے کہا ہے علی من جملہ ورثۃ الکتاب لانہ
عالم بحقایق الکتاب انتھے بقدر الحاجۃ پس سابقون بتوفیق آیہ برگزیدگان و وارثان
کتاب و بلفظہا مقربون رب الارباب ہیں اور وارث کتاب اللہ کے رجال غیر برگزیدگان نہیں
ہیں کما نص علیہ الآیہ و مضی معنی الاصطفا و قیل فعلی ہذا یہ منصب مختص بانبیاء ہے یا باوصیاء
انبیا لیکن انبیاء مرسلین پس وہ وارث قران نہیں ہیں مگر یہ کہ ہمارے نبی صلعم مورث ہیں اور
وارث ان کے آئمہ معصومین ہیں اور اگر مراد کتاب سے توراۃ بھی ہو تاہم وارث علوم و کتب مرسلین
آئمہ اطہار ہیں جیسا کہ سابق میں بیان ہوا کہ حدیث اخوت میں جناب سید عالم صلعم نے جناب
امیر علیہ السلام سے فرمایا انت اخی و وارثی الی ان قال ما ورث الانبیاء قبلک کتاب
اللہ و سنۃ نبیھم الحدیث اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابن عباس سے روایت کی ہے
قال ان النبی صلعم قال السباق ثلاث فالسابق الی موسیٰ یوشع بن نون والسابق
الی عیسیٰ صاحب الیسین والسابق الی محمد علی بن ابی طالب یعنی سبقت گیرندگان سہ کس
ہستند یکے یوشع بن نون کہ پیشتر از ہمہ کس بجانب موسیٰ کلیم اللہ سابق شدہ دوم صاحب آل
یسین یعنی حبیب نجار کہ بجانب فرستادگان عیسیٰ سابق شد سوم علی ابن ابیطالب کہ بجانب
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سبقت نمود بایمان و تصدیق ہذا فی ترجمہ اور جو روایت
کہ فاضل فضل نے تحریر کی ہے سیاق الامم ثلاثۃ الخ در صحیح بخاری میں اس طرح پر ہے الصدیقون
ثلاثۃ حزقیل مومن آل فرعون حبیب النجار صاحب آل یسین و علی بن ابی طالب اخرجہ ابن

الجرفی صواعقہ ورواہ ابن المغازلی مثلہ فی معنی ہذہ الآیۃ پس اختصاص ان سبقت
کرنے والوں کا امر ہدایت میں اور درگاہ حق تعالیٰ میں قابل غور ہے کہ حضرت یوشع بعد
کلیم اللہ کے وصی بلا فصل مقرر ہوئے اور خداوند تعالیٰ ذکر حبیب النجار میں فرماتا ہے
وجاء من اقصا المدینۃ رجل یسعیٰ قال یا قوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا
یسئلکم اجرا وھم مھتدون وقال اللہ تعالیٰ فی علی وکان سعیکم مشکورا دواد ودش
حبیب النجار کی اور سعی حیدر کرار کی امر ہدایت میں لائق موازنت ہے کہ اول غیر مثمر رہی اور ثانی
مشکور ہوئی فتدبر اور ذکر حزقیل میں فرمایا وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعی قال یا
موسی ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین اور رحق علی
مرتضیٰ فرماتا ہے من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہی
حزقیل نے حضرت موسیٰ کو قبطیوں کے ارادۂ قتل سے خبر دی تھی اور نصیحت پر اکتفا کیا اور جناب امیر
شب ہجرت میں فرش سید ابرار پر سوئے تاکہ شر کفار سے آنحضرتؐ محفوظ رہیں اور مصداق من
یشری نفسہ ابتغاء مرضات کے بنص قرآن ہوئے اور سبقت جناب امیر علیہ السلام کی ایمان و
تصدیق رسالت میں جیسا کہ ترجمہ صواعق اور کتب اخبار و سیر فریقین میں ہے اظہر من الشمس
ہے لیکن فضیلت جناب امیرؑ کی یوشع و حزقیل و حبیب نجار پر جو کہ سابقین امم سابقہ تھی علاوہ
تفضیل بنص قرآنی اسوجہ سے یہی ہے کہ من سبق الی خیر الانبیاء فھو خیر السابقین الاولین
والاخرین وسابق فی کل فضل واستحقاق بالیقین اور یہ واضح رہے کہ سبقت حزقیل
کی بوجہ نصرت وتحفظ رسول کے تھی ایکمرتبہ یعنی ایکمرتبہ انھوں نے نصرت فرمائی اور جناب
امیر علیہ السلام نے بارہا نصرت وحمایت حضرت رسالت کی بالتوالی والتواتر مہالک و مخاوف
میں فرمائی اور حضرات ہتنوخ بارسوخ نے مخاوف و مہالک میں مثل شعب ابوطالب و یوم
ہجرت و مواقع کارزار کے نصرت وتحفظ نفس نبی کی مرعی نہیں رکھی بلکہ غزوات میں جہاں
کہیں سختی نظر آئی پیغمبر خدا صلعم کو چھوڑ دیتے تھے پس یہ حجت قاطعہ قادح سبقت ادعائی

عتقیہ اور مثبت اسبقیت مرتضویہ ہے اور بالا تر اس سے حجت لطیف یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ
مومن آل فرعون کی اوصاف میں جو سابق تھے طرف موسیٰ کلیم اللہ کے بکتم ایمانہ فرماتا ہے
جیسا کہ اوپر گذرا اور یہ صفت تقیہ ہے پس سبقت بغیب میں من یکتمون ایمانہم کے ہے اور
تقیہ دین علی ہے نہ مذہب عتیق بہر وجہ اس آیہ میں مدح سبقت جناب امیر علیہ السلام کی
نازل ہوئی اور ہر گاہ کہ اس آیہ کریمہ میں سبقت مطلقہ وارد ہے لہذا یہ سبقت مودی افضلیت
مطلقہ ہے فکان علی بن ابیطالب افضل الخلق ومقرب الخالق بنص الکریمہ یہ بھی
واضح رہے کہ خداوند عالم نے پیغمبروں اور ہم شبیہ و ہم مثل پیغمبروں کو متصف بتقرب فرمایا ہے
کما قال فی روح اللہ اسمہ المسیح عیسی بن مریم وجیہاً فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین
اور اس آیہ میں باختصاص سبقت مقربون فرمایا ہیں وہ صاحب خلافت و کرامت ہیں اور یہ
معنی سبقت کے بوجہ اطلاق تھے۔ لیکن اگر مفاد سبقت کا بتعیین الشی ہو پس سبقت الی الشی
حسب استقرا اور تصفح نظر کلام خدا تعالیٰ میں بچند وجہ پائی جاتی ہے۔ سبقت الی الایمان
وسبقت الی الحسنات وبس اور سبقت الی الہجرۃ غیر مبین ہے۔ لیکن اول قال اللہ تعالیٰ
والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
اس آیہ کی تفسیر میں علامہ زمخشری نے کہا ہے والذین جاؤ عطف ہے قولہ المہاجرین
پر اور یہ مہاجرین آخرین ہیں کہ جنھوں نے بعد مہاجرین اولین کی ہجرت کی ہے اور کہا
گیا ہے کہ یہ تابعین باحسان ہیں اور تفسیر ابن عباس بھی اسی طرح ہے یعنی الذین جاؤ
من بعد المہاجرین الاولین اور تفسیر محمد بن عباس میں بروایت عکرمہ ابن عباس سے مذکور ہے
قال فرض اللہ الاستغفار لعلی فی القرآن علی کل مسلم وھو قولہ ربنا اغفر لنا ولا
خواننا الذین سبقونا بالایمان وھو سابق الامۃ انتہی اور منطوق کلام سبقت
بالہجرۃ جیسا کہ زمخشری کا خیال ہے پیدا نہیں ہے بلکہ یہ سبقت ایمانی اسلام میں نسبت
مہاجرین اولین ہے۔ لیکن ذکر سبقت الی المہاجرۃ علیحدہ کیا جائے گا فی الحال سبقت

پارہ ۲۴ رکوع ۹
پارہ ۲۷ رکوع ۱۳
پارہ ۲۸ رکوع ۴

ایمان سے بحث کی جاتی ہے کہ استقرار اسکا تا بقائے حیات معتبر ہے ورنہ بقولہ و من یرتد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئٹ حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیہا خالدون باوجود سبقت کے سزاوار نار ہے جاننا چاہیے کہ مراتب ایمان کمال و نقصان میں بقولہ تعالیٰ فاما الذین آمنوا فزادتہم ایماناً ہوتے ہیں ایسی صورت میں محض سبقت سے کام نہیں نکلتا اور سیاق آیہ کریمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے مگر یہ کہ سبقت مع الاستقرار و استکمال قابل لحاظ ہے کہ اس امت مرحومہ میں کون شخص افراد ناس سے اس وصف سے متصف ہوا ہے تا انکہ سبقونا بالایمان اس کے واسطے صحیح ہو اس مقام پر اس بات کی تحقیق مد نظر ہے کہ سابق الایمان کون تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام بوجوہ شتی و شواہد آئینہ سابق الایمان ہیں از انجملہ یہ کہ ما بین علما اہلسنت اختلاف ہے کہ اول الاسلام کون ہے چنانچہ تاریخ الخلفاء حافظ سیوطی سے لکھا ہے کہ محمد حنفیہ و سعد بن ابی وقاص علی مرتضیٰ کو سابق کہتے تھے اور میمون بن مہران نے حضرت ابوبکر کو سابق کہا ہے اور اس نزاع کو امام ابو حنیفہ صاحب نے بجمع بین القولین تطبیہ بین الاقوال یوں مرتفع کیا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ لڑکوں میں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ عورتوں میں اور حضرت ابوبکر رجال احرار میں اور بلال غلاموں میں اول ایمان لائے پس وجود اختلاف و تصفیہ بین الاقوال نے دعوے سبقت حقیقی حضرت ابوبکر کو برطرف کر دیا چند وجوہ دعوے سبقت کی تردید میں جو بیان کیے جاتے ہیں اولاً اگر صاحب غار حقیقۃً سابق ہوتے تو بجائے اختلاف و تصفیہ مذکورہ کے تمام جماعت دعوے اجماع علی الاعلان کرتی ثانیاً مرویات مختلف فیہا قابل نظر ہے کہ منتہائے روایات کہاں پہنچا ہے۔ اب ان اقوال میں غور کرنا چاہیے کہ میمون روایات مرسلہ نقل کرتے تھے اور زمرہ صحابی و تابعی سے نہ تھے کما فی التقریب للعسقلانی اور محمد حنفیہ نزدیک اہلسنت کے تابعی بھی ہیں اور اہلبیت نبی میں منسلک بھی ہیں اور سعد وقاص صحابی جلیل اور

اور عشرہ مبشرہ سے ہیں اور اُن کی روایت محتاج اسناد منتہی نہیں ہے کیونکہ قول صحابی
کا نزدیک اہلسنت کے بنفسہ حدیث ہے اور مثل کلام نبی کے مسلم ہے اور میمون نے اپنا
عقیدہ سبقت میں بیان کیا ہے کوئی روایت نہیں لائے - بنا برعلیہ قول غیر صحابی کا
بمقابلہ حدیث صحابی و کلام اہلبیت نبی کی کچھ وقعت نہیں رکھتا اور اسی طرح حال بین الاقوال
ہے کہ بمقابلہ حدیث صحابی کے اجتہاد اور رائے اور قیاس کام نہیں دیتا کما فی نور الانوار
ثالثاً روایت عمرو بن میمون بن مہران مذکور کہ ابن عباس سے کی ہے معارض قول
میمون ہے کما روی یحییٰ بن حماد عن ابی عوانہ و سعید بن عیسیٰ عن ابی داود
الطیالسی عنہ ان ابن عباس قال اول من صلی من الرجال علی ھذا مانقلہ ابن
ابی الحدید بلکہ روایت عمرو معارض نہیں ہے بلکہ مبطل قول بدر ہے رابعاً سبقت جناب
امیر کی اسلام میں اکثر صحابہ نے مثل ابن مسعود و عفیف بن قیس الکندی و معقل بن یسار رضوانی
اور ابو ایوب انصاری اور اسماء بنت عمیس - وام ایمن و جابر بن عبداللہ و ابی
ذر غفاری و ابورافع و انس بن مالک و زید بن ارقم و سلمان فارسی اور اکثر تابعین نے
مثل سدی و عباد بن عبداللہ الاسدی کے نقل کیا ہے کما ہی فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی
الحدید و ہو صاحب الاجازہ من قبل ابن الجوزی پس قول میمون بار روایت مرسلہ ان کی
ہو وہ مقابلہ ان مرویات کثیرہ متواترہ جمہور صحابہ کا نہیں کر سکتی - خامساً احادیث پیغمبر خدا
صلعم سبقت اختصاصی جناب امیر میں متفق علیہا بین الفریقین کتب صحاح و مسانید موثوق
بہا میں مذکور ہیں اور عبدالحمید نے شرح نہج البلاغہ جلد نمبر دہم میں یہی افادہ کیا ہے اور
صاحب صواعق محرقہ نے روایت کی ہے اور فضل بن روزبہان نے اعتراف کیا ہے کما
مضیٰ انفاً اور کوئی خبر سبقت اختصاصی حضرت ابوبکر میں ماثور نہیں ہے بطوریکہ منفرد
ہونا اُن کا سبقت میں مستدرک ہو اب فرمائیے کہ سابق الاسلام کون تھا اور تعجب ہے کہ فرار
عن الزحف پر تہدیدات حبط اعمال نازل ہوئی ہیں پس اگر کچھ سبقت ہو بھی تو تاثرہ

وزارت نے اُسکو ہباءً منثوراً فرما دیا ایسی حالت میں جگہ موازنہ ومقابلہ کی سبقت میں
ہاتھ سے جاتی رہی جبکہ تواتر وزارت سے اثبات اسلام ہی میں قیل وقال پیدا ہوا تو
سبقت کا کیا ذکر اور سبقت جناب امیرؑ میں اسوجہ سے کہ لقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر
مکان وماذکر علیا الا بخیر کوئی حرف عاید نہیں ہوتا لیکن شیخ الاسلام اہل السنۃ ابو
العباس احمد ابن تیمیہ اور عمدۃ النواصب ابو العثمان الجاحظ نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا
تو یہ کہدیا کہ جناب امیر علیہ السلام صغیر السن تھے اور حضرت ابو بکر چہل سالہ تھے اسوجہ سے
حضرت ابو بکر کو فوقیت حاصل ہے کہتے ہیں کہ ان ابا بکر اسلم وھو ابن اربعین سنۃ
وعلی اسلم ولم یبلغ الحلم فکان الاسلام ابی بکر افضل واسبق واسلام علی لا یجوز
علیہ الحکم فی ثلث الاحیان اور ابطال ایسے مفوات کا ابن ابی الحدید نے جلد سیوم
میں شرح نہج البلاغہ کے ابو جعفر اسکافی سے نقل کیا ہے من شاء فلیرجع الیہ لیکن جو
مناظرہ کہ مامون رشید نے یحییٰ ابن اکثم شیخ البخاری واسحاق فقیہ بغدادی سے چالیس
سو سار فقہاء کے روبرو فرمایا ہے اُسکا خلاصہ تحریر کرتا ہوں مامون رشید نے اگلے پچھلوں
کے اوہام ووساوس کا استیصال کلی کر دیا حاصل یہ ہے کہ مامون رشید نے فرمایا اے
اسحاق کونسا عمل افضل تھا جس روز کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اسحاق
نے کہا اخلاص بکلمہ شہادت مامون نے فرمایا کیا سبق الی الاسلام اس میں افضل نہیں ہے
اسحاق نے کہا ہاں مامون نے فرمایا تمنے آیہ السابقون السابقون کو پڑھا ہے
کہ اس سے سبق اسلام ارادہ کیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کسی کو جنے علیؑ پر اسلام میں سبقت
کی ہو۔ اسحاق نے کہا علیؑ حدیث السن تھے حکم شرع اُنپر جاری نہیں ہوتا تھا اور ابو
بکر مستکمل السن تھے اور حکم شرع اُنپر جاری ہوتا تھا مامون نے کہا کہ مجکو اسبات سے
آگاہ کرو کہ اُن دونوں میں سے اول کس نے اسلام کو قبول کیا اُس کے بعد ہم کمسنی
و کبر سنی میں بحث کریں گے اسحاق نے جواب دیا علیؑ نے اول اسلام کو قبول کیا ہاں اگر ہی

شرط صغر سنی ہے مامون نے فرمایا کہ اے اسحاق مجھکو علیؑ کے اسلام سے خبر دو کہ جناب پیغمبر خداؐ نے انکو دعوت اسلام فرمائی یا علیؑ بالہام الٰہی اسلام لائے۔ اسحاق حیران ہوئے مامون نے کہا کہ تم الہاماً نکہوگے اس لئے کہ تقدم رسول اللہ صلعم پر عاید ہوتا ہے مگر یہی کہوگے کہ بدعوت رسول اللہ صلعم اسلام لائے پس دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو جناب پیغمبر خدا نے بامر خدا دعوت کی یا من قبل نفسہ دعوت کی اسحاق کے حواس باختہ ہوگئے مامون رشید نے فرمایا کہ رسول خدا صلعم امر شرعی کی تکلیف دینے کے ساتھ منتسب نہیں ہو سکتے یعنی جناب پیغمبر خدا اپنی طرف سے غیر مکلف کو امر شرعی کی تکلیف نہ دینگے مگر یہ کہ خدا نے فرمایا ہے وما انا من المتکلفین اسحاق نے کہا ہاں بلکہ دعوت پیغمبر خدا صلعم بحکم خدا تھی مامون نے فرمایا کہ آیا صفت جبار جل ذکرہ سے یہ ہی کہ اپنی رسول کو تکلیف دعوت من لایجوز علیہ الحکم فرما دے اسحاق نے کہا اعوذ باللہ آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ دعوت رسول مکلف شرعی کے واسطے ہوتی ہے پس نفس دعوت پیغمبر خدا العلی بن ابیطالب منادی کرتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام قبل از اوان حلم نزد خدا تعالیٰ کے قابل تکلیف تھی اور اسلام لانا اُن کا بامتثال دعوت من قبیل من یجوز علیہ الحکم تھا اور بوجہ سبقت کے امتثال میں افضل تھے حضرت ابوبکر سے ہذا ما رواہ ابو عمر احمد القرطبی فی کتاب عقد فرید او لغہ ابن خلکان والذہبی فی کتاب العبر والسیوطی فی بغیۃ الوعاۃ وغیرہم اور تہذیب بیان یہ ہے کہ جو کچھ مامون رشید نے حداثت سن اور تقدم بر رسول میں بوجہ اسلام بالہام افادہ فرمایا ہے اسپر ایک اور حجت اضافہ کیجاتی ہے وہ یہ کہ جناب پیغمبر خداؐ نے امام حسن مجتبیٰؑ سے مخاطب ہوکر نہی اکل تمر میں کخ کخ اولا شعرت فرمایا حالانکہ امام حسن طفل شیر خوارہ تھی اور یہ بین الفریقین مشہور ہے چنانچہ شیخ الاسلام عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا ہے ان وجہ ذالک انہم لیسوا کغیرہم بل ہوای الحسن کان یطالع اللوح المحفوظ ان علومہم لن بنتہ موھبیۃ لا کسبیۃ حتی یتوقف علی کسبہا وبلوغہ الی السن الذی یمکن فیہ الکسب انتہیٰ اور کلام سراسر الہام

امیرانام کا نہج البلاغہ میں ہے لا یقاس بآل محمد صلعم من ھذہ الامۃ احد ولا یسوی بھم من جری نعمتھم علیہ ابدًا اور حدیث ابن عمر قال علی من اھل البیت لا یقاس احد بہ مع رسول اللہ الحدیث اور روایت امام احمد حنبل فی التفضیل قال یا ابتہ علی ابن ابیطالب قال ھو من اھل البیت لا یقاس بہ ھؤلاء رواھما صاحب مودۃ القربی ان روایات سے خصوصیت حکم باہلبیت اطہار ظاہر ہوئی کہ اُن کے صغار مثل اُن کے کبار کے ہیں اور قیاس عوام انپر جائز نہیں ہے حال آئمہ معصومین کا مثل حال انبیاء کے ہے مثل حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے جو عالم صبا میں مبعوث ہوئے اور مکلف برسالت ہوئے اور ابن الصباغ مالکی نے فصول المہمہ میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا انا اھل بیت یتوارث اصاغرنا عن اکابرنا القذۃ بالقذۃ پس تکلیف دعوت اسلام کہ اسوقت میں محض اقرار توحید و رسالت تہا شعور و ادراک اموال صدقہ سے لامحالہ اخف تھا بوجہ جزئی ہونے حکم صدقات کے بمقابلہ اقرار بدیہیہ کے کیونکہ روس مسائل کو ہر شخص بوجہ عمومیت و سہولت فہم کے بقدر متداول خوب جانتا ہے اگرچہ مخالف دین ہو اور جزئیات مسائل فرعیہ پر ہر شخص عبور نہیں رکھتا اگرچہ موالف ہو اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما خیر منھما نیاز علی ذالک شعور جناب امیر علیہ السلام کا اوان قریب الحلم میں زمانہ شیر خوارگی امام حسن علیہ السلام سے بنص ابوھما خیر منھما لامحالہ زیادہ تھا اور تکلیف دعوت اسلام ایسی جگہ بمقابلہ نہی اکل صدقہ بطفل شیر خوار بالبداہت ضروری و لابدی تھی خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنی سبقت اسلامی سے احتجاج فرمایا ہے

سبقتکم الی الاسلام طرًّا غلامًا ما بلغت اوان حلمی

رواہ ابن طلحہ فی مطالب السؤل۔ لیکن بواسطہ الہام اسلام لانے کی وجہ سے تقدم علی مرتضیٰ اور بر نبی صلعم کے محل نظر ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ بفور آگاہی بعثت کے جناب امیر

باقتضائے حدت حدس وکمال درایت حین قصد دعوت جناب ختمی نبوت وتوجہ بہ تکلیف
اسلام فرمانے کی جناب شاہ ولایت نے تصدیق بعثت بوحدانیت ورسالت وبماجاد
بہ النبی فرمائی ہو اسواسطے کہ حسن درایت اور کمال مراتب فراست آنجناب بتوفیق رب الارباب
بوجہ اتم مانائے الامام ملہم تھا قال اللہ تعالی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی
ولا محدث ہکذا فی قراۃ ابن عباس کما نقلہ صاحب درجات الامامۃ محمد اسمعیل الدہلوی فی
بیان العصمۃ للولایۃ اور محدث ومعصوم آئمہ اطہار ہیں اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی
ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلعم لعبد الرحمان بن عوف
یا عبد الرحمان انتم اصحابی وعلی بن ابیطالب منی وانا من علی الی ان قال ان اللہ تعالی
انزل کتابا مبینا وامانی ان ابین الناس ما انزل الیہم ماخلا علی بن ابیطالب
فانہ لم یحتج الی بیان لان اللہ تعالی جعل فصاحتہ کفصاحتی ودرایتہ کدرایتی الحدیث
فافہم لیکن سبقت الی الحسنات والخیرات کا بس تحقق حسنات وخیرات کا موقوف ہی تحقق
اسلام وایمان پر پس مرجع سبقت حسنات لامحالہ وہی سبقت ایمان ہے کہ ذکر اسکا با حجج
گزرا اسجگہ پر اتنا کہدینا کافی ہے کہ تحقیق ایمان وتصدیق سبقت کی خدا اور رسول سے
بحق سابقین ہے۔ شان جناب امیرؑ میں آیہ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون
مصداق ایمان ہے تنزیل میں اور حدیث رسولؐ خدا تخصیص سبقت خاصان خدا میں جا بجا
امم سابقہ تا ابن امت خیر الورا کہ اسمیں سبقت ابو الائمہ کی خاصتہً مذکور ہے اس ست
ادعائے سبقت وسابقیت عتیقی کا تار ٹوٹا جاتا ہے چنانچہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ
میں روایت کی ہے قال رسول اللہ السباق ثلاثہ فالسابق الی موسی یوشع
بن نون والسابق الی عیسی صاحب آل یٰسین والسابق الی محمد صلعم علی ابن ابی
طالب فہم اور واسطے حضرت عتیق کے کوئی آیت مصدق ایمان مخصوصہ وارد نہیں ہوئی
تاکہ آیہ بحوث عنہ یا دیگر آیہ والسابقون الاولون سے توفیق معنی میسر ہو اور عامہ مومنین

کے واسطے عام اس سے کہ سابقون اولون ہوں یا تابعون باحسان حکم امتحان آیہ احسب
الناس ان یترکوا مین نازل ہوا اور کامیابی حضرت عتیق کی کسی امتحان میں مروی ہنیں ہے بلکہ
حدیث خاصف النعل میں منفی ہے پس ادعائے سابقیت بایں ہمہ عوایق و موانع حضرت
عتیق کے واسطے سزاوار ہنیں ہے کیونکہ توسیع مفاد حسنات وخیرات پس وہ اس رسالہ کی
گنجایش سے باہر ہے لیکن جو کچھ کہ آیہ کریمہ میں مذکور ہے اسی پر اختصار کیا جاتا ہے وہی
مقصود ومحمود ہے قال اللہ تعالیٰ ومنہم سابق بالخیرات کما مضیٰ احتجاجہ انفاً
وقال ان الذین ہم من خشیۃ ربہم مشفقون والذین ہم بایات ربہم یومنون و
الذین ہم بربہم لا یشرکون والذین یوتون ما اتوا وقلوبہم وجلۃ انہم الی
ربہم راجعون اولئک یسارعون فی الخیرات وہم لہا سابقون یعنی ہر آئینہ وہ
لوگ کہ وہ اپنے پروردگار کے خوف سے مضطرب ہیں اور وہ کہ اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان
لاتے ہیں اور وہ کہ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک مقرر ہنیں کرتے ہیں اور وہ کہ دیتے
ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اور دل اُن کے ترساں ہیں اس سبب سے کہ وہ اپنے پروردگار
کی طرف پھریں گے یہ لوگ یسارعون فی الخیرات ہیں اور وہ طرف اُس کے سبقت کرنیوالے
ہیں۔ اس آیہ میں تعریف سابقین خیرات کی بوجوہ عدیدہ مذکور ہوئی ایک خایف و ترساں
ہونا خدا تعالیٰ سے دوسرے ایمان لانا آیات خدا پر۔ تیسرے شریک خدا مقرر نکرنا چوتھے
داد و دہش درحالیکہ جانتے ہیں کہ رجوع خداوند عالم کی طرف کرینگے۔ خداوند عالم
نے اُن لوگوں کو سابق خیرات فرمایا ہے کہ جو ان صفات معرفہ سے متصف ہوں اور
مطلق اسلام لانے والے اور مجرد داد و دہش کرنے والے کو سابق الخیرات ہنیں فرمایا ہے
اور تطبیق صفات معرفہ بحیثیت الجمع جناب امیرؑ کے حال پر ہوتی ہے صاحب مطالب السئول نے
بعد ذکر عبادت ومحبت وزہد وورع ومعرفت وتوکل وخوف ورجا وصبر وشکر ورضا وخشیت
شاہ ولایت کے کہا ہے فکان لہ انواع العبادات ووظائف الطاعات ما لا یکاد

الا قوبا ینقصون بحمل اعبائہ الی ان تزل القرآن الکریم بمدحہ واسف بالثناء علیہ من التنزیل وجہ محبتہ تا انکہ کہا ہے

ولہ وظائف طاعتہ اورادھا معمورۃ الاناء والاوقات بعبادۃ وزہادۃ ولورع وتخشع وتدرع الاخبات واذا الظلام سجی یناجی ربہ متضرعًا بالذکر والدعوات

اور یہ احوال گویا کہ ترجمہ صاحب حسنات وطاعات وعبادات وخیرات وخاشع فی الخلوات ہی کہ حاوی محامد سابق الخیرات مذکورہ آیات باسناد واشہاد قولہ الی ان تزل القرآن الکریم بمدحہ الخ ہے اور بعد اثبات جامعیت صفات ضرورت بیان نہیں لیکن بعض معنی آیات بیان ہوتے ہیں قولہ یوتون ما اتوا آیہ[۱] انما و آیہ[۲] نجوی و آیہ[۳] یطعمون سے بحق جناب ولایتمآب مخصوص معلوم ہوتا ہے بروجہیکہ وجود مسبوق بھی ان عطایا میں زمان رسالت شریک اُنکا ہوا پھر مقابلہ کیسا لیکن قولہ تعالیٰ انھم الی ربھم راجعون مفسر آیہ[۴] انا للہ وانا الیہ راجعون ہے کہ یہ مقولہ اصحاب مصیبت کا بنص آیہ مذکور ہے اور حال مصیبت رسی جناب امیر بقولہ نازلت مظلومًا مبغیا علی منذ بلک جدک سے ظاہر ہے کہ امام حسن مجتبیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا رواہ ابن قتیبہ وغیرہ اور حضرات شیوخ ثلثہ بہ نعمت ہائے مال وعیال مصداق آیہ[۵] ایحسبون انما نمدھم بہ من مال وبنین نسارع لھم فی الخیرات متنعم ہوئے اور کبھی مبتلائے مصائب ومحن نہیں ہوئے حتیٰ کہ کسی لڑائی میں زخم بھی نہیں کھایا پس ان سے اور مقولہ انا للہ وانا الیہ راجعون سے کیا علاقہ ۔ کوئی افتاد مصیبت آن پر نہیں پڑی لہذا توہم انھم الی ربھم راجعون اون کے حق میں اتہام ہے سبقت اسلامی تو بالاتفاق رہی حدیث خاصف نعل سے تصدیق ایمان جناب امیر محقق ہے اور بر طبق مسلک بحق شیخین انکار فرمانا جناب سید عالم صلعم کا مصدق عدم القیان حضرات شیخین ہے ۔ اور کسی جگہ قرآن میں تصدیق بشخصہما وارد نہیں ہوئی کما اعتراف بہ صاحب المواقف وشارحہ ۔ اب رہی سبقت جہادات میں اسکا حال بھی آشکارا ہے اور قابل موازنہ ہے

۱ پارہ ۱۷ رکوع ۱۲
۲ پارہ ۲۸ رکوع ۲
۳ پارہ ۲۹ رکوع ۱۹
۴ پارہ ۲ رکوع ۳
۵ پارہ ۱۸ رکوع ۴

جناب حیدر کرار غیر فرار قتل کفار و استیصال اشرار میں ہمیشہ سبقت فرماتے تھے چنانچہ معارک
بدر و احد و خندق و خیبر منجملہ شواہد ہیں امر سبقت پر جناب امیرؑ کے قتل کفار میں اور بدر
میں ہر چند کہ مشرکین بدر طلب مبارزت میں اپنے ہم کفو کو چاہتے تھے تاہم شیوخ بار سوخ
نے ہرگز قدم میدان کارزار میں نہ بڑھایا جیسا کہ ارباب سیر میں مشہور ہے مگر یہ کہ فرار و ادبار
میں باوجود نزول فلا تولوا ہم الادبار بعجلت تمام ایسی سبقت فرماتے تھے کہ اصحاب
فرار کے سرخیل و سالار ہوئے۔ اگر یہ حضرات خشیہ ربہم رکھتے ہوتے یعنی خدا سے ڈرتے اور
سچے مومن ہوتے اور نفس امارہ کو شریک معبودیت میں نہ کرتے تو بجائے یسارعون فی
الخیرات کے کہ محلی بلام استغراق مفید جمیع حسنات وجامع جہادات ومانع فرارات ہی
یسارعون فی الادبار ہوتے اور غایت مافی الباب جو کچھ کہ زمخشری نے معنی سبقت تحت
آیۂ مستدلہ بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں السابقون ای المخلصون الذین سبقوا الی ما دعاہم
اللہ الیہ وشقوا الغبار فی طلب مرضات اللہ وقیل الناس ثلاثۃ فرجل ابتکر
الخیر فی حداثۃ سنہ ثم داوم علیہ حتی خرج من الدنیا فہذا السابق المقرب و
رجل ابتکر عمرہ بالذنب وطول الغفلۃ ثم تراجع بتوبۃ فہذا صاحب الیمین ورجل
ابتکر الشر فی حداثۃ سنہ ثم لم یزل علیہ حتی خرج من الدنیا فہذا صاحب الشمال
ملخص تفسیر زمخشری یہ ہے کہ سابقون مخلصین وہ ہیں کہ ساتھ جس چیز کے خداوند عالم نے انکو
مکلف فرمایا سبقت کی انھوں نے طرف اس کے اور غبار غفلت و نکث و نکث عہد کو طلب
رضائے حق تعالیٰ میں شق کیا اور کہا گیا ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں ایک وہ ہیں کہ جنھوں
نے ابتدا کی خیر میں حداثت سن یعنی شروع عمر سے اور مداومت کی اوپر اس کے حتی کہ وفات
پائی پس وہ سابق مقرب ہیں دوسرے وہ کہ ابتدائے عمر معاصی اور طول غفلت میں کی پھر توبہ
و استغفار کی ساتھ رجوع کیا پس یہ صاحب یمین ہیں تیسرے وہ شخص کہ ابتدا میں فعل شر حداثت
عمر سے کئے اور ہمیشہ اس پر رہا اور مر گیا پس وہ صاحب شمال ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ زمانہ قبل بعثت نبی

احکام تکلیفی و شرعی علی ملّۃ ابراہیمی و علی دین مسیحی سے خالی تھا اور جاہلیت کی رسمیں کبھی مباح ہوئیں اب دیکھو کہ کس شخص نے حداثت سن سے ابتدا کی اعمال خیر کی اور اوپر اس کے مداومت کی تاکہ اوسکو سابق مقرب کہیں اور کن کن لوگوں نے غفلت و معاصی و بت پرستی و معاصی میں بڑا حصّہ عمر کا بسر کیا اور بعد کو رجوع باسلام ہوئے پھر کیونکر ایسے لوگ سابق مقرب ممدوحہ آیہ قرار پاسکتے ہیں اور جناب امیر علیہ السلام کا حال مولوی مبین سنّی المذہب وسیلۃ النجاۃ میں اس طرح ظاہر کرتے ہیں وصدور کرامت از ان مظہر ولایت قبل از ظہور عالم شہادت واضح ولائح گشت چنانکہ در شکم مادر بود کہ کرامات از وے مشہور ست و اول و آخر کسے کہ باسعادت باشد و از لوث شرک و شوب شقاوت و خلط نجاست پاک باشد و بحر طہارت از ابتدا تا انتہا ملذذ شدہ باشد سوائے علی مرتضیٰ علیہ السلام از صحابہ کسے نبود فافہم واحفظ لیکن سبقت الی الہجرت پس وہ منطوق کلام خداوند عالم پائی نہیں جاتی مگر یہ کہ ہجرت متنازعہ فی سبیل اللہ کی مع دیگر شرائط کے ممدوح پاتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وقال تعالیٰ فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ الآیہ وقال وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا مَعَکُمْ فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ اور یہ ہجرت ممدوحہ غیر ما نحن فیہ ہے لیکن بوجہ عموم تغیرات کچھ اوس سے تنبیہ کیا جاتا ہے ہجرت ایک بلد سے طرف دوسرے بلد کے اسطور پر کہ اسمیں قیود ایمان و جہاد و قتال بسبب نصرت رسول اللہ صلعم کے نہ پائی جائیں بہت مذموم ہے بدلیل قولہ تعالے وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ اور بایں ہمہ مدح و ذم کہ جیسا آپ نے دیکھ لیا سابق الہجرت اسلام میں مہاجرین حبشہ ہیں اور اُن میں حضرت جعفر برادر علی مرتضیٰ و حضرت عثمان بن عفان بھی ہیں لیکن کوئی شخص اہل سقیفہ کا حق سبقت

حضرت جعفر وحضرت عثمان و دیگر مہاجرین حبشہ کا خاطر میں نہیں لایا پس میں سبقت سے کیا
استدلال کیا جاتا ہے بسلمنا لیکن حضرت عتیق نے ہجرت وغیرہ میں جہاد فی سبیل اللہ نہیں فرمایا
اور فی سبیلہ ابدا میں نہیں پڑے اور مقاتلت بنفسہ نہیں فرمائی جیسا کہ ہجرت کی مدح بمعیت
ان افعال حسنہ مذکورہ وارد ہوئی ہے۔ پس وہ کیونکر ممدوح قرآنی قرار پا سکتے ہیں
فافہم جناب امیر علیہ السلام نے صحابہ حاضرین کے سامنے یہ بھی فرمایا کہ خداوند عالم نے میری
ولا کو قرآن میں لوگوں پر لازم فرمایا ہے اس امر کے بیان فرمانے سے اپنی فضیلت اور
استحقاق امامت ظاہر کرنا مقصود تھا۔ لہذا میں قرآن شریف سے اہلبیت اطہار کی محبت
واجب ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہوں تاکہ کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہے خدائے
تعالے فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ یعنی کہ اے نبی کہ نہیں
سوال کرتا ہوں میں تم سے اوپر امر رسالت کے کسی اجر کا لیکن یہ کہ تم میری عترت اور ذریت سے
مودت کرو اس آیہ میں لفظ قل بنا بر تفسیر اکابر مفسرین مفید وجوب ہے اور بطبق اصول
مسلم حقیقتًہ واسطے واجب کے آتا ہے۔ بنا برآں وجوب مودۃ عترت حضرت رسالت
بنص آیت مثل دیگر تکالیف شرعیہ کے ثابت ہوا اور ضمیر کم واسطے جمع حاضر کے ہے کہ تمام
امت عمومًا اور جملہ حاضرین عہد نبوت خصوصًا مخاطب اس تکلیف کے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جمیع
امت سلف وخلف خطاب میں من جہتہ عموم متفق علیہ اہل اسلام ہے اور حرف لا و الا باتفاق
استثناء متصل مودی معنی حصر عقلی ہے اور اس سے تکلیف مودۃ با جر رسالت بالاصالۃ
مقصود یہ اہتمام بلیغ در باب مودۃ ذریت رسالت قابل غور ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل
عظیم سے مودۃ قربیٰ کو اجرہ تبلیغ رسالت قرار دیا۔ لہذا اس غایت اہتمام کی غایت مقتضی
ہے کہ یہ امر عظیم ہے اور وہ سبب اتمام حجت و ورود مغفرت ورحمۃ علی العباد وموجب
تکمیل دین رسول امجاد ہے کما یاتی بیانہ اور مقصود مودت سے اطاعت واتباع کرنا
ہے نہ محبت لسانی یا بدعوے محبت دشمنان ایمانی کیجانب میل کرنا اور مراد قربیٰ سے

ثالثہ

وذریت وآل محمد ہے بسیاق آیۂ وآت ذاالقربیٰ حقہ اور بنابر اس تفسیر کے کہ جو متون
اخبار واحادیث بے شمار میں ہوئے اور برطبق اعتراف مفسرین کبار بر صحت مرویات قربیٰ
بمعنی عترت رسول مختار ہے چنانچہ علامہ زمخشری وصاحب شواہد التنزیل وقاضی بیضاوی
وامام رازی تفسیر کبیر میں اور ثعلبی تفسیر کشف البیان میں اور احمد حنبل اپنے مسند میں بذیل
آیۂ مودۃ نقل کرتے ہیں انہ لما نزلت ہذہ الآیۃ قالوا یا رسول اللہ صلعم من القربیٰ
الذی یجب علینا مودتہم فقال صلعم علی وفاطمۃ وابناہما اور علامہ زمخشری اس آیہ کے تحت میں تفسیر
کشاف میں بعنوان تفسیر تحریر فرماتے ہیں قال صلعم من مات علی حب آل محمد مات شہیداً الا ومن مات علی حب آل
محمد مات مغفوراً لہ الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائباً الا ومن مات علی حب آل محمد
مات مومناً مستکمل الایمان الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت
بالجنۃ ثم منکر ونکیر الا ومن مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ
الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجہا الی
ان قال الا ومن مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیمۃ مکتوب بین عینیہ آئس
من رحمۃ اللہ الا ومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ جملہ احادیث کے
مفادات سے شدت اہتمام مودت میں مثل تکالیف اعمال حسنہ کے اور جزا اسکی مثل جزاء
ارکان اسلام کے بخوبی عیاں ہے اور یہ بھی ظاہر وباہر ہوگیا کہ بغض آل محمد کی سزا
مثل سزائے منکرین وکفار ہے اور معنی قربیٰ کے بھی بخوبی ظاہر ہوگئے کہ وہ آل محمد صلعم ہے
لیکن بعض متعصبین بعداوت اہلبیت طاہرین یہ ادعا رکھتے ہیں کہ اسجگہ قربیٰ سے
مراد تمام بنی ہاشم وبنی عبد المطلب ہیں بلکہ تمام قریش کو ذوی القربیٰ پیغمبر کا بتلاتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ابن عباس نے بنابر قیاس کے فرمایا لم یکن بطن من قریش الا کان لہ فیہم
قرابۃ کما فی الترمذی اس قول سے تمام قریش ذوی القربیٰ پیغمبر خدا کے ہوتے ہیں
اور یہ بچند وجہ مردود ہے اول یہ کہ بسیاق کتاب اللہ اس خبر کے مخالف ہے۔ قال

قال اللہ تعالےٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ حافظ سیوطی نے درمنثور میں کہا ہے اخرج ابن جریر
عن علی بن الحسین انہ قال لرجل من اھل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت
فی بنی اسرائیل وآت ذاالقربیٰ حقہ قال وانکم للقرابۃ الذی امر اللہ ان یوتی حقہ قال
نعم اور حافظ سیوطی نے ابوسعید الخدری سے یہ روایت کی ہے قال لما نزلت وآت ذاالقربیٰ
حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک پہلی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام زین العابدین
علیہ السلام نے ایک مرد شامی سے فرمایا کہ آیا تو نے سورۂ بنی اسرائیل میں وات ذاالقربیٰ
حقہ کو پڑھا ہے اُسنے کہا آیا تم ہی ہو وہ صاحب قرابت جن کے حق دیے جانے کا حکم خدا
تعالےٰ نے فرمایا ہے ہاں اور دوسرے روایت کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ آیۂ نازل ہوا تو جناب
پیغمبر خدا نے جناب سیدہ کو بلایا اور انکو فدک عطا کیا۔ اس خبر سے ظاہر ہوا کہ مراد حق
سبحانہ تعالیٰ ذاالقربیٰ سے جناب سیدہ تھیں نہ زینب و رقیہ و کلثوم اور لوگوں کا
بنی ہاشم سے کیا ذکر ہے ثانیاً سورۂ قدر میں بشارت بنی امیہ مذکور ہے کما فی جامع
الاصول اور یہ بطن بہ نسبت دیگر بطون قریش کے اقرب الی بنی ہاشم ہے پس اسا دت
کے ساتھ وجوب محبت اُن کا سزاوار نہیں ہے ثالثاً قولہ تعالیٰ وقال الرسول یارب
ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مہجورا صاحب کشاف فرماتے ہیں قال الرسول یوم القیامۃ
وقومہ قریش یعنی پیغمبر خدا بروز قیامت شکوہ قریش فرمائیں گے کہ قریش نے اس
قرآن کو چھوڑ دیا۔ قولہ تعالیٰ مہجورا دلالت کرتا ہے کہ ہجر و ترک بعد اسلام کے قریش
سے سرزد ہوا پس یہ لوگ اگرچہ بعض رؤس مہاجرین ہوں قبیلہ قریش میں شمار کیے
گئے لیکن شمول اُن کا اس مودت میں باوجود ترک کتاب اللہ کیونکر متوہم ہوگا
اور حدیث ثقلین میں انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض بشان عترت
وارد ہے ع ببیں تفاوت ہجر و معیت قرآں ۔ رابعاً اخبار بسیار و احادیث بے
شمار در ترغیب مودت آل رسالت میں وارد ہوئیں اور کسی جگہ وجوب مودۃ

قریش بلکہ بنی ہاشم غیر عترت بنی وارد نہیں ملتی کہ عباس بن عبدالمطلب کے وجوب مودۃ میں
کوئی خبر وارد نہیں ہے۔ اگر آیہ مودۃ میں سہیم ہوتے تو مثل حکم مودّت عترت و اہلبیت
طہارت حکم مودۃ حضرت عباس کا بلکہ جمیع قریش کا من حیث المجموع باہتمام شدید
وارد ہوتا حالانکہ کچھ اثر ثابت نہیں ہے خامسًا ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں امام
فخر رازی سے نقل کیا ہے کہ اہلبیت نبی پانچ امور میں شریک پیغمبر ہیں فی السلام وفی
الطہارۃ وفی الصلوٰۃ وفی تحریم صدقہ وفی المحبۃ اور بطون قریش حتیٰ کہ بنی ہاشم غیر آل
محمد مجموع صفات مذکورہ میں شریک پیغمبر نہیں ہیں چنانچہ سلام قولہ تعالیٰ سلام علی
آل یٰسین آل محمد کے ساتھ مخصوص ہے دیگر بنی ہاشم اولاد نبی نہیں ہیں اور صلوٰۃ آل محمد
پر مخصوص ہے کما فی التشہد نہ جمیع بنی ہاشم پر اور طہارت مخصوص ہے ساتھ اہلبیت رسالت کے
نہ مورد اس کے کل قریش ہیں نہ کل بنی ہاشم پس مودۃ بھی مثل ان امور کے ہونا
چاہیئے اور تحریم صدقہ کل قریش پر وارد نہیں ہے مگر بنی ہاشم پر پس کیونکر جمیع بطون قریش
مصداق مفاد آیہ مودۃ قرار پا سکتے ہیں لیکن خروج دیگر بنی ہاشم کا بدلیل ماسبق ہے
کہ بفحوائے آیہ مودّت کوئی حدیث مودت حضرت عباس و جعفر طیار و عقیل و امیر حمزہ میں
وجوبًا یا مستحبًا وارد نہیں ہوئی جیسا کہ مودۃ آل محمد میں وارد ہیں کہ انکی مودت مرتبہ
شہادت و مغفرت و استکمال ایمان و دخول جنۃ کو پہنچاتی ہے اور ان کا بغض کفر کی حد
تک پہنچاتا ہے اور رحمت سے مایوس کرتا ہے اور بوئے جنت سے روکتا ہے اور اطلاق
آل کا عترت و اولاد پر ہوتا ہے اعمام و اخوال پر نہیں ہوتا چہ جائیکہ تمام قبیلہ پر ہو سادسًا
ہر گاہ معنی قربیٰ میں تصریح اربعہ نجبا و آل عبا کی بنص خبر الورا ہوئی جیسا کہ علامہ
زمخشری اور امام رازی کی تفسیر سے ظاہر ہے اور لفظ قربیٰ اگرچہ مفید عموم ہے مگر اس
مقام پر بفحوائے وما من عام الا وقد خص تخصیص اہلبیت نبی کی ثابت ہے کہ وہی اربعہ
نجبا ہیں نہ صحابہ و عامہ قریش۔ سابعًا امام شافعی فرماتے ہیں۔

پارہ ۲۵ رکوع ۴

یا اہلبیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القران انزلہ   کفاکم من عظیم القدر
انکم من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ امام شافعی کے اس کلام سے ظاہر ہوا کہ وجوب مودۃ
اہلبیت اس آیہ میں نازل ہوا ہے پس قربیٰ سے مراد اہلبیت رسالت ہیں اور معنی اہلبیت
کے تحقیق پیشتر گذر چکی ثانیًا جناب امیر علیہ السلام نے مجمع اصحاب کے روبرو خود فرمایا
وفی القران الزمہم ولای   واوجب طاعتنا فرضًا بعزم اور بروایت واحدی
حضرت ابوبکر وعثمان وابن عباس وزبیر وغیرہم قریش وبنی ہاشم موجود تھے کسی نے
یہ نہیں کہا کہ ہماری بھی مودۃ وولا کو واجب کیا ہے" ۔ اسیٰ کتاب اللہ میں چند لفظ
واسطے ذریت نبی کے وارد ہوئے ہیں مثل آل کے آل یٰسین میں دار اہلبیت آیہ تطہیر میں
لیکن مصداق اسکا باوجود ادعائے عموم کے مفید خصوص واقع ہے پس اس جگہ بھی
لفظ قربیٰ اگرچہ بمعنی قرابت داروں کے ہو لیکن بسیاق تخصیص حمل اسکا مختص بذریت
رسالت ہے ۔ چنانچہ آیۂ مباہلہ میں قولہ تعالےٰ ابناءنا ونساءنا مفید عموم تھا کہ اُن
میں ازواج نبی اور بنات جناب سیدہ وعلی زعمہم بنات رسول اللہ بلکہ باعتبار بطن
ہاشم اولاد ونسواں قبیلہ ہاشم داخل تھے ۔ لیکن مباہلہ کے وقت آنحضرت صلعم
علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام کو اپنے ہمراہ لیگئے اور حضرت عباس وبنی عباس
وعقیل وبنی عقیل وزید بن شراحیل واسامہ بن زید کہ جنکو محدثین اہلسنت اہلبیت میں
شمار کرتے ہیں ہمراہ پیغمبر خدا صلعم نہ تھی حتیٰ کہ دختران فاطمہ الزہرا کو بھی آنحضرت
صلعم نے اپنے ہمراہ نہ لیا جناب سید عالم کے اس فعل سے کہ صاغر اولاد کو ہمراہ لے
گئے اور اکابر اولاد فاطمۃ الزہرا کو چھوڑ گئے (کیونکہ ام کلثوم بروایت صاحب
موافق اوائے شہادت فدک میں موجود تھیں اور اسیطرح نوجوانان وپیران بنی ہاشم
کو ابناءنا وانفسنا میں شمار نہیں فرمایا ظاہر ہوتا ہے کہ مراد قربیٰ سے نہ محض باعتبار قرابت
ہے بلکہ اولاد مقدمًا بلحاظ منزلت ہے اور اعتبار قرابت تلو منزلت ہی پس جو شخص

آیہ مباہلہ پارہ ۳ سورکوع ۱۳ میں ہے

کہ اقربا و ذریت میں سے درگاہ حق تعالیٰ میں تقرب رکھتا ہے وہی قربیٰ ہے۔ بحق سلمان فارسی محض بلحاظ منزلت کلمہ تخصیصی منا اہل البیت وارد ہوا اور کسی جگہ عباس و عقیل کے واسطے باعتبار قرابت ایسا کلمہ مسموع نہیں ہوا حالانکہ وجاہت اسلام و صدق ایمان ان کا بین الصحابہ معتبر تھا۔ عاشراً آیۂ مودت بلفظہا جامع و مانع ہے عقلاً و نقلاً اول یہ کہ وجوب مودۃ ونمہ اوداد بحق مودۃ لہم بلا قید فعلی و قولی بوجہ اطلاق وارد ہے اور اطاعت ظلمہ بوجہ وقوع و شمول ارتکاب ظلم عقلاً ممنوع ہے اور مودۃ مطلقہ کہ جمیع امور در حال میں و تمام امور خلافت ہے اور اطاعت و مودۃ میں منافات نہیں ہے جو شخص علی مرتضیٰ کو واجب الاطاعت جانتا ہے وہ واجب المحبۃ بھی مانتا ہے اور عداوت و اطاعت میں منافات ہے کیونکہ دشمن منکر اطاعت ہوتا ہے۔ پس ہر واجب المحبت بالاطلاق مفترض الطاعۃ ہوا اور واجب الاطاعۃ مطاع ہے اور جو کہ مطاع مطلق بلا قید ہی وہی ریاست عامہ رکھتا اور باپ بمقابلہ بیٹے کے اور شوہر بمقابلہ زن کے مطاع ہے لیکن اطاعت اُن کی مقید ہے نہ مطلق اس لئے کہ تمام مخلوق پر باتمامی افعال میں اطاعت اُنکی واجب نہیں ہے بلکہ بعض امور میں عقلاً و نقلاً ممنوع ہے اور اطاعت امام بجہت اطلاق من کل الوجوہ مسلم ہے۔ خاتم المحدثین و المتکلمین مولوی عبد العزیز دہلوی نے دلیل عقلی سے تنبہ ہونے باوجود انکار کرنے کے اس مقام پر دوسری جگہ تحت آیۂ قل للمخلفین اثبات خلافت حضرت ابی بکر میں کہا ہے پس لابد این داعی خلیفہ است از خلفائے ثلاثہ الی ان قال و بر ہر تقدیر خلافت خلیفہ اول صحیح شد زیرا کہ برا طاعت و قبول دعوت او وعدہ اجر نیک و بر عدم اطاعت او وعید عذاب الیم مرتب کردہ اند و ہر کہ واجب الاطاعت بود امام ست انتھےٰ شاہ صاحب کا یہ آخر جملہ دزا یا درکھیے گا بھول نہ جائے گا ہر کہ واجب الاطاعت بود امام ست یہ آخر جملہ شاہ صاحب کا ہے اور بوجہ نقلی یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ امام رازی نے اسکے

پارہ ۲۶ سورہ ع ۱۲

یعنی لکھے ہیں قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اور پیشتر یہ بیان ہو چکا کہ منجملہ
پانچ چیزوں کے جو مخصوص ہیں واسطے نبی کے اُن میں خدائے تعالےٰ نے اُنکی ذریت کو
سہیم فرمایا ہے اُن میں سے ایک محبت ہے فخر رازی فرماتے ہیں و فی المحبۃ قال اللّٰہ
تعالےٰ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و قال قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ اور یہ استدلال شاہد
لزوم بین المحبۃ والحکومت ہے حالانکہ اس آیہ میں کوئی لفظ مفید محبت نبی بجز لفظ فاتبعونی
کے وارد نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ اتباع میں مفاد مودت کا شامل ہے اور مستلزم
اُسکا ہے اسواسطے کہ استنباط کرنا امام رازی کا معنی مودۃ کو لفظ فاتبعونی سے بلا استلزام
درست نہیں ہوتا اور علی التنزل اشتراط درمیان اُن کے بمنطوق کلام و مفہوم مرام واضح
ہے اس لئے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کہہ اے نبی اگر تم لوگ خدا کو دوست رکھتے ہو اور
اس کے ساتھ محبت رکھتے ہو پس میرا اتباع کرو (بوجہ آنکہ اتباع ثمرہ ہے محبت رکھنے کا)
اور بنا بر مفہوم کے ظاہر ہے کہ اگر اتباع میرا نہ کروگے تو خدا سے محبت نہیں رکھتے خداوند تعالیٰ
تم سے بوجہ اتباع نہ کرنے کے محبت نہ کریگا پس مابین محبت و اطاعت لزوم ثابت ہوا
اور اتحاد حب اللّٰہ و حب النبی اخبار صحیحہ مرویہ فریقین سے و باجماع طرفین متحقق ہے بناءً
علیہ دعوےٰ حب رکھنے کا بلا اتباع بنص قرآنی منفی ہے وہو المطلوب
اور اگر بغور ملاحظہ فرمایئے تو اکثر احادیث خیر البشر کہ جو امر خلافت میں وارد ہوئی ہیں ان میں اُس
وقت ترغیب مودۃ پر موجود ہے اسوجہ سے مودّت ساتھ خلافت کے متلازم معلوم ہوتی
ہے اور اس ترغیب سے ضرورت مودۃ با امور خلافت دریافت ہوئی اسوجہ سے کہ رعیت
مودّت رکھنے والی نظام خلافت میں معین و ناصر ہوتی ہے۔ ع
زانکہ شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر است ورنہ ذکر خلافت میں ترغیب مودت کی
کوئی وجہ نہ تھی چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یا بریدۃ ان علیا ولیکم بعدی فاحب
علیا فانہ یفعل ما یومر اسمیں حرف فا دلالت کرتا ہے کہ ولایت بالکسر کو محبت لازم ہی

اس لئے کہ علت حب امر ولایت ہے فتدبر اور حدیث غدیر یعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ موجود ہے کما فی صواعق محرقہ وغیرہ اور حدیث قدسی میں مذکور ہے ان علیا رایۃ الھدیٰ وامام اولیائی الی ان قال فمن احبہ احبنی الحدیث رواہ بسندہ محمد بن طلحہ فی مطالب السؤل اور حدیث طولانی میں ماثور ہے مخاطباً بعلی قال النبی صلعم من مات علی عہدک فقد قضی نحبہ ومن مات بحبک بعد موتک یختم اللہ لہ بالامن والامان ما طلعت شمس او غربت رواہ امام احمد فی مسندہ وقال صلعم لعلی ومن زعم انہ یحبنی ویبغضک الی ان قال انت امام امتی وخلیفتی علیہا بعدی سعد من اطاعک وشقی من عصاک وربح من تولاک وخسر من عاداک الحدیث رواہ الحموینی وقال صلعم النظر الی وجہک یا علی عبادۃ انت سید فی الدنیا وسید فی الاخرۃ من احبک حبیبی وحبیبی حبیب اللہ کما فی مسند امام احمد علاوہ بریں بین المودۃ والامامت مطلقہ لزوم معنوی واستلزام حقیقی ہونے پر یہ حجت ہے کہ حدیث متفق علیہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ دلالت رکھتی ہے کہ بلا معرفت امام زمان کفر پر خاتمہ ہوتا ہے اور احادیث الا ومن مات الی حب ال محمد مات مغفوراً لہ وھکذا مات مومناً مستکمل الایمان وغیرہ دلالت رکھتی ہے کہ حب الٰ محمد موجب کمال ایمان ومغفرت ہے پس توفیق حدیث صدر اور ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حب الٰ محمد کو معرفت امام مستلزم ہے ورنہ بحالت حب بلا وجود معرفت تحقق مغفرت واستکمال ایمان باایں ہمہ تہدید باقی رہتی ہے پس تکلیف مودت وحب ال محمد مستلزم تکلیف معرفت خلیفہ از ال محمد ہے فافہم۔ دور بیان خلافت شیخین خبر حب مفردہ ہیں حضرات شیخین کی لائی ہیں چنانچہ صواعق محرقہ میں مذکور ہے کہ فرمایا حب ابی بکر وعمر ایمان وبغضہما کفر دوسری روایت یہ ہے حب ابی بکر وعمر من السنۃ اور یہ بھی موجود ہے ان اللہ تعالیٰ افترض علیکم حب ابی بکر

وعمر وعثمان وعلی کما افترض علیکم الصلوٰۃ والصوم والحج فمن انکر من فضلہم
فلن یقبل اللہ تعالےٰ منہ الصلوٰۃ ولا الصوم ولا الزکوٰۃ ولا الحج حالانکہ
کوئی اشارہ تک واسطے مودت انس بن مالک وابن عمر وابو ہریرہ وغیرہم کے منقول
نہیں ہے پس یہی وجہ ہمارے استدلال میں کافی ہے کہ فضل حضرات شیوخ اُن کی محبت کے
فرض کا موجب ہوا لیکن خبر مودت حضرات شیوخ مخالف کتاب اللہ ہے لہذا مردود ہے
بس بدلیل قولہ صلعم اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی الکتاب اللہ تعالےٰ
فما وافقہ فاقبلوہ والا فردوہ ومتمسک بہ امام الشافعی فی عدم جواز
نسخ الکتاب بالسنۃ کما فی توضیح الاتواراس لئے کہ فرائض صوم وصلوٰۃ بالنص من
عند اللہ ہیں اور حب حضرات شیوخ میں کوئی آیہ متشابہ بھی پیدا نہیں ہوتی اور ہرگاہ مودت
اہلبیت جمیع امت پر بوجہ اطلاق وجوباً متحقق ہوئی در امت میں حضرات شیوخ ودیگر صحابہ
بارسوخ شامل ہیں اور مودت منجر باطاعت ہے پس مطاع ہونا اہلبیت کا اور مطیع ہونا تمام
صحابہ کا ثابت ہوا اور یہی استحقاق خلافت مطاع ہے خصوصاً درحالیکہ اہلبیت افضل
مردمان واکمل افراد عالمیان ہیں تو اُن کی مودت بھی اکمل انواع مودت ہونا چاہیے
صاحب تحفہ اس استحقاق کو ملاحظہ فرما کے دست پاچہ ہوئے فرماتے ہیں لازم آید کہ ہر ایک
ازاں چہار امام باشد در زمان پیغمبر وسبطین امام باشد در زمان حضرت وہو باطل بالاتفاق
اور یہ بھی فرمایا ہے اگر ہر واجب الاطاعۃ صاحب خلافت کبریٰ باشد لازم آید کہ ہر نبی
صاحب خلافت کبریٰ باشد واین نیز باطل است زیرا کہ شمویل نبی واجب الاطاعۃ بود
وطالوت صاحب زعامت کبریٰ بود بنص قرآن اِنَّ اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً پھر
فرماتے ہیں لانسلم کہ وجوب محبت منحصر است در چہار شخص مذکور بلکہ در دیگراں نیز یافتہ
میشود الی ان نقل الاخبار التی ذکر فیہا حب الشیوخ ومنہا ما مضی انفاً الخ اور
یہ تقریر شاہ صاحب کی مغالطہ وسفسطہ میں بے نظیر ہے اسلئے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ مودت قربیٰ

نص خلافت ہے مگر یہ کہ استحقاق امامت میں ہے وہی استحقاق کہ بزعم حضرات اہلسنت شیخین
کو حضور پیغمبر حاصل تھا چنانچہ کتاب تحفہ میں اول عقیدہ ششم میں فرمایا ہے اہل سنت گویند
کہ حضرت امیر در وقت بیعت با او امام بودنہ قبل ازاں آرے استحقاق امامت از
حضور پیغمبر داشت چنانچہ خلفائے ثلثہ نیز دریں استحقاق شریک او بودند و بعد از حضرت
امیر حضرت امام حسن امام بود و بعد از امام حسن دیگر آئمہ اطہار استحقاق امامت داشتند
لاکن چوں با ایشاں بیعت اہل الحل والعقد واقع نشد الی ان قال بالفعل امام نشدند
انتہی - اس آیہ میں ذکر مودت ہے کہ موجب اطاعت و مظہر استحقاق خلافت ہے پس
ظہور حق موقت ہے جب استخلاف واقع ہو یا بر طبق عدم علم انتصاب مستحق معصوم سے دعوی امامت
دیکھا گیا اسیوقت امامت اُنکی مسلم ہے اور جبکہ احکام شرعیہ مطلقہ و موقتہ ہوتے ہیں اور
وجوب اُن کا ثابت ہے پس در صورت نص ہونے اس آیہ کے امر خلافت میں کوئی ہرج
بھی نہیں ہے چنانچہ تحقق وجوب صوم شہر رمضان ہر وقت میں ثابت لیکن ماہ مخصوص میں
اُسکا ادا کرنا ہوتا ہے اور ہرگاہ کہ حضرت نبوی سے حدیث علی انت اخی ووصی ووارثی
وخلیفتی علی امتی فی حیاتی وبعد موتی کتب حقہ میں ماثور ہے پس تحقیق خلافت مدعو
وجوب مودة آلان ثابت اور بعد درود ایسے نص کے کیا جائے استبعاد و استحالہ
وطعن ہے دیگر آنکہ حق تعالٰے لشان پیغمبر مخاطباً بامت فرماتا ہے واتبعوہ لعلکم
تھتدون اور حق اہلبیت میں تکلیف مودة کو نازل فرمایا پس اسیقدر واسطے تمیز کے کافی ہے
اس لئے کہ جناب پیغمبرؐ بالفعل واجب الاطاعت تھے اور اُن کے اہلبیت مستحق اطاعت جو کہ
مودت مطلقہ منجر باطاعت اور مستلزم اس کی ہے اس لئے اہلبیت پیغمبرؐ کو اس آیہ میں صاحب
مودت قرار دیا اور یہ جو شاہصاحب فرماتے ہیں اگر ہر واجب الاطاعت صاحب خلافت
کبری باشد لازم آید کہ ہر نبی صاحب خلافت کبریٰ باشد یہ قول اُنکی تغلیط کو یاد دلاتا ہے
اس لئے کہ ہر واجب الاطاعت کے واسطے امامت ضروری ہے نبی ہو یا خلیفہ ووصی

کما قال الرازی فی تفسیر قولہ تعالی لاینال عہدی الظالمین بانہ لان کل نبی لا
بد ان یکون اماماً یوتم بہ ویقتدی بہ الخ اور خود شاہ صاحب نے کتاب سر الشہادتین
میں توجیہہ شہادت سبطین میں بعنوان کمالات نبوی کہا ہے فاقتضت حکمۃ اللہ
تعالی ان یلحق ہذا الکمال العظیم بسائر کمالاتہ صلعم بعد وفاتہ صلعم وانقضاء
خلافتہ صلعم برجال من اہل بیتہ (انتہی) پس اگر واجب الاطاعت کیواسطے
امامت ہوتی تو شاہ صاحب بشان ختمی نبوت انقضاء خلافت صلعم نفرماتے اور ہم کہتے ہیں
کہ واجب الاطاعۃ مطلقہ شرعاً عام ہے خلیفہ نبی سے اور مصداق اُسکا مناسب مقام
نبی یا امام پر محمول کیا جاتا ہے - پس مراد خلافت سے سلطنت دینیہ ہے اور امارت
دنیویہ اُسکا ضمیمہ ہے کہ نبی اور خلیفہ نبی صاحب ہے اس امارت کا اور ہرگاہ کہ امامت و نبوت میں
مانعۃ الجمع معتبر نہیں ہے پس واجب الاطاعۃ ہونا شمول نبی کا علاوہ حجت صدر کے کچھ
ہرج نہیں رکھتا اور طالوت اگر صاحب زعامت کبریٰ تھے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ نبی یا
امام نہ تھے اور بحالت نبوت یا امامت مسقط المودۃ تھی - اور نہایت حیرت کی بات ہے کہ شاہ
صاحب نے اثبات خلافت حضرت ابی بکر میں یہ فرمایا تھا کہ ہر کہ واجب الاطاعت است
امام است نہیں معلوم کہ کس زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا اور نہیں معلوم کہ اسوقت ہوش و حواس
ٹھکانے تھے یا نہ تھے - شاید حضرت ابی بکر کے واسطے یہ کلام بر بنائے عقلی ہے اور واسطے
اہلبیت نبوی کے مغالطہ قوی ہے پس جبکہ اہلبیت نبوی کا واجب الاطاعۃ ہونا ثابت
ہوگیا تو امامت اُن کی بقول شاہ صاحب و ہر کہ واجب الاطاعت است امام است ثابت ہوگئی
و ہو المطلوب اور یہ جو شاہ صاحب فرماتے ہیں لا نسلم کہ وجوب محبت منحصر است در چہار شخص مذکور
الخ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ بلا شبہہ وجوب محبت چار افراد اہلبیت میں منحصر نہیں
ہے بلکہ دیگر ائمہ اطہار میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے کہ حضرات ائمہ معصومین نے خطبوں اور
احتجاجات میں اسی آیہ مودت سے استدلال فرمایا ہے چنانچہ سید الساجدین امام زین العابدین

نے مرد شامی سے اس آیہ سے تنبیہ فرمائی اور تصفح کتب اخبار و مناقب آئمہ اطہار سے تفصیل
اس معنی کی با حسن وجوہ ظاہر ہوتی ہے کتاب فصول المہمہ ابن الصباغ مالکی اور مطالب السئول
شاہد ہیں کہ آئمہ معصومین نے دعوئے قربیٰ و اہلبیت ہونے اپنے کا فرمایا ہے اور یہ مودت
دوسروں میں بوجہ نہونے عترت و آل پیغمبر کے ہرگز نہیں پائی جاتی اور جو اخبار کہ حب حضرات
شیوخ میں لائے گئے ہیں وہ مخالف کتاب اللہ ہیں اُن سے کار براری نہیں ہوتی
اور قبل اسکے شاہ صاحب نے اجر رسالت کے معنی میں ایک خرخرفات تقریر لکھی ہے اور افادہ
فرمایا ہے کہ شیمۂ طالبان دنیا ہست کہ کاری کنند و ثمرۂ آن کار برائے اولاد و اقارب خود
خواہند داگر انبیا نیز این قسم اغراض را مد نظر داشتہ باشند در میان ایشان و در میان
دنیا داران فرقے نماند و موجب تہمت و التباس در اقوال و افعال ایشان گردد و نقض
غرض بعثت لازم آید و نیز بمعنی اوّل دیعنی اگر مودت قربیٰ اجر رسالت گیرند منافی آیات
کثیرہ است قولہ تعالیٰ ما سألتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ و قولہ تعالیٰ
ام تسألھم اجراً فھم من مغرم مثقلون الی غیر ذالک اس کے جواب میں یہ التماس ہے
کہ ذات احدیت ذوات انبیا سے بمدارج لاتحصیٰ ارفع و اعلیٰ ہے مخلوق کو دیتا ہے اور
بھروسے ہوئے کو بنام نہاد زکوٰۃ و خمس و وقف و صدقات نے لیتا ہے اور اسی پر کتفا
نہیں فرمایا نفوس مخلوق کو اشترا فرماتا ہے کما قال انّ اللہ اشتریٰ من المومنین
انفسھم و اموالھم الآیہ آیا ان سب باتوں کو شاہ صاحب خود غرضی کہیں گے اور فعل
جناب احدیت مثل افعال طالبان دنیا قیاس فرمائیں گے اور ثمرہ ان تمام حسنات و خیرات
و قتل نفوس کا جہاد میں بذات حق تعالیٰ منجر ہوگا یا یہ سب باتیں بغرض افادات
مکلفین ہیں پس ثمرہ مودت رعیت و امت عترت اطہار کو آخرت میں کیا نفع پہنچائیگا
بجز اس کے کہ امت خود منتفع ہو ایجاب اسکا فعل پیغمبر نہیں ہے کہ اس قسم کے اغراض
کی نسبت دیجائے بلکہ مورد اس الزام کی ذات باری تعالیٰ ہے کہ جو جمیع ماسواہ سے

مستغنی ہے تعالی اللہ عما یصفون اور سبحانہ تعالی نے مودۃ قربی کو اجر رسالت قرار دیا ہی
جناب پیغمبر خدا نے خود قرار نہیں دیا ہے جسکو شاہ صاحب مورد الزام قرار دیتے ہیں علاوہ بریں
آنحضرت نے نصوص کثیرہ میں ثمرہ مودت کو مفید مکلفین فرمایا ہے پس اس قسم کا الزام بجناب آنحضرت تہام الحجم و
وبہتان بالجزم ہے کما قال ربیع بن نوکان و صحیح دلائل الحدیث رواہ الحموینی تعجب ہے شاہ صاحب نے علی مودۃ
کو اخبار وارده اپنے میں نقل فرمایا ہے اور پھر بھی ایراد بے بنیاد پر متنبہ نہیں ہوئے
اور یہ جو شاہ صاحب نے روایت نقل کی ہے حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضہما نفاق و عن
الترمذی انہ اُتی بجنازۃ الی رسول اللہ صلعم فلم یصل علیہ وقال انہ کان
یبغض عثمان فابغضہ اللہ اس کے کیا معنی ہیں اگر حب حضرات شیوخ واسطے اہلسنت کے
ایمان ہے پس ایمان اُن کا حضرات شیوخ کو کیا نفع پہنچائے گا اگر نفع کچھ پہنچائے گا تو
اہلسنت کو بسبب اُن کی ہوا خواہی کے اور بوجہ ایمان لانے کے ان کی محبت پر اور ہمنے
صدر بحث میں بیان کیا ہے کہ یہ مودت موجب تکمیل دین رسول امجاد ہے اور سبب اتمام حجت
علی العباد اسواسطے کہ وجود امام واسطے امت کے لطف خدا تعالی ہے اور القائے حجت
واتمام نعمت بندگان پر تاکہ اس مودت کے وسیلہ سے نجات پاویں اور یہی ہیں معنی قولہ
ما سالتکم من اجر فھو لکم کے نہ وہ کہ جو معترض نے سمجھا ہے اور مؤید این معنی قولہ تعالی
ہے کہ جو بعد آیہ مودۃ کے متصلاً وارد ہے ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا
یعنی جو شخص کہ اکتساب کرے نیکی کا پس زیادہ کرتے ہیں ہم اُس کے واسطے اس میں
نیکی کو قال الزمخشری عن السدی انھا المودۃ فی آل رسول اللہ صلعم الی ان قال
والظاھر العموم فی ای حسنۃ کانت الا انھا لما ذکر عقیب ذکر المودۃ فی القربی
دل ذالک علی انھا تناولت المودۃ تناولا اولیا کان سائر الحسنات لھا توابع
پس یہ حسنہ و زیادتی حسنات باقتضائے ذکر اکتساب حسنہ عقیب ذکر مودت بمنطوق کلام موجب
زیادتی حسنات ہے اور بروایت سدی حسنہ مذکورہ آیہ مودت آل نبی ہے اور اگر عموم

پر حمل کریں تب بھی مودّت کو شامل ہے شمولاً اوّلاً اور دیگر افراد حسنات توابع حسنہ مودّت ہے۔ پس مفاد مودت حسنہ او داد ہے اسطور پر کہ دیگر حسنات سے فایق تر ہے لہذا اجر اس حسنہ کا حق اوداد سے منتقل ہو کر دوسروں کو کیونکر پہنچے گا کہ اغراض نبی پر محمول ہونگے واضح ہو کہ جناب امیر علیہ السلام نے جبکہ حضرت ابی بکر و عثمان و دیگر صحابہ کے روبرو ذی القربیٰ الزہیم ولائی الخ فرمایا تو کسی صاحب نے اس مودّت میں شریک و سہیم ہونے کا دعوے نہیں فرمایا نہ کوئی خبر اپنے حب وولا کے وجوب میں بیان کی لہذا معلوم ہوتا ہے کہ بعد مرور ایام ہوا خواہان حضرات شیوخ نے اس قسم کی خبریں تصنیف فرمائی ہیں فخر رازی آیہ مودّت کے تحت میں فرماتے ہیں واذا کان ذالک وجبت علینا محبتہم بقولہ وکفی شرفاً لآل رسول اللہ وفخراً ختم التشہد بذکرہم والصلوٰۃ علیہم فی کل صلوٰۃ الخ جب ان حضرات علیہم السلام کا ذکر ہر نماز میں داخل ہے اور بغیر ان پر درود بھیجے ہوئے نماز ناقص رہتی ہے اور مقبول نہیں ہوتی اور نماز متواترات سے ہے پس ائمہ اہلبیت علیہم السلام تمام امت سے افضل ہوئے بغیر ان کی مودت کے کسی کا ایمان مقبول نہ بغیر انپر درود بھیجے ہوئے کسی کی نماز مقبول ہوتی ہے اور نہ کوئی بغیر ان کی امامت کے اقرار کئے مرگ جاہلیت سے نجات پاسکتا ہے یہ شرف و فضیلت انکو خداوند عالم نے عطا فرمائی ہے اگر دلمیں کسی صاحب کے انصاف ہوگا تو ان دلائل قاطعہ پر غور کرنے سے صراط مستقیم مل سکتی ہے ٥

کما ھارون من موسیٰ اخوہ   کذاک انا اخوہ و ذاک اسمی

جناب امیر علیہ السلام کے اس قول سے ظاہر ہے کہ آنجناب ہارون امت محمدی ہیں اس فضیلت میں بھی آنجناب کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے اس اعتبار سے بھی اپنے زمانہ میں سب سے افضل ثابت ہوئے کیونکہ کسی کو صحابہ میں سے منزلت ہارونی کی خلعت سے سرفراز نہیں فرمایا صرف جناب امیر علیہ السلام کے سر مبارک پر منزلت ہارونی کا تاج رکھا گیا واضح ہو کہ خداوند عالم نے جناب پیغمبر خدا صلعم کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی ہے اور اس امت کو

پارہ ۲۹ سورۂ مزمل رکوع ۱

جناب رسول خدا نے امت موسوی فرمایا ہے کما قال انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا
اور رسول خدا نے اپنے وصی کے حق میں ارشاد فرمایا انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی
اور اپنے خلفا کے عدد کو ہم عدد نقبا بنی اسرائیل ارشاد فرمایا اور صحابہ و امت کو ایک حدیث میں جو کہ جمع بین الصحیحین میں ہے
ساتھ امم سابقہ کے اور حدیث ترمذی میں جسکو صاحب مشکوٰۃ نے لکھا ہے ساتھ بنی اسرائیل کے سیئات
اعمال میں تشبیہ دی ہے کما قال سبحان اللہ هذا کما قال قوم موسی اجعل لنا الٰها کما لهم الٰهة والذی نفسی
بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم پس جبکہ جناب امیر علیہ السلام کو منزلت ہارونی کا
خلعت عطا فرمایا اور صحابہ و امت کو سیئات اعمال میں امم سابقہ و بنی اسرائیل سے تشبیہ دی
لہذا فضیلت ہارون امت محمدی کی صحابہ کبار و صغار پر ثابت ہوگئی وہو المطلوب حافظ
سیوطی نے درمنثور میں ابن مردویہ و خطیب و ابن عساکر سے یہ روایت لکھی ہے کہ ان حضرت
صلعم نے فرمایا اللهم انی اسئلک بما سئلک اخی موسی ان تشرح لی صدری و ان
تیسر لی امری و ان تحل عقدة من لسانی یفقهوا قولی واجعل لی وزیرا من اهلی
علیا اخی اشدد به ازری و اشرکه فی امری کی نسبحک کثیرا و نذکرک کثیرا انک بنا بصیرا
شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم میں فرماتے ہیں کہ حدیث منزلت حضرت علی کی خلافت کو ثابت
کرتی ہے مگر مابعد حضرت عثمان نہیں معلوم کہ شاہ صاحب نے بعدیت کی شاخ کہاں سے نکالی
جب یہ حدیث جناب علی مرتضیٰ کی خلافت پر نص ثابت ہوئی تو خلیفہ منصوص جناب
علی مرتضیٰ ہوئے اور کسی صاحب کے واسطے نص نہیں ہے۔ پس خلیفہ منصوص خلیفہ بلافصل ہوا
علاوہ بریں جناب امیر علیہ السلام نے کما هارون من موسی اخی الخ کے بعد خود فرمایا
ہے لذالک فانی لهم اماما واخبرهم به یعنی بر خم اگر شاہ صاحب زندہ ہوتے
تو دریافت کرتا کہ حضرت فرمائے تو سہی کہ کیا آپ کے نزدیک استخلاف غدیر مقید بزمان
بعد حضرت عثمان تھا جناب افضل الانبیاء نے بروز غدیر خم جناب امیر علیہ السلام کو اپنی امت
پر امام مقرر فرمایا اور تمام صحابہ نے اور نیز حضرت عمر بن خطاب نے تہنیت بھی دی۔ کیا اسکی گواہی

اسی امر کی تھی کہ حضرت عثمان کے بعد خلیفہ و امام مقرر کیے گئے اور جبکہ اصحاب ثلثہ کی امامت
پر نص مفقود ہے تو پھر یہ معنی حدیث حدیر سے کیونکر سمجھے جا سکتے ہیں اور نیز حدیث انت
منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ سے یہ امر کیونکر ثابت ہوگا کہ بعد حضرت عثمان کے
حضرت علی خلیفہ ہوں گے یہ امر تو جب ثابت ہو کہ حضرت موسیٰ و ہارون کے درمیان میں فصل ہو اور ان
سے پیشتر کوئی اور ہو چکا ہو اور جبکہ حضرت ہارون سے پیشتر کوئی خلیفہ حضرت موسیٰ کا نہ تھا تو جناب امیر سے پیشتر
خلیفہ رسول کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ بلا فصل تھے تو جناب امیر بھی خلیفہ
بلا فصل جناب سید عالم کے ہوئے حضرت ہارون خلیفہ منصوص تھے۔ جناب امیر علیہ السلام بھی خلیفہ منصوص
ہیں۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امر میں شریک تھے۔ جناب امیر علیہ السلام بھی امر
دعوت میں جناب سید عالم کے شریک رہے اور سورہ توبہ کی تبلیغ بھی بحکم خدا اہل مکہ پر فرمائی موسیٰ سے کہا اذھب انت
اخوک بآیاتی اور جناب سید عالم کو یہ ارشاد ہوا کہ بروز مباہلہ اربعہ پنجا آل عبا کو اپنے ہمراہ
حضرت موسیٰ کا بازو بسبب حضرت ہارون کے قوی فرمایا اور جناب سید عالم صلعم کا
بازو بسبب جناب امیر علیہ السلام کے قوی ہوا۔ حضرت موسیٰ کی امت حضرت ہارون
سے منحرف ہو گئی تھی اور بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ امت جناب
امیر علیہ السلام سے برگشتہ ہو گئی اور انحراف و برگشتگی اس حد کو پہنچی کہ جمل و صفین میں خونریزی
کی نوبت پہنچی اور آخرکار خامس آل عبا کو میدان کربلا میں اس امت نے ذبح کر ڈالا جس
طرح حضرت ہارون کے ہمراہ معدودے چند شخص تھے اسی طرح ہارون امت محمدی
کے ہمراہ چند مخلصین تھے اگر حدیث منزلت کو غور فرمائے تو حق بلا وقت صرف اسی سے ظاہر
ہو جائے عاقل را اشارہ بس است جناب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد جیسا
نہیں ہے جو کسی کی سمجھ میں نہ گذرے اور اس کان سے سنا اور اس کان سے اڑا دیا
انصاف کی بات نہیں ہے غرض ہمارا مقصود فضیلت کا ثابت کرنا تھا وہ معہ شئے زائد
ثابت ہو گیا اب سوچنا اور سمجھنا اور انصاف کرنا ناظرین کا کام ہے۔ اس امت میں

بارہ سو گئے

جو لوگ صاحبانِ انصاف اور صاحبانِ فہم ہیں اگر ان دلایل کو دیکھنے کے وقت تعصب کو دور کرینگے
تو انشاء اللہ تعالیٰ حق ہر مقام پر ظاہر ہوگا۔

قولہ (۱۳) آئمہ کا مدت العمر تقیہ میں بسر کرنا۔

اقول مسئلہ تقیہ مسایل جزئیات امامت سے نہیں ہے نہ شیعہ اس کے قایل ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے تمام عمر تقیہ میں بسر کی۔ تقیہ عند الضرورت ہر مومن کے واسطے ہے امام کے واسطے مخصوص نہیں ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تقیہ مشروع ہی بدلیل آیات قرآنی۔ لہذا آپ اس بات کو ثابت کیجئے کہ ہر امام نے تقیہ میں مُدّت العمر بسر کی۔ اور نیز اس کو ثابت کیجئے کہ شیعوں نے تقیہ کو جزئیات امامت میں داخل کیا ہے۔

قولہ (۱۴) ائمہ پر کتاب بنجواتیم الذہب کا نازل ہونا۔

اقول۔ اس کے اصلی اعتقادی ہونے کی کیا سند ہے اور کلام بے سند حُجّت نہیں لیکن آپکی فرمایش کے جواب میں اتنا گذارش کرتا ہوں کہ سید علی ہمدانی حنفی المذہب نے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں ایک حدیث استخلاف جناب امیرؑ میں جناب پیغمبر خدا صلعم سے نقل کی ہے جو کتاب مودۃ القربیٰ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۱۵ پر ہے اوس میں صحیفہ استخلاف مختوم بخواتیم مروی ہے۔

قولہ (۱۵) امام کی موت وحیات اونکے دست اختیار میں ہونا۔

اقول۔ اہل حق کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے کہ امام کی موت وحیات حق تعالیٰ کے اختیار میں نہیں ہے جو کچھ خدا نے چاہا وہی اُنہوں نے بھی چاہا مَا یشاؤنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللہ راضی برضائے خدا تھے ہیں البتہ دعا اونکی قبول ہے مولوی روم فرماتے ہیں ؎ اولیا را ہست قدرت از الٰہ۔ تیر جستہ را بگردانند ز راہ۔ کیا مولوی روم صاحب کا یہی مطلب ہے کہ اولیاء اللہ کی موت وحیات اونہیں کے دست واختیار میں ہے اور مشارق مطبوعہ مطبع انوار محمدی لکھنؤ کے صفحہ ۷۹ پر یہ حدیث منقول ہے۔ مَا من نبی یموت حتی یخیّر اس کی سند قرآن سے بحق انبیاء نہیں ہے اور اہل اسلام اس کو جایز جانتے ہیں کہ وہ حضرات معصومین ہیں خلاف مشیت ایزدی موت وحیات میں اختیار نہیں کرسکتے لہذا وہ

مختار کردیئے گئے چونکہ آئمہ بھی مثل انبیاء کے معصوم ہیں اس لئے اس صفت کے ساتھ یہ بھی متصف ہیں کیونکہ من کان خلف النبی فہو اشبہ بالنبی او سبوقت ہوگا جبکہ صفات انبیاء میں مشابہت تامہ ہو اور مشابہت میں یہ اختیار بھی شامل ہے فافہم

قولہ (۱۶) امام کا عالم مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہونا۔

اقول مختصر جواب اس کا یہ ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام وارث کتاب اللہ ہیں اور اون کے پاس کل قرآن کا علم ہے اور قرآن شریف میں علم ماکان بھی ہے اور مایکون بھی ہے کوئی شئی ایسی نہیں ہے جس کا علم قرآن میں نہیں ہے بدلیل قولہ تعالیٰ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ یعنی نہیں چھوڑا ہم نے قرآن میں کسی چیز کو۔ وقال اللہ تعالیٰ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ پس جبکہ قرآن میں علم ماکان و مایکون ہے اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے پاس کل کتاب اللہ کا علم ہے پس امام کا عالم ماکان و مایکون ہونا ثابت ہوا۔ اور خود آیہ شریفہ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ اس بات پر نص واضح ہے کہ امام حق عالم ماکان و مایکون ہے یہاں تاویل کو بھی گنجائش نہیں اب اس بات کو ثابت کرتا ہوں کہ امام کے پاس کل کتاب اللہ کا علم ہے اور نیز یہ کہ وہ وارث کتاب اللہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ یعنی کہدے اے نبی کہ خدا تعالیٰ کافی و بس ہے گواہی اور تصدیق میں میری پیغمبری کے درمیان میرے اور تمہارے اے گروہ مشرکین اور وہ شخص کافی و بس ہے کہ پاس اوس کے علم قرآن ہے اور مراد من عندہ علم الکتاب سے جناب امیر علیہ السلام ہیں بعض متعصبین نے روایت کی ہے کہ مراد اوس سے عبداللہ بن سلام ہے کہ عالم توراۃ تھے اور اسلام میں داخل ہوئے اور زمرہ صحابہ میں شامل ہوئے۔ حالانکہ عبداللہ بن سلام کسیطرح اس کے مصداق نہیں ہوسکتے اسبق المفسرین ابو اسحاق احمد بن محمد ابراہیم الثعلبی نے تفسیر کشف البیان میں بسند ابوبکر السبیعی مرفوعاً بعبداللہ بن عطا کہا ہے قال کنت جالساً مع ابی جعفر فی المسجد فرایت عبداللہ بن سلام فقلت ھذا الذی عندہ علم الکتاب فقال انما ذالک علی بن ابیطالب ولعلہ ابن عبداللہ بن سلام اور بسند سبیعی ابن حنفیہ سے روایت کی ہے۔

ومن عنده علم الکتاب علیؑ بن ابیطالب اور دوسری روایت میں یہ کہا ہے۔ روی انہ سئل
سعید بن جبیر وَمَنْ عِنْدَهٗ علم الکتاب عبد اللہ بن سلام قال لا وکیف وھذہ السورۃ
مکیۃ وقد روی عن عبد اللہ بن عباس لا واللہ وما ھو الا علی بن ابی طالب لقد کان
عالماً بالتفسیر والتاویل والناسخ والمنسوخ ورواہ النطنزی فی الخصایص کما رواہ
الثعلبی اور عبد اللہ بن عطا سے صاحب المناقب الفقیہ ابن المغازلی الشافعی نے اپنی اسناد
سے روایت کی ہے قال علی بن حابس دخلت انا وابو مریم علی عبد اللہ بن عطا قال
ابو مریم حَدِّث علینا الحدیث الذی حدثتنی عن ابی جعفر قال کنت عند ابی جعفر
علیہ السلام جالساً اذ مرّ علیہ ابن عبد اللہ بن سلام قلت جعلنی اللہ فداک ھذا ابن
الذی عندہ علم الکتاب قال لا ولکنہ صاحبکم علی ابن ابیطالب الذی نزلت فیہ ایات
من کتاب اللہ عزوجل ومن[1] عندہ علم الکتاب افمن[2] کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ
شاہد منہ وانما[3] ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا۔ اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے بسند
ابن حنفیہ روایت صدر کو نقل فرمایا ہے اور امام المفسرین ثعلبی نے بسند عبد اللہ بن سلام روایت کی ہے
انّ النبیّ قال انما ذلک علیؑ بن ابیطالب اور صاحب اتقان فی علوم القرآن حافظ سیوطی نے
کہا ہے قال سعید بن منصور فی سنۃ حدثنا ابو عوانۃ عن ابی بشیر قال سالت سعید
بن جبیر عن قولہ تعالیٰ ومن عندہ علم الکتاب اھو عبد اللہ بن سلام فقال وکیف ھذا
السورۃ مکیۃ انتہیٰ وھکذا۔ رواہ البغوی فی تفسیرہ معالم التنزیل ان مرویات مذکورہ سے
ثابت ہے کہ یہ آیہ بحق عبد اللہ بن سلام نازل نہیں ہوئی کیونکہ جس سورہ میں یہ آیہ ہے وہ مکہ میں قبل
ہجرت نازل ہوئی اور ابن سلام بعد ہجرت کے مدینہ طیبہ میں اسلام لائے پس یہ آیہ عبد اللہ بن سلام
کے حق میں قبل اون کے اسلام لانے کے کیونکر نازل ہوتی علاوہ بریں اس آیہ میں ذکر شاہد
ہونے خدا تعالیٰ ومن عندہ علم الکتاب کا وارد ہوا ہے اور عبد اللہ بن سلام کبھی اس امر کی شہادت
کے واسطے امور نہیں ہوئے اور جناب امیرؑ بوصیت پیغمبر خدا صلعم واسطے نگرانی اعمال امت کے بعد

[1] پارہ ۱۳ رکوع ۱۲
[2] پارہ ۱۲ رکوع ۲
[3] پارہ ۶ رکوع ۱۲

آنحضرتؐ کے معین ہوئے ہیں کمارویٰ ابن حجر فی صواعق محرقہ باب ہشتم خطبہ حضرت نبوی بروایت ابن
ابی شیبہ از عبدالرحمن بن عوف اوصیکم بعترتی خیراً وانّ موعدکم الحوض والّذی نفسی بیدہٖ
لتقیمین الصّلوٰۃ او لابعثن الیکم رجلاً منی اوکنفسی یضرب اعناقکم ثم اخذ بید علی ثم
قال ہو ہذا انتہیٰ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ منصب شہادت اوس بزرگوار کو عنایت ہوا جوکہ مثل
نفسِ پیغمبرؐ اہل پیغمبر سے تھا اور آیہ مباہلہ و قصّہ تبلیغ سورہ برارت شاہد ہیں کہ وہ جناب علی مرتضیٰ ہیں
اور حدیث امام باقر العلوم ابوجعفر علیہ السّلام بطریق عامہ سے واضح ولائح ہوا کہ جسطرح آیہ مستدلہ
میں من عندہ علم الکتاب کو شہید فرمایا اوسیطرح آیہ ویتلوہ شاہد منہ میں جوکہ باتفاق جمہور مفسرین
وشیوخ محدثین بحق شاہ ولایت نازل ہوئی شاہد فرمایا ہے پس اوسی شاہد کو اس آیہ مستدلہ میں
بلقب شہید یاد فرمایا ہے اور حدیث ابن عباس بقولہ لقد کان علیہ السلام عالماً بالتفسیر والتاویل [۱ پارہ ۱۳ رکوع ۱۶]
والناسخ والمنسوخ موضح اس معنی کی ہے کہ عالم بالتفسیر الخ کو من عندہ علم الکتاب کہتے ہیں اب بتوفیق
دوسری آیہ کریمہ سے احتجاج کرتے ہیں قال اللہ تعالیٰ [۲] ثم اورثنا الکتاب الّذین اصطفینا من
عبادنا پس من عندہٗ علم الکتاب وارث کتاب ہے خواہ کتاب سے مراد قرآن ہو یا تورات ہو وارث کتاب
کا بنص آیہ کریمہ برگزیدہ ہونا لازمی ہے اور ابن سلام عامہ صحابہ سے تھے طبقات علیا میں بھی اون کا شمار نہیں
ہے چہ جائیکہ کہ زمرہ برگزیدگان میں اون کا شمار ہو عبداللہ ابن سلام تو ایکطرف رہے شیوخ و رؤس
صحابہ کو بھی یہ شرف اصطفا میسر نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ نفس پیغمبرؐ اور ذریت آنحضرت صلعم بقولہ تعالیٰ [۳]
الحقنا بہم ذرّیتہم مثل سائر انبیا کے برگزیدگان حق تعالیٰ ہیں اسلئے وارث کتاب اللہ ہیں [۲ پارہ ۲۲ رکوع ۱۳]
پس مصداق من عندہ علم الکتاب کے جو مکّہ میں نازل ہوا جناب امیر علیہ السلام ہیں لیکن استحقاق خلافت
اس آیہ سے مستغنی عن البیان ہے اسلئے کہ قرآن ماخذ علوم دینیہ و معدن احکام شرعیہ کا ہے اور من عندہ علم الکتاب
لامحالہ مرجع انام امر معروف و نہی منکر و تعلیم شرائع و نفاذ احکام اسلام میں بوجہ علم تفسیر و تاویل و ناسخ و
منسوخ و معرفت شان نزول آیات بوجہ وثوق و رسوخ ہوتا ہے اور یہ منصب ریاست عامہ دینیہ
و دنیویہ ہے اور وراثت کتاب اللہ خاصہ مخصوصین خلفاء انبیاء ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلعم نے بھی

جناب امیر علیہ السلام فرمایا ہے علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض اور اسی طرح حدیث ثقلین میں حلیف القرآن قرار دیا ہے اور متمسک بہ۔ وروی فی المشکوٰۃ عن ابن عباس قال ضمنی النبی صلعم الی صدرہ فقال اللّٰھم علّمہ الحکمۃ وفی روایۃ علّمہ الکتاب رواہ البخاری انتہی اور تلمذ ابن عباس بجناب امیر مشہور بین الآفاق ہے پس ایسی حالتمیں کہ تلمیذ عالم کتاب ہو صدّ مصداق العالم کتاب بوجہ اقدم مملو ہے علوم رب الارباب سے اور عندہ علم الکتاب ہے۔ فہو المطلوب اور موید اس مدعا کی یہ حدیث ہے کما قال صلعم لعلیٍ انّک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ۔ اس خبر سے عالم تاویل قرآن ہونا جناب امیر علیہ السلام کا بالنص عیان ہے اور صاحب تاویل لامحالہ مصداق من عندہ علم القرآن ہے اور فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب اس حدیث سے واضح ہے کہ مورد تنزیل ومہبط کتاب جلیل نے علی بن ابی طالب کو اپنے علم کا باب فرمایا اور طالب کو واسطے حصول علم اپنے کے بجناب امیر علیہ السلام تکلیف دی اس وجہ سے ظاہر ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام من عندہ علم الکتاب ہیں اور سابقاً بیان ہوا کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے بحق جناب امیر ع فرمایا کہ تم مجھ سے وراثت کتاب و سُنّت پاؤگے پس وہ یہی کتاب ہے کہ آیہ میں مذکور ہے فافہم اور اس جگہ علم توراۃ مطلوب نہیں ہے تاکہ مصداق من عندہ ابن اسلام متوہم ہوں اسلئے کہ جناب پیغمبر خدا ص حضرت عمر خطاب پر مطالعہ توراۃ سے غضبناک ہوئے ہیں کمافی المشکوٰۃ عن جابر ان عمر الخطاب اتی رسول اللّٰہ صلعم بنسخۃ من التوراۃ فقال یارسول اللّٰہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللّٰہ یتغیّر الی ان روی فقال رسول اللّٰہ صلعم والذی نفس محمدٍ بیدہ لو بدالکم موسٰے فاتبعوہ وترکتمونی لضللتم عن سوآء السبیل الحدیث اور تحصیل علم توراۃ بمقابلہ قرارت کے بدرجہ فایق سبب غضب پیغمبر خدا ہوا تو پس کیونکر علم توراۃ اس مقام پر مراد ہو سکتا ہے عبد اللّٰہ ابن سلام نیکوکاران یہود سے تھے لیکن بعد اسلام لانے کے یہودیوں میں اون کا کچھ وقار نہ تھا کیونکہ یہودی اون سے ناراض ہوگئے اور انہوں نے کہا ھو شرّنا وابن شرّنا واجہلنا وابن اجہلنا کما فی مدارج النبوۃ پس ایسے شخص کی شہادت کہ جو یہودیوں

کے نزدیک بدتر ہو کیونکر مقبول رکھتے اور اسیطرح جبکہ ابن سلام یہودیوں کے نزدیک اجہل تھے تو
وہ من عندہ علم الکتاب کب تسلیم کرتے۔ برخلاف جناب امیرؑ کے کہ ہرگاہ جالوت وغیرہ مسایل مشکل
جناب امیر علیہ السلام کیخدمت میں لاکر پیش کرتے تھے تو جواب شافی وحل کافی سُن کر سر جھکا لیتے تھے
اور شہادت سے یہی مطلوب ہے کہ مقبول ہو اور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا لو ثنیت لی الوسادۃ
فجلست علیہا لحکمت بین اہل التوراۃ بتوراتہم وبین اہل الفرقان بفرقانہم الی ان
قال واللہ ما من اٰیۃ نزلت فی لیلٍ او نہارٍ او سہلٍ او جبلٍ الا وانا اعلم فیمن نزلت وفی
ای شئ نزلت پس اگر مراد کتاب سے تورات بھی ہو پس مبین ومُستدل اوس کے احتجاج رسالت
جناب ختمی نبوت میں بمقابل اہل کتاب جناب امیر علیہ السلام ہیں اسلئے کہ وہ جناب جامع علوم کتب
آسمانی وکاشف احکام رحمانی ہیں اب دو آیہ کریمہ متعلق اہل کتاب کو نقل کرتا ہوں قال اللہ
وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَقَالَ اللّٰہُ تعالیٰ یٰٓاَہْلَ الْکِتٰبِ قَدْ پارہ ۱۳ رکوع ۱۱
جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ ۵ اولا ان دونوں آیتوں سے پارہ ۶ رکوع ۷
ظاہر ہے کہ اہل تورات یہودی تھے یا اسلام لائے خدا تعالیٰ نے اونکو باعتبار ملابست وشہرت کے پارہ ۳ رکوع ۱۰
بلفظ اٰتیناہم وبلفظ اہل الکتاب ملقب فرمایا اسیطرح اونکو بخطاب اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یاد کیا
ہے اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ مراد اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ سے عبداللہ بن سلام اور اون
کے اصحاب ہیں کما قال الزمخشری یرید من اسلم من الیہود کعبداللہ بن سلام وکعب
واصحابہما اور یہ ظاہر ہے کہ اٰتیناہم الکتاب ومن عندہ علم الکتٰب کے مفاد میں فرق
بیّن ہے اسواسطے کہ جہل الذین اٰتیناہم الکتاب کا اور لاعلمی اہل الکتاب کی محال نہیں معلوم پارہ ۳ رکوع ۱۵
ہوتی بدلیل قولہ تعالیٰ یٰٓاَہْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وبقولہ تعالیٰ یٰٓاَہْلَ الْکِتٰبِ پارہ ۳ رکوع ۱۵
لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ علاوہ برین دیگر مواضع میں بھی اہل کتاب پر تہدید وارد ہے بخلاف پارہ ۲۲ رکوع ۱۶
من عندہ علم الکتٰب کے کہ جہل اوس کا بوجہ تناقض بعلم کے ناممکن ہے اور علماء کے حق میں ثنا
نازل ہوئی ہے بقولہ تعالیٰ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اور تفسیر آیہ مِمَّا کُنْتُمْ پارہ ۶ رکوع ۷

تخفون من الکتٰب میں علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ من نحو صفۃ رسول اللہ صلعم ومن نحو الرجم کو چھپاتے تھے اور جمہور مفسرین نے قضیہ رجم میں روایت کی ہے کہ ایک زن خیبر یہ کسی یہودی سے زنا میں مبتلا ہوئی۔ خیبر کے یہودیوں نے بوساطت اہل مدینہ مسئلہ حد زنا خدمت جناب پیغمبر خدا میں پیش کیا آنحضرت نے حکم رجم ظاہر فرمایا وہ اس پر راضی نہ ہوئے تو آنحضرت نے باشارت جبریل امین عبد اللہ ابن صوریا کو خیبر سے طلب فرمایا تاکہ حکم توریت بیان کرے پس امر اول میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مخاطب من عندہ علم الکتاب کے عبد اللہ بن سلام ہوتے تو بر طبق مما کنتم تخفون من الکتاب کے توراۃ سے رسالت ختمی نبوت پر شہادت دیتے اور مفسرین اس آیہ کے تحت میں نقل فرما دیتے حالانکہ کسی نے اس آیہ کی تفسیر میں نقل نہیں فرمایا ہے حالانکہ بر طبق ضرورت کہ اخفاء شہادت در پیش تھی افشائی شہادت نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت صلعم نے باوجود ابن سلام و کعب احبار کے جو کہ مدینہ میں موجود تھے ابن صوریا کو خیبر سے طلب فرمایا تاکہ حکم توراۃ بیان کرے اور ابن سلام سے طلب اشہاد نہیں فرمایا اور امر ثانی کی نسبت یہ گذارش ہے کہ عبد اللہ مدینہ میں حاضر تھے اگر صاحب علم توراۃ ہوتے تو نوبت مما کنتم تخفون من الکتاب کی نہ پہنچاتے اور آنحضرت ص مسافت بعیدہ سے ابن صوریا کو طلب فرما کر حکم توراۃ واسطے افہام یہود کے نہ پوچھتے مگر یہ کہ عبد اللہ بن سلام نصیبۂ از علم توراۃ رکھتے تھے چنانچہ حق علماء یہود میں یہ آیہ وارد ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ اور باعتقاد حضرات اہلسنت آیہ لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ بحق ابن سلام وارد ہے تاہم ابن سلام کو اہل الکتاب فرمایا۔ من عندہ علم الکتاب۔

پارہ ۵ رکوع ۱۱
پارہ ۴ رکوع ۳

الثعلبی و ابو نعیم بسندیہما عن زادان عن محمد بن الحنفیہ قال من عندہ علم الکتاب علی بن ابیطالب عن الفضل بن یسار عن الباقر علیہ السلام قال ہذہ الآیۃ نزلت فی علی علیہ السلام انہ عالم ہذہ الامۃ وفی روایۃ عنہ قال ایانا عنی وعلی افضلنا و اولنا و خیرنا بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال الصادق علم

کلہ واللہ عندنا وما اعطی وزیر سلیمان بن داود علیہ السلام انما عندہ حرف واحد من
الاسم الاعظم وعلم بعض الکتب کان عندہ قال تعالی ا الَّذِی عِندَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ
(ای بعض الکتاب) اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ وقال تعالے
لموسیٰ علیہ السلام ٢ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً بمن التبعیض
وقال فی عیسےٰ علیہ السلام وَلِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ بکلمۃ
البعض وقال فی علی علیہ السلام ٤ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ای کل الکتاب وقال
٥ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ وعلم ہذا الکتاب عندہ (ینابیع المودۃ) ان
نصوص سے حسب تصریح ایمہ طاہرین ثابت ہوا کہ جو علم قرآن میں ہے وہ سب آئمہ علیہم السلام کے پاس
ہے اور قرآن میں سب ہی کچھہ ہے ماکان ہو یا مایکون پس امام عالم ماکان ومایکون ہوا وفی
المناقب عن عبد الاعلیٰ بن اعیین قال سمعت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ یقول
قد ولدنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا اعلم کتاب اللہ وفیہ خبر بدء
الخلق وھو کائن الی یوم القیٰمۃ وفیہ خبر السماء والارض وخبر الجنۃ وخبر النار
وخبر ماکان ومایکون وانا اعلم ذلک کلہ کانما انظر الی کفی ان اللہ یقول فیہ
٦ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ویقول نعم ٧ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا
فنحن الذین اصطفاھم اللہ عزوجل ونحن اورثنا ہذا الکتاب فیہ تبیان کل شیٔ
خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں خبر آسمان
وزمین وخبر جنت وخبر نار وخبر بداء الخلق اور جو کچھہ قیامت تک ہونیوالا ہے اور خبر ماکان و
مایکون ہے اور ہم ان سب کو جانتے ہیں ہم اعلم کتاب اللہ ہیں ہم ولد رسول اللہ ہیں اور ہم ان
سب باتوں کا ایسا علم رکھتے ہیں کہ جیسے ہم کف دست کو دیکھتے ہیں پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے
آیہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا کو پڑھا اور فرمایا کہ ہم ہیں وہ لوگ کہ
برگزیدہ کیا اونکو اللہ عزوجل نے اور ہم وارث قرآن ہیں اور اوس میں ہر شے کا بیان ہے اب

ا سورہ پارہ ۱۹ رکوع ۱۸
٢ سورہ پارہ ۹ رکوع ۷
٣ سورہ پارہ ۲۵ رکوع ۱۲
٤ سورہ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲
٥ سورہ پارہ ۷ رکوع ۱۳
٦ سورہ پارہ ۱۴ رکوع ۱۸
٧ سورہ پارہ ۲۲ رکوع ۱۶

ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ جب خداوند عالم نے عترت اطہار کو برگزیدہ فرمایا اور آیہ تطہیر اور آیہ مباہلہ کو بھی اہلبیت اطہار کی شان میں نازل فرمایا جس سے کہ اون کا اصطفا اور برگزیدگی ثابت ہے تو تو یہی حضرات وارث کتاب اللہ قرار پائے۔ خود بھی آئمہ علیہم السلام نے دعویٰ فرمایا نحن الذین اصطفاهم اللہ عزوجل نحن اورثنا هذا الکتٰب یعنی ہم کو خدا تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہم وارث کتاب اللہ ہیں پس اگر آپ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کو اعلم کتاب اللہ و وارث کتاب اللہ نہیں جانتے تو پھر بتلائیے تو سہی کہ آپکے نزدیک کون لوگ اعلم و وارث کتاب اللہ ہیں جن کو راسخون فی العلم سمجھا جاوے جو کہ صحیح تفسیر و صحیح تاویل قرآن و ناسخ و منسوخ اور شان نزول آیات سے ٹھیک ٹھیک واقف ہوں۔ کیا دُھنیے جلاہے بڑھئی کمہار قرآن شریف کے وارث ہیں اگر ایسا ہو تو کوئی دلیل پیش کیجئے۔ پس بنصوص قاطعہ ثابت ہوا کہ آئمہ اہلبیت وارث کتاب اللہ ہیں اون کے پاس کل قرآن کا علم ہے اور قرآن میں علم ماکان و مایکون ہے اس سے آپ انکار نہیں کرسکتے۔ پس آئمہ علیہم السلام کا عالم ماکان و مایکون ہونا ثابت ہوا اسی وجہ سے جناب سید عالم صلعم نے قرآن اور اہلبیت کو ثقلین فرمایا اور اُمت کو اون کے تمسک کا حکم فرمایا اور شیخ الاسلام عسقلانی نے فتح الباری میں امام حسن علیہ السلام کے علم کی نسبت فرمایا ہے ان وجہ ذلك انهم لیسوا کغیرهم بل هو ای الحسن فی هٰذا السن کان یطالع اللوح المحفوظ لان علومهم لدنیة موهبتیه لا کسبیة حتے یتوقف علی کسبه و بلوغه الی السن الذی یمکن فیه الکسب انتہیٰ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام حسن علیہ السلام حالت شیرخوارگی میں لوح محفوظ کا مطالعہ فرماتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ان حضرات کے علوم لدنیہ و موہبیہ ہیں پس جو حضرات کہ ناظر لوح محفوظ ہیں اون کے عالم ماکان و مایکون ہونے میں کیا قیل و قال ہے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ آیہ شریفہ کُلُّ شیءٍ احصیناہ فی امام مبین کے معنے پر غور فرماتے تو ہم سے یہ دریافت نہ فرماتے مگر آپنے اس لئے اس آیہ کو نظر انداز فرما دیا کہ آپ کے یہاں جاہل بھی امام ہو سکتا ہے۔ کما سمجھئے۔

قولہ (۱۷) آئمہ کا سوا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خلق سے افضل ہونا۔

اقول۔ مرتبۂ نبوت کے سوا حسن اعمال و فضایل میں آئمہ علیہم السلام انبیاء ماسبق سے افضل ہیں اور افضلیت اونکی بنابر کثرت ثواب و مناقب و واقعات ثابت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ لِآدم وحوا لا تقربا هٰذِهِ الشجرة اور اون سے ترک اولیٰ واقع ہوا اور جناب امیر علیہ السلام نے قربۃً الی اللہ ترک طعام فرمایا آدم قد اکل الحنطة واللہ نہی به وعلی ترک الاکل لقصد القربۃ طعنہ دانہ گندم سے رہی یہ محفوظ جب تو رتبہ میں ہیں آدم سے فزوں ترحیدر۔ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں فرمایا وعلم آدم الاسماء کلها اور جناب امیرؑ کے حق میں فرمایا ومن عنده علم الکتٰب اور وصف کتاب میں فرماتا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین وقال ما فرطنا فی الکتٰب من شیٔ اور مصداق شئے کا عام ہے مصداق اسم سے اور کل شئے عام ہی شئے سے پس علم کل شئے کہ جو کتاب میں ہے لامحالہ علم اسما سے افزون ہے وقال اللہ تعالیٰ فی نوحٍ فی سورہ بنی اسرائیل انه کان عبدا شکورا وقال فی علی فی سورة الدهر وکان سعیکم مشکورا اور درمیان فعل شکر کرنے اور قبولیت فعل کے کہ شاکر ہی فرق مبین ہے اور حضرت ادریسؑ کے حق میں فرمایا ہے ورفعناه مکانا علیا اور مراد مکان عالی چرخ چہارم ہے اور جناب امیر علیہ السلام صاحب لولاک لما خلقت الافلاک کے دوش مبارک پر چڑھے ہے خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔ آنی توکہ معراج تو بالاتر شد۔ یک قامت احمدی ز معراج نبی ۔ اسی سے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ واخفض جناحک لمن اتبعک ع کعبہ میں جھکا اُن کے لئے دوش نبیؐ کا۔ اور علو باعتبار مدارج و مراتب کے ارفع و افضل ہے علو منازل حسیہ سے وقال اللہ حکایةً عن هود ان ربی علٰی صراط مستقیم اے یدعو الحق الی صراطٍ مستقیم او یہ نہیں کہا انا ادعو الی صراط مستقیم وقال اللہ فی علی هذا صراط علی مستقیم وقال النبی صلعم وان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوه هادیا مهدیا یاخذ بکم الصراط المستقیم کما فی المشکوٰة - وقال اللہ تعالیٰ فی علیاً ولکل قوم هاد - اور حضرت صالحؑ کے حق میں فرمایا والی ثمود اخاهم صالحا مفہوم کلام سے مستنبط ہوا کہ حضرت صالح اپنے بھائیوں میں صالح تھے وقال اللہ فی علیٍ صالح المؤمنین اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے درخواست کی رب ارنی کیف تحی الموتے

پارہ ۸ رکوع ۹
پارہ ۱ رکوع ۴
پارہ ۱۳ رکوع ۱۲
پارہ ۷ رکوع ۱۳
پارہ ۷ رکوع ۱۰
پارہ ۱۵ رکوع ۱
پارہ ۲۹ رکوع ۱۵
پارہ ۱۶ رکوع ۵
پارہ ۱۹ رکوع ۱۴
پارہ ۱۲ رکوع ۷
پارہ ۱۴ رکوع ۱۸
پارہ ۱۳ رکوع ۸
پارہ ۲۸ رکوع ۱۹
پارہ ۳ رکوع ۴

وقال اللہ فیہ علیہ السلام وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین اور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً اور در میان طلب اطمینان درباب مقدورات حق تعالیٰ واظہار ایقان ذات میں حق سبحانہ تعالیٰ کے فرق ظاہر و تفاوت باہر وبین ہے وقال اللہ تعالیٰ فی ازواج نوحٍ ولوطٍ ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امراۃ نوحٍ و امراۃ لوطٍ کانتا تحت عبدین من عبادنا الصالحین فخانتھما الآیہ وزوج اللہ تعالیٰ فاطمۃ بنت نبینا اشرف المرسلین بعلیٍ وھی التی کانت اُم احد عشر ایمۃ وقال اللہ فیھا وفی ابیھا وبعلھا وابنیھما ویطھرکم تطھیرا ولقبتھا النبی صلعم بسیدۃ نساء العالمین اور حضرت یعقوبؑ نے باوجود وسعتِ رزق سائل کو طعام عطا نہیں فرمایا۔ کما جاء فی الحدیث تا آنکہ مفارقت پسر میں مبتلا ہوئے ہونا بر انتباہ اور جناب امیرؑ نے باوجود فاقہ کے طعام اپنا اور مرزوق اپنے بال بچوں کا مسکین ویتیم واسیر کو تین دن متواتر بذل فرمایا اور فاقہ کی حالت میں بسر کی قال اللہ تعالیٰ فیہ یطعمون الطعام علیٰ حبہٖ مسکیناً و یتیماً و اسیرا وقال اللہ تعالیٰ حکایۃً عن یوسفؑ اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم وان علیاً طلق الدنیا ثلاثاً وقال توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین وانّ علیاً کان صالح المؤمنین بنص القرآن المبین وسید المسلمین بنص خیر المرسلین۔ وقال اللہ تعالیٰ حکایۃً عن ایوبؑ وایوب اذ نادیٰ ربہٗ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین فقال اللہ فی ذکر استجابتہ دعائہٗ فاستجبنا لہٗ فکشفنا ما بہٖ من ضرٍ الآیہ وان علیاً صبر رضاً بقضائہٖ نعم علی مصائب والفتن التی حدثت بعد النبی ذی المنن وعلی ما وقع فی ولدہٖ وذریتہٖ یوم طف الکربلا وقال موسیٰ کلیم اللہ ولھم علیّ ذنب فاخاف ان یقتلون۔ وقال ھارون ابن اُمّ انّ القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی وقال اللہ فی علیٍ من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ بعد ممنوع ہونے رسول خدا صلعم کے زیارت کعبہ سے و وقوع صلح حدیبیہ کے ہر گاہ پیغمبر خدا صلعم نے جناب امیرؑ کو واسطے تبلیغ سورہ برات کے مامور فرمایا جناب امیر علیہ السلام باوجودیکہ صنادید قریش کو قتل کر چکے تھے تن تنہا ورثہ مقتولین کے جم غفیر

ہیں چلے گئے اور اذانٌ من اللہ پڑھا جناب پیغمبر خدا صلعم نے جناب امیر علیہ السلام کی ضربت یوم خندق کو عبادت ثقلین سے افضل فرمایا ہے کما قال ضربۃ علیٍ یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین اور فضائل کا تو ذکر ہی کیا ہے جناب امیر علیہ السّلام کی ضربت ہی تمام خلق کے عبادات سے افضل ہے پس ہرگاہ کہ افضلیّت جناب امیر علیہ السلام کے بنص قرآن وحدیث انبیاء سلف پر ثابت ہوئی اور انبیاء خلق سے افضل ہیں تو جناب امیر علیہ السلام تمام خلق سے سوائے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدرجہ اولیٰ افضل ہوئے اور ابھی اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے پاس کل کتاب کا علم تھا اور انبیاء علیہم السلام کے پاس کل کتاب کا علم نہ تھا۔ چنانچہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا وقال الصادقؑ علم الکتٰب کلہ واللہ عندنا وما اعطی وزیر سلیمان بن داؤد علیہ السلام انما عندہ حرف واحد من الاسم الاعظم وعلم بعض الکتاب کان عندہ قال اللہ تعالیٰ الّذی عندہٗ[۱] علم من الکتٰب ای بعض الکتاب وقال تعالیٰ لموسیٰ وَکتبنا لہٗ[۲] فی الالواح من کلّ شیٔ موعظۃ بمن التبعیض وقال فی عیسیٰ علیہ السلام وَلِاُبیّنَ[۳] لکُم بعض الّذی تختلفون فیہ بکلمۃ البعض وقال فی علی علیہ السلام وَمَن[۴] عندہٗ علم الکتاب ای کلّ الکتاب وقال لا رطب[۵] ولا یابس الا فی کتاب مّبین وعلم ھذا الکتاب عندہ وقالؑ ایضاً قد ولد لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وانا اعلم کتاب اللہ وفیہ خبر بدء الخلق وھو کائن الی یوم القیٰمۃ الی ان قال وخبر ما کان وما یکون وانا اعلم ذٰلک کلہ کانما انظر الی کفی انّ اللہ یقول فیہ تبیاناً[۶] لکُلّ شی ویقول تعالیٰ ثم[۷] اورثنا الکتاب الّذین اصطفینا من عبادنا فنحن الّذین اصطفاھم اللہ عزوجل ونحن اورثنا ھذا الکتاب فیہ تبیان کل شی (ینابیع المودۃ) پس افضلیت ائمہ معصومین علیہم السلام کے علم میں تمام انبیاء سلف پر ثابت ہوئی۔ جیسا صبر کہ مصائب میں جناب امیر علیہ السلام وامام حسین علیہ السلام نے کیا ویسا کسی نبی سے نہ ہو سکا اور بعد امام حسین علیہ السلام کے جیسا صبر کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے کیا اور لب شکایت نہ کھولے اور بد دعا نہ کی ایسا صبر بھی کسی نے نہیں کیا سوائے جناب امیر علیہ السلام کے تمام عالم میں نفسِ رسول کون ہے جبکہ جناب

[۱] پارہ ۱۹ رکوع ۱۸
[۲] پارہ ۹ رکوع ۷
[۳] پارہ ۲۵ رکوع ۱۲
[۴] پارہ ۱۳ رکوع ۱۲
[۵] پارہ ۷ رکوع ۱۳
[۶] پارہ ۱۴ رکوع ۱۶
[۷] پارہ ۲۲ رکوع ۱۶

سید عالم صلعم تمام خلق سے افضل ہیں اوسیطرح نفسِ رسول بھی تمام خلق سے افضل ہے امام صاحب الزمان علیہ السلام کا اقتدا حضرت عیسیٰ بن مریم کرینگے حضرات اہلسُنّت بھی اس کے قایل ہیں اور امام ماموم سے افضل ہوتا ہے پس امام دوازدہم کی افضلیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ثابت ہوئی اور جب ایک امام کی افضلیت تمام خلق سے ثابت ہوئی۔ تو باقی ائمہ علیہم السلام کی افضلیت بھی ثابت ہوئی کیونکہ امامت کے اعتبار سے سب مساوی ہیں ہم تو آپکی فرمایش کا جواب دے چکے اور امام کا سوائے حضرت رسول اللہ صلعم کے تمام خلق سے افضل ہونا ثابت کر چکے اب یہ تو فرمادیجیے کہ مولوی روم صاحب کو کیا ہو گیا اُنہوں نے بقول خود ؎ من ز قرآن مغز را برداشتم ٭ استخواں پیشِ سگاں انداختم ٭ اپنی مثنوی میں مغزِ قرآن بھر دیا ہے اور کُتّوں کے سامنے ہڈّیاں ڈالدی ہیں وہ اپنی پُر مغز مثنوی میں فرماتے ہیں ؎ او خیو انداخت بر روئے علیؑ ٭ افتخارِ ہر نبی و ہر ولی ٭ اب مجھے دیکھنا ہے کہ آپ مولوی روم کے حق میں کیا فتویٰ دینگے کیونکہ اُنہوں نے بھی حضرت ابوالائمہ کو ہر نبی و ولی کا افتخار فرمایا ہے اور مولوی روم صاحب نے تو حضرت ابو الائمہ طاہرین کے حق میں اتنا ہی فرمایا ہے آپ کے امام شافعی صاحب نے اور آگے قدم بڑھایا ہے وہ فرماتے ہیں ؎ کفیٰ فی فضل مولانا علی ٭ وقوع الشک فیہ انہ اللہ ٭ ومات الشافعی ولیس یدری ٭ علی ربّہ ام ربہ اللہ ٭ یہ کلام امام صاحب کا ایسا مشہور ہے کہ محتاج سند نہیں ہے اب مجھے دیکھنا ہے کہ آپ امام شافعی صاحب کو آئمہ اربعہ اہلسنّت میں داخل رکھینگے یا خارج فرمادینگے پس جبکہ آپ کے امام شافعی صاحب جناب اول الائمہ کا یہ فضل بیان فرماتے ہیں پس اگر اہل حق بنص قرآن وحدیث وبنابر کثرت ثواب و واقعات ومناقب اونکو سوئے حضرت رسول اللہ صلعم کے تمام خلق سے افضل جانتے ہیں تو کیا بیجا کرتے ہیں۔

قولہ (۱۸) ائمہ پر تقیہ کا واجب ہونا۔

اقول ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں کہ تقیہ عند الضرورت سب کے واسطے ہے کچھ آئمہ کی تخصیص نہیں ہے جو اون کے واسطے خاص نص ہو بلکہ تقیہ عام ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں بایدد انست کہ تقیہ دراصل مشروع است بدلیل آیات قرآنی۔ پس جب تقیہ

بدلیل آیات قرآنی مشروع ہے توجزئیات امامت میں کیوں داخل ہوا اہل حق نے تقیہ کو جزئیات امامت میں کب داخل کیا ہے۔

قولہ (۱۹) خلفاء ثلثہ وام المومنین عایشہ وطلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم سے تبرا کرنا۔

اقول چند ناموں کی قید لگا دینا بیکار ہے جب خداوند عالم نے محبّت و مودت اہلبیت علیہم السلام کو قرآن میں واجب فرما دیا اور جناب پیغمبر خدا صلعم نے ولا تبتھم کو لائی اور اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فرمادیا تو جو دشمنِ اہلبیت ہے وہ دشمن خدا ہے اور دشمن خدا سے بیزاری کرنا واجب ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا کانَ اسْتِغْفَارُ ابراھیم لِاَبِیہِ اِلّا عن موعدۃٍ وَعَدَھا اِیّاہُ فلما تبیّن لہٗ اِنّہ عدوٌ للہ تبرّا منہٗ۔ جب یہ علم ہوگیا کہ فلاں شخص دشمن خدا و رسول ہے تو اوس سے تبرا کرنا واجب ہوگا۔ خوارزمی واحمد بن یوسف الکنجی الشافعی اور حافظ ہمدانی نے اپنے مناقب میں جناب علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے اوس کا آخر ٹکڑا یہ ہے لایقبل اللہ ایمان عبد الا بولایۃ علیٍ والبراءۃ عن اعدائہٖ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک کوئی شخص ولایت علی مرتضیٰ کا اقرار نہ کرے اور اون جناب کے دشمنوں سے تبرا نہ کرے جبتک کسی بندہ کا ایمان مقبول نہیں ہے پس تبرا کرنا اون کے دشمنوں سے واجبات سے ہوا اور یہ آپ پر ظاہر ہوچکا ہے کہ دشمنان آلِ محمدؐ خدا کی رحمت سے محروم ہیں اور بوئے بہشت نہ سونگھیں گے اب یہ فرمائے کہ جو حضرات کہ جناب امیرؑ کا گھر جلانے کے واسطے آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ پر تشریف لیگئے تھے یا جنہوں نے ارادہ امر عظیم کا کیا تھا یا جو لوگ جناب امیر علیہ السلام سے لڑے اور نیز وہ لوگ کہ جو علی مرتضیٰؑ اور اون کی اولاد پر ۵۸ برس تک تبرا کرتے رہے وہ اون کے دوست تھے یا دشمن تھے اگر دشمن تھے تو اون سے تبرا کرنا واجب ہے اگر دشمن نہیں تھے تو پھر فرمائے کہ دشمن کس کو کہتے ہیں عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من فارق علیاً فقد فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل اخرجہ الخوارزمی والدیلمی اب یہ فرمادیجئے کہ حضرت طلحہ و زبیر نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے نکث بیعت کرکے جدائی اور علیحدگی اختیار کی یا نہ کی اور فارق علی بنکر اس حدیث کی حکم میں داخل ہوئے یا نہ ہوئے اور یہ علیحدگی

پارہ ۱۱ رکوع ۳

جو اختیار کرنا اور نکث بیعت کرنا اور لوگوں کو لڑائی کے واسطے ابھارنا

دوستی علی مرتضےٰؑ کے سبب سے تھا یا دشمنی کیوجہ سے اگر یہ سب باتیں عداوت پر دلالت کرتی ہیں تو پھر ایسے لوگوں سے تبرا کرنا لازم ہے یا نہیں ہے آپ ہی فرما دیجئے +

قولہٗ ان تمام مسائل جزئیہ میں حضرات شیعہ مدعی ہیں کہ ہر ایک ان میں سے اصلی اعتقادی ہے اور ایمان اوس پر واجب ہے اور انکار کفر ہے۔

اقول ان سب امور کی نسبت مدعی نہیں ہیں البتہ بعض امور مندرجہ فہرست کی نسبت مدعی ہیں اور بعض کی نسبت مدعی نہیں ہیں لہٰذا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے آپ ثابت کیجئے کہ جو انیس ۱۹ امور آپنے فہرست میں لکھے ہیں ان سب کو اہل حق اصلی اعتقادی فرماتے ہیں۔

قولہٗ اور اہلحق منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ نہ امامت اصلی اعتقادی ہے نہ اوس پر اور اوس کے جزئیات پر ایمان لانا واجب ہے اور نہ انکار کفر ہے۔

اقول فتاوئ عالمگیری میں جو مذہب اہلسنّت کی مستند کتاب ہے یہ مذکور ہے من انکر خلافۃ ابی بکر وعمر فقد کفر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ نہ امامت پر ایمان لانا واجب ہے اور نہ انکار کفر ہے یہ باہمدگر کیسا تہافت و تناقض ہے اگر نفس امامت پر ایمان لانا دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں ہے تو کیوں فتاوی مذکور میں منکر خلافت شیخین کو کافر کہا ہے جبتک کہ نفس امامت کے منکر کا کفر دلائل قاطعہ سے ثابت نہو تو جو فرقہ جس شخص کی خلافت کا قایل ہے اوس کی امامت و خلافت کے منکر کا کفر کیونکر ثابت کریگا حالانکہ منکر خلافت شیخین کافر نہیں ہوسکتا کیونکہ خلافت حضرات شیخین منصوص من عند اللہ والرسول نہیں ہے پس اگر آپ اپنے کو اہلحق سمجھتے ہیں تو زمانہ عالمگیر کے تمام سُنّی عالم اہل باطل ہونگے کیونکہ وہ منکر امامت و خلافت کو کافر اعتقاد کرتے تھے کیا خوب بات ہے کہ آپ نے اپنے ہی اہل ملّت کو اہل باطل قرار دیدیا۔ اور مصداق یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ بِاَیۡدِیۡہِمۡ کے ہوگئے۔

قولہٗ پس حسب قاعدۂ مسلّمہ فریقین بار ثبوت حضرات شیعہ کے ذمہ ہے۔

اقول ہم جواب سے سبکدوش ہوچکے اور آپ کو گرانبار بنا چکے اب آپ اپنی خبر لیجئے اور اپنے اُستاد البہو بہ سے مخلصی کی تدبیر پوچھئے۔

قولہ اور چونکہ یہ مسایل اعتقادی ہیں لہذا اون کے ثبوت کے لئے بھی دلیل قطعی غیر محتمل التاویل ہونا چاہیئے۔

اقول ہم نے سب دلایل و نصوص قاطعہ پیش کئے ہیں اور آپ تاویل کرنے والے کون۔ کیونکہ راسخون فی العلم میں آپکا شمار نہیں ہے وَمَا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم جو حضرات کہ وارث کتاب اللہ ہیں وہی اوس کی تاویل جانتے ہیں آپ وارث کتاب اللہ نہیں ہیں۔ پارہ ۳ سورۂ رکوع ۹

قولہ اور سب سے اول لابد ہے کہ قرآن مجید میں مصرح و مشرح اوس کا ذکر ہو اور احتمال تحریف اور غلطی سے پاک ہو۔

اقول ہم نے آئمہ معصومین علیہم السّلام کی امامت و افضلیّت و عصمت کو آیات کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مصرح و مشرح طور پر ثابت کیا ہے کتاب اللہ میں ائمہ علیہم السلام کے اسمار گرامی کی تصریح نہیں ہے جناب سید عالم صلعم نے جن پر قرآن نازل ہوا البتہ اون کے ناموں کی تصریح فرمادی ہے مگر جناب سید عالم صلعم کے فرمانے کا آپکو یقین نہیں ہے اس لئے آپ نزول قرآن کے تیرہ سو برس بعد درخواست کرتے ہیں کہ ہر امام کے نام کو قرآن میں دکھلاؤ اوسوقت آپ اونکی امامت پر ایمان لاوینگے آپکی یہ درخواست کوئی نئی درخواست نہیں ہے حضرت موسیٰ کی قوم نے اس سے کہیں بڑھکر درخواست کی تھی کہ قوم اوس وقت ایمان لاویگی کہ جب حضرت موسیٰ حسب درخواست قوم خداتعہ کا دیدار علانیہ دکھلادیں چنانچہ قولہ تعالیٰ وَاِذْ قلتم یموسی لن نومن لک حتّٰی نری اللہ جھرۃ فاخذ تکم الصعقۃ وانتم تنظرون سے یہ امر ثابت ہے بعد آنحضرت کے اہل کتاب نے درخواست کی کہ اون پر آسمان سے کتاب نازل ہو جاوے چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کِتٰبًا من السماء فقد سالوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ فاخذتھم الصعقۃ بظلمھم (پارہ ۶ رکوع ۲) جبکہ خداوند عالم کے نزدیک قوم موسیٰ کی درخواست کا پورا کرنا اور اپنا دیدار علانیہ دکھلانا اور اہل کتاب کی درخواست پر آسمان سے اون پر کتاب نازل کرنا لابد نہ ہوا حالانکہ درخواست کے پورا ہونے پر توحید و نبوت پر ایمان لانا موقوف و منحصر تھا تو قرآن مجید

پارہ پہلا رکوع ۶

میں آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے اسماء گرامی کی تصریح ہونا بھی لابد نہیں ہے آپ اونکی امامت پر ایمان لاویں یا نہ لاویں۔

واضح ہو کہ امام دو قسم کے ہیں آمام ہدایت و آمام ضلالت۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے ان الائمة امام ھدے و امام ضلالة قرآن مجید سے بھی آئمہ ہدایت و آئمہ ضلالت کی شان ظاہر ہے چنانچہ آئمہ ہدایت کی شان میں ارشاد ہوا ہے آئمة یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات اور آئمہ ضلالت کے حق میں جو فساق و فجار و فراعنہ و اشرار ہیں یہ ارشاد ہوا ہے ائمة یدعون الی النار۔ اب اس امر کو بھی جاننا چاہیے کہ بموجب مذہب فریقین شرائط امامت کیا کیا ہیں اس سے بھی کیفیت مذہب فریقین واضح ہو جائیگی بلکہ یہی ایک امر واسطے امتیاز حق و باطل کے کافی ہے اس مقام پر عبارت شرح مقاصد ملخصاً لکھی جاتی ہے قال شارح المقاصد تنعقد الامامة بطرق احدھا بیعة اھل الحل والعقد الی ان قال الثانی استخلاف الامام وعھدہ وجعله الامر شوریٰ بمنزلة الاستخلاف الی ان قال الثالث القھر والاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامامة من یستجمع شرائطھا من غیر بیعة واستخلاف وقھر الناس بشوکة انعقدت الخلافة له وکذا ان کان فاسقاً او جاھلاً علی الاظھر ثم قال ولا ینعزل الامام بالفسق والاغماء خلاصہ یہ کہ امامت تین طور پر منعقد ہو جاتی ہے اول بیعت اہل حل و عقد۔ دوسرے یہ کہ وصی و جانشین کرے ایک خلیفہ دوسرے کو یا شوری پر چھوڑ دے۔ شرط سوم قہر و استیلا ہے پس جو شخص کہ مسند خلافت پر بقہر و غلبہ متمکن ہو جاوے وہ خلیفہ برحق وصی رسول مطلق ہے اگرچہ فاسق یا جاہل مطلق ہو اہلسنت کے نزدیک بیشک امام زمان ہادی دین و ایمان و خلیفہ رسول ہے علامہ نسفی نے لکھا ہے لا ینعزل الامام بالفسق والفجور اور سعد الدین تفتازانی نے لکھا ہے کہ اماموں وقت سے فسق و فجور تمام عالم میں ظاہر و منتشر ہوا لیکن سابقین نے اونکی بیعت سے عدول اون کی اطاعت سے نکول نہیں کیا اور یہ بھی انہیں کی کتاب شرح عقاید میں لکھا ہے کہ اگر بقہر و غلبہ

تسلط ہوجاے تو امام برحق ہے اگرچہ فاسق و جاہل ہو۔

جب یہ بات معلوم ہوچکی کہ حضرات اہلسنّت کے نزدیک فاسق و فاجر و جاہل بھی بقہر و غلبہ مسلّط ہوجانے پر امام حق و خلیفہ رسولؐ و ہادی دین ہے تو یہ امر بھی جاننا چاہئے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے امام کے ہمراہ بلائے جائیں گے چنانچہ قرآن میں مصرح موجود ہے یوم[1] ندعوا کل اناسٍ بامامھم اب یہ امر دیکھنا ہے کہ فساق و فجار کے حق میں کیا ارشاد ہوا ہے چنانچہ کتاب اللہ میں مصرح موجود ہے واما الذین فسقوا فما واھم النار[2] اور فجار کے حق میں فرمایا ہے اِنّ الفجار لفی جحیم[3] پس جبکہ بموجب فرمان پروردگار فساق و فجار مستوجب خلود فی النّار اور مستحق دار البوار ہیں تو بروز حشر وہ آئمہ جن کی خلافت باوجود فاسق و جاہل ہونے کی بھی منعقد ہوجاتی ہے کہاں جاوینگے۔ یہ امر قرآن سے ظاہر کردیا گیا اور جو لوگ ایسے آئمہ کی امامت کے قایل ہیں اور اون کو اپنا پیشوا و ہادی دین و ایمان جانتے ہیں وہ ضرور بروز حشر اپنے ائمہ کے ہمراہ طلب کئے جائینگے اور جو کچھ اون کا اور اون کے آئمہ کا حال ہوگا وہ قرآن سے ظاہر کردیا گیا۔ شیعوں کے ہاں شرایط امامت یہ ہیں۔

اوّل[۱] یہ کہ عصمت ہو یعنی اول عمر سے آخر عمر تک گناہان کبیرہ و صغیرہ سے پاک و برکنار ہو کیونکہ فاسق و فاجر ہادی دین نہیں ہوسکتا۔

دوئم[۲] اعلم امت حضرت خیر الامم ہوناکہ اسرار معارف جناب احدیت کا عارف و احکام شریعت جناب رسالتمآب سے واقف ہو۔ محتاج تعلیم عباد۔ ملتجی ہدایت و ارشاد اہل بلاد نہ ہو کیونکہ جاہل امام نہیں ہوسکتا۔

سوئم[۳] یہ کہ منصوص من اللہ والرّسول ہو۔

چہارم[۴] افضل اہل زمانہ ہو۔ جمیع فضایل کریمہ فواضل عظیمہ اخلاق نبویہ و اوصاف مصطفویہ میں تاکہ نایب جناب سیدالمرسلین وصی خاتم النبیین حجت اللہ علی خلقہ اجمعین سمجھا جاوے اب جو عاقل منصف ہو وہ غور کرسکتا ہے کہ جب بروز حشر لوگ اپنے اپنے امام کے ساتھ بلائے

[1] پارہ ۱۵ رکوع ۸

[2] پارہ ۲۱ رکوع ۱۵

[3] پارہ ۳۰ رکوع ۷

جائینگے تو شیعہ اپنے ایمۂ اہلبیتؑ کے ہمراہ ہونگے جنکو وہ منصوص و معصوم جانتے ہیں اور اون کی امامت و عصمت و افضلیت کو کتاب و سُنّت سے ثابت کرتے ہیں اور حضرات اہلسُنّت اپنے اون ائمہ کے ساتھ پکارے جاوینگے جن کی امامت کے شرائط حسب تصریح شارح مقاصد اوپر بیان ہوئے ؎ زمشرق تا بمغرب گر امام ست ؛ علی و آل او ما را تمام ست ؛

قولہ اوس کے بعد الہیات کو دیکھئے اوسمیں بہت وجوہ سے اختلاف ہے مگر الہیات کا اصلی اعتقادی ہونا مسلم الثبوت بین الفریقین ہے البتہ اوس کے بعد جزئیات میں اختلاف ہے

اقول۔ یہ عجب طرح کی تقریر ہے جو اختلال حواس پر دلالت رکھتی ہے پہلے فرمایا بہت وجوہ سے الہیات میں اختلاف ہے پھر فرمایا بعض جزئیات میں اختلاف ہے غرض بہت اختلاف ہو یا تھوڑا اختلاف ہو الہیات میں کم و بیش اختلاف ہونا آپ کے اس قول مضطرب سے ثابت ہوا۔ لیکن وجہ اختلاف بیان نہیں فرمائی ظاہرا یہی وجہ ہوگی کہ اون اصول عقاید مختلف فیہا کا ذکر بصراحت قرآن شریف میں نہیں ہے ورنہ اختلاف کیوں ہوتا اور آپ کے قاعدہ مسلمہ کے مطابق لابد تھا کہ اصول عقاید کا ذکر بصراحت و وضاحت ہوتا پس محض کتاب اللہ مذاہب مختلفہ میں تصفیہ کرنے کو کافی نہ ٹھہری۔

قولہ بطور نمونہ چند مسائل مختلف فیہا لکھتا ہوں۔

اقول آپ کیا لکھتے ہیں شاہ صاحب پہلے ہی لکھکر چلے گئے ؏ حریفان بادہا خوردند و رفتند ؛ اور جواب بھی ہو چکے۔

قولہ حضرات شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خداوند جل و علا شانہٗ پر بندوں کی عقل حاکم ہے۔ اور وہ محکوم عقل ہے ؛

اقول اہل حق کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدا تعالی پر بندوں کی عقل حاکم ہے نہ وہ اس کے قایل ہیں کہ وہ محکوم عقل ہے لیکن وہ معقول درخواست کو منظور فرماتا ہے اور ثبوت اس کا قرآن شریف سے پیش کرتا ہوں۔ خداوند جل و علی شانہٗ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ فرعون کی طرف جاؤ

چند مسائل الہیات مختلف فیہا بین الفریقین کا ذکر

اِذهب الی فرعون انّه طغی[۱] حضرت موسیٰ نے یہ درخواست کی کہ اے پرودگار میرا سینہ کشادہ کر اور
میرے کام کو آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھولدے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں اور میرے اہل میں
سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر فرما۔ اور محکم کر بسبب اوس کے میری توانائی کے اور شریک کر اوس
کو میرے کام میں (قَالَ[۲] رب اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلل عقدةً من لسانی یفقھوا قولی
واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری) اس تمام قصہ سے معلوم
ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ واسطے ہدایت فرعون کے روانہ ہوں کہ واجب العمل تھا
لیکن حضرت موسیٰ نے معقول و مدلل عذر پیش کئے۔ منجملہ اور عذروں کے تنہائی کی حالت میں
گرانی تبلیغ رسالت کا عذر کیا اور اس وجہ معقول سے اپنے بھائی ہارون کی وزارت کی درخواست
کی تاکہ قوت کو استحکام ہو اور امر ہدایت میں اون کی شرکت چاہی۔ چونکہ عذر تنہائی اور درخواست
شرکت بسبب خوفِ قتل امر معقول تھا لہذا خداوند عالم نے امر معقول کو منظور فرمایا اور حکم اول جو تنہا
جانے کا ہوا تھا وہ قایم نہ رہا بلکہ دوسرا حکم نازل فرمایا کہ تم اور تمہارے بھائی دونوں جاؤ اذھب انت[۳]
واخوك بآیاتی اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کی استدعا بوجہ عقلی تھی۔ اور اوس کو خداوند عالم
نے منظور فرمایا اور آیہ سنشدّ عضدك باخیك (پارہ ۲۰ رکوع ۷) اور آیہ لھم[۴] علی ذنبٌ فاخاف ان
یقتلون دلالت کرتا ہے کہ منظور فرمانا درخواست حضرت موسیٰ کا بوجوب عقلی ذمہ حق تعالےٰ کے تھا
اس واسطے کہ محکم کر دینا حضرت موسیٰ کے بازو کو تقرری حضرت ہارون سے اور قولہ فاخاف مخبر دفع
ضرر قتل ہے اور وہ واجب عقلی بدیہی ہے پس معلوم ہوا کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کی درخواست
کو بوجہ واجب عقلی ہونے کے منظور فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ معاذ اللہ حضرت سبحانہٗ تعالےٰ
حضرت موسیٰ کی عقل کا محکوم ہو گیا کیونکہ امر معقول جو قابل پذیرائی ہو اوس کے قبول فرمالینے سے
خدا تعالیٰ عقل کا محکوم نہیں بنجاتا۔ اور امر معقول ماننے اور منظور فرمانے کا کافی ثبوت کتاب اللہ سے
دیدیا گیا۔ آپ اہلحق پر ناحق الزام لگاتے ہیں اب میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ آپ کا ایک قول دلالت
رکھتا ہے کہ آپ نے خداوند تعالیٰ کو اپنی عقل کا محکوم بنایا ہے چنانچہ مطرقہ کے صفحہ ۱۰ سطر ۱۸ میں آپنے

[۱] پارہ ۱۶ رکوع ۱۰
[۲] پارہ ۱۶ رکوع ۱۱
[۳] پارہ ۱۶ رکوع ۱۱
[۴] پارہ ۱۹ رکوع ۶

تحریر فرمایا ہے کہ سب سے اول لابد ہے کہ قرآن مجید میں مصرح و مشرح اوس کا ذکر ہو اس قول سے معلوم ہوا کہ آپ بحکم اپنے عقل کے یہ امر تجویز فرماتے ہیں کہ سب سے اول امامت کا ذکر کتاب اللہ میں مصرح اور مشرح طور پر ہونا جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ بحکم آپ کی عقل کے خداتعم پر واجب تھا کہ امامت کا ذکر مصرح اور مشرح طور پر فرماتا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ نے خداوند عالم کو اپنی عقل کا محکوم بنایا جس جال میں کہ آپ نے شیعوں کو پھنسانا چاہا اوسمیں خود پھنس گئے ؎ دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے ✤ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے ✤ پس اگر آپ کی عقل کا حکم آپ کے نزدیک درست و بجا ہے تو امامت کا ذکر مصرح اور مشرح طور پر ہونا لابد تھا گو امامت اصلی اعتقادی ہو جیسا کہ اہلحق معتقد ہیں یا فرعی ہو جیسا کہ آپ قایل ہیں کیونکہ بقول آپ کے خداوند عالم نے ادنیٰ ادنیٰ فروعی مسایل کو بھی باہتمام بیان فرمایا ہے اور امامت کو باہتمام بیان نہیں فرمایا اور بقول آپ کے یہ بالبداہت خلاف عقل ہے پس اہل حق کو مژدہ ہو کہ مولوی مرید صاحب نے خداوند عالم کو مطیع عقل سمجھا اور صاف فرمادیا کہ یہ بالبداہت خلاف عقل ہے الخ جس کا سوائے اس کے اور کچھ مطلب نہیں ہو سکتا کہ خداوند عالم کو عقل کے حکم کی مخالفت جایز نہیں۔

قولہ عقل جس فعل کو قبیح کہے خداوند تعم پر بحکم عقل واجب ہے کہ اوس فعل کو ترک کرے اور جو فعل حسن اور لطف ہے تو بحکم عقل اوس کا کرنا خداتعم پر واجب ہے۔

حاصل یہ کہ جیسے بندے خداتعالےٰ کے حکم کے محکوم ہیں کہ بندوں کو اوس کے اوامر و نواہی کی مخالفت جایز نہیں اوسیطرح خداتعالیٰ بھی بندوں کی عقل کا محکوم ہے کہ اوس کو عقل کے حکم کی مخالفت جایز نہیں اور خلاف حکم عقل کچھہ نہیں کر سکتا اور اہلحق کے نزدیک خداتعالیٰ سب پر حاکم ہے اور سب اوس کے زیر فرمان ہیں اوس پر کوئی چیز حاکم نہیں عقل کی کیا مجال جو اوسپر حاکم ہو۔

اقول یہ حاصل محصول بالکل غلط ہے اسلئے کہ کبریٰ غلط ہے اہل حق کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے کہ خداوند جل وعلا بندوں کی عقل کا محکوم ہے اس کے ضرور قایل ہیں کہ خداوند علیم حکیم مطلق ہے اوس کا کوئی فعل حکمت کے خلاف نہیں ہوتا نفس عقل تجویز کرتی ہے کہ خداوند عالم عادل ہو ظالم نہو

جو افعال کہ نفسِ عقل کے نزدیک قبیح ہیں وہ نفس الامر میں بھی قبیح ہیں اور فعل قبیح کا ترک کرنا واجب ہوا اسلئے کہ اوسکی ذات ہر عیب سے منزّہ ہے خداوند عالم رحمٰن ہے رحیم ہے حکیم ہے مگر کوئی اس کا قایل نہیں ہے کہ وہ محکوم رحمت یا محکوم حکمت ہے خداوند عالم نہ انسان کی عقل کا محکوم ہے نہ جن و ملک کی عقل کا محکوم ہے ہم عقل کو مثل خدا کے حاکم مستقل نہیں جانتے حضرات اہلسُنّت کی روایات سے البتہ یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حضرت عُمرؓ کی رائے کے موافق وحی آیا کرتی تھی جس سے یہ مراد نکلتی ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی رائے کا محکوم تھا اور آپ خود امامت کا ذکر کتاب اللہ میں بالتصریح نہ ہونا بالبداہت خلاف عقل سمجھتے ہیں اور خداوند عالم کو مطیع حکم عقل تجویز فرماتے ہیں۔

قولہ شیعہ معتقد ہیں کہ خداوند علیم و خبیر جل و علا شانہٗ بدا کے ساتھ متصف ہے اور بدا کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی کام کا ارادہ یا حکم فرماوے اور بعد اوس کے معلوم کرے کہ یہ امر خلاف مصلحت ہوا اور مصلحت کسی دوسرے امر میں ہے اس لئے امر اول کو ترک فرمائے جو خلاف مصلحت تھا اور دوسرا امر موافق مصلحت کا از سر نو حکم یا ارادہ فرماوے +

مسئلہ بدا کی بحث

اقول بیشک اہل حق بدا کے قایل ہیں مگر جو معنے بدا کے آپ نے تجویز فرما کر لکھے ہیں وہ اہل حق کی مراد بدا سے نہیں ہے آپ پر لازم تھا کہ بدا کے معنی کسی مستند کتاب سے نقل فرماتے اور یہ ثابت فرما دیتے کہ بدیں الفاظ مذکورہ بدا کی تعریف فلاں کتاب میں موجود ہے اور شیعہ اوسکے قایل ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے خداوند عالم کو بدا کے ساتھ متصف سمجھتے ہیں بدا سے جو مراد لیگئی ہے اوس کو ہم بے کم و کاست حدیقہ سلطانیہ سے نقل کرتے ہیں تغیّر احکام باعتبار اختلاف مصالح و اوقات کہ نسخ تشریعی است و تغیّر در عالم کون و ایجاد باحداث و اعدام و احیا و اماتت کہ نسخ تکوینی است پس نسخ تکوینی کو اصطلاح مذہب الحق میں بدا کہتے ہیں خداوند عالم کا کوئی کام کبھی مصلحت کے خلاف نہیں ہوا مسئلہ بدا کتاب اللہ سے ثابت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے یمحوا اللہ مایشاء و یثبت وعندہٗ ام الکتاب۔ جو چاہتا ہے خدا تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثبت فرما دیتا ہے اور اوس کے پاس ام الکتاب ہے۔ اس آیہ شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی حکم ثبت تھا اُس کو مٹایا اور دوسرا حکم ثبت فرمایا۔ اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ پہلا حکم جو

پارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۱۳

مٹایا گیا وہ خلاف مصلحت دیا گیا تھا بلکہ جو حکم اول تھا اوس وقت اوسمیں مصلحت تھی اور جو حکم ثانی دیا گیا وہ دوسرے وقت کی مصلحت کے مطابق تھا واضح ہو کہ دو لوحیں ہیں ایک لوح محو و اثبات دوسرے لوح محفوظ۔ جو احکام کہ لوح محفوظ پر ہیں اوس میں تغیر واقع نہیں ہوتا اور جو احکام کہ لوح محو و اثبات پر ہیں وہ تغیر پذیر ہیں مثال اوس کی یہ ہے کہ حضرت یونسؑ کو حکم پہنچا کہ اپنی قوم سے نکلکر چلے جائیں کہ اوس پر عذاب نازل ہوگا اور قوم کو بھی معلوم تھا کہ اوس پر عذاب نازل ہونیوالا ہے جب دن عذاب کا آیا اور آثار عذاب نمودار ہوئے اوس وقت قوم نے حضرت یونسؑ کو ڈھونڈھا جب نہ پایا تو درگاہ خدا میں الحاح و زاری کی اور اپنے افعال پر پشیمان ہوئے اور توبہ کی اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کی کہ اوس عذاب کو اون سے دفع کرے خداوند عالم نے اون کو عذاب سے نجات دی یہ قصہ قرآن مجید میں موجود ہے پس لوح محو و اثبات پر ثبت تھا کہ قوم یونسؑ پر عذاب نازل ہوگا۔ اور مطابق اوس کے حضرت یونسؑ کو خبر دیگئی تھی کہ قوم سے نکل جائیں اور لوح محفوظ پر تھا کہ تضرع و زاری اور توبہ قوم کی مانع نزول عذاب ہوگی جب قوم نے الحاح و زاری کے ساتھ توبہ کی تو حکم اول نزول عذاب کا محو کر دیا گیا اور دوسرا حکم ثبت ہوا کہ بعد الحاح و زاری و اظہار عجز و توبہ کے جرم قوم کا معاف کر دیا گیا نزول عذاب نہ ہوا اسی کو اہل حق بدا کہتے ہیں نہ حکم اول خلاف مصلحت دیا گیا تھا نہ حکم ثانی خلاف مصلحت تھا نہ کچھ خدا تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ تھا۔ دوسری مثال بدا کی یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ کو حکم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کریں۔ جب آنکھوں پر پٹی باندھی اور چھری حلق پر پھیرنے لگے خداوند عالم نے گوسفند کو بھیجکر حضرت اسمٰعیلؑ کو بچا لیا اور اون کو ذبیح اللہ کا لقب عطا کیا نہ پہلا امر خلاف مصلحت تھا نہ دوسرا امر خلاف مصلحت تھا اسی کو ہم بدا کہتے ہیں الحمد للہ کہ مسئلہ بدا نص قطعی سے ثابت ہو گیا۔

قولہ جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ناعاقبت اندیش ہے اور عواقب امور سے مطلق جاہل ہے۔

اقول یہ حاصل محصول تو آپنے اپنی مجوزہ تعریف بدا سے نکالا ہے اہل حق خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ ناعاقبت اندیش اور جاہل اعتقاد نہیں کرتے آپ کا محض افترا و بہتان ہے اب میں اپنے دعویٰ کی

دلیل میں چند احادیث اصول کافی سے نقل کرتا ہوں۔

(۱) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما بدا اللہ فی شئ الا کان فی علمہ قبل ان یبد ولہ

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان اللہ لم یبد لہ من جھل ان دونوں حدیثوں سے مثل آفتاب نیم روز روشن ہے کہ خداوند عالم معاذ اللہ نا عاقبت اندیش اور عواقب امور سے جاہل نہیں ہے بلکہ بدا واقع ہونے سے قبل اوس امر کا علم رکھتا تھا۔ بدا جہل سے واقع نہیں ہوتا (۳) عن منصور بن حازم قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام ھل یکون الیوم شئ لم یکن فی علم اللہ بالامس قال لا من قال ھذا فاخزاہ اللہ قلت ارایت ما کان و ما ھو کائن الی یوم القیمۃ الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق یہ حدیثیں اصول کافی میں موجود ہیں ان سے مصرح ومشرح طور پر عیاں ہے کہ بدا سے قبل خداوند عالم ہر شئے کا علم رکھتا تھا مجھے حیرت ہے کہ باوجود ایسے نصوص غیر محتمل التاویل کے آپ اہل حق پر اعتراض جماتے ہیں اور کچھ شرم نہیں کرتے اگر آپ ان نصوص سے واقف ہیں تو یہ اعتراض آپکا براہ تعصب ہے اور اگر ان احادیث کو آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا تو اب ملاحظہ فرمایئے اور کبھی بھول کر ایسا لغو اعتراض نہ فرمایئے۔

قولہ اور یہ عقیدہ شیعہ تمام محدثین اور مفسرین شیعہ آئمہ سے نقل کرتے ہیں۔

اقول یہ عقیدہ تو شیعہ نہیں آپکے اعتراض کی شناعت ظاہر ہے کیونکہ اہل حق کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ بدا جہل سے واقع ہوتا ہے وہ تو اس بات کے قایل ہیں کہ قبل خلقت خلق خداوند تعالیٰ کو ہر شئی کا علم تھا اور یہی عقیدہ آئمہ علیہم السلام سے نقل کرتے ہیں۔

قولہ انکار کی گنجایش نہیں۔

اقول ہم مجازی معنی کے اعتبار سے بدا سے انکار نہیں کرتے البتہ لغوی معنے بدا سے انکار کرتے ہیں اہل حق میں سے کوئی بدا لغوی کا قایل نہیں۔

قولہ۔ بعض ناواقف شیعہ اپنے اس عقیدہ سے بوقت دار و گیر اہل حق انکار کر دیتے ہیں۔

اقول بدا لغوی سے تمامی اہل حق کو انکار ہے جو معنی بدا کے ہم نے بیان کئے ہیں اون سے

اہل حق کو انکار نہیں۔

قولہ لہذا اوس کے ثبوت کے لئے ایک روایت اصول کافی کلینی کی جو اوس کے صفحہ ۱۶۲ پر ہے اور ایک عبارت رئیس المتاخرین سید المتکلمین سید دلدار علیؒ صاحب کی اساس مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۱۹ سے نقل کرتے ہیں۔

اقول ہم نے بدار کی تعریف حدیقہ سلطانیہ سے تحریر کردی اور روایات اصول کافی سے یہ ثابت کردیا کہ بدار جہل سے واقع نہیں ہوتا بلکہ اوس کا علم خدا تعالی کو قبل وقوع تھا اور جو روایت کہ آپ نے اصول کافی سے لکھی ہے اُس میں بدار سے مراد خروج من اللیسیّت ہے اور جو عبارت کہ حاشیہ اساس سے لکھی ہے اوسمیں بدار کے لغوی معنی مذکور ہیں۔

قولہ روایت کافی بایں الفاظ ہے علی بن محمد عن اسحاق بن محمد عن ابی ہاشم الجعفری قال کنت عند ابی الحسن بعد ما مضی ابنہ ابوجعفر وانی لافکر فی نفسی ارید ان اقول کانہما اعنی ابا جعفر وابا محمدؑ فی ھذا الوقت کابی الحسن موسیٰ واسمٰعیل ابنی جعفر بن محمد وان قصتہما کقصتہما اذ کان ابو محمد المرجا بعد ابی جعفر فاقبل علی ابوالحسن قبل ان انطق فقال نعم یا ابا ہاشم بدا للہ فی ابی محمدؑ بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف لہٗ کما بدا لہ فی موسی بعد مضیٰ اسمٰعیل ما کشف بہ عن حالہ وھو کما حدثتک نفسک وان کرہ المبطلون

اقول اس روایت میں جس جملے سے کہ بحث ہے اوس کا مطلب آپ نے غلط نکالا ہے پہلے میں وہ جملہ لکھتا ہوں بدا اللہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف لہٗ اس جملہ کا جو آپ نے یہ مطلب تجویز فرمایا ہے کہ اللہ کو ابوجعفر کے بعد ابو محمدؑ کے بارہ میں بدار واقع ہوا اور وہ امر ظاہر ہوا جو پیشتر اوس پر ظاہر نہ ہوا تھا یہ مطلب آپ کا غلط ہے کیونکہ جب احادیث اصول کافی سے یہ بات مصرح معلوم ہو چکی کہ خداوند عالم کو بدا سے پیشتر اوس کا علم تھا اور قبل خلقتِ خلق وہ ہر شئے کو جانتا تھا تو آپ کا یہہ مطلب نکالنا کہ وہ امر ظاہر ہوا جو پیشتر اوس پر ظاہر نہ ہوا تھا غلط ہوا۔ جس معنی بدا کے اہل حق قایل ہیں اوس کی رو سے یہ ترجمہ ہوا لیسیت سے خارج ہوا واسطے اللہ کے ابو محمدؑ کے بارہ میں بعد

ابوجعفر کے وہ امر کہ نہیں وجود تھا واسطے اوس کے۔ یعنی ابومحمدؑ کے بارہ میں وہ امر عدم سے وجود میں آیا کہ جس کا وجود نہ تھا۔ آپ نے جو فقرہ مالم یکن یعرف لہٗ میں کلمہ لہٗ کی ضمیر اللہ کی جانب پھیری ہے وہ غلط ہے بلکہ لہٗ میں جو ضمیر ہے وہ کلمہ ما کیجانب راجع ہے جو کہ مرجع قریب ہے اور اگر بفرض لہٗ کی ضمیر اللہ کی جانب راجع کیجائے تو بھی وہ مطلب غلط ہے جو آپنے نکالا ہے کیونکہ واؤ عطف اوس جملہ میں موجود نہیں ہے جس کا ترجمہ اور ہو نہ کوئی کلمہ ایسا موجود ہے کہ جس کا ترجمہ آپنے پیشتر لکھا ہے بلکہ یہ ترجمہ ہوگا۔ بدار ہوا واسطے اللہ کے ابومحمدؑ کے بارہ میں بعد ابوجعفر کے وہ امر کہ جو لیسیت سے خارج نہیں ہوا تھا واسطے اُس کے۔ یعنی وہ امر پردۂ عدم میں تھا۔ پردۂ عدم سے وجود میں نہیں آیا تھا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کوئی شئے ابھی عدم سے وجود میں نہیں آئی آئندہ کسی زمانہ میں وجود میں آئیگی۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک بھی اِس عالَم میں اوس کا وجود نہیں ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم ازلی میں بھی اوس شئے کا وجود نہیں ہے اور جبکہ بواسطہ روایات صحیحہ جو ائمہؑ سے منقول ہیں یہ ثابت کردیا گیا کہ بدا جہل سے واقع نہیں ہوتا بلکہ قبل وقوع بدار خداوند علیم وخبیر کو ہر شئے کا علم تھا۔ اور قبل خلقتِ خلق وہ ہر شئے کو جانتا تھا۔ تو اس مطلب کی کہاں گنجایش جو آپ نے نکالا ہے۔

قولہٗ۔ اور عبارت اساس الاصول یہ ہے اما الاعتقادات التی لیست من تلک المثابۃ الی قولہ وانکر القول بالبداء المحقق الطوسی وانکر بعض خصوصیات الرجعۃ الشہید الثالث السید السند مولانا نور اللہ الشستری وامثال ذالک کثیر اس عبارت سے صاف وصریح واضح ہے کہ بدار کا صرف محقق طوسی نے انکار کیا ہے اور سوائے اون کے تمام علمار کا متفق علیہ ہے۔

اقول بیشک اونکا انکار ظاہر ہے۔ بدار کے لغوی معنی پر غور فرماکر اونہوں نے مطلق بدار کا انکار کیا ہے جیسا کہ عبارت حاشیہ اساس سے ظاہر ہے جس کو آپنے لکھا ہے اور مجازی معنی بدار سے اون کا انکار ظاہر نہیں ہے گو مطلق بدا دونوں کو شامل ہے۔

قولہ ظاہر محقق طوسی کے انکار کی یہی وجہ ہوگی کہ محقق صاحب ایک فلسفیانہ خیال کے آدمی ہیں جب اونکی عقل نے اس کو جایز تسلیم نہ کیا تو انہوں نے بمقابلہ اپنی عقل کے روایات ائمہؑ کو جو بدا میں مروی ہوئے ہیں قابل قبول و اعتماد خیال نہ کیا۔

اقول جب وہ بقول آپکے فلسفیانہ خیال کے آدمی ہیں تو اونکو منقولات کے دیکھنے سے کیا کام صرف اون کا انکار جمہور علما کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں فلسفی آدمی منقولات کیطرف کم متوجہ ہوتے ہیں ظاہرا وجہ انکار یہی معلوم ہوتی ہے کہ بدا کے متعلق جو روایات ائمہؑ سے مروی ہیں وہ اونکی نظر سے نہیں گذریں بدا کی تعریف لغوی اون کے ذہن نشین تھی اسلئے بدا سے انکار کر دیا اگر وہ روایات اونکی نظر سے گذرتیں کہ جو ائمہؑ معصومین سے بدا کے بارہ میں مروی ہیں جن سے کہ بدا کے مجازی معنی ظاہر ہوتے ہیں تو ہرگز بدا سے انکار نہ کرتے بدا بمعنی لغوی سے ہم کو بھی انکار ہے۔ ہم نے جو چند روایتیں اوپر لکھی ہیں اون سے صاف و صریح طور پر ظاہر ہے کہ بدا جہل سے واقع نہیں ہوتا ایسی روایات سے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی نہ اون روایات سے محقق علیہ الرحمہ کا انکار ثابت ہوتا ہے جس معنی کے اعتبار سے کہ باریتعالی متصف بجہل ہوتا ہے اوسی بدا سے انکار کیا ہے +

قولہ اور غالباً عدم قبول روایات کیوجہ یہ ہوگی کہ روایات ائمہؑ اونتہائی سلسلہ سند بالعموم الا ماشاء اللہ مجسمہ اور مشبہ اور بد دین اور واقفیہ وغیرہ ہیں۔

اقول یہ آپنے کہاں ثابت کیا کہ وہ روات جن سے کہ روایات بدا مروی ہیں وہ بالعموم مجسمہ و مشبہ وغیرہ ہیں لہذا دعویٰ بلا دلیل مسموع نہیں ہے۔

قولہ تو ایسے امر بدیہی میں اونکی روایت قابل قبول نہ ہوگی۔

اقول امر بدیہی سے آپکی کیا مراد ہے اگر بدا امر بدیہی ہے تو احتیاج دلیل نہیں اگر انکار بدیہی ہے تو جمہور علمار کا اتفاق نہ ہوتا۔ صرف ایک شخص کے انکار سے انکار بدا بدیہی نہیں ہوسکتا +

قولہ- بلکہ فی الحقیقت وہ اس قابل ہیں کہ کوئی روایت اونکی قبول نہ کیجاوے۔

اقول کل رواۃ آئمہ غیر معتمد نہیں ہیں اصحاب مخلصین آئمہ معتمد ہیں اور شرائط ورع و تقوی وغیرہ اون میں موجود ہیں اور واقفیہ وغیرہم کے روایات اصول عقاید میں قابل قبول نہیں ہیں اگر اس قسم کے رواۃ صادق اللہجہ اور قوی الحافظہ ہوں تو فرعیات میں اون سے اخذ روایات جایز ہے مگر مجرد اونکی نقل پر عمل نہیں کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں یہ اعتراض مشترک الورود ہے کیونکہ آپ کے یہاں کے رواۃ اور منتہائی سلسلہ سند بھی تو بالعموم خوارج و نواصب ہیں اور محدّثین بالعموم اِلّاماشاءاللہ مجسمہ و مشبہ ہیں جیسا کہ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے اگر بد مذہبوں کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے تو پھر خوارج و نواصب کی روایات جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہیں کیوں قبول کیجاتی ہیں اور کیوں اون پر عمل ہے سیف اللہ صاحب ملتانی جن کے بڑے بڑے علماء اہلسنّت عقیدت مند ہیں تنبیہہ السفیہ میں فرماتے ہیں چہ رواۃ صحاح اہلسنّت ہمہ معدل و مزکی و اہل دیانت بودہ اند نسخہ قلمیہ ص ۱۲۷ ہمہ کے لفظ نے تمام خوارج و نواصب کو گھیر لیا پس واضح ہوا کہ حضرات علماء اہلسنّت اون خوارج و نواصب وغیرہ کو جو اونکے کتب صحاح کے رواۃ ہیں معدل و مزکی اور اہل دیانت جانتے ہیں۔

اب ہم سب سے پہلے چند اصحاب ائمہ کے نام لکھتے ہیں جو رواۃ صحاحِ اہل سُنت سے ہیں۔

(۱) منہال بن عمرو الاسدی ہیں کہ جو اصحاب امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ و امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق علیہم السلام و رواۃ صحیح البخاری و سنن اربعہ سے ہیں دیکھو تقریب التہذیب علامہ حجر عسقلانی مطبوعہ مطبع احمدی ۱۲۷۱ھ صفحہ ۳۶۴ و کاشف ذہبی ص ۲۳۲ نسخہ قلمیہ علامہ ابن حجر نے اون کو صدوق کہا ہے تقریب نشان سابق۔

(۲) سعید بن جبیر ہیں کہ جو اصحاب امام زین العابدینؑ سے ہیں اور رواۃ صحاح ستہ سے ہیں (تقریب صفحہ ۱۴۴)

(۳) قاسم بن عوف الشیبانی ہیں جو کہ اصحاب امام زین العابدینؑ و رواۃ صحیح مسلم و نسائی

وابن ماجہ سے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اون کے صدوق ہونے کا اعتراف کیا ہے (تقریب ص ۳۰۳)
(۴) ابان بن تغلب ہیں جو کہ اصحاب امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام
و رواۃ صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں علامہ ابن حجر نے اون کے ثقہ ہونے کا اعتراف کیا ہے
(تقریب) اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسطرح فرمایا ہے ابان بن تغلب الکوفی شیعی جلد
لکنہ صدوق الخ (۵) عبداللہ بن شریک عامری جو کہ اصحاب امام زین العابدینؑ و امام محمد باقر و امام جعفر صادق
علیہم السلام و رواۃ صحیح نسائی سے ہیں (تقریب ص ۲۰۲) جوزجانی نے اونکی قدح کی ہے لیکن
علامہ ابن حجر نے جوزجانی کے قول کو رد کیا ہے۔ (۶) ابو حمزہ ثمالی اصحاب امام زین العابدین
و امامین ہمامین و امام موسیٰ کاظم علیہم السلام و رواۃ صحیح ترمذی و نسائی و سنن ابی داؤد و سنن
ابن ماجہ سے ہیں (تہذیب التہذیب مجلد اول ص ۱۴۶) (۷) ثویر ابن ابی فاختہ جو اصحاب امام
محمد باقر علیہ السلام و رواۃ صحیح ترمذی سے ہیں (تقریب ص ۶۳) (۸) حمران بن اعین الکوفی کہ
جو اصحاب امامین ہمامین و رواۃ ابن ماجہ سی ہیں (تقریب ص ۱۰۲) (۹) جابر جعفی کہ جو اصحاب امامین
ہمامین و رواۃ صحیح ترمذی و سنن ابن داؤد و ابن ماجہ سے ہیں (تہذیب التہذیب مجلد اول ص ۱۵۱)
علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں باعتراف اکابرین اون کا اورع فی الحدیث و صدوق
واوثق النّاس واصدق النّاس ہونا ثابت کیا ہے۔
(۱۰) ابو اسحاق مدنی اصحاب امامین ہمامین و رواۃ ابن ماجہ سی ہیں (تقریب) (۱۱) عبدالملک بن
اعین جو اصحاب امام جعفر صادقؑ و رواۃ صحاح ستہ سے ہیں (تقریب ص ۲۴۴) (۱۲) جعفر بن سلیمان
ضبعی اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام و رواۃ صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں اور امام بخاری
نے بھی کتاب ادب المفرد میں اون سی روایت کی ہے (تقریب ص ۶۸) امام ذہبی کاشف ص ۴۳
میں اونکی نسبت لکھتے ہیں ثقۃ فقیہ و مع کثرۃ علومہ قیل کان امیا وھو من زھاد الشیعۃ
(۱۳) فطر بن خلیفہ مخزومی اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام و رواۃ بخاری و سنن اربعہ سے
ہیں (تقریب ص ۳۰۳) اور امام ذہبی فرماتے ہیں ہو شیعی جلد صدوق وثقۃ (ص ۲۸) ۱۴۔ معاویہ

بن عمار الدہنی جو اصحاب امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم علیہما السلام و روات صحیحین و نسائی و ابوداؤد
سے ہیں (تقریب صـ ۱۳۱) (۱۵) حماد بن عیسےٰ الجہنی جو اصحاب امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و امام رضا
علیہم السلام و روات صحیح ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں بخیال تطویل ہم اور اصحاب کے نام نہیں لکھتے
پس اگر روات شیعہ بالعموم آپکے نزدیک مجسمہ و مشبہ ہیں تو پھر آپ کے صحاح اونکی روایتوں سے کیوں
مزین ہیں اور کیوں اونکی روایات پر عمل ہے اور اگر عمل نہیں ہے تو صدوق و ثقہ و اصدق الناس
و اوثق الناس و اورع فی الحدیث اون کو کس غرض سے کہا گیا ہے غرض اس سے ظاہر ہوا
کہ روات کے مذہبی عقاید سے جامعین حدیث نے کچھہ تعرض نہیں فرمایا ہے بلکہ صرف روات کا
ثقہ و صدوق ہونا واسطے اخذِ روایات کے کافی سمجھا گیا ہے۔

اب دیگر روات صحاح اہل سُنّت کے اسمائے گرامی تحریر کرتا ہوں جو شیعہ نہ تھے اون کے صفات بھی
اپنے علمار اعلام سے سُن لیجئے۔

(۱) ابراہیم بن بشار جو روات ابوداؤد و ترمذی سے ہیں ابن علیہ پر افترا کرتے تھے احمد حنبل نے
اونکی سخت مذمت کی ہے (میزان الاعتدال و تہذیب ملاحظہ ہو)

(۲) ابراہیم بن احمد بن یحیی الاسلمی روات ابن ماجہ قزوینی سے ہیں یحیی ابن معین اونکو کذاب فرماتے
ہیں اور احمد حنبل اونکو متروک الحدیث کہتے ہیں اور قدری معتزلی بھی تھے اور جن احادیث کی اُنہوں نے
روایت کی ہے اونکا اصل و نشان نہیں پایا جاتا (تہذیب التہذیب)

(۳) احمد بن اسمٰعیل بو خذافہ السہمی روات ابن ماجہ سے ہیں ابن عدی فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے
مالک سے بواطیل کو روایت کیا ہے اور فضل بن سہل نے اونکی تکذیب کی ہے (میزان الاعتدال)

(۴) احمد بن عبدالرحمن بن ذہب جن سے مسلم ابن حجاج نے اپنے صحیح میں روایت کی ہے ابن عدی
کہتے ہیں کہ شیوخ مصر اونکی روایت کو ضعیف جانتے ہیں اور نسائی اون کے کذاب ہونے پر حکم فرماتے
ہیں (میزان الاعتدال)

(۵) احمد بن محمد ایوب صاحب مغازی جن سے ابوداؤد نے سنن میں روایت کی ہے ابن معین

اونکو کذاب فرماتے ہیں (میزان الاعتدال)

(۶) ابوالولید بن عبدالرحمن بسری روات ترمذی ونسائی وابن ماجہ سے ہیں اسمٰعیل بن عبداللہ اونکو مردود الشہادہ اور یحیی اونکو لاشئ فرماتے ہیں (میزان الاعتدال)

(۷) ایوب بن جابر بن سیار جوکہ روات ابوداؤد وترمذی سے ہیں یحیی اونکو لیس بشئ کہتے ہیں اور ابوزرعہ اونکو واہی اور نسائی ضعیف جانتے ہیں اور ابن المدینی تصریح فرماتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے (میزان الاعتدال)

(۸) ثابت بن موسی جبنی روات صحیح ابن ماجہ سے ہیں ابوحاتم اون کو ضعیف اور ناقابل احتجاج جانتے ہیں اور یحیی بن معین اون کو کذاب کا لقب دیا ہے (میزان الاعتدال)

(۹) جبارہ بن المغلس حمانی روات ابن ماجہ سے ہیں یحیے بن معین اون کو کذاب کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال)

(۱۰) جعفر بن زبیر جن سے ابن ماجہ قزوینی سنن میں روایت کرتے ہیں ابن معین اون کو لیس بثقۃ کہتے ہیں اور بخاری فرماتے ہیں کہ اون کو ترک کردیا ہے اور شعبہ نے اونکو کذاب النّاس فرمایا ہے اور اون کے کذب وافترا سے تنگ آگئے چار سو حدیثیں انہوں نے وضع کی ہیں (میزان الاعتدال)

(۱۱) حارث بن عمران جعفری روات ابن ماجہ سے ہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے ابن عدی اون کو ضعیف جانتے ہیں اور ابن حاتم اون کو غیر قوی اور ابوزرعہ اون کو واہی جانتے ہیں۔

(۱۲) حبیب ابن ابی حبیب مصری روات ابن ماجہ سے ہیں ابن معین اونکو لیس بشئ فرماتے ہیں اور ابوداؤد اون کو کذاب النّاس فرماتے ہیں ابن عدی کہتے ہیں کہ کل احادیث اونکی موضوعات ہیں (میزان الاعتدال) (۱۳) حسن بن عمارہ کوفی جن سے ترمذی وابن ماجہ اور نیز بخاری نے تفسیر میں روایت کی ہے مگر شعبہ اون کو کاذب جانتے ہیں اور ابن المدینی اون کو واضع احادیث اور جوزجانی ساقط اور ابوحاتم اور دار قطنی متروک جانتے ہیں۔

(۱۴) حارث بن عمیر بصری جن سے بخاری نے تفسیر میں اور اصحاب سنن اربعہ نے اپنے سنن میں روایت کی ہے (۱۵) حسن بن مدرک طحان جن سے بخاری و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کی ہے مگر ابوداؤد اون کو کذاب فرماتے ہیں (میزان الاعتدال) (۱۶) حصین بن عمر احمسی جن سے ترمذی نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے مگر بخاری اونکو منکر الحدیث کہتے ہیں اور احمد اون کی تضعیف کرتے ہیں ابن معین اونکو لیس بشئ فرماتے ہیں (میزان الاعتدال) (۱۷) حمزہ ابن ابی حمزہ جزری راوی حدیث اصحابی کالنجوم جن سے ترمذی نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے مگر بخاری نے اونکو منکر الحدیث فرمایا ہے اور دارقطنی متروک کرتے ہیں اور ابن عدی کہتے ہیں کہ عام روایات اونکی موضوع ہیں۔

(۱۸) خارجہ بن مصعب سرخسی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں احمد حنبل اون کو واہی جانتے ہیں۔ اور ابن معین کبھی لیس بثقۃ اور کبھی کذاب کہتے ہیں (میزان) (۱۹) خالد بن عمرو قرشی جن سے ابن ماجہ و ابوداؤد روایت کرتے ہیں اون کو صالح جزرہ ختماً و جزماً وضع حدیث کی فضیلت عطا فرماتے ہیں اور بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں۔

(۲۰) خالد بن یزید دمشقی راوی ابن ماجہ احمد صالح اون کو بُرا جانتے ہیں اور نسائی ضعیف اور احمد انکو ہیچکارہ جانتے ہیں اور دارقطنی تضعیف کرتے ہیں (۲۱) داؤد زبرقانی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں ابن معین اونکو ہیچکارہ اور جوزجانی اون کو کذاب سمجھتے ہیں (میزان الاعتدال)

(۲۲) داؤد بن المحبر بصری صاحب کتاب العقل جن سے ابن ماجہ نے سنن میں روایت کی ہے ابوزرعہ اونکو ضعیف جانتے ہیں۔ اور صالح جزری اونکو کاذب اور واضع حدیث جانتے ہیں کتاب عقل کو جس کو میسرہ نے واضع کیا تھا اونہوں نے سرقہ کر لیا (میزان الاعتدال)

(۲۳) سری بن اسمٰعیل کوفی جن سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے مگر نسائی نے متروک کیا ہے احمد حنبل فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اون کو ترک کر دیا یحییٰ القطان کہتے ہیں کہ اون کا کذب بر سر مجلس ظاہر ہُوا۔

(۲۴) سعد بن طریف اسکاف حنظلی جنسے ابوداؤد و ابن ماجہ نے روایت کی ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ فوراً حدیث وضع کرتے تھے ابن معین کے نزدیک اون سے روایت حلال نہیں ہے (میزان)

(۲۵) سعید بن عبدالجبار جس سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے نسائی اون کو لیس بثقہ وابن المدینی لم یکن بشیء فرماتے ہیں اور جریر تکذیب کرتے ہیں (میزان الاعتدال)

(۲۶) سعید بن سنان حمصی جن سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے احمد حنبل اونکی تضعیف کرتے ہیں اور یحییٰ اونکو غیر ثقہ ولیس بشیء فرماتے ہیں اور بخاری اون کو منکر الحدیث کہتے ہیں اور دارقطنی وضع حدیث کی نسبت کرتے ہیں۔

(۲۷) مسلم بن ابراہیم وراق جن سے ابو نعیم وابن ماجہ نے روایت کی ہے ابن معین نے اون کو کذاب کا لقب عنایت فرمایا۔

(۲۸) مسلم بن عبدالرحمٰن نخعی جن سے مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے اپنے صحاح میں روایت کی ہے ابراہیم نخعی اون کو کذاب فرماتے ہیں۔

(۲۹) ضرار بن صرد جن سے ابوداؤد وترمذی ونسائی نے روایت کی ہے بخاری اونکو متروک وابوحاتم غیر قابل احتجاج جانتے اور ابن معین اونکو کذاب جانتے ہیں (میزان الاعتدال)

(۳۰) طلحہ بن زید جن سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے اونکو بخاری منکر الحدیث جانتے ہیں اور نسائی متروک کرتے ہیں اور ابن حبان اونکی حدیث سے احتجاج حلال نہیں جانتے اور ابن عدی اون کی حدیث کو موضوع سمجھتے ہیں اور ابن المدینی فرماتے ہیں کہ وہ فضیلت خلیفہ ثانی وثالث میں حدیث وضع فرماتے تھے اور سب پر خلیفہ ثالث کو تفضیل دیتے تھے۔

(۳۱) عامر بن صالح بن عبداللہ بن عروہ جن سے ترمذی نے روایت کی ہے ابن معین اون کو کذاب جانتے ہیں اور دارقطنی متروک کرتے ہیں اور نسائی غیر ثقہ فرماتے ہیں اور احمد بن محمد نے ابن معین سے نقل کی ہے کہ وہ اون کو کذاب اور خبیث اور دشمن خدا جانتے تھے۔

(۳۲) عباد بن راشد بصری جن سے بخاری وابوداؤد ونسائی نے روایت کی ہے بخاری خود اونکو ضعیف جانتے تھے اور نسائی نے اون کی شان میں لیس ما بقوی ارشاد کیا ہے۔

(۳۳) عباد بن کثیر الثقفی جن سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے احمد حنبل نے فرمایا کہ جھوٹی

حدیثیں اونھوں نے روایت کیں اور بخاری نے متروک کیا (تقریب)

(۳۴) عبداللہ بن ابراہیم غفاری جن سے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کی ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے اور دارقطنی اون کی احادیث کو منکر جانتے ہیں اور ذہبی فرماتے ہیں کہ حق شیخین میں جو احادیث اون سے مروی ہیں وہ باطل ہیں۔

(۳۵) عبداللہ بن فراس جن سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے دارقطنی اون کو ضعیف اور ابوذرعہ لیس بشئ اور ابوحاتم ذاھب الحدیث اور بخاری اون کو منکر الحدیث کہتے ہیں اور ابوعمار اطلاق کذب کرتے ہیں (میزان)

(۳۶) صباح بن محمد بجلی جن سے ترمذی نے روایت کی ہے ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ موضوعات کو روایت کرتے ہیں (میزان) (۳۷) صالح بن ابی الاخضر جن سے اصحاب سنن اربعہ روایت کرتے ہیں ابوذرعہ اونکو غیر صالح و ضعیف الحدیث جانتے ہیں اور ابوحاتم لین الحدیث کہتے ہیں اور ترمذی و یحییٰ بن معین اور بخاری اونکی تضعیف فرماتے ہیں اور جوزجانی اون کو احادیث میں متہم جانتے ہیں (میزان)

(۳۸) سیف بن برہان برجمی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں یحییٰ اونکو لیس بشئ اور نسائی اور دارقطنی ضعیف کہتے ہیں اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ موضوعات کو روایت کرتے ہیں۔ (میزان)

(۳۹) سیف بن محمد کوفی جن سے ترمذی نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے احمد حنبل و ابن معین و ابوداؤد اون کو کذاب فرماتے ہیں اور یحییٰ لفظ خبیث بھی اوس پر اضافہ کرتے ہیں اور زکریا ابن یحییٰ فرماتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے۔

(۴۰) سہل بن صفیر جن سے ابن ماجہ نے سنن میں روایت کی ہے خطیب بغدادی متہم کرتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے (تقریب)

(۴۱) عبداللہ بن سعید بن ابی کیسان مقبری رواۃ ابن ماجہ و ترمذی سے ہیں ابن معین اون کو لیس بشئ کہتے ہیں اور یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ اون کا کذب مجھپر مجلس میں ظاہر ہوا۔ (میزان)

(۴۲) عبداللہ بن صالح ابوصالح رواۃ بخاری اور ابوداؤد و ترمذی سے ہیں صالح جزری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مرتکب کذب ہوتے تھے حدیث میں۔

(۴۳) عبداللہ بن محمد عدوی جن سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے بخاری اون کو منکر الحدیث کہتے ہیں ابن حبان اون کی حدیث سے احتجاج جایز نہیں جانتے وکیع فرماتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے (۴۴) عبداللہ بن معاذ صنعانی رواۃ ترمذی سے ہیں عبدالرزاق اونکی تکذیب کرتے ہیں (۴۵) عبداللہ بن اویس رواۃ بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ سے ہیں ازدی اونکو کاذب و مفتری و واضع حدیث جانتے ہیں۔

(۴۶) عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر بن حفص رواۃ ابن ماجہ سے ہیں احمد حنبل اون کو کذاب ظاہر فرماتے ہیں (۴۷) عبدالرحمن بن قیس ضبی ارباب سنن اربعہ سے ہیں احمد اون کے حق میں لم یکن بشیٔ اور بخاری اون کے نسبت ذہب حدیثہ فرماتے ہیں اور ابن مہدی اور ابو ذرعہ اون کی تکذیب کرتے ہیں (۴۸) عبدالرحمن بن ہانی رواۃ ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہیں احمد حنبل اون کو لیس بشیٔ اور یحیےٰ کذاب فرماتے ہیں۔

(۴۹) عبدالرحیم بن زید العمی رواۃ ابن ماجہ سے ہیں بخاری فرماتے ہیں ترکوہ اور ابو ذرعہ اون کو واہی اور یحییٰ اون کو کذاب کہتے ہیں۔

(۵۰) عبدالرحیم بن ہارون غانی رواۃ ترمذی سے ہیں دارقطنی اون کو متروک الحدیث او دروغگو و کاذب جانتے ہیں۔ (۵۱) عبدالعزیز ابان جن سے ترمذی نے روایت کی ہے ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اونکی حدیث قابل کتابت نہیں ہے

(۵۲) عبدالملک بن قریب اصمعی رواۃ ابوداؤد و ترمذی سے ہیں ابو زید انصاری اون کو کذاب جانتے ہیں (۵۳) عبدالوہاب بن الضحاک بن ابان عرضی رواۃ ابن ماجہ سے ہیں نسائی نے اونکو متروک کیا اور دارقطنی متروک الحدیث کہتے ہیں اور ابو حاتم اونکی تکذیب فرماتے ہیں۔

(۵۴) عبدالوہاب بن حماد رواۃ ابن ماجہ سے ہیں سفیان ثوری اون کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۵۵) عبید بن القاسم اسدی ہمشیرزادہ سفیان ثوری رواۃ ابن ماجہ سے ہیں بخاری اون کو لیس بشیٔ کہتے ہیں ✤

(۵۶) عثمان بن عبد الرحمٰن رواۃ ترمذی سے ہیں بخاری نے اون کو متروکین میں داخل کیا ہے اور ابن معین اون کو کاذب کہتے ہیں۔ (۵۷) عطیہ بن سفیان ثقفی رواۃ ابن ماجہ سے ہیں فرہبی انکو کذّاب کہتے ہیں (۵۸) عکرمہ مولائی ابن عباس رواۃ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سے ہیں اُن سے سب نے اپنے صحاح میں روایت کی ہے جماعت کثیر محققین نے اون کے کذّاب و مفتری ہونے کی تصریح کی ہے مانند یحییٰ بن سعید انصاری و علی بن عبد اللہ بن عباس و ابن المسیب و عطا و ابراہیم بن میسرہ و محمد بن سیرین و عبد اللہ بن عمر کے ۔

(۵۹) عُلا بن خالد واسطی رواۃ ترمذی سے ہیں ابو سلمہ اُنکو کاذب دروغگو جانتے ہیں۔

(۶۰) عُلا بن زید ثقفی رواۃ ابن ماجہ سے ہیں ابن المدینی کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے اور بخاری اون کو منکر الحدیث جانتے ہیں۔

(۶۱) عُلا بن مسلمہ بن عثمان رواس رواۃ ترمذی سے ہیں ازدی فرماتے ہیں کہ اون سے روایت حلال نہیں ہے ابن طاہر کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے ۔

(۶۲) علی بن مجاہد کابلی رواۃ ترمذی سے ہیں یحییٰ بن ضریس اون کو کذّاب کہتے ہیں اور ابن معین کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے (۶۳) عمارہ بن جوین عبدی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں حماد بن زید اون کی تکذیب کرتے ہیں۔ (۶۴) عمر بن ریاح بصری رواۃ ابن ماجہ سے ہیں فلاس نے اون کو دجّال کا لقب دیا ہے (۶۵) عمر بن صبیح خراسانی رواۃ ابن ماجہ سے ہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے اور ازدی اون کو کذّاب فرماتے ہیں احمد سلیمان اونکو واضع مفتری فرماتے ہیں ۔

(۶۶) عمر بن ہارون بلخی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں صالح جزری اونکو کذاب فرماتے ہیں

(۶۷) عمر بن جابر ابو زرعہ خضرمی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں ذہبی اونکو ہالک اور احمد حنبل دروغگو کہتے ہیں۔ (۶۸) عمرو بن خالد قرشی رواۃ ابن ماجہ سے ہیں وکیع فرماتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے احمد حنبل و دارقطنی وغیرہ اون کو کذّاب جانتے ہیں ۔

(۶۹) عمرو بن واحد دمشقی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں ابو مسہر اون کو لیس بشیء اور بخاری منکر الحدیث اور دارقطنی متروک جانتے ہیں۔ (۷۰) نہسل بن سعید رواۃ ابن ماجہ و نسائی سے ہیں ابو حاتم اون کو متروک جانتے ہیں اور اسحاق اونکو کذّاب فرماتے ہیں +

(۷۱) نوح بن ابی مریم ابو عصمہ جو رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں مُسلم اُن کو متروک الحدیث او بخاری منکر الحدیث اور ابن المبارک کذّابین سے جانتے ہیں اور حاکم حکم بوضع فرماتے ہیں۔

(۷۲) ولید بن عبداللہ بن ابی ثور ہمدانی رواۃ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں محمد بن عبداللہ بن نمیر اون کو کذّاب اور ابو زرعہ منکر الحدیث جانتے ہیں اور ابو حاتم اون کو قابل احتجاج نہیں جانتے (۷۳) ولید بن محمد موقری رواۃ ترمذی اور ابن ماجہ سے ہیں نسائی اونکو متروک کرتے ہیں اور ابو حاتم ضعیف الحدیث جانتے ہیں +

(۷۴) یحییٰ بن عُلا بجلی رواۃ ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہیں احمد حنبل اون کو کذاب اور واضع حدیث کہتے ہیں (ذہبی) (۷۵) یزید بن عباس رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں بخاری اونکو منکر الحدیث اور یحییٰ غیر ثقہ اور مالک اون کو کاذب جانتے ہیں اور نسائی متروک کرتے ہیں +

(۷۶) یعقوب بن ولید رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں ابوداؤد اون کو غیر ثقہ اور دارقطنی ضعیف فرماتے ہیں اور ابو حاتم و یحییٰ کذّابین سے اور احمد حنبل کبار کذابین و وضاعین سے جانتے ہیں + (۷۷) یوسف بن ابراہیم تمیمی رواۃ ترمذی و ابن ماجہ سے ہیں ابن حبان اُن سے روایت کرنا حلال نہیں جانتے +

(۷۸) یونس بن حبان اسدی جن سے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کی ہے ابن معین اُنکو مردود جانتے ہیں اور ابن حبان اون سے روایت کرنا حلال نہیں جانتے اور منکر الحدیث اور یحییٰ ابن سعید اون کو کذّاب جانتے ہیں۔

(۷۹) عبیداللہ زحری ارباب سنن اربعہ و احمد حنبل نے اون سے روایت کی ہے یحییٰ اون کو ضعیف الحدیث کہتے ہیں اور کبھی اون کے حق میں لیس بشیء فرماتے ہیں دیکھئے کیسے کیسے وضاعین و کذابین

کی روایات سے آپ کی کُتب صحاح مالا مال ہیں فی الحقیقت بکثرت رواۃ صحاح اہل سُنت ہرگز اس قابل نہیں کہ کوئی روایت اونکی قبول کیجائے مگر چونکہ دار و مدار مذہب کا اونکی روایات پر ہے اگر قبول نہ کریں تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے اسلئے چار و ناچار اونکی روایات قبول کیجاتی ہیں۔ اگر غور کیا جاوے تو ایک لاکھ سے زیادہ احادیث موضوعات آپکے کُتب صحاح میں نکلیں گی ع برعکس نہند نام زنگی کافور

آب چند نام خوارج و نواصب کے بھی تحریر کرتا ہوں جنکی روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں +

(۱) اشعث بن قیس صحابی جو ایک مرتبہ مرتد ہو گئے تھے۔ بخاری مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور مالک نے ان سے روایات کی ہے (دیکھو تقریب و ملل و نحل) یہ خوارج کے سردار تھے اور افضل الصحابہ عندہم کے بہنوئی۔

(۲) اسمٰعیل بن سمیع خارجی بہیسی تھے سفیان بن عاصم نے ان سے روایت کی ہے (میزان الاعتدال و تقریب ملاحظہ ہوں) (۳) اسحاق بن سوید عدوی خارجی رواۃ بخاری و مسلم و نسائی و ابوداؤد سے ہیں (دیکھو ملل و نحل صہ ۱۰۲ و تقریب صہ ۲۹)

(۴) احمد بن عبدۃ ناصبی رواۃ مسلم ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سے ہیں (دیکھو تقریب)

(۵) ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق جوزجانی ناصبی تھے رواۃ ابوداؤد و ترمذی و نسائی سے ہیں۔ (تقریب صہ ۲۵) (۶) اسد بن موسیٰ بن ابراہیم ناصبی تھے۔ رواۃ بخاری ابوداؤد و نسائی سے ہیں (تقریب صہ ۳۲) +

(۷) بسر بن ارطاۃ صحابی جنہوں نے عبدالرحمٰن قثم فرزندان عبیداللہ بن عباس کو یمن میں ذبح کیا ناصبی تھے ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ان سے روایت کی ہے (تقریب صہ ۵۰)

(۸) نبیر بن اسد خارجی تھے جن سے بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے روایت کی ہے۔ (میزان الاعتدال۔ تاریب الروی) تقریب +

(۹) جابر بن زید ابوالشعثا جو کہ متقدمین خوارج سے ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ہیں (تقریب صہ ۶۳ و ملل و نحل صہ ۱۰۲) +

(۱۰) حریز بن عثمان رواتِ بخاری۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ ابوداؤد و مالک سے ہیں خارجی تھے۔ (تقریب)

(۱۱) ازہر بن عبداللہ ناصبی تھے رواتِ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی سے ہیں (تقریب)

(۱۲) حصین بن نمیر۔ خارجی تھے بخاری و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ کے روات سے ہیں یہ حصین ابن نمیر وہی صاحب ہیں جو آپ کے خلیفہ غیر راشد یزید بن معاویہ کیطرف سے امام حسینؓ فرزند رسول الثقلینؐ سے لڑنے گئے تھے ان کا قصہ مشہور ہے اور بعد واقعہ کربلا کے مدینہ منورہ کو غارت کرنے اور خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے امیر لشکر بن کر گئے تھے۔ (میزان الاعتدال)

(۱۳) خالد بن سلمہ الفاق خارجی تھے۔ بخاری مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ان سے روایت کی ہے۔

(۱۴) داؤد بن حصین۔ بخاری و مسلم ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے (تقریب و میزان)

(۱۵) سمرہ بن جندب صحابی خارجی حروری بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے (اسماء الرجال شیخ عبدالحق و تقریب) واضح ہو کہ سمرہ بن جندب صحابی معاویہ صاحب کے عامل اور زیاد کے نائب تھے انہوں نے آٹھ ہزار شیعوں کو بصرہ میں قتل کیا (جلد ثالث ذوالفقار حیدری)

(۱۶) سلیمان بن عبدالجارود ناصبی تھے ابوداؤد نے اون سے روایت کی ہے (تقریب ص ۱۵۸)

(۱۷) شبث بن ربعی خارجی تھے رواتِ ابوداؤد و نسائی سے ہیں (تقریب ص ۱۶۶ و میزان الاعتدال ص ۳۹۶) ان کو حضرت عمرؓ نے جنگ فارس میں ایک سنہ فوج کا سردار بنا کر بھیجا تھا بعدہٗ یہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں شریک ہوئے پھر جناب علی مرتضیٰؑ کا ساتھ چھوڑ کر مرتد ہو کر خارجی بنے اوس کے بعد تائب ہوئے پھر عمر کے ساتھ جناب امام حسینؑ سے لڑنے کو نکلے۔

(۱۸) شمر ذی الجوشن قاتل امام حسینؑ ان سے ابواسحٰق سبیعی نے روایت کی ہے (میزان ص ۴۰۴)

(۱۹) طارق خارجی تھے مسلم اور ابوداؤد نے اون سے روایت کی ہے یہ بنی امیہ کے غلام تھے اور عبدالملک کیطرف سے حاکم مدینہ تھے مشہور ظالم حاکموں سے ہیں ابو ذرعہ نے ان کی توہین کی ہے (تقریب) انہیں کی روایت بخاری میں ہے آل ابوطالب لیسوا لی باولیاء جس سے طالب کا لفظ نکال دیا گیا ہے (فتح الباری و تقریب)

(۲۰) عمرو بن العاص صحابی بخاری مسلم ابوداؤد و مالک و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے جناب علی مرتضیٰؑ نے عمرو عاص کے اُٹھ جانے پر فرمایا۔ شکر خدا میری مجلس ابتر کے اوٹھ جانے سے پاک ہوگئی۔

(۲۱) عمران بن خطان مادح ابن ملجم بخاری ابوداؤد نسائی نے ان سے روایت کی ہے (تقریب ص۲۸۹)

(۲۲) عبداللہ بن عمرو عاص صحابی۔ رواۃ صحاح ستہ سے ہیں (تقریب ص۲۰۹)

(۲۳) عبداللہ بن زبیر صحابی۔ بخاری و مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ و ترمذی و مالک نے ان سے روایت کی ہے اُنہوں نے مدتوں نماز صرف اس وجہ سے ترک کی کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کہنا پڑتا تھا۔

(۲۴) عمر بن سعد قاتل امام حسینؑ نسائی نے ان سے روایت کی ہے (تقریب ص۲۶۹) و میزان الخ ص۲۳۲)

(۲۵) عبدالملک بن مروان خلیفہ خارجی بخاری نے ان سے روایت کی ہے (تقریب ص۲۴۷)۔

(۲۶) عاصم خارجی مرجی رواۃ مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ نسائی و ترمذی سے ہیں (میزان الاعتدال)۔

(۲۷) معاویہ بن حدیج جو جناب امیر علیہ السلام کو سب کرتے تھے اور جنہوں نے محمد بن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں رکھکر جلایا تھا۔ بخاری ابوداؤد و نسائی نے ان سے روایت کی ہے۔

(۲۸) مروان بن حکم صحابی جو حضرت عثمان کی ہلاکت کے باعث ہوئے اور حضرت طلحہ کے قاتل تھے۔ بخاری ابوداؤد و ترمذی و نسائی ابن ماجہ و مالک نے ان سے روایت کی ہے (تقریب ص۳۵۰) و تاریخ کامل جلد ۵ ص۷۵) اب ذرا خود امام بخاری صاحب کیجانب التفات فرمائیے کہ خوارج کی روایتوں سے تو اپنی کتاب کو زینت دی ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث کے روایت کرنے پر راضی نہ ہوئے ہم ان بزرگوار کی نسبت صرف اس قدر کہتے ہیں کہ وہ اپنی عادت کے مطابق جناب علی مرتضیٰؓ کے ذکر کو ساقط کر دیتے تھے چنانچہ کتاب شرح اسماء النبیؐ میں صحیح مُسلم سے ایک روایت نقل کی ہے بعدہٗ بخاری سے اوس کے بعد فرمایا ہے انما اوردہ مسلم لانہ اوردہ بکمالہ وقطعہ البخاری واسقط منہ علی عادتہ کما ترے وھو مما عیب علیہ فی تضیفہ علی ما جری ولا سیما اسقاط الذکر علی رضی اللہ عنہ یعنی ہم نے مسلم کی روایت پہلے اسوجہ سے لکھی کہ مسلم نے اس روایت کو پورا

نقل کیا اور بخاری نے کاٹ چھانٹ کر جیسا کہ اونکی عادت ہے اور اس بات کا بخاری پر عیب لگایا گیا ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ حضرت علیؑ کے ذکر کو ساقط کر دیتے ہیں اب میں اپنے مخاطب سے پوچھتا ہوں کہ بخاری صاحب کی کاٹ چھانٹ اور ذکر جناب امیر علیہ السّلام کو ساقط کر دینا اگر عداوت کیوجہ سے نہ تھا پھر کس وجہ سے یہ شیوہ اُنہوں نے اختیار کیا آپ تو بخاری صاحب کو بہت وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ اون کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے ہیں جب اُنہیں سے بوئے عداوت پھوٹتی ہے تو آپ سے کوئی کیا اُمید رکھے اب دوسری قسم کے خوارج کے چند نام پیش کرتا ہوں جو مرجی تھے کتب صحاح اونکی روایات سے بھی مالا مال ہیں ❖

اوّل ابراہیم بن طہمان خراسانی راوی صحاح ستہ (۲) ابراہیم بن یوسف مرجی راوی نسائی۔ (۳) ایوب بن عامد مرجی راوی مسلم و ترمذی و نسائی (۴) بشیر بن محمد مرجی راوی بخاری (۵) بشیر بن مہاجر مرجی راوی مسلم ترمذی نسائی و ابن ماجہ (۶) حفص بن عبداللہ راوی نسائی و ابن ماجہ (۷) خضیب بن عبدالرحمٰن راوی ابوداؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ و مالک (۸) خلف بن ایوب عامری مرجی راوی ترمذی ملل و نحل میں خلف کو خارجی لکھا ہے (۹) خلاد بن یحییٰ راوی ترمذی بخاری ابوداؤد (۱۰) ذر بن عبداللہ راوی صحاح ستہ (۱۱) سعید بن سالم راوی ابوداؤد و نسائی (۱۲) شعیب بن اسحاق راوی بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ (۱۳) تحلق بن حبیب راوی بخاری و مسلم وغیرہ (۱۴) عاصم بن کلیب راوی بخاری و نسائی و ترمذی وغیرہ (۱۵) عبدالعزیز بن ابی داؤد راوی بخاری و ترمذی و نسائی وغیرہ (۱۶) عبدالمجید بن عبدالعزیز راوی مسلم و نسائی و ترمذی وغیرہ (۱۷) عمرو بن ذر راوی نسائی و بخاری و ابوداؤد (۱۸) قیس بن مسلم راوی صحاح ستہ (۱۹) محمد بن میسر راوی ترمذی (۲۰) موسی بن ابی بکر راوی بخاری و نسائی (۲۱) نضر بن مروزی راوی مالک و نسائی (۲۲) یونس بن راشد راوی ابوداؤد (دیکھو تقریب یہ سب صاحبان مرجی تھے) مشکوٰۃ میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجئۃ والقدریۃ غرض یہ ثابت ہو گیا کہ یہ رواۃ اسلام کی قید سے ازاد ہیں مگر ان سب خارجیوں اور

مرجیوں کو اہل طایفہ معدل ومزکی اپنے نزدیک سمجھ بیٹھے ہیں۔

قولہ مگر چونکہ مدار دین کا اونکی راویات پر ہے اگر اونکی روایات قبول نہ کریں تو دین تشیع ہاتھ سے جاتا ہے اسلیے بمجبوری قبول کیجاتی ہیں ❖

اقول اہل حق کے دین کا مدار بد مذہبوں کی روایات پر نہیں ہے کیونکہ اصول عقاید میں ایسے لوگوں کی روایات مقبول نہیں ہیں جیساکہ عبارت اساس سے بھی ظاہر ہے جس کے آپ خود صد ۱۶ مطرفہ پر ناقل ہیں فروعات میں بشرط ورع وتقویٰ اون سے اخذ روایات جایز ہے مگر مطلق اونکی روایات پر فروعات میں بھی عمل نہیں ہے جبتک کہ راوی صحیح الاعتقاد شامل نہو ❖

قولہ اور اس مسئلہ میں عقل رہبر موجود ہے یہاں قبول کرنا ضرور نہ ہوا۔

اقول عقل رہبر نے بدا بمعنی لغوی سے انکار کیا ہے کیونکہ لغوی معنے کے اعتبار سے باریتعالیٰ متصف بجہل ہوتا ہے لیکن بدا کے مجازی معنی کو جہل اور ندامت وپشیمانی وناعاقبت اندیشی سے کچھ علاقہ نہیں جیساکہ احادیث کافی سے ظاہر ہوچکا ہے ❖

قولہ اور سید دلدار علیصاحب نے اپنے حاشیہ منہیہ میں جو اس عبارت پر تحریر فرمایا یہ قضیہ ہے فیصل فرما دیا وہ تحریر فرماتے ہیں واعلم ان البداء لا ینبغی ان یقول بہا احد لانہ یلزم منہ ان یتصف الباری تعالےٰ بالجہل کما لا یخفی ❖

اقول سید دلدار علیصاحب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ محقق علیہ الرحمہ نے بدا لغوی کو پیش نظر رکھکر مطلق بدا سے انکار کیا ہے اُنہوں نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں کتاب التوحید میں نہایت بسط وتشریح سے تمام مسئلہ بدا کو بیان فرمایا ہے اور بدا بمعنی لغوی سے اپنا اور تمامی اہل حق کا انکار ظاہر فرمایا ہے اور بدا بمعنی مجازی کا اقرار کیا ہے اور یہ فیصلہ فرمادیا ان البداء المسند الیہ تعالیٰ عند الشیعۃ لیس بمعنی اللغوی اس عبارت سے آشکارا ہے کہ شیعہ بدا لغوی کی نسبت باریتعالیٰ کی طرف نہیں کرتے۔ حاشیہ منہیہ میں اسی معنی لغوی کیطرف اشارہ فرمایا ہے اب اور ایک ٹکڑا عبارت کا اونکی کتاب عماد الاسلام سے بدا کے متعلق تحریر کرتا ہوں جس سے صاف صاف ظاہر وآشکارا ہوجائیگا کہ سید صاحب مرحوم مغفور نے بدا بمعنی لغوی سے انکار کیا ہے اور

بدا بمعنی مجازی کا اعتراف فرمایا ہے ❊

عبارت عماد الاسلام متعلق بداء

اعلم رحمك الله تعالى ان من اهم ما يقتضى ذكر المقام ليستوجب بسيط الكلام التنقيح المرام هو مسئلة البداء التى قال بها العلماء الاعلام المتفقون آثار ائمة الانام عليهم الصلوٰة والسلام - فنقول البداء ممدود فى اللغة بمعنى ظهور راء ولم يكن يقال بدا له فى هذا الامر بداء اى نشاء له فيه راى كما ذكره الجوهرى فذالك ليشكل القول بذلك فى جناب الحق تعالى لاستلزامه حدوث علمه تعالى بشئ بعد جهله وهذا محال آپنے غور فرمایا کہ لغوی معنی کے اعتبار سے جہل لازم آتا ہے اور اسی معنی کیطرف حاشیہ اساس پر بھی اشارہ فرمایا ہے) ولهذا شنع كثير من المخالفين على الامامية فى ذلك نظرا الى ظاهر لفظ من غير تحقيق لمرامهم (اکثر مخالفین نے امامیہ پر بلا تحقیق مرام اسی معنی لغوی کے اعتبار سے الزام لگایا ہے - اور آجتک یہی حال ہے کہ تحقیق نہیں فرماتے کہ مراد اون کی بدا سے کیا ہے آنکھیں بند کرکے اعتراض جمانا شروع کر دیتے ہیں (فنقول فى الجواب وبالله التوفيق تشنيعات المخالفين علينا اما باعتبار المعنى الظاهر للفظ البداء كما هو الظاهر واما باعتبار ان لفظ البداء لم يطلق فى الشرع على علمه او فعله تعالى واما باعتبار صحة المعنى مجازى بالنسبة اليه تعالىٰ - اما التشنيع بالاعتبار الاول فمدفوع فان احدا من علماء الامامية لا يذهب اليه (اب ذرا غور فرمائیے کہ علماء امامیہ میں سے فرد واحد بھی بدا لغوی کا قایل نہیں ہے) كيف ونطقت اخبار الائمة عليهم السلام واقوال قدماء الامامية على خلافه وفى العيون باسناد عن الخزدى قال سال المامون الرضا عليه السلام فى خبر طويل عن قوله تعالى ليبلوكم ايكم احسن عملا فقال عليه السلام انه عزّ وجل خلقه ليبلوهم بتكليف طاعته وعبادته لا على سبيل الامتحان والتجربة لانه لم يزل عليما بكل شئ وايضا فيه باسناده عن ابى على القصاب قال سالت اباعبد الله عليه السلام هل يكون اليوم شئ لم يكن فى علم الله عزّ وجل قال لا بل كان فى علمه

قبل ان ینشی السموات والارض وفی تفسیر العیاشی علی ما نقل عنه عن ابی عبد الله
علیه السلام یقول ان الله یقدم ما یشاء و یوخر ما یشاء و یمحو ما یشاء و یثبت ما یشآء
وعنده ام الکتب وقال لکل امر یریده الله فهو علی علمه قبل ان یصنعه ولیس شئ یبدو له
الا وقد کان فی علمه ان الله لا یبدو له من جهل - وفی الکافی باسناده عن عبد الله بن سنان عن
ابی عبد الله علیه السلام قال ما بدا لله فی شئ الا کان فی علمه قبل ان یبدو له (اب ذرا
مخاطب فی فہم اپنے اون معنی پر غور فرماویں جو معنی بداء کہ اونہوں نے قائم کرکے شیعوں پر افترا باندہا ہی
اخبار ائمہ علیہم السلام میں اون معنی کا وجود نہیں ہے یہ عماد الاسلام سید دلدار علیصاحب اعلی اللہ
مقامہ کی کتاب ہی ذرا اُس کو دیکھ لیجئے) وایضاً باسناده علیه السلام قال ان الله لا یبدو له
من جهل وامثال تلک الاحادیث کثیرة (دیکھو ان احادیث سے بداء کے معنی صاف ہویدا
ہیں جہل کہاں ثابت ہوتا ہے کیوں میٹھی باتوں سے آپ لوگوں کو فریب دیتے ہیں اور مفت میں
شیعوں پر الزام لگاتے ہیں اور سید دلدار علیصاحب کو متہم کرتے ہیں اونہوں نے مثل سایر امامیہ
کے بداء لغوی سے انکار فرمایا ہے) فهل یجوز العاقل اللبیب ان یجوز احد من العلماء الاما
میة المقتبسین لآثار الائمة علیهم السلام المتفقین بهم فی اخذ معالم دینهم علی جناب
الله تعالی البداء بالمعنی اللغوی مع تلک النصوص المتضمنة علی تنزیهه تعالی عن
شائبة ذلک المعنی للبداء کیف وعلماء الشیعة رضی الله عنهم یبالغون فی تنزیهه تعالی ویشنعون
علی مخالفیهم فی اسنادهم الی الواجب تعالی ما لا یلیق به کما یظهر ان شاء الله تعالی
فی مواضع عدیدة (اس سے واضح ہو گیا کہ کسی نے علماء امامیہ میں سے خداوند علیم و خبیر تعالی شانہ
کو بداء بمعنی لغوی سے متصف نہیں مانا ہے) وها نحن نذکر بعض اقوال قدمائنا ومتاخرهم
فی تلک المسئلة علی حسب اقتضاء المقام لیظهر براءتهم عما نسب الیهم من اسنادهم المعنی
الحقیقی للبداء الی جنابه تعالی وتقدس عما یقولون الظالمون علوا کبیرا - قال الشیخ الصدوق
محمد ابن بابویه القمی وهو من قدماء علمائنا فی کتاب التوحید لیس البداء کما یظنه جهال

الناس بانه بداء ندامة تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا ولكن يجب علينا ان نقر الله عزّ و
جل بان له البداء معناه ان له يبدا الشئ من خلقه فيخلقه قبل شئ ثم يعدم ذلك الشئ
ويبداء بخلق غيره او يامر بامر ثم ينهى عن شئ ثم يامر بمثل ما ينهى عنه وذلك مثل
نسخ الشرائع وتحويل القبلة الى ان قال ولا يامر الله عباده بامر فى وقت ما الّا ويعلم
ان الصلاح لهم فى ذلك الوقت امرهم بما يصلحهم فمن اقر الله عز وجل بان له ان يفعل
مايشآء ويخلق مكانه مايشاء ويقدم مايشاء ويامر مايشاء كيف يشاء فقد اقر بالبدا
ورد على اليهود لانهم قالوا ان الله فرغ من الامر فقلنا انّ الله كل يوم فى شان يحيى
ويميت ويرزق مايشآء والبداء ليس من ندامة وهو ظهور امر يقول العرب بداء الى
شخص فى طريقى اى ظهر وقال الله عز وجل وبدا لهم من الله مالم يكن يحتسبون اى
ظهر لهم ومتى ظهر الله تعالى ذكره من عند صلة الرحم زاد عمره ومتى ظهر له قطيعة رحم
نقص من عمره ومن ذلك قول الصادق ع ما بداء لله كما بدا له فى اسمعيل ابنى لقول
ما ظهر الله امر كما ظهر له فى اسمعيل ليعلم انه ليس بامام بعدى وقد روى لى من
طريق ابى الحسين الاسدى رضى الله عنه فى ذلك شئ غريب وهو انه روى ان
الصادق عليه السلام قال ما بدا لله بدآء كما بدا له فى اسمعيل ابى اذا امر اباه بذبحه
ثم فداه بذبح عظيم وفى الحديث على الوجهين جميعا عندى نظر الا انى اوردته
لمعنى لفظ البداء والله الموفق للصواب انتهى فانظر هذه العبارة فانها نص على
ان بداء الندامة لا يجوز على الله تعالى بوجه هذا الشيخ الجليل كما شهدت به
الاخبار الائمة الاطهار عليهم الصلوة والتسليم فان قيل القول باحداث الامور
بحسب ظهور المصالح واحداث اضدادها بحسب ظهور خلافها يدل على انه ما
ظهر لله تعالى لم يكن ظاهرا من قبل فيلزم جهله تعالى قلنا ليس المراد نا من الظهور
الا التحقيق والوجود والخروج من الليسيّة واطلاق الظهور على الوجود بعد العدم

شائع وعلی تقدیر عدم الشیاع فلا امتناع لاستعماله فی هذا المعنی المجازی انتہی
لفظہ المحاجۃ۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ علماء متقدمین ومتاخرین اہل حق نے وہ
معنی بدار کے مراد ہی نہیں لی کہ جس سے خداوند عالم متصف بجہل ہوتا ہے اوسی معنی لغوی کی
جانب حاشیہ منہیہ اساس پر اشارہ ہے ایسا اعتراض یا تو مخاطب ہمہ دان عدم واقفیت کی دلیل
ہے یا تجاہل ہے واسطے فریب دہی عوام کے ؛

قولہ بعض منہ زور جو بدا کو نسخ کے ساتھ مشتبہ کرتے تھے اس عبارت نے اس کو بھی باطل کر دیا

اقول سید دلدار علیصاحب اعلی اللہ مقامہ نے جو قول ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کا نقل فرمایا۔
اوس سے تو صاف ظاہر ہے کہ بدا مثل نسخ تشریعی وتحویل قبلہ کے ہے باطل کہاں کر دیا۔
بلکہ اون کے قول کو قبول فرمالیا اور اوسکی تصدیق فرمائی اور ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ قدما علماء امامیہ
سے ہیں یہ مُنہ زوری تو آپ کرتے ہیں خواہ مخواہ بے پر کی اوڑا رہے ہیں۔

قولہ اور فرمادیا کہ بدا کا قایل ہونا خدا تعالی کو متصف بجہل کہنا ہے۔

اقول یہ بھی تو سیّد صاحب نے عماد الاسلام میں فرمادیا کہ ان البداء المسند الیہ تعالی عند
الشیعۃ لیس بمعنی اللغوی۔ کیونکہ بدا بمعنی لغوی سے باریتعالی متصف بجہل ہوتا ہے۔ اگر کوئی
شیعہ بدا بمعنی لغوی کا قایل نہیں ہے جو کچھ کہ حاشیہ اساس پر تحریر فرمایا تھا اوسکی تصریح اس
قول سے فرمادی۔ تو اب اعتراض آپ کا محض لغو اور بے بنیاد ہے۔

قولہ پس سوائے محقق طوسی اور سید دلدار علی کے جو اکابر اور مجتہدین اور آئمہ بدا کے قایل ہوئے
انہوں نے خدا تعالی کو جاہل اعتقاد کیا۔

اقول جب کوئی اکابر و مجتہدین سے بدا بمعنی لغوی کا قایل ہوتا تو آپ کا یہ اعتراض بجا تھا اور
جب یہ فرمادیا کہ ان البداء المسند الیہ تعالی عند الشیعۃ لیس بمعنے اللغوی تو آپ کا
اعتراض جہالت یا تعصب کیوجہ سے ہے خود جناب شیخ صدوق کتاب التوحید میں فرماتے ہیں لیس
البداء کما یظنہ جہال الناس الخ جیسا کہ عبارت عماد الاسلام سے اوپر نقل ہو چکا ہے۔

قولہ اب نہیں معلوم کہ وہ مومن بھی اپنے اس عقیدۂ کفریہ کی وجہ سے باقی رہے اور سید دلدار علی یا محقق طوسی کے نزدیک تشیع کے لئے ایمان شرط نہیں ہے۔

اقول سید دلدار علیصاحب اعلی اللہ مقامہ نے تو حاشیہ اساس کی عماد الاسلام میں تصریح فرما دی۔ اور صاف تحریر فرما دیا کہ کوئی شیعہ بدا بمعنی لغوی کا قایل نہیں ہے اور اُسی عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ محقق علیہ الرحمہ نے لغوی معنے کے اعتبار سے مطلق بدا سے انکار فرمایا ہے پھر نہیں معلوم کہ عقیدۂ کفریہ کیونکر ثابت ہوا اگر قائلین بدا خدا تعالی کو متصف بجہل اعتقاد کرتے تو البتہ آپ عقیدۂ کفریہ کہہ سکتے تھے۔ اور جب وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بدا علم سے واقع ہوتا ہے اور جہل کے سبب سے نہیں ہوتا اور اپنے اس قول کے ثبوت میں احادیث ائمہ طاہرین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پیش کرتے ہیں تو پھر ناحق آپ اون کے عقاید پر اعتراض فرماتے ہیں آپ کے کافر کہنے سے کوئی مومن کافر نہیں ہو سکیگا۔ آپ کے پیشواؤں نے مدتوں اہلبیت النبی ص پر سب و تبرا کیا آپ بھی اپنے پیشواؤں کے قدم بقدم ہیں اور طعن و تشنیع کی زبان دراز کرتے ہیں

قولہ خیر ہم کو اس سے کچھ بحث نہیں وہ محقق طوسی اور سید دلدار علی کے نزدیک مومن ہوں یا نہوں پر ہمارا مدعا کہ اہل تشیع بدا کے معتقد ہیں جو نہایت شنیع و قبیح و کفر ہی ثابت ہو گیا۔

اقول آپکے اعتراض کی رکاکت و شناعت کو ہم نے بخوبی ظاہر کر دیا اور ثابت کر دیا کہ شیعہ خدا تعالی کو جاہل اعتقاد نہیں کرتے وہ اس امر کی تصریح فرماتے ہیں کہ بدا جہل سے واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ بدا واقع ہونے قبل خدا تعالی کو ہر شئے کا علم تھا اگر بدا نہ ہوتا تو دعا کرنا ایک امر فضول و لغو ہوتا ایسا اعتراض جہالت یا تعصّب پر محمول ہو سکتا ہے اور ایسا تعصّب یا جہالت کہ جس کیوجہ سے مومن کو کافر کہنے لگے نہایت شنیع و قبیح و کفر ہے سید دلدار علیصاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں نہایت بسط کے ساتھ بدا کی بحث لکھی ہے بقدر ضرورت اوس کی عبارت اوپر تحریر ہوئی انہوں نے بدا بمعنی لغوی سے انکار فرمایا ہے اور محقق علیہ الرحمہ نے جو مطلق بدا سے انکار کیا ہے ظاہر اوسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وقت تحریر بدا کے مجازی

معنی مرکوز ذہن نہ تھے اور لغوی معنے بداء کے پیش نظر تھے اس لئے اُنھوں نے مطلق بداء سے انکار کیا۔

قولہ (۳) حضرات شیعہ معتقد ہیں کہ بندہ کے افعال کا خالق خدا تعالیٰ نہیں ہے بلکہ خود بندہ ہی خدا تعالیٰ کو بندہ کے افعال کے پیدا کرنے میں کچھہ دخل نہیں ہے بلکہ تمام حیوانات چرندو پرند و حشرات جو اعمال و افعال کہ اپنے ارادہ سے کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو ان کے پیدا کرنے میں کچھہ دخل نہیں وہ خود اپنے افعال ارادیہ کے خالق ہیں اور حضرات کا یہ عقیدہ زنادقہ مجوس سے ماخوذ ہے کہ خالق قبائح و شرور کو سوائے ذات یزدان کے مخلوق اہرمن قرار دیتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ مجوس نے تو ایک ہی شریک پر اکتفا کیا تھا اور ان حضرات مدعیانِ اسلام نے لکھو کھا شریک بنا ڈالے اور ہر ایک مورِ ضعیف اور خرِ لنگ اور سگِ ناپاک کو شریک الوہیت ٹھہرا دیا پھر جناب ائمہ سے جو لقب ان مدعیان تشیع وولا کو عنایت ہوا ہے لایق دید ہے کہ وہ فرماتے ہیں القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ ارادوا ان یصفوا اللہ تعالی بعدلہٖ فاخرجوہ من سلطانہ

اقول چونکہ آپ نے کسی مستند کتاب کا حوالہ نہیں دیا لہذا دعویٰ بلا دلیل مسموع نہیں براہِ عنایت فرمائی تو سہی کہ کس کتاب امامیہ سے آپ نے یہ عقیدہ نقل کیا ہے اس مسئلہ میں جو عقیدہ امامیہ اثنا عشری کا ہے اوس کو ہم بے کم و کاست حدیقۂ سلطانیہ سے لکھتے ہیں۔ "بنا بر مذہب حق امامیہ بندگان در اکثری از افعال خود کہ بعضے از انہا تکالیف الٰہیہ شرعیہ ہم تعلق میگیرد قادر و مختار اند نہ بقدرت ذاتیہ مستقلہ بلکہ بقوت و قدرتیکہ حق تعالیٰ از لطف خود بایشاں کرامت فرمودہ و اعضا و جوارح و آلات و قوی بایشاں عطا نمودہ اگر سلب قدرت و اختیار میفرمود ہیچ توانائی نمیداشتند و اگر بر ایمان و کفر ایشاں را باکراہ وا میداشت مدافعت نمی توانستند لکن حق سبحانہٗ و تعالیٰ بنا بر آزمایش بندگان بمزید لطف و مرحمت و مصلحت ایشاں در افعال شان قدرت و اختیار بخشید و بحسب ان مکلف گردانیدہ و بتوفیق و تسدید مستحقانش را تائید میفرماید و ازین جاست کہ میگویند اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ دہر حال امیدوار اعانت و ابقای وجود و طاقت می باشند و کسانیکہ بر کفر و معصیت اصرار دارند از توفیق و تائید خود محروم میدارد نہ اینکہ انہا را العیاذ باللہ در کفر و عصیان مجبور میسازد۔" اور جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ

حق الیقین میں فرماتے ہیں۔ "بدانکہ دراحادیث بسیار وارد شدہ است کہ نہ جبر است کہ ایشانرا بر افعال جبر کردہ باشد و نہ تفویض است کہ ایشانرا بخود وا گذاشتہ باشد بلکہ امر بیست میان دو امر و اکثر گفتہ اند کہ مراد آنست کہ خدا جبر نکردہ است بر بندہ و بندہ بارادہ خود کردہ است امّا اسبابش ہمہ از خدا است مانند اعضا و جوارح و قوائے بدنی و روحانی و امثال آنکہ از جانب خدا است و امر بین الامرین ہمین است و حق آنست کہ مدخلیت حق تعالیٰ در اعمال بندہ زیادہ ازین ست زیراکہ ہدایات خاصہ و توفیقات خدا بر کسیکہ مستحق انہا باشد بہ نیات و اعمال حسنہ او البتہ دخیل است در فعل طاعات و خذلان خدا و واگذاشتن اورا بخود ہرگاہ مستحق آن باشد دخیل است در فعل معاصی اما ہیچیک بحدی نمیرسد کہ سلب اختیار از و بشود و او مضطر باشد در فعل یا ترک فعل"۔ یہ عقیدۂ امامیہ کہ ہم نے حدیقۂ سلطانیہ و حق الیقین سے نقل کیا ہے اوس سے ہرگز یہ امر ظاہر نہیں ہوتا کہ بندہ اپنے افعال خیر و شر کا خالق ہے بلکہ صاف عیان ہے کہ بندہ کو قدرتِ ذاتیہ مستقلہ حاصل نہیں ہے خدا تعالیٰ نے بندہ کو قوت و قدرت عطا کی ہے اور اعضا و جوارح و قوائے روحانی و جسمانی عطا فرمائے ہیں اسی قوت و قدرت کے سبب سے بندہ اپنے افعال میں قادر و مختار ہے اگر بندہ نیک کام کرتا ہے تو توفیق خدا تعالیٰ شامل ہو جاتی ہے اور اگر کفر و معصیت کرتا ہے تو توفیق و تائید سے محروم رہتا ہے اسی کو خذلان کہتے ہیں خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کسی کو کفر و معصیت پر مجبور نہیں فرماتا اور بندہ سے اختیار کو سلب نہیں فرماتا اگر اختیار کو سلب کرے تو بندہ کچھ کر ہی نہیں سکتا خدا تعالیٰ بندے کے افعال کا فاعل نہیں ہے بلکہ اپنے افعال کا فاعل خود بندہ ہے لیکن عرف میں فاعل فعل کو خالق فعل نہیں کہتے۔ آپ نے اپنا اور اپنے اہل مذہب کا عقیدہ اس مسئلہ جبر و اختیار میں بیان نہیں فرمایا حسن و قبح اوسوقت کھلتا ہے کہ جب مذہب امامیہ اور مذہب اہل تسنن کے عقاید ٹھیک مقابلہ میں بیان کئے جاویں لہذا اب میں آپ کے اہل مذہب کے عقاید اس مسئلہ میں بیان کرتا ہوں ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے اور میری سعی و کوشش کی داد دیجئے پس واضح ہو کہ اشاعرہ اہل سُنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال کا فاعل خدا ہے اور بندہ کو مطلق اون افعال میں اختیار نہیں ہے چنانچہ مولوی کمال الدین سہالی نے عروۃ الوثقی میں

اشاعرہ کا جبریہ ہونا ثابت کیا ہے اور مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت
میں اشاعرہ کو جبریہ ثابت کیا ہے وہ فرماتے ہیں عند الاشعریۃ من الشافعیۃ لیس معنی ذلک
الکسب الّا وجود قدرۃ متوھمۃ الی قولہ والحق انہ کفوٌ للجبر وھو ظاھر فانہ متی لم یکن
فی العبد قدرۃ حقیقیۃ فای فرق بینہ وبین الجماد۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ
اشعریہ شافعیہ کا مذہب عین مذہب جہمیہ یعنی جبر محض ہے بندہ اور جماد میں کوئی فرق نہیں لیجئے
آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے شافعی بھائی تو جبریہ ثابت ہوئے ؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے
کیا ٭ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا ٭ اور ملا نظام الدین شرح مسلم میں اشاعرہ کی نسبت یوں فرماتے
ہیں قالوا ای الاشعریۃ ان ذلک ای وجود قدرۃ متوھمۃ کافٍ فی التکلیف والحق انہ کفوٌ
للجبر فھم ان احترزوا عن الجبر لفظاً لکن قلوبھم بہ مؤمنون اس عبارت سے صاف ظاہر
ہے کہ اشاعرہ اہلسنت کے قلوب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور شیخ الاسلام اہلسنّت ابن تیمیہ منہاج
السنتہ میں اسطرح فرماتے ہیں ولکن ھذا القول الّذی حکاہ (علامہ حلی) ھو قول بعض المثبتۃ
القدر کالاشعری ومن وافقہ من اصحاب مالک والشافعی واحمد حیث لا یثبتون فی
المخلوقات قوی الطبائع ویقولون ان اللہ تعالی فعل عندھا لا بھا ویقولون ان
قدرۃ العبد لا تاثیر لھا فی الفعل وابلغ ذلک قول الاشعری ان اللہ فاعل فعل
العبد وان عمل العبد لیس فعلاً للعبد بل کسباً لہ وانّما ھو فعل اللہ تعالےٰ فقط
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اصحاب امام شافعی و اصحاب امام مالک و امام احمد حنبل جبریہ ہیں کیونکہ وہ
اس بات کے معتقد ہیں کہ بندہ کی قدرت کا اثر فعل میں کچھہ نہیں ہے اور ابو الحسن اشعری تو نہایت
صفائی سے اس امر کے قایل ہیں کہ خدا تعالیٰ فعل عبد کا فاعل ہے اور عمل عبد فعل عبد نہیں ہے
بلکہ عمل عبد کسب عبد ہے اور حقیقت میں وہ فعل باریتعالیٰ ہے جس کا صاف و صریح یہ مطلب ہوا کہ عمل
یعنی کسب عبد خدا تعالیٰ کا فعل ہے بندے کا فعل نہیں ہے شاہ عبد العزیز دہلوی صاحب بھی اسی
قسم کا عقیدہ اہلسنّت ثابت فرماتے ہیں عقیدہ بستم آنکہ ہرچہ از بندہ و حیوان صادر میشود از خیر و شر

وکفر و ایمان و طاعت و معصیت ہمہ پیدائش خداست و ایجاد اوست بندہ را قدرت بر پیدائش او نیست
اری عمل و کسب بندہ ہست و بر ہمین عمل و کسب خود ہا جزاء یا بند ہمین است مذہب اہل سُنّت انتہے +
شاہ صاحب نے بھی بہ تقلید ابوالحسن اشعری عمل کو کسب کا مرادف قرار دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ عمل و کسب
بندہ فعل بندہ ہے نہ یہ فرمایا ہے کہ بندہ اپنے فعل کا فاعل حقیقی ہے بلکہ اشعری صاحب کی پیروی کی
ہے کیونکہ حسب تصریح شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابوالحسن اشعری اس بات کے قایل ہیں کہ اِنَّ عمل العبد
لیس فعلاً للعبد بل کسباً له و انّما هو فعل اللّٰه تعالیٰ شاہ صاحب بھی یہی فرماتے ہیں ارے
عمل و کسب بندہ ہست شاہ صاحب نے عمل و کسب کو فعل عبد نہیں فرمایا ہے کیونکہ ایسا فرماتے تو
ابوالحسن اشعری کی مخالفت ہو جاتی۔ لہذا اس مخالفت سے بچنے کے لیے بڑی حکمت عملی سے کام لیا
ہے لیکن یہ صاف پیدا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک عمل و کسب عبد فعل عبد نہیں ہے۔ اور
جب فعل عبد نہ ہوا تو فعل خدا تعالیٰ ہوا پس حسب تصریح شاہ صاحب مذہب اہلسنّت میں عمل و کسب
عبد فعل عبد نہیں ہے بلکہ فعل خدا تعالیٰ ہے اور یہی جبر ہے لہذا اس عقیدہ کے مطابق شاہ صاحب
اور ان کے اتباع کی جبر سے گلو خلاصی نہیں ہوتی بعض اہلسنّت اس کے قایل ہیں کہ بندہ قدرت
غیر مؤثرہ رکھتا ہے یا ارادہ۔ بندہ سے افعال بہ سبب اوس قدرت یا ارادہ کے سرزد ہوتے ہیں لیکن قدرت
اور ارادہ کو وجود فعل میں کچھہ دخل نہیں ہی بلکہ خدا تعالیٰ خود فعل کو مقارن ارادہ کے واقع کرتا ہے
بعضے اسی کو کسب کہتے ہیں کہ بندہ خدا کیجانب سی محل طاعت و معصیت ہے جیسا کہ ابن روزبہان
کے کلام سے واضح ہوتا ہے جہمیہ اہل سُنّت کا عقیدہ ہے کہ بندہ کو اصلاً قدرت نہیں ہے اور آدمی مثل
جماد کے ہے اور نزدیک حنفیہ کے کسب سی یہ مراد ہے کہ بندہ میں قدرت ہی کہ اثر اوس کا تصمیم عزم ہی
اور بعد عزم و ارادہ فعل مقصود کے اوس فعل کو خدا تعالیٰ اپنی عادت کے موافق خود خلق کرتا ہے یہ محصل
کلام قاضی محبّ اللّٰہ بہاری حنفی المذہب کا ہے اہل سُنّت کسی طرح اس جبر سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ بچند
وجہ اوّل یہ کہ ہر عاقل حرکت اختیاری و غیر اختیاری کا فرق جانتا ہے حرکت اختیاری میں بندہ
فاعل مختار ہے اور رعشہ وغیرہ حرکت غیر اختیاری ہیں اوسمیں قدرت و اختیار کو کچھہ دخل نہیں ہے

اگر ہمارا کوئی فعل ہمارے اختیار میں نہ ہو تو چاہئے کہ حرکتِ اختیاری اور غیر اختیاری میں کچھہ فرق نہ ہو دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے امر بطاعت فرمایا اور اوس کیواسطے ثواب مقرر کیا اور معصیت کا امر نہیں فرمایا اور وعید عقاب و عذاب اوس پر فرمایا پس اگر افعال بندوں کے اختیار میں نہ ہوں تو یہ تکلیف و ثواب و عقاب سب قبیح و بیجا ہوں یہ صریح ظلم ہے کہ بندے کے فعل کا فاعل تو خدا تعالیٰ ہو اور پھر عقاب کرے حالانکہ خود فرماتا ہے انّ اللہ لیس بظلّام للعبید وما اللہ یرید ظلماً للعباد وقال ماظلمناھم ولکن کانوا انفسہم یظلمون (یہ مقام صاحبان عقل کے غور کرنیکا ہے کہ حسب عقیدۂ حنفیہ خداوند عم شانہٗ خود بندہ میں معصیت پیدا کرتا ہے اور پھر اوس معصیت پر معاقب کرتا ہے کسی کو سیاہ رنگ پیدا کرے اور پھر اوس پر عذاب کرے کہ تو کیوں کالا ہوا غرضکہ حنفیہ کے عقیدہ کے موافق ارادہ معصیت تو بندہ نے کیا اور فعل معصیت کو بعد تصمیم عزم اپنی عادت کے موافق خداتم نے پیدا کیا یا یوں کہو کہ اپنے ارادہ کا خالق تو خود بندہ ٹھہرا اور بعد ارادہ جو فعل اوس سے سرزد ہوا اوس کا خالق خدا ہوا۔ کسی عاقل کو روا نہیں کہ خداوند عالم کو ان امور قبیحہ کے ساتھ متصف کرے) سوم یہ کہ خدا تعالے نے اپنے مقربان کی بہت مقاموں پر مدح فرمائی ہے بسبب طاعت کے اور مردودین کی کفر و معصیت پر مذمت کی ہے اگر بندے اپنے فعل کے فاعل نہ ہوں تو یہ مدح و ذم بیموقع ہوگی حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎ گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ + تو در طریق ادب کوش وگو گناہ من است + اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ معصیت کرنا بندہ کے اختیار و قدرت میں نہیں ہے بلکہ خداتم ہی کا فعل ہے

چہارم وہ آیات جو سرزنش کفار پر مشتمل ہیں اون سے بندوں کا اختیار ظاہر ہے۔

(۱) مامنع النّاس ان یؤمنوا (۲) لم تلبسون الحق بالباطل (۳) لم تصدّون عن سبیل اللہ (۴) مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی یہ آیات بندہ کے اختیار میں صریح ہیں اور بطلان مذہب اہلسنت ان سے ہوتا ہے کسواسطے کہ اگر مذہب اہلسنّت صحیح ہو تو ایسی صورت میں بندہ کہہ سکتا ہے کہ خدایا تو خود ہم کو ایمان سے منع کرتا ہے اور کفر کو ایجاد کرتا ہے اور پھر اُلٹا ہم کو معذب کرتا ہے شیطان کو بھی کہنا زیبا ہوگا کہ خداوندا تو ہی نے سجدۂ آدم سے منع کیا تو ہی نے یہ فعل ایجاد کیا اوس شخص کا کیا

صاحب شارح مقاصد جواب میں فرماتے ہیں کہ چونکہ بحسب ظاہر مانع نہیں ہی پس تم کس واسطے چنان
چنین کرتے ہو یہ عجب جواب ہی جس کا کچھہ محصل نہیں مانع ظاہری ہو یا خفی ہو دانائی آشکارا و نہان پر
پوشیدہ نہیں ہے خصوصاً جب فعل خدا کا ہوا پس حکایت ظہور و اخفا کی اس مقام پر کچھہ دخل نہیں
رکھتی ایسی صورت میں فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃ کیونکر صادق آیگا (۶) ایسے آیات ہیں جو دلالت
کرتے ہیں کہ شیطان معترف ہوگا کہ اوس نے کفار کو اضلال کیا اور اوس کی شہادت خدا تعالیٰ دیتا
ہے وَقَالَ الشَّیْطَانُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ الآیہ (۷) وہ آیات ہیں جو مشتمل ہیں اوپر اسناد فعل و نسبت
ایجاد وغیرہ کے طرف بندوں کے مثل قولہ تعالیٰ فَوَیْلٌ لِلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْہِمْ
الآیہ وقولہ تعالیٰ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِہِمْ ابو الحسن اشعری بمجرد خطور بعض شبہات قایل ہوگئے کہ خالق جمیع افعال عباد حق تعالیٰ
ہے اور جب اس پر متنبہ ہوئے کہ افعال اختیاری و اضطراری میں فرق ہے تو بنا بر اصلاح اپنے
قول کے کسب کو اختراع ٹھہرایا حالانکہ خود معنی کسب کے نہیں سمجھے اور اوس کو فارق قرار دیا بعض
نے مثل صاحب مواقف کے کہا ہے کہ البتہ افعال اختیاری اور اضطراری میں فرق ہے اور فارق
کو کسب کہتے ہیں اور معنی اور حقیقت کو اوس کے ہم نہیں سمجھتے اور صاحب موافق اور قوشجی نے
یہ بھی لکھا ہے کہ مراد کسب سے مجرد مقارنت ہی جو کہ درمیان قدرت غیر موثرہ اور فعل کے واقع ہوتی
ہے گو خالق دونوں کا خدا ہے اس صورت میں بھی وہی اعتراض دامنگیر رہا کیونکہ جب قدرت
کو بھی خدا نے خلق کیا اور فعل کو بھی خدا نے پیدا کیا اور اول ثانی میں موثر نہیں ہے تو وہی جبر
کا جبر رہا اور اضطرار کا اضطرار اسی واسطے کمال الدین صاحب نے عروۃ الوثقیٰ میں فرمایا ہے
کہ نسبت ظلم بطرف خدا بنا بر مذہب اشاعرہ کے لازم آتی ہے کیونکہ وہ قدرت وہمیہ کے قایل
ہیں و لذٰلک قِیلَ انّہا کفو للجبر فخر رازی بیان معنی کسب میں فرماتے ہیں کہ نفس فعل خدا تعالیٰ
سے صادر ہوتا ہے اور صفت فعل بندہ سے جیسا کہ شارح مقاصد نے لکھا ہے اگر فخر رازی
صاحب زندہ ہوتے تو اون سے پوچھنا کہ حضرت یہ تمام کارروائی اس لئے تھی کہ تعدد خالق

(۶) پارہ ۸ رکوع ۹
(۷) پارہ ۱۳ رکوع ۱۶
(۸) پارہ اول رکوع ۹
(۹) پارہ ۱۰ رکوع ۳

لازم نہ آوے لیکن جب آپ کے فرمانے کے بموجب خلق وصف بندہ سے ہوا پس یہ سب پر
تکلف کارروائی بیکار ہوئی۔ بعضوں نے کسب کو میل طبع کہا ہے پس اگر نہ خدا کی جانب سے
تو تفرقہ میں موثر نہ ہوگا اور اگر بندہ کیطرف سے تو نسبت خلق بغیر خدا لازم آئے گی۔ ماتریدیہ حنفیہ
نے ارادہ کو مخلوق بندہ قرار دیا ہے تاکہ کسی طرح جبر سے گلو خلاصی ہو پس تعدد خالق لازم آتا ہے
اور جب بندہ خالق ارادہ ہو سکتا ہے اور کوئی خرابی لازم نہیں آتی تو کیا عجب کہ وہ حرکت بھی مخلوق
بندہ قرار دی جاسکے جو مقارن ارادہ سرزد ہوتی ہے ابن تیمیہ صاحب جو اہل تسنن کے یہاں
شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہیں وہ منہاج السُنّۃ میں یہ فرماتے ہیں کہ افعال عباد مخلوق خدا
نہیں ہیں چنانچہ عبارت اونکی یہ ہے وائمۃ اھل السّنۃ وجمھورھم یقولون ان اللہ
خالق ھذا کلہ والخلق عندھم لیس ھو المخلوق فیفرقون بین کون افعال العباد مخلوقۃ
مفعولۃ للرب وبین ان یکون نفس فعلہ الّذی ھو مصدر فعل یفعل فعلاً فانھا
فعل للعباد بمعنی المصدر ولیست فعلاً للرب تعالیٰ بھذا الاعتبار بل ھی مفعولۃ
لہ والرب تعالیٰ لا یتصف بمفعولاتہ ولکن ھذہ الشناعات من لا یفرق بین فعل
الرب ومفعولہ ویقول ذلک ان افعال العباد فعل اللہ کما یقول ذلک جھم بن صفوان
ومن وافقوہ والاشعری ومن وافقھم من اتباع الائمۃ الخ اس عبارت سے ہویدا ہے
کہ فعل عبد مخلوق خدا نعم نہیں ہے اور جب مخلوق خدا نہ ٹھہرا تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کس کا مخلوق
ہے پس اگر وہ فعل بندہ کا پیدا کیا ہوا ہے تو بندہ شریک الوہیّت ٹھہرا۔ اور یہ جو شیخ الاسلام فرماتے
ہیں کہ لیست فعل للرب تعالیٰ بھذا الاعتبار میں کہتا ہوں کہ جب نفسِ فعل کا فاعل حسب
تصریح شیخ الاسلام بندہ ٹھہرا تو ہرگز فعلِ عبد فعل خدا تعالیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ جو شیخ الاسلام
فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ شنیعہ جہم بن صفوان کا اور اون سے موافقت کرنے والونکا اور نیز ابو الحسن اشعری
کا اور اون کے اتباع کا اور اتباع ائمہ میں سے اون صاحبونکا ہے جنہوں نے ابو الحسن اشعری
کی موافقت کی ہے کیونکہ یہ سب حضرات افعال عباد کو فعل خدا بتلاتے ہیں اب نہیں معلوم

کہ جہم بن صفوان اون کی رائے سے موافقت کرنیوالے اور شیخ اشعری اور اون کے اتباع اور اتباع ائمہ بوجہ اس عقیدہ کفریہ کے اسلام پر بھی باقی رہے یا نہ رہے یا ابن تیمیہ کے نزدیک سنیت کے لئے اسلام شرط نہیں خیر ہم کو اس سے کچھہ بحث نہیں وہ اسلام پر ہوں یا نہ ہوں پر ہمارا مدعا کہ یہ عقیدہ نہایت شنیع و قبیح ہے حسب تصریح شیخ الاسلام ثابت ہوگیا اور ماتریدیہ حنفیہ قایل ہیں کہ ارادہ مخلوق بندہ ہے اس صورت میں بھی شرک لازم آیگا خداوند عالم تعالیٰ شانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وما خلقنا السموات والارض وما بینہما الا بالحق اور یہ معلوم ہے کہ کفر حق نہیں ہے پس کفر بپیدایش و ایجاد خدا نہوا اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کفر و ایمان وطاعت و معصیت ہمہ بپیدایش خداست و ایجاد اوست اس عقیدہ کی شناعت قابل غور ہے اور آیہ قل اللہ خالق کل شئی اور امثال اوس کے دوسرے آیات متشابہ ہیں اور آیہ فتبارک اللہ احسن الخالقین میں خدا تعالی نے اپنے آپ کو بہترین خالقین فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خالق ہی کی جمع خالقین ہے اس لئے کلمۂ خالقین بداہتہً تعدد پر دلالت کرتا ہے اور اس کلمہ میں آپکی کوئی تاویل بھی نہیں چل سکتی۔ پس آپکی مسلمہ دلیل کے رو سے تمام قائلین قرآن جسمیں یہ آیہ بھی موجود ہے مشرک ٹھرے مگر آپ کو دو مرحلے سخت پیش آگئے کیونکہ اگر آپ ان خالقین متعددہ آیہ کے وجود کے منکر ہوں تو منکر قرآن ٹھرینگے اور قایل ہونے پر اون کو شریک الوہیت آپکو ماننا پڑیگا کیونکہ آپکی مسلمہ دلیل کے رو سے غیر خدا تعالی کسی دوسرے خالق کا قایل ہونا الوہیت میں شریک ٹھرانا ہے اگر کوئی بندہ اپنے آپکو اپنے افعال ارادیہ کا فاعل بخلق تکوین تصور کرے تو وہ تو آپ کے نزدیک الوہیت میں شریک ٹھراتا ہے مگر خدا تعالی کے حق میں آپ کیا فتوی دینگے جس نے آیہ مذکورہ میں وجود خالقین پر نص فرمادیا ہے لفظاً تو یہاں کسی تاویل کو دخل ہی نہیں اور اگر معنی میں تاویل کیجیے گا تو پھر اعتراض خود بخود باطل ہو جائیگا۔ مولوی مرید صاحب کوئی گروہ اہلسنت کا ارادہ کو مخلوق عبد جانتا ہے اور کوئی کسب کو مخلوق عبد جانتا ہے اس صورت میں یہ سب کے سب بندونکو شریک الوہیت قرار دیتے ہیں اہلسنت کا ایک فرقہ ایسا

بھی ہے جو ہمہ اوست کا قایل ہے یعنی آدمی۔ بندر۔ کتا۔ گدہا وغیرہ معاذاللہ سب اون کے اعتقاد
کے روسے خدا ہیں اب بدیدہ انصاف کوئی منصف مزاج غور کرے کہ ہر ایک مور ضعیف اور
خر لنگ اور سگِ ناپاک کو شیعوں نے شریک الوہیت ٹھہرایا یا اون مدعیانِ اسلام نے جو
ہمہ اوست کے نعرے بھرتے ہیں اور حضرات اہل تسنن اونکو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں کوئی
لا آلہ الا انا فاعبدون کی صدا بلند کرتا ہے اور کھلم کھلا خدائی کا دعوی کرتا ہے ہم نہیں
سمجھتے کہ اس قول اور اوس شخص کے قول میں کیا فرق ہے جو انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا آپ اپنے پارہ ۳۰ رکوع ۴
گھر کی تو خبر نہیں لیتے شیعوں کو ناحق الزام لگاتے ہیں صرف اس بات پر کہ شیعہ قایل ہیں
کہ خداوند عالم تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں سے اختیار کو سلب نہیں فرمایا ہے بلکہ اون کو قدرت
وقوت عطا کی ہے اور بہ سبب اوس قدرت وقوت کے افعال نیک و بد بندہ باختیار خود کرتا ہے
واضح ہو کہ ہم اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ جہم بن صفوان و ابوالحسن اشعری اور ان دونوں
صاحبوں کے اتباع اور ایک گروہ فقہائے شافعی اور مالک اور احمد حنبل صاحبان کا قایلین
جبر ہیں اور امام فخر الدین رازی بھی جبر ہی کی تائید کرتے ہیں پس جبریہ فرقہ طایفہ اہلسنت میں
محسوب ہے اب قدریہ کا حال سنئے اشاعرہ کہتے ہیں کہ مراد قدریہ سے معتزلہ ہیں اور معتزلہ کہتے
کہتے ہیں کہ مراد قدریہ سے اشاعرہ ہیں اور شک نہیں کہ مراد قدریہ سے اشاعرہ ہیں۔ اور
مشابہت اشاعرہ مجوس سے بچند وجہ ہے از انجملہ یہ کہ مجوس کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک چیز کو
پیدا کرتا ہے اور پھر اوس سے بیزار ہوتا ہے اشاعرہ کہتے ہیں کہ خدا نے خود کفر کو پیدا کیا۔ اور
پھر اوس سے تبری کرتا ہے اور روایات یہ دلالت کرتی ہیں کہ مراد قدریہ سے مفوضہ ہیں
وھم القدریۃ الذین یقولون لا قدر و یزعمون انھم قادرون علی الھدی والضلال
وذلک علیھم ان یشاؤا اھتدوا وان یشاؤا اضلوا وھم مجوس ھذہ الامۃ الخ
اوبازار اس کے اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراد قدریہ سے اشاعرہ
وغیرہ اصناف جبریہ سے ہیں اگر آپ شیعوں کو اس سبب سے قدریہ فرماتے ہیں کہ وہ

بندوں کو اپنی فعال کا فاعل قرار دیتے ہیں پس اکثر اہل تسنن کا بھی اسی قسم کا عقیدہ ہے
بلکہ شیخ الاسلام اہل تسنن نے منہاج السنتہ میں جمہور اہلسنت کو بڑی صفائی سے قدریہ
ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں جمہور اهل السنّنه المثبتة للقدر من جمیع الطوایف
یقولون ان العبد فاعل حقیقیة وان له قدرة حقیقیة واستطاعة حقیقیة
پس حسب تصریح ابن تیمیہ جمہور اہلسنت جمیع طوایف سے قدریہ ثابت ہوئے والقدریة مجوس
هذه الامة پس جمہور اہلسنت اس لقب کے مستحق ہوئے آپ کو مژدہ ہو کہ آپ کے طایفہ
میں جبریہ اور قدریہ دونوں محسوب ہیں اور مذہب حق امامیہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہم اوپر لکھ
چکے اور اس جگہ مختصراً پھر لکھتے ہیں لاجبر ولا تفویض بل امرٌ بین الامرین یہ بھی واضح ہو
کہ شیخ ابو الحسن اشعری اور ایک گروہ اصحاب امام مالکؒ امام شافعی واحمد کا یہ عقیدہ ہے
کہ خدا تعالیٰ فواحش و معاصی و کفر کو جو فساق و کفار وغیرہ سے ظہور میں آتے ہیں دوست
رکھتا ہے یہ لوگ اپنے اس عقیدہ میں قدریوں سے موافقت رکھتے ہیں چنانچہ ابن تیمیہ
شیخ الاسلام اہل سنت اپنی کتاب منہاج السنتہ میں اس طرح فرماتے ہیں" واما قوله و
ان الله تعالیٰ یرید المعاصی من الکافر ولا یرید منه الطاعة فهذا قول طایفة
منهم وهم الذین یوافقون القدریة فیجعلون المشیة والارادة والمحبة والرضآء
نوعاً واحداً ویجعلون المحبّة والرضآء والغضب بمعنی الارادة کما یقول ذلك الاشعری
فی المشهور منه واکثر اصحابه وطایفة ممن یوافقهم من الفقهآء من اصحاب مالك
والشافعی واحمد الخ پس حسب تصریح ابن تیمیہ ابو الحسن اشعری کو جو موجد مذہب اہلسنت
ہیں اور اُن کے اکثر اصحاب کو اور نیز اصحاب مالکؒ شافعی واحمد کو جنہوں نے اونکی موافقت
کی ہے قدریہ کہنا بہت مناسب ہے وہم مجوس هذه الامة۔ اب نہیں معلوم کہ شیخ الاسلام کے
نزدیک ابو الحسن اشعری اور اون کے اکثر اصحاب اور نیز فقہائے مالک و شافعی واحمد اس
عقیدہ کفریہ کی بدولت اسلام پہ باقی رہے یا نہ رہے یا شیخ الاسلام کے نزدیک سُنّیت کے

لئے اسلام شرط نہیں اب اس مقام پر ایک قول آپ کے افضل الصحابہ کا نقل کرتا ہوں جسکا ذکر اوپر آچکا ہے "لما سئل ابوبکر عن الکلالہ فقال انی ساقول برائی فان یکن صواباً فمن اللہ وان یکن خطاءً فمنی ومن الشیطان" ھذا مانقلہ عنہ البیہقی یعنے ابوبکر سے مسئلہ کلالہ دریافت کیا گیا اُنہوں نے کہا کہ میں اس مسئلہ کو اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں پس اگر ثواب پر ہو تو خدا کی جانب سے ہے اور اگر خطا پر ہو تو میری جانب اور شیطان کی جانب سے ہے آپ کے افضل الصحابہ کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح زنادقہ مجوس خالق قبائح وشرور کو سوائے ذاتِ یزدان کے مخلوق اہرمن قرار دیتے ہیں اوسیطرح حضرت ابوبکر نے رائے صواب کا خالق خداوند عالم کو قرار دیا اور خطا کا خالق اپنے آپکو اور شیطان کو ٹھہرایا صرف فرق اتنا ہے کہ مجوس نے تو صرف ایک ہی شریک پر اکتفا کیا تھا اور ان حضرات نے دو شریک بنا ڈالے ایک خود بدولت اور دوسرے شیطان۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر خود بدولت اور شیطان کو خلق افعال واقوال میں کچھہ دخل اونکے نزدیک نہ ہوتا تو مِنَ اللّٰہ کے مقابلہ میں مِنّی ومِنَ الشّیطان نہ فرماتے یہ تینوں کلمے مِنَ اللّٰہ ومِنّی ومن الشّیطان ایک ہی معنے پر محمول ہونگے پس صواب کا خالق تو مطابق اون کے قول کے خدا ٹھہرا اور خطا کے خالق خود بدولت اور شیطان۔ پس آپ نے جو اعتراض شیعوں پر کیا ہے وہ حضرت ابوبکر پر وارد ہوتا ہے۔ فتدبر۔ یہ بھی واضح ہو کہ مذہب الحق میں خداوند عالم کو خالق خیر وشر بخلق تقدیر اعتقاد کرتے ہیں نہ بخلق تکوین اور خلق تقدیر کے معنی نقوشِ لوحِ محفوظ ہیں اور معنی خلق تکوین کے وجود خیر وشر کا ہی خارج میں جو کہ فعل عباد ہے صاحب مجمع البحرین نعت میں فرماتے ہیں وفی الدعاء انت خالق الخیر والشر قیل ھو خلق تقدیر لا خلق تکوین اور فقرہ دعا کے یہ معنی ہوئے کہ تو تقدیر کنندہ ہے افعال خیر وشر عبد کا اور یہ مراد نہیں ہے کہ تو ایجاد کنندہ ہے اور فاعل ہے افعال خیر وشر عبد کا خود خداتعالیٰ نے علاوہ خلق تکوین کے خلق تقدیر کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ سورہ فرقان میں فرماتا ہے وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡراً اور تعلق اس آیہ کا خلق تقدیر سے ظاہر ہے (پارہ ١٨ رکوع ١٦) ؛

قولہ (۴) اکثر حضرات شیعہ معتقد ہیں کہ کلام اللہ میں صحابہ نے بعد وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریف کی۔

اقول اُن صحابہ کے نام تبلائے جنہوں نے حسب اعتقاد شیعہ قرآن میں تحریف کی۔ علامہ قوشجی شرح تجرید میں قایل ہوئے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کا قرآن متصف بزیادتی ونقصان تھا اور عبارت اونکی یہ ہے لما اراد عثمان ان یجمع النّاس علےٰ مصحف واحدٍ ویرفع الاختلاف بینھم فی کتاب اللہ طلب مصحفہ منہ فابی ذلک مع کان فیہ من الزیادۃ والنقصان الخ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ چودہ پندرہ برس تک قرآن مختلف ومحرف بزیادت ونقصان رہا یہ تحریف بزیادت ونقصان کن کن صحابہ نے کی تھی جو حضرت عثمان کو اصلاح کی ضرورت واقع ہوئی اور حضرات شیخین کو ضرورت نہ ہوئی اور کیفیّت یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود حضرت عثمانؓ کے جمع کرائے ہوئے قرآن کو غلط ومحرف فرماتے تھے اب یہ مشکل ٹری کہ اہلسنت کے نزدیک یہ بھی عدول وہ بھی عدول۔ دونوں عدول ایک دوسرے کے قرآن کو غلط ومحرف کہتے تھے بایّھم اقتدیتم اھتدیتم مسلمہ اہلسنّت ہے اس کی روسے تابعین حضرت عثمان جو ابن مسعود کے قرآن کو محرف تبلاتے تھے وہ بھی ہدایت یافتہ اور حضرت ابن مسعودؓ اور اون کے اصحاب جو حضرت عثمان کے جمع کرائے ہوئے قرآن کو غلط ومحرف جانتے تھے وہ بھی ہدایت یافتہ حضرت عثمان اپنے جمع کرائے ہوئے قرآن میں بھی بقول خود ان فی المصحف لحناً قایل تحریف تھے کیونکہ غلط اور محرف مرادف المعنی ہیں۔ آپ نے

قولہ اور صدہا روایات صحیحہ ائمہؑ سے اس عقیدہ کے ثبوت میں نقل کرتے ہیں۔

اقول اہلسنّت ہزاروں روایات صحیحہ صحابہ مقبولین سے تحریف کے ثبوت میں نقل کرتے ہیں اور چھ قسم کی تحریف کے قایل ہیں (دیکھو ذوالفقار حیدری جلد اول)۔

قولہ اور بعض شیعہ جو اپنے آپکو بڑا محقق سمجھ بیٹھے ہیں وہ وقوع تحریف کے بالمرہ منکر ہیں اور بعض مذبذبین بین ذلک ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تحریف بالزیادۃ تو نہیں ہوا البتہ تحریف بالنقصان ضرور واقع ہوئی۔ اس کی تفصیل آیندہ بحث قرآن میں واضح ہوگی۔

اقول زیادت والحاقِ آیات کا کوئی شیعہ قایل نہیں ہی جو شیعہ کہ قرآن میں نقصان کے قایل ہیں وہ نقصانِ فی الجملہ کے قایل ہیں مگر احکام میں نقصان کا کوئی قایل نہیں اور قائلینِ نقصان اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ پورا قرآن ہر زمانہ میں آئمہ معصومینؑ کے پاس ہر زمانہ میں رہتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود ہے۔

قولہ بعض اساطین شیعہ جن پر دار و مدار تشیع ہے اور ماخذ مرویات مذہب اور بلاواسطہ شاگرد ائمہ ہیں چنانچہ ہشام بن الحکم ہشام بن سالم اور جوالیقی اور صاحب الطاق اور میثمی خداوند تعالیٰ شانہٗ کے جسم وصورت کے قایل ہیں۔

اقول کسی مجسمہ و مشبہ پر دار و مدار مذہب الحق نہیں ہے نہ کسی فاسد العقیدہ کی روایات کو اصول عقاید میں قبول کیا ہے جیسا کہ عبارت اساس الاصول سے اوپر ظاہر ہوچکا اور ہشام بن الحکم و ہشام بن سالم وغیرہم بنا بر تحقیق بعض محققین کے قبل اختیار کرنے مذہب حق کے ان اقوال کے قایل تھے بعد میں اُنھوں نے رجوع کی ببرکتِ ارشاد ائمہ علیہم السلام۔ چنانچہ صاحب نزہہ اعلی اللہ مقامہ لکھتے ہیں وآنچہ بعض از رجال و رواتِ قول تجسیم وصورت را منسوب ساختہ اند ہمانا این اشخاص پیش از استسعاد بخدمت فیض موہبت آئمہ معصومین علیہم السلام باین اقاویل فاسدہ قایل بودہ اند۔ بعد از شرف اندوز شدن بحضورِ فایض النور بارشاد و تلقین ائمہ ہدی علیہم من الصلوٰۃ افضلہا و من التحیات اکملہا از اقوال زایغہ اجتناب ورزیدند۔ پس جبکہ یہ لوگ قبل اختیار کرنے مذہب حق کے جسم وصورت کے قایل تھے تو اون کے اُس زمانے کے اقوال جبکہ وہ مذہبِ حق پر نہ تھے۔ ہم پر حجت نہیں۔ واضح ہو کہ ہشام بن سالم کو جوالیقی بھی کہتے ہیں آپنے ہشام بن سالم اور جوالیقی دو شخص قایم کیے ہیں قصور معاف آپ ایک اور دو میں تمیز نہیں کر سکتے کیا خوب آپکی نگاہ ہی کہ ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

قولہ کوئی کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک جسم طویل عریض عمیق متساوی الابعاد ہے جیسے ڈلی ہو چاندی کی

اقول فرقہ حقہ کا یہ عقیدہ نہیں ہی اگر ہو تو اس دعویٰ کی سند میں محققین شیعہ کے اقوال پیش کیجیے

اُس کا نام نبلائیے جو اس کا قابل ہو اور اہل حق میں اوس کا شمار ہو۔

قولہ اور کوئی کہتا ہے کہ اوس کی صورت مثل انسان کے ہے اور حواس خمسہ مثل انسان کے ہیں

اقول آپکے حواس خمسہ درست ہوتے تو محققین شیعہ کے اقوال اپنے دعویٰ کی سند میں پیش کرتے۔ یہ عقیدہ داود الجوار بی کا ہے جو سُنّی تھا۔

قولہ اور کانوں کی لوتک سیاہ بال ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ آدھا خالی اور آدھا ٹھوس ہے۔

اقول یہ عقیدہ بھی داؤد الجوازبی کا ہے جو کہ متقدمین اہلسنّت سے تھا چنانچہ علامہ شہرستانی نے ملل و نحل میں تصریح کی ہے اور یہ عبارت ملل و نحل واسطے ملاحظہ کے پیش کرتا ہوں و یحکی عن داود الجوازبی انه قال اعفولی عن اللحیة والفرج وسلونی عما وراء ذلك وقال ان معبوده جسم ولحم ودم وله جوارح واعضاء من ید ورجل وراس ولسان و عینین واذنین وهو معذ لك جسم لا کالاجسام ولحم لا کاللحوم ودم لا کالدماء وکذالك سائر الصفات وهو لا یشبه شیئا من المخلوقات ولا یشبهه شی وحکی انه قال هو اجوف من اعلاه الی صدره ومصمت ما سوی ذلك وان له وفرة سوداء وله شعر قطط الخ واضح ہو کہ مضر وکہمس و احمد الہجیمی بھی مجسمہ و مشبہ تھے چنانچہ علامہ شہرستانی نے تصریح کی ہے اوپر کی عبارت سے جسم و گوشت و خون و جوارح و اعضا و سر و پا و زبان و آنکھیں و کان اور کانوں کی لوتک سیاہ بال کا ہونا اور اوپر سے صدر تک خالی اور باقی ٹھوس ہونا قدمائے اہلسنّت سے ثابت فرمایا ہے شاہ صاحب نے بھی اعتراف فرمالیا ہے کہ یہ مجسمہ جنکا ذکر ملل و نحل میں ہے اہلسنّت تھے چنانچہ مکاید میں کہا ہے و تمسک بگفتہ شہرستانی کہ او جمعی از اہلسنّت مجسمہ نوشتہ است درین باب روا نیست زیرا کہ تجسیم آن گروہ اگرچہ مردود جمہور اہلسنّت است اما از حق و واقع چندان دور نیست کہ مراد شان از جسم موجود مستقل ست پس خطا در اطلاق لفظ جسم ست با وصف اعتقاد تنزیہ از ابعاد ثلثہ و دیگر لوازم جسمیہ چنانچہ جمہور ایشان اطلاق وجہ و ید و عین جایز داشتہ اند بے آنکہ اعضا و اجزا و جوارح و تبعیض و تجزی را اعتقاد کنند انتہی اس کلام سے

یہ واضح ہوا کہ علامہ شہرستانی نے اہلسنت کی ایک جماعت کو مجسمہ کہا ہے پس یہ جماعت
اہلسنت سے خارج نہیں ہو سکتی اور یہ جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ مجسمہ سنیہ اعتقاد
تنزیہ حق تعالیٰ ابعاد ثلثہ و دیگر لوازم جسمیت سے رکھتے ہیں اور فقط خدا تعالیٰ پر جسم کا اطلاق کرتے ہیں
دعوی بے دلیل اور لغویات ہے اسواسطے کہ خود شہرستانی نے تصریح کی ہے کہ مضر و کہمس و احمد
قایل ہیں کہ اونکا معبود ایک صورت ہے ذات اعضاء و ابعاض روحانیہ و جسمانیہ اور جایز ہے
اوس پر انتقال و صعود و نزول و استقرار و تمکن اور یہ نہایت تصریح جسمیت و لوازم جسمیت
اور تبعض و تجزی کی ہے صاحب تحفہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جمہور ایشان اطلاق وجہ و ید و عین جایز
داشتہ اند بے آنکہ اعضاء و اجزا و جوارح و تبعض و تجزی را اعتقاد کنند اور علامہ شہرستانی کی
عبارت سے اس کی تکذیب بہ ظاہر ہے اس لئے کہ علامہ شہرستانی کے الفاظ یہ ہیں مضر و کہمس و
احمد الہجیمی وغیرہم من اہل السنۃ قالوا معبودہم صورۃ ذات اعضاء و ابعاض
روحانیۃ وجسمانیۃ ویجوز علیہ الانتقال والصعود والنزول والاستقرار
والتمکن الخ پس صورت و اعضا و ابعاض روحانیہ و جسمانیہ و انتقال و صعود و نزول و استقرار و
تمکن لوازم جسمانیت سے ہیں پس شاہصاحب کا یہ فرمانا کہ بے آنکہ اعضا و اجزا و جوارح الخ را
اعتقاد کنند غلط و باطل ہوا اور تعجب تو یہ ہے کہ سفیہ نے تنبیہ میں ان تینوں صاحبوں کو گروہ
اہلسنت سے خارج کر کے ملاحدہ و زنادقہ میں رکھا ہے اور اسقدر بیزار ہوئے کہ اپنے اکابرین
کو ملحد و زندیق بنایا ہے اور کھلم کھلا شاہ صاحب کی تکذیب کی۔ ابن تیمیہ نے جنکو اہلسنت شیخ
الاسلام جانتے ہیں جہت و جسم کو واسطے خدا تعالی کے ثابت کیا ہے چنانچہ جلال الدین دوانی
نے شرح عقاید عضدی میں کہا ہے و لابن تیمیہ ابی العباس احمد و اصحابہ میل عظیم
الی اثبات الجہۃ الخ اور مفتی صدر الدین نے رسالہ منتہی المقال میں کہا ہے وقد تجاسر
ابن تیمیہ الحنبلی الی ان قال وحاول اثبات ما ینافی العظمۃ والکمال بادعائہ الجہۃ
والتجسیم ونسبتہ من لم یعتقدہما الی الضلالۃ والتاثیم واظہر ہذا الامر علی

المنابر وشاع وذاع ذکرہ بین الاکابر والاصاغر الخ لیجیے آپ کو مبارک ہو برسر منبر کہدیا
کہ جو شخص جہت وجسم باریتعالیٰ کا قایل نہ ہو وہ گمراہ ہے ع جادو وہ جو سرپہ چڑھ کے بولے۔ ابھی کچھ
اور بھی سن لیجیے۔ آپ کے شیخ الاسلام نے شریک باریتعالی ازلیت میں ثابت کیا ہے چنانچہ دوانی
نے شرح عقاید میں ذکر قدم جنسی عالم میں کہا ہے وقد قال بہ بعض المحدثین المتاخرین
وقد رایت فی بعض التصانیف ابن تیمیہ القول بہ العرش اور مولوی عبدالحلیم صاحب نے
حاشیہ شرح عقاید مسمی بحل المعاقد میں فرمایا ہے کان تقی الدین ابن تیمیہ حنبلیا لکنہ تجاوز
عن الحدّ وحاول اثبات ماینافی عظمۃ الحق تعالیٰ وجلالہٖ فاثبت لہ الجہۃ والجسم الی
ان قال وبیّن احوالہ الشیخ ابن حجر فی المجلد الاوّل من الدرر الکامنۃ والذہبی
فی تاریخہ وغیرہما من المحققین ہذا کلام وقع فی البین والمرام ان ابن تیمیہ لما
کان قائلا بکونہ تعالی جسما قال بانہ ذومکانٍ فان کل جسم لابد لہ من مکان
علی ما ثبت ولما ورد فی الفرقان الحمید الرحمان علی العرش استوی قال ان العرش
مکانہ ولما کان الواجب ازلیّا عندہ واجزاء العالم حادث عندہ فاضطر الی القول
بازلیّۃ جنس العرش وقدمہ جسطرح ہم نے ابن تیمیہ کا مجسمہ ہونا اور اون کا شریک باریتعالی
قدم وازلیت میں ثابت کرنا محققین اہلسنت کے اقوال واعتراف سے ثابت کیا ہے اسیطرح
آپ محققین اہل حق کے اقوال واعتراف سے فرقہ حقہ میں سے کسی کا مجسمہ ومشبہ ہونا ثابت کیجیے آپکے
ابن تیمیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی منقصت کی ہے اسوجہ سے لوگوں نے اونکو زندقہ کی
طرف منسوب کیا ہے چنانچہ درر کامنہ میں ابن حجر نے کہا ہے ومنہم من ینسبہ الی الزندقۃ
لقولہ ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لایستغاث بہ وانّ فی ذلک تنقیصا ومنعا من
تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعضوں نے بسبب بغض جناب امیرؑ کے اونکو
منافق بھی کہا ہے ومنہم من ینسبہ الی النفاق لقولہ فی علی ما تقدم ولقولہ انّہ
کان مخذولًا الی ان قال فالزموہ بالنفاق لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لایبغضہ

الا منافق الخ۔ پس حسب تصریح محققین اہلسنت آپ کے شیخ الاسلام کا مجسمہ و زندیق و مشرک و منافق ہونا ثابت ہوگیا یہ حضرت سب گنوں میں پوری ہیں۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی۔ کمال حیرت ہے کہ مولوی حیدر علی صاحب جن کے معتقد آپ بھی ہیں ایسے صاحب اوصاف کو اپنا شیخ الاسلام جانتے ہیں این است مذہب اہلسنت۔ اور ایسے شخص کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں اور اونکی عظمت و بزرگی کے قایل ہیں چنانچہ مسلک اول میں لکھا ہے "تصنیف امام شمس الدین ذہبی و منہاج شیخ الاسلام ابو العباس و صواعق محرقہ ابن حجر ہیتمی مکی و صواقع نصر اللہ کابلی و تحفہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین" اگر مولوی حیدر علیصاحب زندہ ہوتے تو اون سے دریافت کرتا کہ حضرت جس شخص کے مجسمہ و زندیق وغیرہ ہونے کی تصریح آپ کے علمانے فرمائی اوس پر بھی رحمت کے آپ خواستگار ہیں کیا آپ کے مذہب میں اوس شخص پر بھی رحمت و درود بھیجنا روا ہے جو زندیق و ملحد و منافق ہو نہیں معلوم کہ وہ کیا جواب دیتے اور اب اونکے شاگرد کیا جواب دینگے اب دیگر اسلاف و اکابر سنیہ کا حال سنئے کہ جنہوں نے حرکت واسطے خدا تعالیٰ کے تجویز کی ہے چنانچہ علامہ بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں لکھا ہے وقد زلّ بعض الشیوخ اهل الحدیث ممن یرجع الی معرفته بالحدیث والرجال فحاد عن هذه الطریقة حین روی حدیث النزول ثم اقبل علی نفسه فقال ان قال قایل کیف ینزل ربّنا الی السماء قیل له ینزل کیف یشاء فان قال یتحرك اذا نزل فقال ان شاء تحرك وان شاء لم یتحرك وهذا خطاء فاحش عظیم والله تعالی لا یوصف بالحرکة الخ بزرگان اہلسنّت کے اعتقادات سخیفہ کو آپ نے کیوں نہ ظاہر فرمایا کیوں مخفی کئے بیٹھے ہو۔ ابن مندہ کی نسبت یافعی نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی زبان سے تجسیم کی تصریح نہیں کی لیکن جہتہ کے قایل تھے انّه ما یصرح بالتجسیم بلسانه لکنه یقول بالجهة اس اعتقاد سے بھی تشبیہ حق تعالی کے ساتھ خلق کے لازم آتی ہے اور ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں کہا ہے کہ عامہ محدثین اہلسنت مشبہ ہیں واعلم ان عموم المحدثین حملوا ظاهر ما نقلوا من صفات الباری سبحانه وتعالی

علی مقتضی الحسّ فشبہوا الا انہم لم یخالطوا الفقہآء فیعرفوا حمل المتشابہ علے
مقتضی المحکم انتہیٰ اور حنابلہ اہلسُنّت بھی مشبہ ہیں چنانچہ مواہب لدنیہ میں محسن کشمیری
نے کہاہے کل فرقۃ تکفر مخالفہا بنسبتہا الی تکذیب الرسُول فالحنبلی یکفر الا
اشعری زاعما انہ شبّہ وکذب الرسول فی اثبات الفوق للہ تعالیٰ وفی الاستوآ
علی العرش والاشعری یکفر الحنبلی زاعما انہ شبّہ وکذب الرسول فی انہ لیس
کمثلہٖ شیٔ اور ائمہ اہلسُنّت سے جو قایل بہ تشبیہ و تجسیم تھے مقاتل بن سلیمان ہیں جنکی مدح
امام شافعی نے کی ہے علامہ شہرستانی نے اونکو سلف متقدمین اہلسنت واصحاب حدیث
سے شمار کیاہے۔ اون کا عقیدہ مواقف میں مذکور ہے والمجسمۃ قالوا ھو جسم حقیقۃ
فقیل مرکب من لحم ودم کمقاتل بن سلیمان انتہیٰ۔ اور ابن تیمیہ نے منہاج میں ذکر کیاہے قال
الاشعری فی المقالات وقال داؤد الجوار بی ومقاتل بن سلیمان ان اللہ جسم و
انہ جثۃ واعضاء وعلی صورۃ الانسان لحم ودم وشعر وعظم لہ جوارح واعضآ
من ید ورجل ولسان وراس وعینین ومع ھذا لایشبہ غیرہ ولا یشبہہ واضح ہو
کہ اشعری اہلسُنّت کے امام ہیں اُنہوں بالجزم مقاتل ابن سلیمان کو قایل ان اقوال سخیفہ کا
فرمایاہے واضح ہو کہ سمعانی نے بھی مقاتل بن سلیمان کے قایل تشبیہ ہونے کی تصریح کی ہے وکان
مشبّہا یشبّہ الرب بالمخلوقین اب امام اعظمؒ صاحب کو دیکھیے کہ وہ مقاتل بن سلیمان کے
حق میں کیا ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ ذہبی نے میزان میں کہاہے قال ابوحنیفہ افرط جہم
فی نفی التشبیہ حتیٰ قال انہ تعالیٰ لیس بشیٔ وافرط مقاتل یعنی فی الاثبات حتی جعلہ
مثل خلقہ اور نعیم بن حماد جو کہ ائمہ اعلام ومحدثین فخام اہلسُنّت سے ہیں مجسمہ تھے سیوطی نے جمع الجوامع
میں اون سے حدیثیں ذکر کی ہیں نعیم بن حماد کا ورع وتقویٰ اس درجہ تھا کہ قایل بخلق
قرآن تھے ذہبی نے اونکی مدح کی ہے اور یحییٰ بن معین نعیم بن حماد کو صدوق کہتے تھے سمعت
یحییٰ بن معین یقول نعیم بن حماد صدوق الخ ابن الجوزی نے جو کہ اکابر واعاظم ائمہ نقاد

اسمیں کہا ہی کہ وہ مثل دیگر اکابر قوم کے صوت و اعضا کے قایل تھے قال ابو یحییٰ و قد حکی
کثیر من المتکلمین ان مقاتل بن سلیمان و نعیم بن حماد و داؤد الجواربی یقولون
ان اللہ صورۃ و اعضاء الخ

قولہ اب چند خلافیات مسایل نبوت و معاد کے متعلق بھی سُن لیجیے اور نبوت و معاد بھی مثل الہیات بالاتفاق اصول اعتقادیہ سے ہیں (۱) حضرات شیعہ معتقد ہیں کہ انبیاء و رسل سے ائمہ افضل ہیں کہ انبیاء بہ طفیل ائمہ پیدا ہوئے ہیں اور تمام انبیاء سابقین سے ولایت ایمہ اور اطاعت کا عہد و میثاق لیا گیا اور ائمہ کے نور سے انبیاء اقتباس فرماتے تھے بعض انبیا نے مراتب آئمہ کا حسد کیا اور اپنے مرتبہ سے گر گئے اور بعض انبیاء کی توبہ بوساطت آئمہ قبول ہوئی اور قیامت میں انبیاء جناب امیرؑ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ اور جناب امیرؑ اونکی پیشرو ہونگے۔

اقول آپنے مطرقہ کے ص انمبر ۱ میں یہ دریافت فرمایا تھا "ایمہ کا سوائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام خلق سے افضل ہونا" اس کے جواب میں معروض ہو چکا ہے کہ مرتبہ نبوت کے سوائے حسن اعمال و فضایل میں ائمہ اہلبیت علیہم السّلام انبیاء سابقین سے افضل ہیں اور ثبوت اس کا بدلایل قاطعہ اوپر گذر چکا اور جبکہ حدیث انا و علی من نور واحد و حدیث علی منی و انا منہ کو جناب امیرؑ کے شان میں ارشاد فرمایا تو پھر دنیا و مافیہا کا اون کے طفیل میں پیدا ہونا کیوں مستبعد ہوگا ابن عبد البر جو کہ علماء اہلسنت سے ہیں اپنی کتاب استیعاب میں تحت آیہ واسئل من ارسلنا قبلک من رسلنا یوں روایت کرتے ہیں روی ابن عبد البر فی الاستیعاب والثعلبی عن ابن مسعود قال ان النبی لیلۃ اسری بہ جمع اللہ بینہ و بین الانبیاء ثم قال لہ سلھم یا محمد علی ماذا بعثتم قالوا بعثنا علی شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و علی الاقرار بنبوتک والولایۃ لعلی بن ابی طالب اس حدیث تفسیری سے انبیا کا اقرار توحید و نبوت و اقرار ولایت جناب امیر پر مبعوث ہونا ظاہر ہے اور انبیا سب کے سب معصوم ہیں حسد مذموم سے بری ہیں البتہ حسد بمعنی غبطہ بھی ہیں اور غبطہ کرنا مذموم

نہیں ہے چنانچہ غبطہ کرنا انبیاء کا بروایت اہلسنت بھی ثابت ہے قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابیطالب لووضع ایمان الخلایق واعمالھم فی کفتہ میزان
ووضع عملک یوم احد علی کفتہ اخری لرجح عملک علی جمیع ما عمل الخلایق وان اللہ
باھی بک یوم احد ملئکۃ المقربین ورفع الحجب من السمٰوات السبع واشرفت
الیک الجنۃ ومافیھا وابتھج بفعلک رب العالمین وان اللہ تعالیٰ یعوضک ذلک
الیوم مایغبط کل نبی رسول وصدیق وشہید اس روایت سے انبیاء و رسل و
صدیق وشہداء کا مراتب جناب امیر علیہ السلام پر غبطہ کرنا ثابت ہی دیکھو ینابیع المودۃ چھاپہ
قسطنطنیہ صفحہ ۶۴ جب جناب پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ نور واحد ہیں تو باعث ایجاد عالم
ہوئے پھر انبیاء علیہم السلام اور نیز تمام عالم اونکے طفیل سے پیدا ہوا اور انہیں کے نور سے سب نے
اقتباس فرمایا۔ اور حضرت آدمؑ کی توبہ بھی اُنہیں کے وسیلہ سے قبول ہوئی جب ہم افضلیت
ہی ثابت کر چکے تو باقی امور افضلیت کے ذیل میں خود بخود ثابت ہو گئے۔ ہر امر کیواسطے جداگانہ
دلیل لانا ضرور نہیں ہے شیعہ معتقد نہیں کہ انبیاء مرتبہ نبوت سے گرائے گئے :۔

قولہ (۲) حضرات شیعہ معتقد ہیں کہ جناب امیرؑ پر فرشتہ نازل ہوتا تھا جس کی آپ
آواز سُنتے تھے اور صورت نہیں دیکھتے تھے۔

اقول مدارج النبوت کی روایت سے جو بذیل غزوہ احد لکھ چکے ہیں یہ امر ثابت ہی کہ حضرت
جبرئیل امین وجبہ کلبی کی صورت میں نمودار ہوئے جناب امیر علیہ السلام نے اون کو دیکھا بھی
اون سے گفتگو بھی ہوئی اور کئی مرتبہ حضرت روح الامین نے اونکو بازو پکڑ کر اٹھایا بھی بقول
آپ کے شیعہ صرف اسیقدر اعتقاد رکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ پر فرشتہ نازل ہوتا تھا جس کی آواز آپ
سنتے تھے اور صورت نہیں دیکھتے تھے اور مدارج النبوۃ سے علاوہ پاس آنے اور گفتگو کرنے کے
صورت کا دیکھنا اور بازو پکڑ کر اُٹھانا بھی ثابت ہوا علاوہ بریں شیعوں کے اس عقیدہ کی تائید
کتاب اللہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ خداتعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ

ربهم واقاموا الصلوٰة وانفقوا مما رزقنٰهم سرا وعلانیة ویدرؤن بالحسنة السیئة اولٰئک لهم عقبی الدار جنٰت عدن یدخلونها ومن صلح من اٰبآئهم وازواجهم و ذریٰتهم والملٰئکة یدخلون علیهم من کل باب (پارہ ۱۳ ارکوع) مصداق اس کے جناب امیر بوجہ عصمت وطہارت کے بدرجہ اولیٰ ہیں چونکہ یہ اوصاف آپ کے پیشواؤں میں نہیں پائے جاتے اسلئے آپکو اہلحق کے عقیدہ پر تعجب ہوتا ہے۔

قولہ اور امام کو نسخ احکام شرعیہ کا اختیار ہے۔

اقول ہرگز اہلحق کا یہ عقیدہ نہیں ہے دعویٰ بلا دلیل ہے نسخ احکام شرعیہ اختیار نبی کو بھی بذات خود نہیں ہے۔

قولہ اور تمام تحلیلات اور تحریمات اوس کے قبضہ میں ہیں جس کو چاہے حلال کرے اور جو چاہے حرام کرے

اقول آپ سچے ہیں تو اپنے دعوے پر دلیل لائے اہلحق ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتے ہاں یہ صفت تو آپکے خلیفہ ثانی صاحب میں ضرور تھا کیونکہ اُنہوں نے نبیذ کو اپنی رائے سے حلال فرمایا اور متعۃ الحج اور متعہ النساء کو اپنی رائے سے حرام فرمادیا (دیکھو تفسیر کبیر بذیل آیہ فما استمتعتم بہ منهن فاتوهن اجورهن فریضة) پارہ ۵ رکوع

قولہ تو گو بظاہر ختم رسالت کے قایل ہیں مگر درحقیقت ختم رسالت ونبوت کے منکر ہیں۔

قولہ اہلحق کا اعتقاد منافقانہ نہیں ہے جو لوگ بظاہر ختم رسالت کے قایل تھے اور دل میں اونکے کجی وزیغ تھا وہ نبوت ہی میں شک کیا کرتے تھے صلح حدیبیہ کا واقعہ یاد فرمائے۔

قولہ (۳) حضرات شیعہ معتقد ہیں کہ بعث عباد قیامت میں خدا تعالیٰ پر واجب ہے۔

اقول ہاں معتقد ہیں کیونکہ ایفاء وعدہ خدا پر واجب ہے وعد اللّٰہ حقاً قرآن میں آیا ہے اگر بعث عباد نہ ہو تو وعدہ کیونکر پورا ہوگا جب ایفاء وعدہ واجب ہوا تو بعث عباد بھی واجب ہوا۔ پارہ ۱۱ رکوع ۶

قولہ (۴) حضرات شیعہ علاوہ قیامت کبریٰ کے ایک دوسرے معاد کے قایل ہیں جسکو رجعت اور قیامت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ یہ رجعت دار دنیا میں جو دار تکلیف ہے نہ دار جزا بعد ظہور

امام مہدیؑ اور قبل خروج دجال واقع ہوگی حاصل کلام یہ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وصی اور سبطین وغیرہ ائمہؑ اور اون کے دشمن خلفاء ثلثہ اور معویہ اور عایشہ و یزید و مروان وغیرہ قاتلان آئمہ زندہ کئے جاوینگے اور عوض دلوایا جاویگا اور اون پر عذاب کیا جاویگا پھر مارے جاوینگے بعد اُس کے قیامت میں پھر زندہ کئے جاوینگے بالجملہ اس قسم کے اختلافات ہیں جو فیما بین فریقین پائے جاتے ہیں

اقول مسئلہ رجعت آیات متعددہ سے ثابت ہے ازانجملہ چند آیتیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذابٍ عظيم (پارہ ۱۱ رکوع ۲)

(۲) هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون (پارہ ۲۸ رکوع ۹)

(۳) آیہ استخلاف تفصیل ان آیات کی کتب تفاسیر امامیہ سے واضح ہوگی اور ابن قتیبہ نے کتاب معارف میں عقیدہ ابوطفیل صحابی کی نسبت اس طرح لکھا ہے وكان يومن بالرجعة اور حدیث اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم وقضيه الصحابة كلهم عدول مسلمات اہل سنت سے ہیں پس معلوم ہوا کہ ایمان برجعت مخبر اتباع واقتدا ابوطفیل صحابی ہے تمام مسلمانوں کے لئے موجب ہدایت ہے اور مومن برجعت عادل ہے۔

قولہ اب وہ عاقل منصف جس کو مذہبی تحقیقات کے ساتھ دلچسپی امر حق و باطل میں امتیاز کرنے کے ساتھ وابستگی ہو بغور و تامل دیکھے اور اون مسایل مذکورہ یا اون کے امثال کے ہر دو جانب نفی و اثبات کو بدلایل میزان عقل میں تول کر ایک جانب کو ترجیح دیوے۔

اقول جو صاحب عقل و انصاف ملت اسلام کے طرق اختلافیہ کیجانب عنانِ تحقیق پھیریگا تو منزل سوم میں اوس کو ایک مقام ملیگا اور وہاں انى تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتى اهلبيتى ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعدى وانهما لن يفترقا حتى يردا علىّ الحوض لکھا دیکھیگا وہاں سے ایک دوراہا نظر آویگا۔ ان دونوں راہوں میں مسافر نظر آویں گے

ایک سمت کے مسافر کتاب اللہ اور اہل بیت دونوں سے تمسک حقیقی رکھنے والے ہونگے اور دوسری راہ کے مسافر حسبنا کتاب اللہ کہتے ہوئے سنائی دینگے وہ منصف عاقل جس کے گوش خرد میں آوازۂ ثقلین گونج چکا ہو اس دوراہے پر کھڑا ہو کر دونوں سمتوں کے مسافروں کے اقوال میزان عقل میں تولکر ایک جانب کو ترجیح دیگا ذرا آپ ہی انصاف سے فرما دیجئے کہ آپ اون لوگوں کے مذہب کو ترجیح دیجیگا۔ جو ثقلین سے تمسک رکھنے والے ہیں یا اون لوگوں کے مذہب کو جو حسبنا کتاب اللہ کہتے ہیں اور اہلبیت النبیؐ کے اقوال پر عمل نہیں کرتے نہ اصول میں نہ فروع میں۔

قولہ اوّل تو یہی امر نہایت قابل لحاظ ہے کہ اصول اعتقادیات کا کتاب اللہ میں تفصیل و توضیح ذکر ہونا متعدد مواقع اور مختلف پیرایوں میں ضرور ہے۔

اقول کتاب اللہ میں اعتقادیات کا ذکر مختلف پیرایوں میں موجود ہے جواب اس کا بیشتر معروض ہو چکا

قولہ کیا معنے کہ حکیم علی الاطلاق سے نہایت قبیح ہے کہ فروعات اور غیر ضروری امور کو باہتمام بیان فرمائے اور اصول اعتقادی اور ضروری مہتم بالشان کا اشارۃً بھی ذکر نہ کرے اوس ذات پاک کی حکمت و قدرت سے براحل بعید ہے۔

اقول اس قاعدے کے موافق بھی ثابت ہو گیا کہ خداوند عالم نے امامت کو باہتمام کتاب اللہ میں بیان فرمایا ہے کیونکہ آپ امامت کو فرعی فرماتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ فروعات اور غیر ضروری کو بھی خداوند عالم نے باہتمام بیان فرمایا ہے پس آپکے قاعدے کے مطابق بھی امامت منصوص فی القرآن ثابت ہوئی اور امامت کے اصلی اعتقادی ہونے کا ثبوت دیکھ اوپر لیجئے۔

قولہ کتاب اللہ میں جملہ اصول اعتقادیات متفق علیہ فریقین اس وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں کہ کوئی احتمال تک باقی نہیں رہا۔

اقول اس پر بھی آپ کے یہاں کے اکابر اور محدثین خداوند عالم کے جسم و صلوت و لحم و دم اور بال اور ہڈی کے قایل ہو گئے ہیں یہ احتمال آپ لوگوں نے کہاں سے نکالے قرآن میں لحم و دم و شعر و عظم خدا کی کہاں تفصیل ہے۔

قولہ۔ پھر یہ کیسے اصول اعتقادات ہیں کہ اون کا نام و نشان تک کتاب اللہ میں موجود نہیں۔

اقول۔ بحث امامت میں سب کچھ بتلا چکے۔ دیکھ لیجئے۔ سمجھ لیجئے۔ غور فرمایئے۔

قولہ۔ حضرات شیعہ میں سے کوئی حضرات فرمائیں تو سہی کہ یہ اصول اعتقادیات کس آیت سے مستنبط ہوتے ہیں

اقول۔ بحث امامت میں وہ آیتیں تحریر کر آئے ہیں جن سے مستنبط ہوتے ہیں آپ میں تاویل کرنے کی قابلیت نہیں ہے یہ کام اُنہیں حضرات کا ہے جو راسخون فی العلم ہیں وہ اہلبیت پیغمبرؐ ہیں جنکے تمسک کا حکم ہے دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا امام نے فرمایا النور ہو الامام۔ جب ایمان لانیکا حکم ثابت ہوا تو امامت داخل اصول ہوئے۔ پوری تصریح اسکی اوپر ہو چکی ۔

پاره ۲۸ رکوع ۱۵

قولہ۔ اور یہ فرمادینا کہ سب اصول اعتقادیات اوس قرآن میں بتفصیل و توضیح مذکور ہیں جو امام غایب کے پاس سرداب سر من رای میں مخفی ہے مذہبی تحقیقات کے دلدادہ اور حق و ناحق کے تفرقہ کے فریفتہ کے لئے بروئے انصاف کیطرح تسلی بخش نہیں ہوسکتا۔

اقول۔ ہم نے تو سب کچھ اسی قرآن موجود سے ثابت کر دیا یہ قرآن اور وہ قرآن دونوں کلام اللہ ہیں اُس کو جناب امیر علیہ السلام نے مطابق ترتیب نزولی کے جمع کیا ہے اور تفسیر اوس کی جیساکہ جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اوس میں موجود ہے جس سے کہ ہر امر کی توضیح و تصریح کماحقہ اور یقینی طور پر ہوتی ہے اور یہ قرآن مطابق ترتیب نزولی کے نہیں ہے مگر جو کچھ اس میں ہے وہ سب کلام اللہ ہے۔ اسمیں کسی عاقل منصف کو شبہ نہیں ہوسکتا کہ کتاب اللہ جناب پیغمبر خدا کے گھر میں موجود تھی اُس کو جناب علی مرتضیٰؑ وصی برحق نے مرتب فرمایا اور وہ قرآن جمع کردہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام حضرت عثمان کے پاس نہیں پہنچا کوئی روایت اہلسنت کے یہاں ایسی نہیں ہے جس سے اوس قرآن کا تلف یا ضائع ہوجانا ثابت ہو وہ قرآن اہلبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر زمانہ میں رہا اور اب بھی موجود ہے حضرت عثمان نے تو اپنے عہد میں قرآن کو مرتب کیا آخر اون کے زمانہ سے پہلے بھی قرآن کسی ترتیب سے تھا یا نہ تھا۔

لوگ تلاوت کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔ اگر لوگوں کے پاس تھا تو پھر اہلبیت النبی کے پاس بھی قرآن
تھا یا نہ تھا آخر کونسا قرآن اہلبیتؑ کے پاس تھا وہی قرآن تو تھا جو بائیس برس میں تھوڑا تھوڑا کرکے
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اوسی قرآن کو جناب علی مرتضیٰؑ نے مرتب فرمایا اہل سنت
کے یہاں بھی روایات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن کو مرتب کیا
واقعات پر نظر کرنے سے ہر تحقیق کرنے والی کی تسکین ہوسکتی ہے۔

قولہ پھر نہیں معلوم کہ ہمارے پختنی صاحب کا باوجود خیال تحقیقات کیونکر اطمینان ہوگیا۔

اقول جب انسان بہ نیت خالص صراط مستقیم کی جستجو کرتا ہے تو توفیق وتائید ایزدی شامل حال ہوجاتی ہے اور بآسانی مطلوب تک رسائی ہوجاتی ہے اور تمام حجب شکوک سامنے سے ہٹ جاتے ہیں اگر اس خاکسار کو صراط مستقیم کا سراغ ملگیا تو کیا تعجب کی بات ہے جویندہ یابندہ۔

قولہ سب سے اول امامت کا اصلی اعتقادی ہونا ہی کتاب اللہ میں کہیں بتادیں کہ اس کا کس جگہ ثبوت ہے حضرات ائمہ کی خلافت کا ثبوت ہی جداگانہ بتلادیجئے۔

اقول ہمنے سب کچھہ بتلادیا اور سب کچھہ ثابت کردیا جو چاہے ایمان لائے جو چاہے نہ لائے مبحث امامت کو دیکھہ لیجئے۔

قولہ اور علاوہ ازین اگر مطلق دلیل میں غور کیا جاتا ہے تو یہ بات بالاتفاق مسلم ہے کہ مسائل اصول اعتقادیہ کے ثبوت کے لئے دلایل ظنیہ کافی نہیں ہیں بلکہ اون کے ثبوت کے لئے دلایل قطعیہ کا ہونا ضروری ہے

اقول ہم نے جو دلایل نبوت امامت ائمہ اثنا عشرؑ میں پیش کئے ہیں وہ سب دلائل قطعیہ ہیں دوسرا امر ہے کہ آپ قطعی نہ سمجھیں جسطرح سے اہل اسلام بمقابلہ مخالفین اسلام دلایل قطعیہ پیش کرتے ہیں مگر مخالفین اون کو قطعیہ نہیں سمجھتے مگر اون کے قطعی نہ سمجھنے سے اون دلایل کے قطعی ہونے میں فرق نہیں آسکتا سمجھنے نہ سمجھنے کا ہر شخص کو اختیار ہے کسی پر جبر نہیں ہے لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ پارہ ۳ رکوع ۲

قولہ اور مسایل مذکورہ مختلف فیہا کا ثبوت جنکے اصلی اعتقادی ہونے کی نسبت حضرات شیعہ مدعی ہیں اور اہل سنت منکر حضرات شیعہ کے ذمہ بدلایل قطعیہ واجب ولازم ہے۔

اقول المحق اون مسایل کے ثبوت میں برابر دلایل قطعیہ پیش کرتے ہیں کتاب الفین کی اشاعت کو سات سو برس گذر گئے اوس میں دو ہزار دلیلیں ہیں آجتک کسی نے اُن کا جواب نہیں لکھا وہ سب دلایل قطعیہ ہیں ہم نے جو دلایل پیش کئے ہیں وہ سب قطعیہ ہیں۔

قولہ اور جب دلایل کو دیکھا جاتا ہے تو دلیل یا عقل ہے یا کتاب اللہ یا قول متواتر رسول اللہ ہے یا قول متواتر امام ہے یا اجماع ہے۔

اقول امامت ہر دلیل سے جُدا گانہ ثابت ہے اور ہر دلیل بانفرادہ بنا بر اثبات کافی ہے۔

اوّل عقل پس وہ نہیں تسلیم کرتی کہ ادنیٰ ادنیٰ مسایل کو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیان فرماویں اور اپنے بعد کے لئے کسی کو اُمّت پر سردار اور پیشوا مقرر نہ فرماویں بلکہ اُمّت کی رائے پر اتنے بڑے امر کو چھوڑیں کہ جس کو چاہے اُمّت اپنا امام مقرر کرلے عقل یہ بھی تسلیم نہیں کرتی کہ حافظ شرع متین بعد نبی معصوم نہ ہو اور ظاہر ہے کہ غیر معصوم دین میں احداث کریگا غیر معصوم کے مقرر ہونے سے جو رخنہ دین میں پڑ گیا وہ بھی ظاہر ہے حضرت مالک ابن نویرہ صحابی بجرم مرتد قرار دیئے گئے اونکو قتل کیا گیا۔ اوسی شب انکی زوجہ کو بے حرمت کیا گیا۔ نماز تراویح کا ایجاد ہوا۔ اذان میں بوقت صبح اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم اضافہ کیا گیا متعہ الحج و متعہ النساء کو حرام کیا گیا خمس کو موقوف کیا گیا۔ کوئی کہاں تک بیان کرے عقل سلیم کیونکر تجویز کرے کہ غیر معصوم بعد نبی امام و ہادی اُمّت ہو۔

دوم کتاب اللہ پس متعدد نصوص دلالت واضح رکھتے ہیں کہ بعد جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خلق کے پیشوا اور امام ائمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں اور آیہ بلّغ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی امامت پر نص جلی ہے جسکی تبلیغ نبی نے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے سامنے فرمائی اور ایسی تصریح اور توضیح فرمائی کہ تمام حضار اچھی طرح سمجھ گئے کہ امام اُمّت بعد جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جناب امیر علیہ السلام ہیں فقال لہ قم یا علی فانّنی رضیتک من بعدی اماماً وّ ھادیاً اور تصریح اس کی مرات الامامت میں موجود ہے اور اس کتاب میں مبحث امامت میں نصوص

قاطعہ قرآنیہ کو لکھ چکے ہیں +

(۳) حدیث متواتر رسولؐ اللہ۔ پس حدیث غدیر منجملہ متواترات ہی کہ آجتک لوگ ذکر کرتے چلے آئے ہیں کیا شیعہ کیا سُنّی۔ یہ حدیث اس درجہ مشہور ہے کہ شعرا نے بھی ہر زبان میں اُس کو نظم کیا ہے عبث در معنی من کُنت مولا میبری ہر سو + علی مولی باین معنی کہ پیغمبر بود مولیٰ ائمہ معصومینؑ نے خود آیات قرآنی کی تفسیر و تصحیح فرمائی ہی علاوہ حدیث غدیر کے دیگر احادیث متواترہ و صحیحہ موجود ہیں اگر کسی کو شوق ہو تو عبقات الانوار کو ملاحظہ کرے (۴) ہر امام اپنے زمانہ میں ائمہ سابق کی امامت کا مصداق رہا ہے اور اپنے فضایل و مناقب اور اپنا شرف ظاہر کرنے میں ہرگز تساہل نہیں فرمایا ہے اور اپنی امامت کو قرآن و حدیث و معجزات سے ثابت فرمایا ہے (۵) تمام معتقدین امامت ائمہؑ اثنا عشر کا سلف سے آجتک اس پر اجماع ہے کہ ائمہ اثنا عشر امام برحق ہیں۔ اول اون کے جناب علی مرتضیٰؑ ہیں اور آخر اون کے جناب قایم المنتظر حجت اللہ علی الخلق ہیں اور یہ اجماع اہل حق کا دلایل قطعیہ پر مبنی ہے۔

قولہ عقل تو ظاہر ہے کہ خصوصاً شرعیات میں کافی نہیں ہے +

اقول۔ عقل کو فرعیات شرعیہ میں کچھہ دخل نہیں ہی جیسا شارع علیہ السلام نے جس چیز کو فرما دیا ہے بلا دلیل مان لینا پڑیگا لیکن اصول میں اول سوائے عقل کے اور کسی سے کام نہیں پڑتا اگر عقل سے کام نہ لیا جاتا تو توحید کا کون قایل ہوتا نبیؐ کی معرفت کیونکہ ہوتی۔ معجزے اور سحر میں امتیاز کیونکر ہو سکتا۔ پس اصول میں ابتداءً عقل ہی کافی ہے۔

قولہ اول تو عقل کا شوائب وہم سے پاک ہونا جو لابدی ہے غیر متیقن۔

اقول میرا قیونکو اکثر وہم ستاتا ہے صحیح دماغ لوگوں کے پاس وہم کا کچھہ کام نہیں اور اگر شائبہ وہم کا گذر بھی ہو جاوے تو معرفت اصول میں مانع نہیں ہوتا۔

قولہ پھر اگر عقل ایسے امور میں کافی ہو تو بعث رسل و ائمہ و انزال کُتب کی کیا ضرورت تھی۔

اقول بعث رسل کی یہ ضرورت تھی کہ انبیا و رسل بذریعہ موعظہ حسنہ لوگوں کو سیدھے راستہ پر لگا دیں وہ لوگ جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے اور اپنے باپ دادا کے مذہب پر چلنے کے عادی

پارہ ۲۵ رکوع

ہوگئے ہیں اونکواس طرف توجہ دلائیں کہ وہ محض انّا وجدنا اباءنا پر اکتفا نہ کریں بلکہ غور وخوض کریں اور اپنی عقل سے سمجھیں کہ جو ارشاد وہدایت انبیاء ورسل کرتے ہیں وہ حق ہے یا جس طریقہ کو اُنہوں نے بتقلید اپنے آبا واجداد کے بلا غور وفکر اختیار کیا ہے وہ حق ہے اپنی عقل سے دونوں میں امتیاز کریں اور ائمہؑ کا کام بھی یہی ہے کہ لوگوں کے خیالات کی کجی کو بذریعہ وعظ وپند کے سیدھا کریں اور احکام قرآنی کے صحیح مطالب اُمّت پر ظاہر کریں اور انزال کُتب سے یہ غرض ہے کہ احکام خدا تعالیٰ اور واجبات کو سمجھیں اوامر ونواہی سے واقف ہوجائیں اور معرفت اصول کے مدارج میں عقل ترقی کرے۔

قولہ امام کا منصوص ہونا لغو وفضول تھا۔

اقول امام کا منصوص ہونا اسوجہ سے ضرور تھا کہ اگر اور کوئی شخص دعوی امامت کا کرے تو اُس کو قبول نہ کریں اور دھوکے میں نہ پڑیں کیونکہ اکثر لوگ اپنے عقول سے مطلق کام نہیں لیتے جب یہ سُن لیتے ہیں کہ فلاں شخص امام ہے اوسی کو بلا سوچے سمجھے امام مان لیا اون کو اس سے کچھ بحث نہیں ہوتی کہ اس بات کی آزمایش کریں کہ آیا واقعی اوصاف امامت اُس میں پائے جاتے ہیں یا نہیں اس مصلحت سے امام کا منصوص من الرسول ہونا ضرور ہوا۔

قولہ خدا تعالیٰ پر لطف کا واجب ہونا بعثت انبیاء کا واجب ہونا انزال کُتب کا واجب ہونا اوس سے بھی زیادہ بیہودہ ہے۔

اقول جس شخص کو عقل سلیم سے حصّہ نہ ملے وہ سب باتوں کو بیہودہ سمجھتا ہے اسلیئے کہ وہ خود عقل سے خالی ہے المرء نفیس علی نفسہ جیسا وہ خود ہوتا ہے ویسا ہی سمجھا کرتا ہے تجویز عقل حشر ونشر واجب ہے تا کہ وعدہ خداوندی پورا ہوجائے بعثت انبیاء کا واجب ہونا اور ائمہؑ کے لئے نص کا واجب ہونا اور انزال کتب کا واجب ہونا اسلیئے عقل تجویز کرتی ہے کہ حجّتِ خدا بندوں پر ختم ہوجائے بندے یہ نہ کہیں کہ ہم کو اوامر ونواہی کا بتلانے اور سمجھانے والا کوئی نہ تھا۔

قولہ اور حضرات شیعہ تو خود قیاس کے منکر ہیں پھر عقل کو حجّت قطعی قرار دینا عجب تہافت

وتناقض ہے۔

اقول ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں کہ فرعیات شرعیہ میں عقل کو کچھہ دخل نہیں ہے لیکن اصول میں ابتداءً عقل کافی ہے بغیر بتلائے کیونکر سمجھہ میں آوے کہ سارس کیوں حلال ہے اور چیل کیوں حرام ہے اور کیونکر کوئی جان سکے کہ مغرب کی کے رکعتیں اور صبح کی کے رکعتیں ہیں پس مسایل شرعیہ فرعیہ میں مطابق حکم شارع علیہ السلام عمل کرنا ہوتا ہے اپنی رائے وقیاس کو اسمیں کچھہ دخل نہیں ہوتا مگر خدا کی وحدانیت کا قایل ہونا یا نبی کی معرفت کرنا یہ بے سوچے سمجھے بغیر حق و باطل میں امتیاز کرنے کی نہیں ہو سکتا پس معرفت خدا و معرفت انبیاء کیواسطے ضرور عقل کافی ہے اور جب نبیؐ پر ایمان لایا تو ماجاء بہ النبیؐ پر بھی ایمان لاویگا۔ اگر ماجاء بہ النبی پر بلا سمجھے بھی ایمان لائے تو کچھہ حرج نہیں ہے مگر نبیؐ پر ایمان لانا ایسا مرحلہ ہے جو بدوں عقل کے سر نہیں ہو سکتا اوس کیواسطے عقل ہی کی ضرورت ہے اور عقل ہی کافی ہے اور اسی واسطے اہل حق نے عقل کو حجّت قطعی قرار دیا ہے۔

قولہ پھر اختلاف آراخود دلیل بطلان احد الامرین کی ہے۔

اقول مصنوعات کو دیکھکر صانع کی معرفت کا حاصل ہونا اور اظہار معجزات سے نبیؐ کو پہچاننا وغیرہ امور میں کہاں اختلاف آرا ہے فرعیات میں اختلاف ہونے سے کوئی ضرر اصل کو نہیں پہنچتا اور یہ اختلاف باعتبار فہم معنائے حدیث واقع ہوتا ہے فرقہ ناجیکا ایسا باہمی اختلاف رحمت ہے۔

قولہ اور عقل سے ترجیح تو ممکن نہیں ورنہ پھر ترجیح اور ترجیح الترجیح میں الی غیر النہایہ یہی سلسلہ جاری ہوگا۔

اقول آپ تو اپنے قول کو بہت جلد بھول جاتے ہیں اگر ایسے مقام پر کوئی کہے کہ حافظہ نباشد تو بہت بیجا و درست ہے اگر عقل سے ترجیح ممکن نہیں تو پھر کیوں آپ نے مطرقہ کے صفحہ ۱۳ پر یہ بیان فرمایا ہے "کہ اب وہ عاقل منصف جس کو مذہبی تحقیقات کے ساتھ دلچسپی اور حق باطل میں امتیاز کرنے کے ساتھ دلبستگی ہو بغور و تامل دیکھے کہ ان مسائل مذکورہ یا اون کے امثال کے ہر دو جانب نفی اور اثبات کو بدلایل میزان عقل میں تولکر ایک جانب کو ترجیح دیوے۔"

اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ حضرت عقل سے تو ترجیح ممکن نہیں پھر کوئی ترجیح کاہے سی دیویے ایک مقام پر تو آپ عقل سے ترجیح دلواتے ہیں دوسرے مقام پر آپ فرمارہے ہیں کہ عقل سے ترجیح ممکن نہیں یہ کیسا تناقض ہی تو آپ کیا جواب دیجیگا اگر دلایل کو غور کرنے کے بعد حق و باطل کے امتیاز کرنے اور ایک جانب کو ترجیح دینے میں عقل کافی ہی تو عقل آپ کے قول اول کے مطابق حُجّت قطعی قرار پائی کوئی منصف مزاج آپ کے اس تناقض پر غور فرمائے اور میری سعی اور کوشش کی داد دیوی جس جال سی آپنے نکلنے کی کوشش کی دیکھئے اوسمیں خود پھنس گئے پس اگر آپ کی تقریر اول درست ہی تو عقل حُجّت قطعی قرار پائی اور عقل سے ترجیح ممکن ہوئی اور تقریر ثانی آپ کی لغو اور فضول ہوئی اور اگر تقریر مابعد درست ہی تو تقریر اول لچر اور پوچ ہوئی ؎ کس سوچ میں ہو نسیم بولو ٭ آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے۔

قولہ تو عقل اس باب میں قابل اعتماد نہ ہوئی۔

اقول پہلے آپ اپنے بیان کے تناقض کی اصلاح فرمالیجئے اوس کے بعد دیکھیے کہ عقل قابل اعتماد ہے یا نہیں اگر عقل قابل اعتماد نہیں ہی تو پھر عقل کو کیا غرض ہی جو اپنی میزان نکالکر فعل لغو اور فضول کا ازتکاب کرے اور کیوں ایک جانب کو ترجیح دیوے جیسا کہ آپ مطرقہ کے صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں اُس کی ترجیح کو آپ کیونکر مانیں گے اور جب اسکی میزان اور ترجیح قابل اعتماد پاویگی تو ہم کو ڈگری حاصل ہوئی اور آپ ہار گئے۔

قولہ اور کتاب سے اگر وہ کتاب مراد ہے جو غار سرمن رای میں مخفی ہی تو اولاً اوس کا ہی کیا ثبوت ہی وہ محض نقش بر آب اور لمعان سراب سے زیادہ قابلِ وقعت و اعتماد نہیں ہے اور اگر کچھ ہو بھی تو قطعیّت کہاں۔

اقول کتاب سے وہ کتاب مراد ہی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر منجانب اللہ بواسطہ جبرئیل امین نازل ہوئی اور بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اول اونکے وصی برحق نے حسب وصیت اوس کو مرتب فرمایا اور قرآن مجید کوئی نئی کتاب نہیں ہی۔

وہی قرآن ہے مگر اس کو حضرت عثمان نے اپنی رائے کے مطابق اپنے عہد حکومت میں مرتب فرمایا جس نفظ اور جس آیت کو مناسب سمجھا اوس کو رکھا اور جس کو مناسب نہ سمجھا اوس کو داخل قرآن نہیں فرمایا مگر ترتیب نزولی کے مطابق جمع کرنا اون کے امکان سی باہر تھا نہ کوئی اس بات کو ثابت کر سکتا ہے۔ کہ قرآن موجود ترتیب نزولی پر ہے اور کمی قرآن کے روایات کتب اہلسنّت میں بکثرت ہیں۔ کتب اہل حق میں اس کثرت سے روایات نقصان نہیں ہیں بلکہ کتب الحق میں جو روایات نقصان ہیں اون سے فی الجملہ کمی پائی جاتی ہے نہ ایسا نقصان جو اجرائے دین میں حارج ہو۔ پس کتاب موجود بھی کتاب اللہ ہے اور کمی فی الجملہ اگر ہو بھی تو مانع وحارج اجرائے احکام میں نہیں حافظان شریعت نے بھی ہر امر کی تصریح و توضیح فرمادی ہے اور جو لوگ کہ وجود امام کے قایل ہیں وہ اس کے بھی قایل ہیں کہ اون کے پاس قرآن جمع کردہ جناب علی مرتضیٰؑ ہے اور جب ہم دلایل وجود امام تحریر کر چکے تو اس بات کے ثابت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ کتاب اللہ اُن کے پاس ہے کیونکہ امام وارث مواریث انبیاء ہوتا ہے جملہ کُتب سماویہ امام کے پاس موجود ہیں اور جسطرح قرآن موجود کی قطعیت ثابت ہوتی ہے اوسیطرح اوسکی بھی قطعیت ثابت ہوتی ہے ہم کو جسطرح رسول اللہ کی رسالت کا یقین ہے اوسی طرح اس امر کا یقین ہے کہ کتاب اللہ اہلبیت کے پاس ہے کیونکہ جناب سید عالم انہما لن یفترقا فرما گئے ہیں۔

قولہ۔ پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام مسایل میں مخالفین کے موافق ہے۔

اقول یہ تو آپ جب کہیں کہ جب ہم اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ کتاب کوئی نئی کتاب اللہ ہے اور قرآن موجود اوس کے سوا کوئی دوسری کتاب ہے اور جب ہم اس کے قایل ہیں کہ یہ کتاب اور وہ کتاب دونوں (ایک ہی) کتاب ہیں اور جو احکام اس میں ہیں وہی اس میں ہیں ترتیب میں ضرور فرق ہے اور فی الجملہ اس میں کچھہ کمی باعتبار روایات ثابت ہوتی ہے تو پھر اعتراض کیا وارد ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں قرآن جمع کردہ حضرت عثمان ہی آپ کے کیا موافق ہے جو قرآن جمع کردہ علی مرتضیٰ کو آپ کے موافق سمجھا جاوے؟

قولہ اور جب کسی نے اُس کو نہیں دیکھا تو اُس سے استدلال کرنا عاقل کا کام نہیں ہے۔

اقول آپ کا یہ فرمانا کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا بالکل غلط ہے ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں و نصیب او از احیار علوم دینیہ آنست کہ جمع کرد قرآن را بحضور آنحضرت و ترتیب دادہ بود انرا لیکن تقدیر مساعد شیوع آن نشد۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں (و علی) احد من جمع القرآن و عرضہ علی رسول اللہ (تاریخ الخلفا) ابن سیرین راوی ہیں کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب علی مرتضیٰ نے تاخیر کی بیعت حضرت ابوبکرؓ سے ایک روز ملاقات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا علی کیا تم نے میری امارت کو مکروہ جانا فرمایا نہیں مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ سوائے نماز کے دوش پر روانہ رکھوں۔ جبتک قرآن نہ جمع کرلوں۔ اون کا گمان ہے کہ حضرت نے مطابق نزول آیات قرآن کو جمع کیا ابن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن ہم کو ملتا تو البتہ اوس میں علم تھا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ روایات اہلسنت سے جناب علی مرتضیٰؑ کا قرآن جمع کرنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر عرض کرنا ثابت ہے جمع بھی کیا گیا رسول اللہؐ کے سامنے پیش بھی کیا گیا اور اوس کو کسی نے نہیں دیکھا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اوس کو کسی نے نہ دیکھا ہو اور روایات کتب اہلحق سے صاف صاف ثابت ہے کہ بعد وفات جناب رسول اللہؐ جناب امیرالمومنینؑ قرآن کو جمع کیا اور مہاجرین و انصار کے روبرو پیش کیا اور حضرت ابوبکر نے اوس کو کھولکر دیکھا حضرت عمر نے فرمایا کہ یا علی لیجاؤ کہ ہم کو اس کی حاجت نہیں ہے پس بروایت اہلحق بھی اوس قرآن کا مجمع مہاجرین و انصار میں پیش ہونا اور حضرت ابوبکر کا کھولکر دیکھنا ثابت ہے دیکھو تفسیر صافی پھر آپ کس دلیل سے فرماتے ہیں کہ اوس کو کسی نے دیکھا نہیں اور صحابہ کرام جنکو اوس کی زیارت نصیب ہوئی وہ سالم بن مسلم و زرارہ بن اعین و بزنطی وغیرہ ہیں علاوہ بریں زمانہ ائمہ معصومین علیہم السلام میں اور شیعوں کو بھی اوس کی زیارت نصیب ہوئی ہے آپ کتب اہلحق کو ملاحظہ فرمایئے اور ہم دیدہ بصیرت سے اوسکی زیارت کرتے ہیں اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ کتاب اللہ اہلبیت سے جدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جناب سید عالمؐ نے انہما لن یفترقا فرمایا ہے آپ کو اختیار ہے کہ آپ نبی کریمؐ

فرمانے کی تصدیق کریں یا نہ کریں اس سے بڑھکر اور کیا قطعیت ہو سکتی ہے اور اہلحق تو اسی قرآن مروج سے استدلال کرتے ہیں اوس قرآن سے تو کوئی استدلال نہیں کرتا۔ مگر افسوس تو یہ ہے۔ کہ آپ اس قرآن کو بھی تو نہیں مانتے اگر وہ قرآن شایع بھی ہو جاتا تو اوس کے ماننے والے فقط اہل حق ہی ہوتے۔ آپ اس کو کب مانتے جب جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ہی کو حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و معویہ و عمر عاص و اتباع معویہ نے نہ مانا تو اون جناب کے جمع کئے ہوئے قرآن کو کیوں مانتے۔ صرف شیعہ ہی مانتے اور وہ اب بھی مانتے ہیں دیکھ لیجئے کہ قرآن مروج میں بیٹی کا حصہ صاف صاف مذکور ہے مگر حضرت ابو بکرؓ کی بنائی ہوئی حدیث لانورث سے وہ حکم خدا بلکہ وصیت اوسکی ضائع کر دیگئی۔

قولہ اور نیز ہو سکتا ہے کہ اول وہ قرآن نازل ہوا ہو پھر خدا تعالیٰ کو بدا واقع ہو گیا لہذا دوسرا قرآن نازل فرمایا۔ اور اسی واسطے اوس کو مخفی کر دیا ہو تو آپ کے پاس اوس کے تردید کی کیا دلیل ہے۔

اقول اس کی تردید کی دلیل حدیث ثقلین ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صاف ارشاد فرمادیا قرآن اور اہلبیت دونوں ثقلین ہیں دونوں کو تم میں چھوڑتا ہوں اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ اس سے کسی دوسرے قرآن کا اہلبیتؑ کے پاس ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے وہی ایک کتاب ہے جو منجانب اللہ نازل ہوئی جسکو آنحضرتؐ نے چھوڑا۔

قولہ اور اگر قرآن شایع سند اول مراد ہے تو اور بھی زیادہ تعجب خیز ہے کیونکہ جس قرآن کی ائمہ نے تکذیب فرمائی اور مردود ٹھہرایا اور اکابر محدثین قرن بعد قرن بہ نقل متواتر ائمہ سے اوس کا غلط اور محرف ہونا نقل کرتے چلے آئے چنانچہ صحیح کافی للکلینی ان روایات سے مالامال ہے اور اس قسم کی روایات میں تقیہ کی بھی گنجایش نہیں ہے بلکہ اوس کے خلاف میں تقیہ کا قوی احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے پھر اوس پر کیونکر اصول اعتقادیات کا مدار ہو سکتا ہے۔

اقول دعویٰ بلا دلیل ہے آپ اہلحق کی کسی معتبر کتاب سے اس کا ثبوت دیں کہ قرآن

متداول کی ائمہ معصومین علیہم السلام نے تکذیب فرمائی اور اوس کو مردود ٹھہرایا جناب ائمہؑ نے
تو اسی قرآن پر عمل کرنیکا حکم دیا اگر ائمہؑ معصومین علیہم السلامؑ تکذیب فرماتے یا مردود ٹھہراتے
تو اہل حق کیوں قرآن موجود پر عمل کرتے کیوں اُس کی تفاسیر بحوالہ ائمہؑ علیہم السلام لکھتے کیوں
تلاوت کرتے کیوں نماز میں پڑھتے کیوں اس سے استدلال لاتے یہ محض آپکا اتہام ہے جو آپنے
فرمایا ہے قرآن موجود متداول کا تواتر جسطرح کہ اہل حق کے یہاں ہے اہل تسنن کو میسر نہیں
کیونکہ یہ تواتر بذریعہ معصومین علیہم السّلام کے حاصل ہوا ہر عہد میں ائمہ علیہم السلام اپنے محبوںؑ کو
قرآن موجود پر عمل کرنے کا حکم دیتے چلے آئے ہیں اب میں ایک روایت تفسیر صافی سے لکھتا ہوں
جس سے یہ امر ثابت ہو جائیگا کہ جو قرآن کہ جناب امیر علیہ السّلام نے جمع فرمایا تھا اوس کی کیا شان
تھی اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ اون جناب نے قرآن موجود کی نسبت کیا فرمایا فی الصافی فقال لہٗ
علی یا طلحة ان کلّ اٰیة انزلها الله عزوجل علی محمدؐ عندی باملاء رسول الله
وخط یدی وتاویل کلّ اية انزلها الله علی محمدؐ وکل حلال وحرام اوحدّ او
حکم او شیٔ یحتاج الیه الامة الی یوم القیٰمة مکتوب باملاء رسول اللهؐ و
خط یدی حتیٰ ارش الخدش قال طلحة کلّ شیٔ من صغیر او کبیر او خاص او
عام کان او یکون الی یوم القیٰمة فهو عندك مکتوب قال نعم وسوی ذلك
ان رسول الله اسرّ الیّ فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کلّ باب الف
باب ولو ان الامةؐ منذ قبض رسول اللهؐ اتبعونی واطاعونی لاکلوا من
فوقهم ومن تحت ارجلهم وساق الحدیث الی ان قال ثم قال طلحة لا اراك
یا ابا الحسن اَجَبْتَنِی عما سئلتك عنه من امر القراٰن الا تظهره للنّاس قال یا طلحة
عمدا کففت عن جوابك فاخبرنی عمّا کتب عمر وعثمان اقراٰن کله ام فیه ما لیس
بقراٰن قال طلحة بل قراٰن کله قال ان اخذتم بما فیه نجوتم من النّار و
دخلتم الجنّة فان فیه حجتنا وبیان حقنا وفرض طاعتنا قال طلحة حسبی

اما اذا کان قرآنا فحسبی یعنی جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا اے طلحہ جتنی آیتیں خداتعالیٰ
نے اپنے رسولؐ پر نازل کیں وہ سب میرے پاس مطابق املاء جناب پیغمبر خدا میرے ہاتھ کی
لکھی موجود ہیں اور ہر آیت کی تاویل مطابق تنزیل خدا اور حلال و حرام و حدود و احکام اور سب
وہ چیزیں جنکی امامت تا قیامت محتاج ہو باملاء پیغمبر خداؐ میرے ہاتھ کی لکھی موجود ہیں اُس میں
خراش تک کا عیوض داخل ہے طلحہ نے کہا کہ ہر صغیرہ و کبیرہ خاص و عام جو قیامت تک ہوں
وہ سب تمہارے پاس موجود ہیں حضرت نے کہا ہاں سوا اس کے جناب پیغمبر خدا نے ہزار باب
علوم بطور راز کے مجکو تعلیم کئے جن کے ہر باب سے ہزار باب مفتوح ہوں اگر یہ امت وقت
وفات جناب پیغمبر خداؐ سے میری اطاعت اور متابعت کرتی تو اوپر سے اور تحت سے اُن کو نعمتیں
ملتیں۔ طلحہ نے کہا یا ابا الحسن میرے سوال کا کیوں جواب نہیں دیتے قرآن کو کیوں نہیں ظاہر
کرتے حضرت نے فرمایا کہ میں نے عمداً جواب سے اعراض کیا اے طلحہ بتلاؤ کہ جس قرآن کو عمر و
عثمان نے لکھا ہے وہ سب قرآن ہے یا غیر قرآن بھی اُس میں شامل ہے طلحہ نے کہا کہ سب
قرآن ہی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس تو اُس کو لو اور عمل کرو تو نجات پاؤ نار سے اور جنت
میں داخل ہو کہ اس میں بھی ہماری حجت ہمارے حق کا بیان اور ہماری اطاعت کا فرض ہونا
موجود ہے طلحہ نے کہا کہ جب یہ بھی قرآن ہے تو ہم کو کافی ہے اب آپ ملاحظہ فرمایئے کہ جناب
امیر علیہ السلام نے قرآن موجود متداول کی تکذیب نہیں فرمائی نہ مردود ٹھہرایا بلکہ اس پر
عمل کرنا ذریعہ نجات فرمایا اور اس قرآن کی بھی شان ظاہر ہوگئی جس کو جناب علی مرتضیٰ
نے باملاء رسول اللہ اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور اُس میں ہر آیت کی تاویل موجود تھی جس طرح
کہ جناب پیغمبر خداؐ نے ارشاد فرمایا اور لکھوایا تھا غرضکہ تمام ائمہ معصومین علیہم السلام اسی
قرآن پر عمل کرنے کا حکم دیتے چلے آئے اور اسی سے اپنی امامت و خلافت پر استدلال کیا ہے
کسی نے قرآن موجود کی تکذیب نہیں فرمائی۔ کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن موجود کلام خدا
نہیں ہے کُتب شیعہ میں اس قسم کے روایات مروی ہیں جن سے فی الجملہ کمی پائی جاتی ہے

مگراس قسم کے روایات بکثرت کُتب اہلسنت میں بھی جلیل القدر صحابہ وحضرت عایشہ سے مروی ہیں پس یہ اعتراض مشترک الورود ہے اگر روایات کتب شیعہ آپ کے نزدیک معتبر نہ ہوں تو حضرت عایشہ حضرت عمر وابن عمر ودیگر صحابہ مقبولین اہلسنّت کے روایات تو آپ کے نزدیک معتبر ہیں اور اگر روایات درباب تحریفِ قرآن جو اصحابہ سے کتب اہلسنت میں مروی ہیں وہ قابل اعتماد نہیں تو پھر اور احادیث جو اون سے مروی ہیں اون پر کیونکر اعتماد ہوگا وہی صحابہ ایک جگہ قابل اعتماد ہوں اور دوسری جگہ قابل اعتماد نہ ہوں پس واضح ہو کہ اعتقادیات کے ثبوت کا مدار قرآن موجود پر اس سبب سے ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے ہم کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے غلطی کا حال حضرتِ عثمان سے دریافت کیجیے اُنکا قول ہے اِنّ فی القرآن لحنا۔

قال عثمانؓ ان فی القرآن لحناً (علامہ بغوی کما فی استقصاء الافحام) *

قولہ۔ علاوہ ازین جو لوگ اوس کے رواۃ وناقلین ہیں وہ کلّہم اجمعین بزعم شیعیان مرتدین وبددین وخائنین وناکثین منکرین امامت اور غاصبین فدک وخلافت طماع وخودغرض دنیا طلب ودین فروش تھے پس اگر ایسے لوگوں کا کسی امر پر اتفاق بھی ہو جائے اور بتواتر نقل بھی کریں تو اہلِ خرد کے نزدیک کیا قابل اعتماد وقبول ہے۔

اقول ایک جواب اس کا مراۃ الامامت میں گذارش کر چکا ہوں ملاخطہ فرمایئے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم کو قرآن موجودہ مافی الدفتین کا تواتر بواسطہ ائمہ علیہم السّلام حاصل ہوا ہے۔ اگر اور رواۃ وناقلین جنکو آپ بددین وغیرہ فرماتے ہیں نہ بھی نقل کرتے تب بھی المحق کا کوئی حرج نہ ہوتا جسطرح کہ اب یقین حاصل ہے اوسیطرح جب بھی یقین کرتے غرض ہم کو آپ کے یہاں کے رواۃ وناقلین کے اچھے یا بُرے ہونے سے کچھہ بحث نہیں ہے اور نہ ہم اون کے نقل کرنے کیوجہ سے قرآن موجود پر عمل کرتے ہیں بلکہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا کہ قرآن موجود پر عمل کرو۔

قولہ ورنہ پھر توراۃ وانجیل کے قبول کرنے میں کیوں تامّل کیا جائے اور وید وغیرہ کے تسلیم کرنے میں کیوں لم ولانسلم پیش کیا جاوے۔

اقول کیونکہ کسی معصوم نے توراۃ وانجیل موجودہ کے قبول کرنیکا حکم نہیں دیا ہے نہ وید کے

آسمانی کتاب ہونیکا کسی معصوم نے اعتراف فرمایا ہے اس وجہ سے ہم قبول نہیں کرتے اور قرآن موجود کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنیکا ہر امام نے حکم دیا ہے۔

قولہ ماسوا اس کے بفرض محال اگر سب کچھہ تسلیم کیا جاوے تو پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اصول اعتقادیات کی شان کے موافق ان اصول موضوعہ اور اعتقادات مصنوعہ کا کتاب اللہ میں کہیں پتہ ونشان نہیں۔

اقول کتاب اللہ میں سب کچھہ موجود ہے جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا ہے اُنہوں نے ہر امر کا پتہ ونشان دیدیا ہے اہل حق نے نہ خود اصول وضع کیے نہ اونکا کوئی اعتقاد مصنوعی ہے ما جاء بہ النبی پر ہمارا اعتقاد ہے ہم نے بدلایل قاطعہ امامت کا اصلی اعتقادی ہونا اور اُس پر ایمان لانا ثابت کردیا ہے اور اوس کے اکثر جزئیات کو بھی کتاب اللہ واحادیث رسول اللہؐ سے ثابت کردیا ہے اہل عقل وانصاف کو امامت کے اعتقادی ہونے اور منصوصہ فی القرآن ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں ہوسکتا جنہیں قابلیت نہیں تھی اُنہوں نے نبوت ورسالت کو بھی قبول نہیں کیا اور قرآن کو کلام خدا تعالیٰ بھی نہیں مانا۔

قولہ رہی خبر یعنی قول متواتر رسولؐ یا قول متواتر ائمہؑ پس اوس کے ناقل اگر غیر شیعہ ہیں تو پیشتر نقل قرآن میں عرض ہوچکا ہے کہ خود غرض ودنیا طلب دین فروشوں کا نقل کرنا قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

اقول اگر کوئی خبر کتب شیعہ میں ہو اور وہی خبر یا مثل اوس کے کتب مخالف میں بھی موجود ہو تو وہ خبر قبول کی جاسکتی ہے کیونکہ ایسی صورت میں ایک خبر پہنچنے کے مختلف طرق ہوئے اور اگر اوسی خبر کے ناقل کفار بھی ہونگے تو وہ بھی قبول کرلیجاویگی اور یہ کہا جاویگا کہ مختلف طرق سے ایک خبر پہنچی اور اگر کوئی خبر کتب شیعہ میں نہ ہو بلکہ کتب مخالف میں ہو اور موافق عقیدہ اہلحق ہو تو اوس کو بھی قبول کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اوس سے مذہب حق کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اگر توراۃ وانجیل یا وید میں کوئی خبر ایسی ہو کہ جس سے دین اسلام

کی تائید ہوتی ہو تو اس کے قبول کر لینے میں اہل اسلام کو کیا انکار ہوگا بلکہ حقانیت اسلام کی عمدہ دلیل ہوگی۔

قولہ اور اگر اوس کے ناقل شیعہ ہیں تو اول تو تواتر کہاں جو مفیدِ قطع ہو۔

اقول یہ دعویٰ بلا دلیل ہے ثبوتِ امامت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے اخبار حد تواتر کو پہنچے ہیں نبی یا امام سابق کا امام لاحق کی امامت پر یکے بعد دیگرے نص کرنا خود تواتر ہے۔

قولہ پھر باہم اختلاف فرقہ شیعہ خود مبطل احدہما کو ہوگا۔

اقول دیگر فرق شیعہ کا ذکر اس جگہ کیا ضرور ہے آپ تو شیعہ اثنا عشری سے مقابلہ فرما رہے ہیں علاوہ بریں جتنے فرق شیعہ ہیں اون سب نے امامت کو اصلی اعتقادی مانا ہے بعض ائمہؑ کی امامت میں البتہ اختلاف کیا ہے۔

قولہ اور ترجیح احدہما علی الآخر بلا دلیل محال اور بدلیل بسبب عدم دلیل ناممکن۔

اقول ظاہر ہے کہ بلا دلیل ترجیح نہیں ہو سکتی اور اگر بلا دلیل کوئی ترجیح دی بھی تو اوس کو کون مانیگا پس واسطے ترجیح کے دلیل ضرور ہوگی اور جب بدلیل ترجیح احدہما علی الآخر ہوئی تو پھر عدم دلیل کے کیا معنی ہوئے لہذا یہ تقریر آپکی خبط ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جب تہتر فرقہ ہوئے تو اون کا باہمی اختلاف بھی آپ کی اس دلیل سے مُبطل احدہما کو ہوگا۔ اور بقول آپ کے ترجیح احدہما علی الآخر بلا دلیل محال اور بدلیل بسبب عدم دلیل ناممکن۔

قولہ کیونکہ کتاب میں تو یہ امر مذکور نہیں ہے۔

اقول کونسا امر کتاب میں مذکور نہیں کون کہتا ہے کہ امامت کا ذکر کتاب میں نہیں اور کون تسلیم کرتا ہے کہ امامت کتاب میں مذکور نہیں کتاب میں امامت مذکور ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں

قولہ اور اگر خبر کو مرجح قرار دیں تو مستلزم دور ہے لہذا طریق ترجیح مسدود۔

اقول۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کتاب میں مذکور ہے اور خبر بھی کتاب پر عرض کیجاتی ہے اور جو خبر کہ مطابق کتاب کے ہو وہ مانی جاتی ہے پس خبر مرجح نہ ہوئی جو مستلزم دور ہو اور طریق ترجیح

کھلا ہوا ہے مسدود نہ ہوا۔

قولہ۔ معہذا ناقل خبر رسولؐ یا صحابہ ہیں یا اہلبیت صحابہ کا حال تو خود بنا بر مرویات شیعہ واضح ہے کہ کوئی ارتداد سے نہیں بچا صرف برائے نام ایک مقداد بن الاسود کو کہتے ہیں کہ اُنہیں تغیر نہیں آیا سو اونکی خبر مفید یقین کو نہیں ہوسکتی *

اقول حضرت سلمان فارسی۔ حضرت ابوذر۔ حضرت عمار یاسر وغیرہ میں کہاں تغیر آیا۔ آپ تو صرف حضرت مقداد ہی کو کہتے تھے یہ تو کئی اصحاب ہو گئے علاوہ برین حضرت عباس اور عبداللہ بن عباس میں بھی تو تغیر نہیں آیا۔ اور اکثر اصحاب ایسے تھے کہ وہ دور بلاد میں تھے اون میں سے بھی بہت ایسے تھے کہ جنہیں تغیر نہیں آیا یہ بھی ملحوظ رہے کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ صحابہ بعد وفات جناب سرورکائنات مرتد ہو گئے اون کا یہ مقصود نہیں ہے کہ صحابہ بعد نبیؐ بت پرستی کیطرف پھر گئے تھے بلکہ اون کا مقصود یہ ہے کہ اہلبیت اطہار سے منحرف ہو جانے اور اون کا احترام نہ کرنے اور اون کے ساتھ تمسک نہ کرنے کی وجہ سے ورطۂ ارتداد میں پڑ گئے تھے اور مدتوں اُس میں چکر کھاتے رہے۔ علاوہ شیعوں کے علمار اہلسنت نے بھی ایسے لوگوں کو ارتداد کا سرٹفکٹ عطا کیا ہے کہ جو مدعی اسلام تھے چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب نے شرح مشکوٰۃ جلد چہارم مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۱۹۷ پر حدیث حوض کی بحث میں فرمایا ہے مراد از روت رجوع از دین مسلمانی نیست بلکہ خروج از حد استقامت در بعض حقوق وصلاح وسریرت در بعض امور رجوع از مرتبہ حسن اخلاق وتقلید در بعض حقوق ورعایت اہلبیت در ادب باایشان بجہت ابتلار بدنیا اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو اہلبیت اطہار کے ساتھ بے ادبی کریں وہ شاہ صاحب کے نزدیک مرتد مسلمان ہیں صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ بعد وفات جناب فاطمہ لوگوں نے جناب علی مرتضیٰؑ کے احترام سے ہاتھ اُٹھا لیا تھا۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ جناب امیرؑ کا احترام نکرنا۔ جناب فاطمہ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجانا اس قصد سے کہ اُس کو جلایا جائے ادب وتعظیم میں داخل ہے یا بے ادبی وگستاخی میں اور ملک العلما دولت آبادی نے دشمنان اہلبیت اطہار کو گبران مسلمان نام فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں ۷ وائے نیکبار

بصد بار وای ٭ زین ہمہ گبران مسلمان نمائی ٭ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اہلبیت اطہار
نے اپنی ظاہری صورت مسلمانوں کیطرح بنائی تھی اور حقیقت میں وہ گبر تھے۔ بروے روایات اہلسنت
یہ بھی واضح ہے کہ معرکہ احد میں ضعفاء اسلام کی یہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ اپنے ابائی مذہب پر پلٹ
جانے اور اسلام ترک کرنے پر امادہ ہوگئے تھے جناب نبی صلعم کے سامنے یہ حال تھا تو بعد آنحضرت
کے اہلبیت نبی سے منحرف ہوکر مرتد ہوجانا اون کے نزدیک کیا بڑی بات تھی صاحب درمنثور لکھتے
ہیں اخرج ابن جریر عن جریح قال قال اهل المرض والارتیاب والنفاق فر الناس عن
النبی قد قتل محمد اذا رجعو بد بینکم الاول فنزلت هذه الایة وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُول
الی اخره صاحب تفسیر حسینی ولقد کنتم تمنّون الموت من قبل ان تلقوه فقد رایتموه
وانتم تنظرون کے باب میں لکھتے ہیں کہ "قومی از ضعفاء اسلام خواستند کہ رجوع بدین خود
نمودہ از ابوسفیان التماس نمایند کہ خط امان برائے شان بدہد یہ تو ظاہر ہوا کہ اہل مرض اور مشکوک
المزاج لوگوں نے اسلام سے پھر جانیکا ارادہ کیا تھا کہیں کوئی ایسا مریض نہ نکلے کہ جس نے نبوت
میں شک کیا تھا۔ مگر امام احمد حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں ان الشیخین هزما یوم احد ورجع
عمر ینشف دموعه وبیسال علیا العفو فقال الست المنادی قتل محمد فارجعوا الی
ادیانکم فقال انما قال ابوبکر ثم نزلت اِنَّ الَّذِیْنَ تولّوا منکم یوم التقی الجمعان انما
استزلّهم الشیطان **خلاصہ** اس عبارت کا یہ ہے کہ بروز احد حضرات شیخین نے ہزیمت کی اُس کے
بعد حضرت عمر واپس آئے اپنے منہہ سے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور جناب امیرؑ سے کہتے تھے کہ ہمکو
معاف کیجیے جناب امیرؑ نے یہ سن کر فرمایا کیوں صاحب آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ پیغمبر خداؐ تو قتل ہوگئے
اب اپنے قدیمی مذہب پر لوٹ جانا چاہیئے حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں نے تو یہ نہیں کہا تھا بلکہ حضرت
ابوبکر نے ایسا کہا تھا غرض حضرت ابوبکر نے ایسا فرمایا ہو یا حضرت عمر نے ایسا ارادہ کیا ہو ہمارا مطلب
حاصل ہے کیونکہ باوجود اسلام لانے اور صدہا معجزے دیکھنے کے بھی اپنے قدیمی دین پر پلٹ جانے کا
ارادہ ظاہر فرمادیا۔

قولہ رہا اہلبیت کیواسطے سے کوئی خبر درجہ تواتر کو نہیں پہنچی۔
اقول اگر کوئی خبر درجہ تواتر کو نہیں پہنچی تو پھر آپ نے کیوں لکھا ہے کہ اکابر محدثین نے بنقل متواتر ائمہ سے نقل کیا ہے یا آپ کا وہ قول غلط ہے یا یہ قول غلط ہے اور اہلحق کو اہتمام تواتر کی زیادہ ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ بعد جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ائمہ معصومین علیہم السّلام کا متواتر ۲۵۶ برس تک رہا پس امامت کو تواتر حاصل ہے اور ما نحن فیہ میں اسی سے غرض ہے ؛
قولہ اور اگر اہلبیت کے لئے افادہ یقین میں ضرورت تواتر نہ ہو بلکہ بلا تواتر بھی مفید یقین ہو۔ تو متقاطع اسناد روایات وہ شیعیان جان نثاران ائمہ ہیں جن کے اوصاف ومناقب سے صفحات نہج البلاغت روشن ہیں ؛
اقول جو خبر بسند صحیح بواسطہ اہلبیت علیہم السلام پہنچی ہے اگر متواتر نہ بھی ہو تو بھی مفید یقین ہے اور اول اس کا کیا ثبوت ہے کہ کل اخبار اہلبیت علیہم السلام کے منقاطع اسناد وہی لوگ ہیں جنکا ذکر اس خطبہ میں ہے جو آپ نے چند سطر کے بعد لکھا ہے علاوہ بریں اصحاب مخلصین جناب امیرؑ علیہ السّلام کے اس خطاب میں داخل نہیں ہیں کبھی خطاب عام ہوتا ہے اور مراد خاص ہوتی ہے اسمیں شک نہیں ہے کہ لشکریاں جناب امیر علیہ السلام سے نافرمان لوگ بہت تھے اور یہ وہی لوگ تھے جو خلافت شیخین کے بھی ماننے والے تھے۔ ہم اونکو کب اچھا سمجھتے ہیں اونکا شمار شیعیان اہلبیت میں نہیں ہے کیا وہ لوگ آپ کے نزدیک اچھے تھے جو جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر جہاد سے فرار کرتے تھے اور حضرت عباس باواز بلند پکارتے تھے اور کوئی پیچھے پھر کر نہیں دیکھتا تھا پس اگر جناب علی مرتضیٰؑ کے لشکری بھی اپنا دم جہاد سے چراتے تھے اور ادائے حق میں خیانت کرتے تھے تو کیا کوئی نئی بات ہے اور روات اہلسنت کا حال کتب اہلسنت سے اوپر لکھ چکے ہیں کیسے کیسے وضاعین اور مفتری تھے دیکھ لیجیے۔
قولہ جنکو بجز نافرمانی امام کسی کام سے سروکار نہ تھا۔

اقول آپ پر اس بات کا ثبوت لازم ہے کہ جو لوگ نافرمان تھے وہی ائمہ علیہم السلام کی ہر خبر کے مقاطع اسناد ہیں دعوی بلا دلیل قابل سماعت نہیں ہوتا اور جو لوگ کہ اصحاب نبیؐ تھے اون میں سے بھی تو اکثر نافرمان تھے کیونکہ اگر نافرمان نہ ہوتے تو لڑائی سے کیوں ٹل جاتے جیش اُسامہ سے تخلف کیوں کرتے کیا وہ آپ کے یہاں مقاطع اسناد نہیں ہیں؟

قولہ اور طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتے تھے۔

اقول اصحاب مخلصین اذیتیں نہیں پُہنچاتے تھے نافرمان لوگوں سے جناب پیغمبر خداﷺ کو بھی ہمیشہ اذیتیں پہونچیں ہیں یہانتک کہ دندان مبارک پر بھی صدمہ پہنچا اس کا باعث بھی تو وہی لوگ تھے کہ جنھوں نے نافرمانی کی تھی۔

قولہ اور حضرت امام بھی اون کے قول کا اعتبار نہیں کرتے تھے اور اون کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ معویہ کے ساتھ خفیہ خط و کتابت رکھتے تھے۔

اقول ایسے لوگوں کو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا مگر اصحاب مخلصین جناب امیر علیہ السلام کے ایسے نہ تھے بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی کفار کو خبریں پہنچایا کرتے تھے نہ یہ لوگ اچھے تھے نہ وہ لوگ اچھے تھے جس نبی یا امام کے ایسے اصحاب ہوں اون کو منافقین میں شمار کرنا چاہیے قطع نظر ان سب امور کے جناب ائمہ معصومین علیہم السلام نے طریقہ نقادی ہم کو تعلیم کر دیا ہے جس سے خبر کے صدق و کذب کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

قولہ اسوقت ہم بنظر اختصار صرف نہج البلاغت کا ایک چھوٹا سا خطبہ نقل کئے دیتے ہیں حضرات شیعہ اپنے اکابر کا عبرت انگیز حال ملاخطہ فرماویں اور اون کی تشیع پر آفرین پڑھیں۔ ومن خطبة له علیه السّلام وقد تواترت علیه الاخبار باستیلاء اصحاب معویة علی البلاد وقدم علیه عاملاه علی الیمن وهما عبید الله بن عباس وسعید بن نمران لما غلب علیهما بسر بن ارطاة فقام علیه السلام الی المنبر ضجرا تبثاقل اصحابه عن الجهاد ومخالفتهم له فی الرأی فقال علیه السلام ما هی الا الکوفة اقبضها و

ابسطها ان لم تکونی الا انت تہب اعاصیرک یقبحک اللہ ثم قال علیہ السلام انبئت ان بسرا قد اطلع الیمن وانی واللہ لاظن ہولاء القوم سیدالون منکم باجتماعہم علی باطلہم وتفرقکم عن حقکم وبمعصیتکم امامکم فی الحق وطاعتہم امامہم فی الباطل وبادائہم الامانۃ الی صاحبہم وخیانتکم صاحبکم وبصلاحہم فی بلادہم وفسادکم فلو ائتمنت احدکم علی قعب لخشیت ان یذہب بعلاقتہ اللہم انی مللتہم وملونی وسئمتہم وسئمونی فابدل لی بہم خیرا منہم وابدل لہم بی شرا منی اللہم مث قلوبہم کما یماث الملح فی الماء واما واللہ لوددت ان لی بکم الف فارس من بنی فراس بن غنم۔

اقول یہ خطاب انہیں لوگوں کیطرف ہے کہ جو حضرات ثلثہ کی خلافتوں کو بھی برحق مانتے تھے اصحاب مخلصین سے نہ تھے جسطرح ہر کہ اصحاب مخلصین جان نثار اور فرمانبردار تھے۔ اگر سب اصحاب اسیطرح فرمانبردار ہوتے تو جنگ لیلۃ الہریر میں جسمیں کہ آثار فتح صاف نمایاں ہوگئے تھے کیوں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خلاف مرضی وحکم اون کو جنگ کے موقوف کردینے اور صلح کرنے پر مجبور کرتے ایسے لوگوں کو جو اپنے امام کی نافرمانی کریں یا جہاد سے فرار کریں یا ادائے حق میں خیانت کریں یا فساد کریں ہرگز ہم محب صادق اور سچا مومن نہیں سمجھتے۔ بھلا آپ نے اون حضرات کا بھی عبرت انگیز حال ملاحظہ فرمایا جو جنگ احد میں بعد فرار اپنے اگلے دین پر پلٹ جانے پر مستعد تھے اور یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدام تو قتل ہو گئے اب اپنے پہلے دین کیطرف رجوع کرو۔ اگر انصاف کیساتھ مقابلہ اور موازنہ کیا جائے تو وہ لوگ جن کو آپ بڑا جلیل القدر جانتے ہیں ان مدارج میں بڑھے چڑھے نکلیں گے جناب امیر نے اپنے اصحاب اخیار کی مدح کی ہے نہج البلاغہ میں دیکھ لیجئے۔

قولہ جناب امام شہیدؓ کو کوفہ میں بہ مکر و دغا بلا بلوانے اور بلا کر شہید کرانیوالے اور کون تھے۔

اقول وہ لوگ تھے جو معویہ صاحب اور یزید کا دم بھرتے تھے محبان اہلبیت سے نہ تھے۔

قولہ اور جناب امام سبط اکبر کے خذلان کرنیوالے کہ جسکی وجہ سے امام معصوم کو ارتکاب کبیرہ خلع خلافت اور بیعت معویہ کی ضرورت پڑی اور کون حضرات تھے۔

اقول جناب امام حسن علیہ السلام کا ساتھ نہ دینے ولے وہی لوگ تھے جو درپردہ معویہ سے خط دکتابت رکھتے تھے اور جن کے دل امام معصوم سے منحرف تھے اون لوگوں کا شمار شیعیان اہلبیت میں نہیں ہے وہ منافق تھے جسطرح وہ منافقین تھے جنہوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور جناب سید عالم ص نے حضرت حذیفہ کو اون کے نام تبلادیئے تھے اسیطرح وہ لوگ تھے جنہوں نے امام حسن علیہ السلام کا ساتھ چھوڑا تھا اور اون جناب کے قتل اور گرفتار کرنے پر امادہ تھے واضح ہو کہ معصوم سے ارتکاب کبیرہ یا صغیرہ کا نہیں ہوتا اہلحق کا عقیدہ تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی عصمت کے قایل ہیں اور کتاب اللہ اور احادیث نبوی سے اونکی عصمت کو ثابت کرتے چلے آتے ہیں پھر صلح کر لینے اور ملک کو تفویض کر دینے کو کون شخص فرقہ حقہ اثنا عشریہ میں سے ارتکاب کبیرہ کہتا ہے یہ تو آپ اپنی طرف سے مرتکب کبیرہ امام معصوم کو قرار دے رہے ہیں یہ آپکی عداوت اور دشمنی کا صاف صاف ثبوت ہے جناب امام حسن علیہ السلام کے صلح کر لینے کی وجہ یہ تھی کہ اصحاب مخلصین بہت قلیل تھے اگر مجمع جانثاروں کا کافی ہوتا تو جہاد فرماتے ہرگز صلح نہ فرماتے۔ نبی یا امام مواقع جہاد و صلح سے واقف ہوا کرتا ہے اور جو لوگ ان مصالح سے واقف نہیں ہوتے وہ معترض ہوا کرتے ہیں مگر کسی کے اعتراض کرنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معصوم نے خطا کی۔ جناب مخبر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تو صلح حدیبیہ کفار سے کی تھی اور صلح بھی اس طرح پر واقع ہوئی کہ جو کفار قید اسلام میں تھے وہ واپس دیئے جاویں اور جو مسلمان قبضہ کفار میں ہوں وہ واپس نہ دیئے جاویں اور صلحنامہ سے کلمہ رسول اللہ مٹا دیا جاوے اس صلح پر حضرت عمر نے نبوت میں شک فرمایا تھا۔ لیکن اون کے شک فی النبوت کرنے سے نبیؐ پر کوئی الزام نہیں کیونکہ وہ جناب مواقع جہاد سے واقف تھے اسی طرح حال جناب امام حسن علیہ السلام کا بھی

سمجھنا چاہئے اگر کوئی شخص اونکی خطا ثابت کرے تو اوس شخص کی جہالت ہے اعدائے دین سے خاصان خدا اسیطرح صلح کرلیا کرتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے بھی تو بعد جنگ لیلۃ الہریر اپنے دشمن سے صلح فرمائی تھی اور صلح فرمالینے کی وجہ بھی تھی کہ لوگوں نے لڑنے سے ہاتھ اوٹھا لیا تھا اور جناب امیر علیہ السلام کو صلح کرنے پر مجبور کیا تھا اور یہ کہا کہ اگر آپ صلح نہ کریں گے تو گرفتار کرکے آپکو مخالف کے حوالہ کرینگے۔ ایسی حالت میں صلح کرنا عین صواب ہے اسیطرح جناب امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنے دشمن سے صلح فرمائی۔

قولہ بالجملہ دین فروش دنیا خر تھے۔

اقول بیشک جناب امام حسن علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دینوالے امام حسین علیہ السلام کو بہ مکر و دغا بلانیوالے لوگ دین فروش دنیا خر تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھوڑ کر میدان جہاد سے فرار کرنیوالے اور اون جناب کی نافرمانی کرنیوالے کیسے تھے؟ اور جو فرقہ کہ فراریوں کو پیشوائے اسلام مانے وہ کیسا ہے؟ جواب عنایت ہو۔

قولہ اس قسم کے لوگوں کو ماخذ دین اور پیشوائے اسلام قرار دینا اور اون کے اقوال کو علی الخصوص اصول اعتقادیات میں حجت ٹھہرانا حضرات شیعہ جیسے صاحبان ہمت کا کام ہے۔

اقول اس قسم کے لوگوں کو اہلحق نے ماخذ دین اور پیشوائے اسلام نہیں قرار دیا ہے نہ اونکے قول کو اعتقادیات میں حجت ٹھہرایا ہے ائمہ معصومین علیہم السلام کا زمانہ ڈھائی سے برس سے زیادہ رہا ہے حسنین علیہم السلام کو دغا دینیوالے کب دوسو برس تک زندہ رہے علاوہ بریں اصحاب مخلصین ائمہ علیہم السلام بھی تو ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں اون کے روایات قبول کئے جاتے ہیں اور یہ اوپر عرض ہوچکا ہے کہ اگر کوئی خبر اصحاب مخلصین کے ذریعہ سے پہنچی اور وہی خبر بعینہ یا مثل اُس کے کسی مخالف یا بدمذہب سے پہنچی تو ایسے خبر کے قبول کر لینے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے کیونکہ اصحاب مخلصین کے واسطے سے بھی پہنچ چکی ہے۔

قولہ اس تقریر معروضہ سے حال اخبار ائمہ ؑ کا بھی معلوم ہوگیا۔

اقول اصحاب مخلصین ائمہ علیہم السلام کے صاحب ورع وتقویٰ ودیانت تھے اون سے جو اخبار مروی ہیں وہ مفید یقین ہیں ہمارے معروضہ سے آپکی تقریر کا حال واضح ہوگیا۔

قولہ اول تو بجز من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار کے کوئی خبر متواتر نہیں۔

اقول آپ کے یہاں بھی سوائے اس خبر کے کوئی خبر ایسی نہیں جسکو جمہور علمانے متواتر مانا ہو۔

قولہ پھر اکثر کبرائے شیعہ شاگردان ائمہ جو منتہائی سلسلہ سند ہیں مجسمہ اور مشبہ اور بدمذہب تھے۔ چنانچہ سید دلدار علی نے اساس الاصول میں بطور اعتراض فرمایا قیل کیف تعولون علی ہذہ الاخبار واکثر رواتہا المجبرۃ والمشبہۃ والمقلدۃ والغلاۃ والواقفیۃ والفطحیۃ وغیر ہولاء من فرقۃ الشیعۃ المخالفۃ للاعتقاد الصحیح الی ان قال وذلک یدل علی جواز العمل باخبار الکفار والفساق اور دوسری جگہ کہتے ہیں واما قول صاحب المعالم بان العمل علی اخبار الاحاد بعید ان طریقۃ اوائل المتکلمین فان کان مرادہ ان العمل باخبار الاحاد فی اصول العقائد مستبعد من طریقتہم فہو کذلک بنسبۃ اجلاء اصحاب الائمۃ او مطلقاً لان اکثر الاصحاب ومعاصریہم کانوا فاسدی المذہب۔

اقول ان دونوں ٹکڑوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبرائے شیعہ مجسمہ یا مشبہ یا بدمذہب تھے بلکہ اول ٹکڑے میں اون فرق رواۃ کے نام ہیں جو اعتقاد صحیح کے مخالف تھے اور دوسرے ٹکڑے میں اس بات کی تصریح ہے کہ اکثر اصحاب ومعاصرین ائمہ فاسد المذہب تھے اور لفظ اصحاب کا عام ہے جو مومن ومنافق وبدمذہب وغیرہ سب کو شامل ہے اور اسی طرح لفظ معاصر ہے یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ نبی یا کسی امام کے سب کے سب اصحاب یا معاصر مومن خالص ہوں منافق یا بدمذہب یا کافر نہوں اور دوسرے ٹکڑے کی آخر عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اجلاء اصحاب ائمہ اصول عقائد میں اخبار احاد پر عمل نہیں کرتے تھے ان دونوں ٹکڑوں میں شاگردی اُستادی کا بھی کچھ ذکر نہیں ہے جسطرح کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت میں مومن ومنافق وکافر سب قسم کے لوگ حاضر ہوا کرتے تھے۔ اسیطرح ائمہ علیہم السلام کیخدمت میں ہر مذہب وملت کے لوگ جایا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ علاوہ اصحاب مخلصین کے مجبرہ ومشبہ وغیرہم کی روایتیں بھی درج ہوگئیں نقادین حدیث
نے رواۃ کا حال لکھدیا ہے اگر بدمذہب لوگوں کی خبر کو المحقق نے اصول عقاید میں حجت ٹھہرایا ہو
توالبتہ جائے اعتراض ہے آپ اپنے یہاں کے رواۃ کا حال تو ملاحظہ فرمائیے۔ اب ہم آپ کی دیانت
اور امانت کو ظاہر کرتے ہیں اہل انصاف پر آپ کی دیانت کا حال منکشف ہوجائیگا آپ نے فقط
دوٹکڑے اساس الاصول سے لکھے ہیں نہ تو پوری تقریر اعتراض کی لکھی ہے نہ جواب اعتراض لکھا
ہے لہذا ہم اس قدر عبارت اساس الاصول لکھتے ہیں کہ جس سے مطلب عبارت واضح ہو اور آپکی
دیانت کا اندازہ ہوجاوے عبارت اساس یہ ہے ثم قال الشیخ رہ فان قیل کیف تعملون
بهذه الاخبار ونحن نعلم ان رواتها اکثرهم کما رووا ایضاً اخبار الجبر والتشبیه وغیر ذلک
من العلم والتناسخ وغیر ذلک من المناکیر فکیف یجوز الاعتماد علی ما یرویه امثال هؤلاء
قیل لهم لیس کل الثقاة نقل حدیث الجبر والتشبیه وغیر ذلک مما ذکر فی السؤال
ولو صح انه نقله لم یدل علی انه کان معتقدا لما تضمنه الخبر ولا یمتنع ان یکون
انما رواه لیعلم انه لم یشذ عنه شئ من الروایات لا لانه یعتقد ذلک ونحن لم
نعتمد علی مجرد نقلهم بل اعتمادنا علی العمل الصادر من جهتهم وارتفاع النزاع
فیما بینهم فاما مجرد الروایة فلا حجة فیه علی حال انتهی حاصل کلامه ان عملهم
علی اخبار الاحاد وعدم نزاعهم فی باب العمل بخبر الواحد وجب الاعتماد علی ان خبر
الواحد حجة فان قیل کیف تعولون علی هذه الاخبار واکثر رواتها المجبرة والمشبهة
والمقلدة والواقفیة والفطحیة وغیر هؤلاء من فرقة الشیعة المخالفة للاعتقاد الصحیح
من شرط خبر الواحد ان یکون راویه عدلاً عند من اوجب العمل به وهذا مفقود فی
هؤلاء وان عولهم علی عملهم دون روایتهم فقد وجدناهم عملوا بما هو طریقة هؤلاء
الذین ذکرناهم وذلک یدل علی جواز العمل باخبار الکفار والفساق قیل لهم لیس
نقول بان جمیع الاخبار الاحاد یجوز العمل بها بل لها شرائط۔ اس عبارت سے صاف

ہے کہ اصول اعتقادیات کا ذکر یہاں کچھہ نہیں ہے بلکہ اخبار احاد پر جواز اور عدم جواز عمل کی بحث
ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ تمام اخبار احاد پر عمل جایز نہیں ہے بلکہ جواز عمل کیواسطے شرایط ہیں) نذکر
فیما بعد الی ان انّ المقلدۃ للحق وان کان مخطیا فی الاصل معفو عنہ ولا احکم فیہ بحکم الفساق الی ان
قال واما الفرق الذین اشاروا الیہم من الواقفیۃ والفطحیۃ فعن ذلک جوابان احدہما ان ما یرویہ ہولاء
یجوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطیین فی الاعتقاد اذ اعلم من اعتقادہم تمسکہم بالدین
وتحرجہم من الکذب وضع الحدیث الی ان فاذا علمنا ان ہولاء الذین اشرنا الیہم وان کانوا مخطیین
فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل فما یکون طریقہ ہولاء جاز العمل والجواب الثانی ان جمیع ما یرویہ ہولاء اذا
اختصوا بروایتہ لا یعمل بہ وانما یعمل اذا انضاف الی روایتہم روایۃ من ہو علی طریقۃ
المستقیمۃ والاعتقاد الصحیح فح یجوز العمل بہ واما اذا انفرد فلا یجوز ذلک (جواب اول
سے یہ ظاہر ہوا کہ واقفیہ و فطحیہ وغیرہ کا ثقہ ہونا اور کذب و وضع سے بری ہونا دیکھا جاویگا۔ اور جواب
ثانی سے یہ واضح ہوا کہ اونکی مجرد نقل پر عمل جایز نہ ہوگا جبتک کہ کوئی اور روایت ایسے شخص کی نہ ملی
کہ جو طریق مستقیم اور اعتقاد صحیح پر ہے ایسے بد مذہب لوگوں کی تنہا روایت پر عمل جایز نہ ہوگا چنانچہ
یہ امر واذا انفرد فلا یجوز ذلک سے آشکارا ہے اس مقام پر اصول اعتقادیات سے کچھہ بحث نہیں
فرعیات شرعیہ کا ذکر ہے اب آپ اپنے ذرا اس جملے پر غور فرمایئے۔ "کہ اون کے اقوال کو علی الخصوص
اصول اعتقادیات میں حجّت ٹھہرانا حضرات شیعہ جیسے صاحبان ہمّت کا کام ہے" بھلا مولوی
صاحب کچھہ تو خدا سے خوف کیجیئے یہاں اصول اعتقادیات کا کہاں ذکر ہے فروع میں متعلّق
عمل بحث ہورہی ہے اور عمل بھی مجرد ایسے لوگوں کی نقل پر نہیں کیا جاتا بلکہ جواز عمل بھی جب ہی
ہے جب کوئی اور راوی ملے جو اعتقاد صحیح رکھتا ہو۔ اور دوسرا ٹکڑا عبارت اساس کا جو آپ نے نقل
کیا ہے وہ عبارت مرقومۃ الصدر سے ماقبل کا ہے آپ نے کسی مصلحت سے ترتیب کو پلٹا ہے
اور جس فقرے سے کہ مطلب واضح ہوتا تھا اوس کو آپ نے اوڑا دیا ہے اوس کو نہیں لکھا اب
میں از سر نو نقل کرتا ہوں واما قول صاحب المعالم بان العمل علی اخبار الاحاد بعید عن

طریقة اوائل المتکلّمین فان کان مراده ان العمل باخبار الاحاد فی اصول العقاید مستبعد من طریقتہم فھو کذلک بنسبة اجلاء اصحاب الائمة لا مطلقاً لان اکثر الاصحاب و معاصریھم کانوا فاسدی المذھب (اور جو مطلب کا ٹکڑا اس کے بعد والا آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ یہ ہے) ولم ینقل العلامة ان اجلاءھم کانوا یعتمدون فی الاصول العقاید علی اخبار الاحاد وان کان مراده ان العمل باخبار الاحاد فی الفروع بعید عن طریقتہم فھو لیس کذلک جس ٹکڑے کو آپ نے عمداً مطلب عبارت خبط کرنے کی غرض سے ترک کر دیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ اجلاء اصحاب ائمہؑ اصول عقاید میں اخبار احاد پر عمل نہیں کرتے تھے دونوں ٹکڑوں کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اصحاب مخلصین ائمہ علیہم السلام اصول عقاید میں اخبار احاد پر عمل نہیں کرتے تھے فروع میں اخبار احاد پر عمل کرتے تھے اور جو اصحاب و معاصر کہ فاسد المذہب تھے وہ اصول عقاید میں بھی اخبار احاد پر عمل کرتے تھے۔ ہم نے آپکی دیانت کو سب پر ظاہر کر دیا عوام الناس کو فریب و مغالطہ دینے کی غرض سے آپ نے یہ کتر بیونت کی ہے۔

قولہ یہ حضرات جیسے نبوت و امامت کے ناقل ہیں اوسیطرح تجسیم و تشبیہ کو ائمہؑ سے نقل کرتے ہیں پھر کیا وجہ کہ ایک کو قبول کیا جاوے اور دوسرے کو رد کیا جاوے۔

اقول یہ تو عبارت اساس ہی سے واضح ہو گیا کہ فرعیات شرعیہ میں بھی ایسے لوگوں کی مجرد نقل پر اعتماد نہیں کیا جاتا جبتک کہ راوی صحیح الاعتقاد شامل نہ کیا جائے پھر اصول عقاید میں انکی مجرد نقل پر اعتماد کرنا کیونکر ثابت ہو گیا خداوند عالم نے بھی تو نبوت و امامت کا ذکر فرمایا ہے رسول اللہ صلعم نے بھی تو اپنی نبوت اور اپنے اہلبیت کی امامت کو ظاہر فرمایا ہے ہر امام نے بھی تو براہین قاطعہ و معجزات اپنے امامت کو ثابت فرمایا ہے اور امام لاحق کی امامت پر نص کیا ہے اصحاب مخلصین بھی تو نبوت و امامت کے ناقل ہیں پھر اگر کفار یا بد مذہب بھی نبوت و امامت کے ناقل ہوں تو ہوا کریں صرف کفار یا منافقین یا بد مذہبوں کے کہنے یا نقل کرنے پر کوئی نبوت یا امامت کا قابل نہیں ہو سکتا بہت سے صحیح طریقے ہیں جن سے نبی یا امام کی معرفت

حاصل ہوتی ہے اور جب ہم کو بواسطہ نصوص قرآن واحادیث مرویہ اصحاب مومنین مخلصین اور نیز بواسطہ عقل نبی اور امام کی معرفت حاصل ہوگئی تو ایسی صورت میں بدمذہبوں کی نقل بھی درباب نبوت وامامت موئد مذہب حق ہوگی اور روایات تجسیم وتشبیہ جو اعتقاد اہلحق کے مخالف ہیں وہ ہرگز قابل قبول نہ ہونگی۔ اہلحق کے یہاں اصول عقاید کا مدار بدمذہبوں کے روایات پر نہیں ہے جیسا کہ آپ نے گمان کیا ہے نہ اخبار احاد پر ہے بلکہ کتاب اللہ واخبار صحیحہ پر ہے جن کے راوی اصحاب مخلصین تھے جن کے ورع وتقویٰ ودیانت وامانت وایمان میں کسیطرح کے شک وریب کو دخل نہیں ہے اہلحق اپنے مذہب کی حقانیت کو کتب مخالفین سے بھی ثابت کرتے ہیں ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

قولہ باین ہمہ یہ لوگ روایت شرائط امامت اور یقین اور اعداد ائمہ میں باہم اختلاف فاحش رکھتے ہیں

اقول جو لوگ فاسد العقیدہ ہیں اون کے روایات اصول عقایدمیں قابل قبول نہیں ✤

قولہ پس ایک کا کذب لاعلی التعین کل کے کذب کو مستلزم ہے۔

اقول یہ تقریر آپکی کچھ معنی نہیں رکھتی ہے بلکہ غلط ہے کیونکہ مسلمانوں کے ۷۳ فرقے ہیں جن میں فقط ایک فرقہ ناجی ہے۔ مگر ۷۳ فرقے اسلام کے آپسمیں اختلاف فاحش رکھتے ہیں اور ایکدوسرے کی تکفیر بھی کرتے ہیں چنانچہ ثابت ہو چکا ہے کہ اشعری حنبلیوں کی تکفیر کرتے ہیں اور حنابلہ اشعریوں کی تکفیر کرتے ہیں تو آپ کے کلیہ کے مطابق چاہیئے کہ ۷۳ فرقوں میں سے کوئی فرقہ حق پر نہ ہو کیونکہ ایک کا کذب وکفر لاعلی التعین کل کے کذب وکفر کو مستلزم ہوگا۔ کیونکہ آپ کے اصول موضوعہ کے مطابق اختلاف کی صورت میں سب کے سب کاذب قرار پائیں گے کیونکہ ایک فرقہ دوسرے سے اختلاف رکھنے والا ہے اگر آپ ایسے منطقی ہوں تو دین اسلام ہی تباہ ہو جاوے اور کوئی فرقہ ناجی نہ ہو ✤

قولہ لہذا خبر بھی خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو یا ائمہؑ کی مفید ثبوت قطعی اصول اعتقادیات مختلفہ نہیں ہوسکتی ✤

اقول خود قرآن ہی مفید ثبوت قطعی تمام اصول اعتقادیات مختلفہ نہیں ہو سکتا مثلاً اگر فرقہ جبریہ ایک آیت قرآن سے مطابق اپنے عقیدہ کے پیش کرتا ہے تو فرقہ قدریہ اوس کے رد میں دوسری آیت قرآنی پیش کرتا ہے اور اوس آیت کی مطابق اپنے عقیدہ کے تاویل کرتا ہے خبر سے فایدہ عظیم یہ ہوتا ہے کہ اوس سے صحیح تفسیر آیاتِ قرآنی کی معلوم ہو جاتی ہے۔ اگر خبر مطابق قرآن ہے تو قبول کیجاتی ہے اور اگر مخالف قرآن ہے تو اوس کی نسبت قوی یقین وضع ہے اہلحق جو اپنے اصول عقاید کے ثبوت میں اخبار پیش کرتے ہیں وہ سب مطابق قرآن ہیں مبحث امامت کو ملاحظہ فرمالیجئے۔

قولہ۔ باقی رہا اجماع سو یہ تو نہایت ہی پوچ اور لغو ہے کیونکہ علمار شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہی نہیں بلکہ محض لغو اور فضول ہے۔

اقول جو اجماع کہ کاشف قول معصوم ہے وہ لغو نہیں ہے۔

قولہ فرماتے ہیں کہ تاوقتیکہ قول امام قطعاً اجماع میں داخل نہ ہو اجماع حجت نہیں ہو سکتا

اقول اہلحق ایسے اجماع کو باطل جانتے ہیں جو کاشفِ قول معصوم نہ ہو۔

قولہ اور ظاہر ہے کہ قول امام ہر طرح حجت ہے تو حُجّت صرف قول امام ہوا اور اجماع لغو ہوا۔

اقول قول معصوم کی دو قسمیں ہیں ایک قول جلی دوسرے قول خفی جو بواسطہ اجماع ملے واضح ہو کہ جو اجماع اہلحق کا ائمۂ معصومین علیہم السلام کی امامت پر ہوا ہے وہ کتاب خدا اور احادیث صحیحہ و نصوص جلیہ و دلایل عقلیہ یقینیہ پر مبنی ہے اور جس اجماع کی بحث آپ نے اس جگہ چھیڑی ہے اُس سے ہم امامت کو ثابت نہیں کرتے جس مسئلہ میں کہ معصوم کا قول جلی نہیں پاتے اُس وقت اس اجماع کیطرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ معصوم کا قول خفی بواسطہ اس اجماع کے ملتا ہے اور امامت کے ثبوت کے واسطے تو نصوص جلیہ موجود ہیں اسلیئے اس اجماع کیطرف رجوع کرنے کی مطلق حاجت نہیں۔

قولہ اور قول امام کے بارہ میں بدلیل عرض ہو چکا ہے کہ وہ مفید ثبوت قطعیّت اصول

اعتقادیات کو نہیں ہو سکتا

اقول ہم آپکی دلیل کو مجروح و مقدوح کر چکے ہیں اب وہ اس قابل نہیں رہی جو بار دگر پیش ہو سکے۔ اس جگہ جو آپ نے اجماع کی بحث کی ہے وہ محض بے محل ہے کیونکہ ہم قول خفی کو امامت پر کب دلیل لاتے ہیں اہلحق نے ایسے دلایل مستحکمہ سے امامت کو ثابت کیا ہے جو کسی مخالف سے رد نہیں ہو سکتے۔ کتاب الفین کی اشاعت کو سات سو برس گذر چکے کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی جو اس کو رد کرتا۔

قولہ پس اس گذارش سے روشن ہو گیا کہ بنابر شیعہ کوئی اصول اعتقادیات مذہب کے ثابت نہیں ہو سکتی۔

اقول بنابر مذہبِ اہلحق کے اصول عقاید قطعیات سے ثابت ہیں کیونکہ اہلحق متمسک ثقلین ہیں آپ کے اصول موضوعہ کے اعتبار سے کوئی فرقہ اسلام کا حق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ باہم اختلاف رکھتے ہیں اور بقول آپ کے ایک کا کذب لاعلی التعین سب کے کذب مستلزم ہے لامحالہ آپکا شمار بھی تو کسی فرقہ میں ہو گا پس وہ بھی حق نہ ہوا۔ آپ اجماع اہلبیت علیہم السلام کو حجت نہیں جانتے نہ اجماع میں اہلبیت عصمت وطہارت کے شرکت کی ضرورت سمجھتے ہیں اہلحق ایسے اجماع کو جسمیں کوئی معصوم نہ ہو لغو اور باطل جانتے ہیں اہل عقل والصاف دونوں مذہبوں کا فرق جانکر حق و باطل میں امتیاز کر سکتے ہیں۔

قولہ مسئلہ امامت مع اپنے جزئیات تفصیلیہ کے کیطرح کسی دلیل سے ثبوت پذیر نہیں۔

اقول ہمنے مسئلہ امامت کو ہر دلیل سے ثابت کر دیا اور جزئیات تفصیلیہ کو بھی ثابت کر چکے ہیں مبحث امامت ملاحظہ ہو۔

قولہ چنانچہ امامت کے اصول اعتقادیات میں ہونیکا ثبوت جناب امیرؑ کی امامت بلافصل کا ثبوت سبطین کی امامت کا ثبوت باقی ائمہؑ کی امامت کا بترتیب یکے بعد دیگرے ثبوت بلکہ اسلام کے دین حق ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونیکا ثبوت

مذہب شیعہ پر قطعاً ناممکن ہے۔

اقول اہلحق کے مذہب کے مطابق یہ سب امور ثابت شدہ اور طے شدہ ہیں ہم نے اس مختصر کتاب میں مسئلہ امامت کو ثابت کیا ہے کیونکہ آپ امامت کے منکر ہیں اگر آپ اسلام کے دین حق ہونے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول برحق ہونے کے بھی منکر ہوں تو ہم ان دونوں امور کو بھی ثابت کریں مگر پیشتر آپ اپنے منکر دین اسلام اور منکر رسالت ہونے کا اشتہار شایع فرماویں اوس کے بعد ہم آپکو ثابت کر دینگے۔

قولہ چنانچہ ذیحجہ سنہ ۱۳۱۱ھ میں میرے مخلص صمیم (چناں وچنیں) مولوی سید شاہ ولایت حسین صاحب ساکن دیورہ ضلع گیا کیطرف سے جمیع علماء شیعہ کو مخاطب کر کے ایک سوال شائع ہوا تھا اور تمام مشہورین علماء شیعہ کیخدمت میں مطبع نامور پریس الہ آباد میں طبع کرا کر بھیجا گیا تھا۔ اور اوس میں چھ ماہ کی تحریر جواب کے لئے مہلت دیگئی تھی مگر اس وقت تک چار سال کا عرصہ گذرا علماء شیعہ میں سے کسی کو ہمت وجرأت نہ ہوئی کہ اون چند اوراق کا جواب تحریر فرماویں اور اساس مذہب تشیع کو انہدام سے بچاویں بعض بے علم اہل اخبار نے خلاف پابندی شرائط مندرجہ سوال کچھ اوراق سیاہ کئے مگر انہوں نے بجز اس کے کہ اپنے جلے دل کے پھپھولے توڑے اور کچھ نہ کیا بلکہ تسلیم کر لیا اور لکھدیا کہ سایل دانشمند نے ایسے شرایط لگائے ہیں کہ اگر اونکی پابندی کیجائے تو جواب ناممکن ہے چونکہ اس جگہ اوس سوال کا نقل کرنا خالی از فایدہ نہیں لہذا بجنسہ ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔

اقول آپ کے دوست کے سوال کے جواب میں رسالہ تشفی خوارج واہلسنت مطبوعہ مطبع مطلع الانوار نخاس لکھنؤ مصنفہ سید محمد حسن صاحب شایع ہو چکا ہے اور اس کی اشاعت کو کئی سال گذر چکے ہیں اور ۳۶۴ صفحہ پر ہے اور کھجوہ ضلع سارن میں سید محمد عسکری صاحب سکریٹری انجمن اصلاح کے پاس سے دستیاب ہو سکتا ہے جبتک جواب الجواب کوئی صاحب تحریر نہ فرماویں اوس سوال کا نام بھی زبان پر نہ لائیں اہل مذہب پر واجب ولازم ہے

رسالہ تشفی خوارج واہلسُنّت کے جواب پر کمر ہمّت باندہیں اگر اوس رسالہ کا جواب نہ دیا تو ہم سمجھیں گے
کہ حضرات اہلسنت عاجز ہیں ہم ایکسال کی اور مُہلت دیتے ہیں دوسرا مختصر رسالہ جو اوس سوال
کے جواب میں شائع ہوچکا ہے اوس کا نام ارشاد المفید لہدایتہ الرشید ہے اس مختصر رسالہ کا جواب
بھی آجتک کسی سے نہ ہوا مسکت المخالف بھی اوسی کا جواب ہے ہم اوس سوال کی عبارت کو بلفظ
نقل کرکے جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ رسالہ تشفی میں بلفظہ عبارت سوال نقل کرکے
ہر سطر کا جواب دیدیا گیا ہے اور متفرقہ میں جہاں کہیں اُس سوال سے مضامین لئے گئے ہیں اون کا
جواب ہم نے بھی دیدیا ہے سایل نے امامت کے ضروریات دین سے ہونے یا اصلی اعتقادی ہونے
یا منصوص ہونے نہ ہونے کا کچھہ ذکر نہیں کیا ہے چند امور کو واقعات واقعیہ کے نام سے موسوم کرکے
اور چند آیات کتاب اللہ اور چند اقوال ائمہ معصومین علیہ السلام لکھکر اثباتِ ایمان حضراتِ اصحاب
ثلثہ کا دعویٰ کیا ہے اور چند احادیث کیطرف اشارہ کیا ہے جن امور کو سایل نے واقعات کے نام
سے موسوم کیا ہے اُنمیں بہت سی باتیں خلاف واقعہ لکھدی ہیں تاکہ کسی طرح سایل کی غرض
پوری ہوجاوے۔ اور چند آیتیں بھی لکھی ہیں مگر حضرات ثلثہ کا ایمان اون آیات سے بھی ثابت نہیں
اور جن احادیث کیطرف اشارہ فرمایا ہے اون میں سے حسب تصریح علماء اہلسُنّت کوئی مجہول ہے کسی کو
وضعی بتلاتے ہیں اور جو اقوال ائمہ لکھے ہیں اون میں بھی حضرات ثلثہ کے ایمان کا ذکر نہیں ہے چنانچہ
بطور نمونہ بعض امور و آیات کا ذکر کیا جاویگا اور آخر میں دفعیہ الزامات وغیرہ کردیا جاویگا مقدمہ میں
جو امور سایل نے بیان کئے ہیں اور جنکو واقعات واقعیہ کے نام سے موسوم کیا ہے اون میں سے ایک
امر یہ ہے کہ حضرات ثلثہ اول ہی زمانہ شیوع دعوت اسلام میں ایمان لائے کہ اس وقت کوئی امید نفع
دنیا کی نہ تھی الخ اس سے مراد سایل کی اگر یہ ہے کہ تینوں حضرات سابقین میں داخل ہیں تو یہ امر قابل
تسلیم نہیں کیونکہ روایات معتبرہ سے سایل کے اس قول کی تصدیق نہیں ہوتی نہ اس دعوی پر کوئی
دلیل ہے اور امید نفع کی نہ ہونا بھی مسلم نہیں ازالتہ الخفا میں ہے کہ کاہنوں نے حضرات شیخین کو خبر
دی تھی کہ اسلام لاؤ گے تو سلطنت ملیگی لہذا اسلام لانا بامید نفع آیندہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ غرض

لشکر اُسامہ کے ہمراہ نہ جانے اور جناب رسالتمآب صلعم کو بے غسل وکفن چھوڑ کر سقیفہ میں جا
سے پوری ہوگئی چنانچہ مولوی روم نے بھی فرمایا ہے ؎ اہل دُنیا کار دنیا ساختند مصطفیٰ
بیکفن بگذاشتند۔

ایک امر سایل نے یہ لکھا ہے کہ عزیز و اقارب کو چھوڑ کر ایسے وقت میں آپکا ساتھ دیا کہ اوس وقت
آپ کا کوئی رفیق و غمگسار نہ تھا اسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ شعب ابوطالب میں آنحضرت صلعم تین
برس تک محصور و نظر بند رہے انواع و اقسام کے مصائب کا سامنا تھا تینوں صاحبوں میں سے کسی نے
بھی آنحضرت صلعم کا اوس درہ کوہ میں ساتھ نہ دیا نہ رفاقت کا حق ادا کیا نہ غمگساری و دستگیری کی
و آرام کے ساتھ اپنے گھروں میں کھاتے پیتے رہے شب ہجرت البتہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی
راستہ میں سے ساتھ ہوئے تھے اور غار میں جا کر سوائے حزن کے اُنھوں نے اور کچھ ظاہر نہ کیا جیسا کہ نص
قرآنی سے ظاہر ہے اس حزن کیوجہ سے حضرت ابوبکر کی ہمراہی غار میں اندیشہ ناک تھی کیونکہ اگر کفار
اون کی آواز سُن لیتے تو رسول اللہ صلعم کی جان پاک پر آبنتی۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ غار میں ساتھ
رہنے سے آنحضرتؐ کو تسلّی بھی نہ دیگئی اور کیا مدد کر سکتے تھے۔ اب رہ گئے دو صاحب اونمیں سے کسی
صاحب کا ساتھ رہکر نصرت کرنا ثابت نہیں دونہائی اور مصیبت کے وقتونکا حال تو معلوم ہوچکا
تیسرا وقت وہ تھا کہ جب غزوہ احد میں ان حضرات کے طمع کیوجہ سے لڑائی بگڑ گئی تو جناب سرور
کائنات کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر تینوں حضرات اپنی اپنی جان لیکر چلدئے۔ انمیں سے ایک نے بھی ساتھ
نہ دیا نہ نصرت کی۔ غزوہ حنین میں بھی اِلیّ یا فلاں اِلیّ یا فلاں کر کے آنحضرت صلعم نام بنام پکارتے
تھے ساتھ دینا تو ایکطرف کوئی مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔

سایل صاحب نے ایک امر یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کی اعانت میں اپنے آبرو اور جان و مال سے
دریغ نہ کیا۔

اِسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ جان سے دریغ نہ کرتے تو غزوات میں سے سختی کیوقت ہرگز نہ ٹلتے
اور مال کا حال بھی ظاہر نہ کیا کہ کس کس موقعہ پر کتنا کتنا مال آنحضرت صلعم پر اُنھوں نے صرف کیا اتنا

سب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے دوسو درم کو جو اونٹ خریدا تھا وہ نوسو کو آنحضرتؐ کے ہاتھ فروخت کیا۔
اور یہ بھی سایل نے بیان نہیں کیا کہ فلاں فلاں مقام پر فلاں فلاں صاحب کی آبروریزی ہوئی
اور آبروریزی کی کچھہ تفصیل نہیں لکھی کہ کس قسم کی آبروریزی ہوئی۔ مگر مطلق آبروریزی مثبت ایمان
نہیں ہمارے خیال میں مرد کا میدان قتال سے بھاگ جانا بھی آبرو کھودیتا ہے مبارز طلبی پر دبکنا بھی
آبرو اور وقعت کو کھودیتا ہے مگر اس سے ایمان کیونکر ثابت ہو۔ آنحضرت صلعم نے شب ہجرت میں
بخوف افشائے راز حضرت ابوبکر کو پیچھے آتا دیکھکر اپنے ساتھ لے لیا تھا کیونکہ اگر اسوقت اونکو واپس
فرمادیتے اور کفار حضرت ابوبکر کو واپسی کے وقت راستے میں دیکھ لیتے تو ضرور مارپیٹ اور آبروریزی
کے درپے ہوتے اور اُن کو ڈرا دھمکا کر رسول اللہ کا پتہ دریافت کرتے یہ حضرت جان و آبرو کے خوف
سے افشائے راز کردیتے پس محض آبروریزی کیونکر مثبت ایمان ہوسکتی ہے علاوہ بریں جب کاہنوں
نے خبر دیدی تھی کہ اسلام لانے پر سلطنت حاصل ہوگی جیساکہ ازالۃ الخفا میں ہے تو اگر کسی صاحب
کی کچھہ آبروریزی ہوئی بھی تو حصول سلطنت کی اغراض پر محمول ہوگی اُس سے ایمان کیونکر ثابت ہوگا
سایل صاحب نے یہ امر بھی لکھا ہے کہ ہمیشہ غزوات و سفر و حضر میں ہمرکاب رہے۔
اسکی نسبت صرف اسقدر التماس ہے کہ محض ساتھہ رہنا مثبت ایمان نہیں یہ بتلاؤ کہ ساتھہ رہکر کیا
کیا۔ بلکہ غزوات میں ہمیشہ ساتھہ بھی نہیں رہے لڑنا اور جنگ کرنا کفار کو مارنا یا خود مجروح ہونا تو
درکنار جب کسی غزوہ میں سختی و مصیبت کا سامنا ہوا کہ ان حضرات کے پاؤں اُکھڑ گئے چنانچہ غزوہ
احد و حنین کا ذکر ہوچکا ہے پھر ہمیشہ غزوات میں ہمرکاب رہنا کیونکر ثابت ہو یہ آپ کیسے واقعات
واقعیہ لکھہ رہے ہیں اور یہ بھی تعجب خیز بات ہے کہ آنحضرتؐ کو بےغسل و کفن چھوڑکر بھی سقیفہ
پہ چلے گئے۔ اور یہ امر جو سایل نے لکھا ہے کہ فیض صحبت سے مستفید اور مستفیض ہوئے اور علوم نبوت
کی تعلیم پاکر خیر اُمّت کے پیشوا اور رہنما کہلائے اس کی نسبت یہ التماس ہے کہ مادہ میں قابلیّت
ہوتی ہے تو صحبت بھی موثر ہوتی ہے بہت سے صحابہ بعد آنحضرت صلعم کے مرتد قرار دیئے گئے
آخر وہ بھی متفیض و مستفید صحبت سے ہوئے تھے یا نہیں پھر وہ فیض صحبت کدھر تشریف لے گیا۔

علامہ عینی نے تو یہ تصریح کی ہے کہ کلمہ لیہجر کہنے والا مرتبہ نبوت سے نا واقف تھا کیا خوب اثر ہوا کہ نبی کی عظمت کو بھی نہ جانا نبوت میں بھی شک کیا کرتے تھے۔ اور علوم نبوّت سے ایسے واقف تھے کہ مسئلہ کلالہ بھی نہ سمجھے ابواب ربوا پر بھی عبور نہ ہوا۔ پردہ نشین عورتیں بھی بقول حضرت عمرؓ اون سے افقہ تھیں کلمہ لیہجر کہنے پر آنحضرتؐ اسقدر ناراض ہوئے کہ اپنی صحبت سے بھی خارج کر دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ اگر کچھ اثر ہو بھی تو اس خروج کی بدولت نکلکر تشریف لیگیا یہانتک کہ شرکت تجہیز و تکفین سے بھی محروم رہے جناب پیغمبر خدا صلعم نے نہ ہنگام قرب وفات تینوں صاحبوں میں سے کسی کو امام نماز مقرر فرمایا۔ نہ سردار لشکر مقرر فرمایا بلکہ آخر زمانہ حیات میں اُسامہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور حضرات شیخین کو ماتحت کیا۔ کب کسی معرکہ میں اُنھوں نے جوہر شجاعت دکھلائے تھے جو امیر لشکر مقرر ہوتے۔ بلکہ پیش نماز مقرر کئے جانیکا بطلان اسی امر سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر پہلے ہی سے محکوم تھے کہ اُسامہ کے پیچھے نماز پڑھیں اور اگر آنحضرت صلعم کے طریقہ مرضیہ و صراط مستقیم پر تادم واپسین ثابت قدم رہتے تو جناب امیر علیہ السلام سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار نہ فرماتے واضح ہو کہ جن امور کو سایل نے واقعات کے نام سے موسوم کیا ہے اونہیں سے بطور نمونہ چند امور کی حقیقت مختصر طور پر ظاہر کر دیگئی۔ تفصیلی جواب سب کا رسالہ تشفی میں موجود ہے۔

اب چند آیات بھی نقل کرتا ہوں جنکو سایل نے ثبوت ایمان حضرات اصحاب ثلثہ میں لکھا ہے ایک آیت شروع میں اسطرح پر لکھی ہے کہ قرآن کے جاننے والے جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے کہیں اونکو کُنتم خیرَ اُمّۃٍ کے تاج سے سرفراز فرمایا۔

اس کی نسبت یہ التماس ہے کہ کسی نے آجتک یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ آیہ حضرات ثلثہ کی شان میں ہے اگر کل اُمّت سے خطاب ہے تو تمام فرق ضالہ بھی خیر امت میں شمار کئے جاوینگے اور اگر تمام صحابہ مراد ہیں تو منافقین صحابہ بھی خیر امت ہونگے اور جو صحابہ کہ بعد کو مرتد قرار دیئے گئے وہ بھی خیر اُمّت ہونگے اور قاتلان حضرت عثمان بھی جو سب صحابی تھے خیر امت ہونگے اور اگر بعض صحابہ مراد ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اون بعض میں حضرات ثلثہ کا شمار نہیں ہے کیونکہ جو حضرات

بروز احد یہ لوگوں کو ترغیب دیں کہ قد قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم وہ تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد سایل نے لکھا ہے کہ کہیں (اونکو) واللہ ولیہما کا تمغہ عطا فرمایا۔

اس کی نسبت گذارش یہ ہے کہ ولیہما کی ضمیر شیخین کیطرف راجع نہیں ہے کیونکہ اصل آیہ یہ ہے اذہمت طایفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (آل عمران) تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ دو گروہ مراد ہیں بنو حارثہ از اوس وبنو سلمہ از خزرج اور واللہ ولیہما کی تفسیر اس طرح کی ہے حالانکہ خدا یار ونگہدار این دو گروہ بود اور تفسیر کبیر میں ہے کہ خداتعالیٰ نے دونوں طایفوں کے ذکر کو مبہم فرمایا ہے اور اون پر پردہ ڈالا ہے پس ہمارے لئے جایز نہیں ہے کہ اوس ستر کا ہتک کریں پھر نہیں معلوم کہ آپ کیوں ہتک کو جایز کرتے ہیں اور فخر رازی کی نہیں سنتے۔

تیسرے آیہ غار جو سایل نے لکھی ہے اوسمیں لفظ صاحب مثبت ایمان نہیں کیونکہ لفظ صاحب مسلم وغیر مسلم سب پر بولا جاتا ہے اور حضرت ابوبکر پر سکینہ نازل ہونا غیر مسلم ہے مفسرین اہلسنت نے لکھا ہے کہ ضمیر سکینہ آنحضرت صلعم کیطرف پھرتی ہے اور یہی قول راجح ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ابوبکر کیطرف پھرتی ہے مگر اس صورت میں خدا کا سکینہ ذلیل ہوتا ہے کیونکہ سکینہ نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر کا سراقہ کو دیکھکر رونا اور جنگ احد وخیبر وحنین میں قدم اُکھڑنا بالکل نزول سکینہ کے مخالف ہے فخر رازی نے لکھا ہے کہ آنحضرت م کا یہ کہنا لا تحزن نہی ہے حزن سے مطلقاً جسکی تعمیل ہمیشہ ہونا چاہیے مگر دو تین ہی روز کے بعد حضرت ابوبکر یہ حکم بہول گئے تفصیلی ذکر اس آیہ کا دلایل تفصیلی کے جواب میں ہوگا۔ غرضیکہ حضرت ابوبکر پر سکینہ نازل ہونا کسطرح ثابت نہیں۔

اب ایک آیت اور پیش کرتا ہوں جس کو سایل نے لکھا ہے مگر حضرات ثلثہ کا ایمان اوس سے ثابت نہیں ہوتا۔

وہ آیہ یہ ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ اس کی نسبت یہ گذارش ہے کہ حضرات اصحاب ثلثہ نے کب جہاد کیا جو اس کے مصداق ہوسکیں نہ کسی کافر کو کسی غزوہ میں قتل کیا نہ زخمی کیا نہ خود کبھی کسی غزوہ میں زخمی ہوئے جہاں کسی غزوہ میں سختی کا سامنا ہوا وہاں نہ ٹھیرے چنانچہ غزوۂ احد میں آنحضرت صلعم کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر چلے گئے اُولٰئِكَ هم المؤمنون حقًا کے وہی حضرات مومنین مصداق ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی نصرت میں اپنی جان لڑادی اور حق جہاد فی سبیل اللہ کا کما حقہ ادا کیا۔ مطلق ہجرت بدوں شرایط جہاد وغیرہ کے مثبت ایمان نہیں ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ آپکے حضرات ثلثہ نے کب اور کہاں جہاد کیا۔ کب اور کہاں نصرت کی اور کب پناہ دی جو اس آیہ کے مصداق ہوں آپ نام بنام ثابت کیجئے مہاجرین میں باتفاق اہلسنت بہت سے منافقین بھی داخل ہیں اسیواسطے خدا تعالی نے ایمان وہجرت وجہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے قیود لگائے ہیں تصریح اسکی رسالہ تشفی میں موجود ہے سایل کے ملاحظہ سے ضرور گذرا ہوگا واضح ہو کہ سایل نے اپنے التماس میں لکھا ہے (۲) "ہمارے نزدیک جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ ایسے ہی صحابی جلیل القدر اور کامل الایمان اور افضل امت اور واجب المحبت والتعظیم ہیں جیسے شیخین وذی النورین رضی اللہ عنہم اور جن دلایل سے ہم بزرگی اور افضلیت اور کمال ایمانی خلفاء ثلثہ وغیرہم کا ثابت کرتے ہیں اُنہیں دلایل سے جناب امیرؑ کا بھی فضل وکمال وقرب من اللہ تعالی بموجب ہمارے اعتقاد کے ثابت ہوتا ہے بقدر الحاجۃ" اس عبارت سے جو سایل نے اپنے التماس کے نمبر ۲ میں لکھی ہے صاف ظاہر ہے کہ سایل نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام میں اور حضرات شیخین وغیرہ میں مساوات قائم کی ہے حالانکہ یہ مساوات اہلسنت کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ حضرات اہلسنت حضرات شیخین کی خلافت کے منکر کو کافر جانتے ہیں اور حضرات شیخین کے سبؔ کرنیوالے کو بھی کافر جانتے ہیں اور جناب امیر علیہ السلام کے سب کرنیوالوں کو اور اون جناب کی خلافت کے منکروں کو کافر نہیں جانتے اب ہم یہ گذارش کرتے ہیں کہ اگر قایل اپنے

اس قول میں صادق ہے تو جناب امیرؑ کے سب کرنیوالوں اور منکرین خلافت اور محاربین
کے کفر کا اعتراف سایل کو کر لینا چاہئے مولوی مرید صاحب کو بھی یہ اعتراف لازم ہے کیونکہ اُنہوں
نے مفید سمجھکر یہ سوال مطرقہ میں لکھا ہے اتنا فایدہ کیا تھوڑا ہے کہ مولوی مرید صاحب جن
منکرین وغیرہ کے طرفدار ہیں اون کا کفر بلا دقت ثابت ہو گیا اب جو ہم کتاب اللہ کیطرف رجوع
کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آیہ مباہلہ میں جناب امیرؑ کو بکلمہ اَنفُسَنا نفسِ رسول اللہؐ
فرمایا ہے اور بنص آیہ تطہیر جناب امیرؑ داخل اہلبیت ہیں اور بنص آیہ المودۃ واجب المحبتہ ہیں
پس سایل صاحب فرمائیں تو کہ حضرات ثلثہ کیونکر جناب امیرؑ کے مساوی اور مماثل ہو گئے۔
حضرات ثلثہ کب نفسِ رسولؐ ہیں کہاں داخلِ اہلبیت ہیں آیہ المودۃ کہاں اونکی شان میں
ناطق ہے جناب امیر علیہ السلام بنص حدیث یا علی انت اخی فی الدنیا والاٰخرۃ۔ جناب رسالتماٰب
صلعم کے بھائی ہیں آپ کے حضرات ثلثہ کب دنیا و آخرت میں آنحضرت صؐ کے بھائی ہیں۔ اگر
ہمّت ہو تو ان نصوص میں کوئی احتمال مخالف پیدا کیجئے۔ یہ ایسے نصوص قاطعہ غیر محتمل التاویل
ہیں کہ جن سے سایل کو انکار نہیں ہو سکتا۔

تمام عالم میں تلاش کیجئے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بھائی دنیا و آخرت میں بجز جناب
امیرؑ کے نہ نکلیگا۔ جس کا ایمان دنیا و آخرت میں ثابت ہو اوسکا مساوی و مماثل حضرات اصحاب
ثلثہ کو بنانا آپ ہی ایسے صاحبوں کا کام ہے جناب امیر علیہ السلام نے کبھی کسی غزوہ یا معرکہ جہاد
سے فرار نہیں کیا آپ کے حضرات ثلثہ سبھی کبوقت میدان کارزار سے چلدیتے تھے جناب امیرؑ
کبھی کسی کے ماتحت و محکوم نہیں بنائے گئے ہمیشہ امیر و سردار ہی مقرر ہوئے حضرات ثلثہ کو آں
حضرت صلعم نے آخر وقت میں بھی اُسامہ بن زید کا محکوم بنایا ع بہ بین تفاوت رہ از کجاست
تا بکجا۔ قرآن شریف میں کسی مقام پر خدا تعالیٰ نے جناب امیرؑ پر عتاب نہیں فرمایا جہاں
کہیں ذکر فرمایا خیر کے ساتھ فرمایا۔ لقد عاتب اللہ اصحاب محمدؐ فی غیر مکان وما ذکر
علیاً الا بخیر اوروں پر عتاب بھی کیا۔ پھر کیسی مساوات ثابت ہو۔ جناب امیر علیہ السّلام

صدق ایمان قلبی میں ممتحن شدۂ خدائے بدنز ہیں اور حضرات شیخین اس سے بمراحل دور ہیں چنانچہ مسند احمد حنبل میں ہے قَالَ صَلْعَمْ یا معشر قریش لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم امتحن اللہ قلبہ للایمان قیل یارسول اللہ ابوبکر قال لا قیل عمر قال لا و لاکن خاصف النعل فی الحجرۃ وکان فی الحجرۃ علی قد یخصف نعل رسول اللہ صلعم۔ حضرات ثلثہ کے ایمان کی تصدیق کسی جگہ پائی نہیں جاتی نہ قرآن میں نہ حدیث میں بلکہ احادیث میں اون کے احداث کیطرف اشارہ ہے کما اخرج صاحب الموطاء فی حدیث قال صلعم مخاطباً لابی بکرؓ لا ادری ماتحدثون بعدی۔ پھر یہ حضرات کسطرح مساوی و مماثل حضرت شاہ ولایت کے قرار پاسکتے ہیں امام ابوحنیفہ صاحب کوفی جنکو آپ امام اعظم کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایمان ابی بکر و ایمان ابلیس واحد ہے (دیکھو مختصر تاریخ بغداد) اور حضرت عمر جنکو آپ فاروق کہتے ہیں وہ یہ شہادت دیتے ہیں کہ اگر ایمان اہل آسمان اور اہل زمین ایک پلہ ترازو میں رکھا جاوے تو ایمان علی ابن ابیطالب غالب آویگا (دیکھو مودۃ القربیٰ) اور آپ اپنے حق میں بحلف شرعی یوں فرماتے ہیں باللہ یا خذیفۃ انا من المنافقین (دیکھو مغنی علامہ ذہبی) سایل صاحب غور فرماسکتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو حضرات شیخین سے کیا مناسبت ہے جو شخص کہ بحلف شرعی اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ کہے اوس کے ایمان کا مدعی بنکر اوسکی تکذیب کرنا ہے سایل صاحب پر وہی مثال صادق آتی ہے کہ مدعی سُست و گواہ چُست۔ خلاصہ یہ کہ جسقدر دلایل کہ سایل نے حضراتِ ثلثہ کے بارے میں پیش کیے ہیں اُنکا رد کتاب اہلسنت سے ہوسکتا ہے ہم ایسے مبہم دلایل پیش ہی نہیں کرتے جسمیں چون و چرا کی گنجایش ہو ہم جناب امیر علیہ السلام کے ایمان و خلافت و عصمت بلافصل کے ثبوت میں کتاب مستطاب عبقات الانوار کا حوالہ دیتے ہیں جو چھپکر شائع ہوچکی ہے اور روم و شام و مصر و عرب و عجم میں پہنچ چکی ہے اوس کے مقدمات بھی سب کو مسلم ہیں کوئی خارجی یا ناصبی یا سنی المذہب ان سے انکار نہیں کرسکتا نہ کوئی اون میں قدح کرسکتا ہے اگر سایل کو ہمت و حوصلہ ہو تو اون دلائل قطعیہ کو رد فرمادیں اگر خود سایل

صاحب سے جواب نہ ہو سکے تو خوارج ونواصب کو اپنا پشت پناہ بنائیں۔ واضح ہو کہ آیہ انما ولیکم
اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وہم راکعون۔ پارہ ٦ رکوع ١٢
امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا۔ جبکہ اون جناب نے حالت رکوع میں سایل کو اپنی
انگوٹھی راہ خدا میں دی۔ سایل کو ہرگز اس آیت کے شانِ جناب امیر علیہ السلام میں ہونے سے
انکار نہیں ہوسکتا۔ ابو شکور محمد بن عبد السعید بن محمد الکشی السالمی الحنفی نے باوجود تعصب بیجا کے
ثابت فرمایا کہ یہ آیہ دلیل ولایت وامارتِ جناب علی مرتضیٰ ہے اون کا پورا قول اوپر لکھ چکا ہوں
اوس کا ایک ٹکڑا یہ ہے وہ فرماتے ہیں وکذا الجواب عن قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ
والذین آمنوا الآیہ فنقول ان علیاً رضی اللہ عنہ کان ولیاً وامیراً بہذا الدلیل فی
ایامہ ووقتہ وہو بعد عثمان رضی اللہ عنہ واما قبل ذلک فلا یہ امر اوپر لکھ چکے
ہیں کہ علامہ ابو شکور نے بعدیت کی قید بلا اقامت دلیل کے لگائی۔ یہاں پر صرف اتنا ثابت
کرنا مقصود تھا کہ آیہ انما ولیکم اللہ سے علاوہ ولایت وامارت کے جناب امیر علیہ السلام کا ایمان
بھی مثل آفتاب روشن ہے کیونکہ جو اوصاف کہ خداوند عالم نے اس آیہ میں بیان فرمائے
ہیں یعنی الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وہم راکعون۔ اون کا مصداق سوائے
جناب امیر علیہ السلام کے کوئی نہیں ہے کیونکہ بجز آپکے کسی نے قبل نزول آیہ وافی ہدایہ حالت
رکوع میں زکوٰۃ نہیں دی اس آیہ وافی ہدایہ سے جناب امیر علیہ السلام کا ایمان بھی ثابت ہو گیا
اور ولایت بھی۔ جناب امیر علیہ السلام کا حالت رکوع میں زکوٰۃ دینا ایسا واقعہ ہے کہ جو نص
قطعی سے ثابت ہے یہ آیت بالتخصیص جناب امیرؑ کی شان میں ہے کوئی دوسرا شریک نہیں
اس سے جناب امیرؑ کی ولایت وامارت بھی منصوصہ ثابت ہوئی اور ایمان کی بھی تصدیق
ہو گئی (٢) خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لہم الرحمن
ودا۔ یعنی بدرستیکہ جو لوگ مومنین صالحین ہیں قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اونکے لئے مودت کو قایم
کریگا یہ آیہ پارہ ١٦ رکوع ٩ میں ہے سایل کیخدمت میں گذارش ہے کہ جن حضرات کی مودت پر

پر قرآن ناطق ہوا انہیں حضرات کے ایمان کی تصدیق قرآن مجید سے ہوگی اور انہیں کا ایمان کتاب اللہ سے ثابت ومتحقق ہوگا اب پارہ ۲۵ رکوع ۴ میں سایل صاحب ملاحظہ کریں کہ آیہ المودۃ شان اہلبیت رسالت میں نازل ہوا پس واضح ہوگیا کہ وعدۂ خدائی بر ترقیام وجعل مودت میں اہلبیت وعترت نبی صلعم سے مختص تھا پس اہلبیت اطہار مصداق الذین امنوا وعملوا الصلحت ومخاطب مودۃ موعودہ کے ثابت ہوئی۔ جناب امیرؑ خود ارشاد فرماتے ہیں ٥ وفی القرآن الہم ولائی ؛ واجب طاعتی فرضاً بعزم ؛ اس کلام سے اوسی آیہ المودۃ کیطرف اشارہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ بوجہ کامل الایمان ہونے واعمال صالح کے خداوند عالم نے اونکی مودت کو واجب فرمایا اور یہ امر اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ جن حضرات کی مودت واجب ہے وہ جناب علی مرتضیٰؑ وجناب فاطمہؑ اور اون کے ابناءؑ ہیں اور بجز اہلبیت وعترت نبیؐ کے دیگر بنی ہاشم بھی مراد نہیں ہیں حتیٰ کہ حضرت عباس بن عبد المطلب کے وجوب مودت میں بھی کوئی خبر وارد نہیں ہے اب میں سایل سے دریافت کرتا ہوں کہ کبھی آپ کے حضرات ثلثہ نے بھی یہ دعوی کیا ہے کہ اونکی مودت کو خداتعالیٰ نے قرآن مجید میں واجب فرمایا ہے آپ کے امام شافعی صاحب فرماتے ہیں یا اہلبیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لاصلوۃ لہ آپ کے امام شافعی صاحب نے کہیں حضرات ثلثہ سے بھی مخاطب ہوکر ایسا فرمایا ہے کہ اونکی محبت کتاب اللہ میں فرض ہے اور بغیر اون پر درود پڑھے کسی کی نماز نہیں ہوتی اگر فرمایا ہو تو نشان دیجیے سایل صاحب آپ یہ نہیں غور فرماتے کہ خداوند تعالیٰ نے اوسوقت کی تمامی اسلامی دنیا میں سے انہیں حضرات اہلبیت رسالت کو واسطے مباہلہ کے برگزیدہ فرمایا اور اپنے نبیؐ کو انہیں حضرات اہلبیت کو ہمراہ لیجانیکا حکم دیا آپکے حضرات ثلثہ میں سے کسی صاحب کو منتخب نہیں فرمایا ایسے وقت نازک میں کہ تصدیق نبوت کا وقت تھا اور مدعی کاذب پر عذاب نازل ہونے والا تھا۔ آپ کے حضرت ابوبکر کو لیجانے کا حکم نہیں دیا اگر حضرات ثلثہ اکمل الایمان ہوتے تو اون کو بھی ہمراہ لیجانیکا

حکم ہوتا۔ بھلا ایسے لوگ کیونکر مباہلہ کیواسطے منتخب کیے جاتے جنہوں نے بروز احد فرار جبولی آیا نکم
فرماکر اپنے ایمان وارادت کو ظاہر فرمادیا۔ یا جن صاحب نے کہ بروز صلح حدیبیہ نبی صلعم کی نبوت
میں شک کیا۔ بھلا تصدیق نبوت کے وقت مشککین فی النبوّت کا کیا کام تھا پس ظاہر ہوگیا
کہ جن حضرات کو جناب سیّد عالم صلعم بحکم خداتعم بروز مباہلہ اپنے ہمراہ لیگئے تھے کوئی شخص خداتعالےٰ
کے نزدیک ایمان واعمال صالحہ میں اونکا ہم پلّہ نہ تھا۔ یہ ایسے دلایل قطعیہ ہیں کہ جن میں کوئی
ناصبی یا خارجی یا سنی المذہب کوئی احتمال مخالف پیدا نہیں کرسکتا (۳) خداتعالیٰ نے اپنے ١٩/١٥ پارہ رکوع
حبیب سے فرمایا واخفض جناحك لمن اتبعك من المومنين برطبق معنی ظاہر آیہ ہم کہتے ہیں
کہ آنحضرت صلعم نے کسی کیواسطے اپنے دوش مبارک کو نہیں جھکایا مگر یہ کہ جناب شاہ ولایت ع
آنحضرت صلعم کے دوشِ مبارک پر چڑھے اور خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا اس سے
یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جناب امیرؑ کما حقہ حق اتباع بجالاتے تھے پس جناب امیر ع کے ایمان کی تصدیق
بنص قرآنی آشکارا ہوگئی۔ صاحب صواعق محرقہ نے فخر رازی سے نقل فرمایا ہے ان اہل
بیتہ صلعم یساوونہ فی خمسہ اشیاء ان اشیائے خمسہ میں ایک سلام بھی ہے قال السلام
علیك ایها النبی وقال سلام علی ال یاسین وکذلك نجزی المحسنین انه من عبادنا پارہ ٢٣ رکوع
المؤمنین اس آیہ میں خداوندتعم شانہٗ نے آل یاسین یعنی اہلبیت نبی صلعم کے ایمان کی تصدیق
فرمائی ہے **بقوله** انه من عبادنا المومنین آیہ تطہیر میں خداتعم نے خاص اہلبیت اطہار سے
خطاب فرمایا ہے اور اس طہارت کاملہ سے اون کا ایمان آفتاب سے بھی روشن تر ہے واضح ہو کہ
جن آیات قرآنی کا اوپر ذکر ہوا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے من حیث المجموع اہلبیت اطہار
کا ایمان بالتخصیص ثابت ہوتا ہے اور بعض مثل آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ کی ایسی ہیں کہ جن سے
بالتخصیص جناب امیرؑ کا ایمان ثابت ہے سایل نے کوئی آیت ایسی نہیں لکھی کہ جس سے علیحدہ
علیحدہ یا من حیث المجموع خاص طور پر حضرات ثلثہ کا ایمان ثابت ہو۔ سایل نے آیہ غار کے
تحت میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیرؑ رسول اللہؐ پر جانبازی فرمائیں اور آپ کے

بستر پر آپکی جگہ لیٹیں اور حفظ جان کی ذرا بھی پروا نہ کریں اور خدا تعالیٰ اس کی اشارۃً بھی قرآن مجید میں تعریف نہ فرمائی اور ابوبکر بغرض فاسد آپ کے ہمراہ ہو کر واسطے اظہار حال کے جزع و فزع وحزن و ملال ظاہر کریں خدا تعالیٰ اُس کا ذکر ایسے کلمات کیساتھ فرماوے جسمیں ظاہرا بلا تاویل اُسکی مدح و ثنا پیدا ہو اور اشارتاً بھی اونکی بدنیّتی ظاہر نہ ہوتی ہو"۔ سایل کی اس عبارت سے دو امر ظاہر ہیں۔ اوّل یہ کہ شب ہجرت جناب امیر علیہ السلام کی جانبازی کی تعریف کتاب اللہ میں اشارتاً بھی نہ ہونا۔ دوسرے حضرت ابوبکر کی مدح و ثنا آیہ غار سے بلا تاویل پیدا ہونا اور باوجود جزع و فزع وحزن و ملال اونکی بدنیّتی ظاہر نہ ہونا۔ ان دونوں امور کا فیصلہ ہونا اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے سایل صاحب اور اونکے ہم خیال ذرا متوجہ ہوں۔ اور گوش ہوش سے سُنیں خدا تعالیٰ نے جناب علی المرتضیٰ کی اس جانبازی اور جان نثاری کو کتاب اللہ میں اسطرح بیان فرمایا ہے و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد۔ ترجمہ لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو واسطے چاہنے رضامندی خدا کے اور خدا مہربان ہے ساتھ بندوں کے۔ باتفاق مفسّرین یہ آیہ جناب امیرؑ کے شان میں نازل ہوا۔ تفسیر کبیر میں فخر رازی نے لکھا ہے نزلت فی علی بن ابیطالب بات علی فراش رسول الله لیلة خروجه الی الغار ویروی انه لما نام علی فراشه قام جبرئیل عند راسه و میکائیل عند رجلیه و جبرئیل ینادی بخ بخ من مثلک یا ابن ابیطالب یباهی الله بک الملئکة و نزلت الایه ص ۲۸۴ جلد دویم مطبوعہ مصر۔ ترجمہ یہ آیہ علی بن ابیطالب کے حق میں نازل ہوا جبکہ سوئے تھے آپ شب ہجرت فرش رسول اللہ پر۔ اور روایت ہے کہ جب حضرت علی فرش رسول اللہ پر سوئے تو جبرئیل سرہانے اور میکائیل پیروں کیطرف کھڑے تھے حضرت جبرئیل کہتے تھے مبارک ہو مبارک ہو کون ہے مثل تیرا اے پسر ابیطالب کہ خدا تیرے ساتھ فخر و مباہات کرتا ہے اپنے ملائکہ پر بعد اس کے یہ آیہ نازل ہوا اس روایت تفسیری سے ظاہر ہوا کہ اس جانبازی میں کوئی مثل و نظیر جناب امیر علیہ السلام کا نہ تھا اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے وگفتہ اند کہ در حق امیر المومنین علی علیہ السلام است کہ در شب غار بفراش سید مختار تکیہ گرفت و جان را فدائے آنحضرت کرد۔ سایل صاحب

فرمائیں توکہ آپ کے نزدیک یہ تعریف جانبازی کی ہے یا نہیں ہے جو آیہ من یشری نفسہ ابتغاءً مرضات اللہ سے ثابت ہے اس سے بڑھکر اور کیا تعریف جانبازی کی ہوسکتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب امیرؑ کے ساتھ ملائکہ پر فخر و مباہات کیا اور کتاب مفتاح النجا بین مرزا محمد بدخشی عالم اہلسنت احیاء العلوم سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جب جناب امیر المومنین فرش رسول اللہ صلعم پر سوئے تو خدا تعالیٰ نے وحی کی جبرئیل و میکائیل کو کہ ہم نے تم دونوں میں برادری قائم کی ہے اور ایک کی عمر کو دوسرے سے طولانی کیا ہے تم دونوں میں سے کون ایسا ہے کہ اپنی جان کو دوسرے پر نثار کرے دونوں نے زندگی کو اختیار کیا اور نثار ہونا گوارا نہ کیا۔ تب خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ کیوں مثل علیؑ بن ابیطالب نہیں ہوتے کہ ہم نے علیؑ اور محمدؐ میں برادری قائم کی۔ علیؑ فرش رسولؐ پر سوئے اور اپنی جان کو نثار کیا اونکی زندگی کو اپنی زندگی پر اختیار کیا جاؤ تم دونوں طرف زمین کے اور حفاظت کرو علیؑ کی دشمنوں سے پس جبرئیل سرہانے اور میکائیل پائینتی آواز دیتے تھے مبارک ہو مبارک ہو کون ہے مثل تمہارے اے پسر ابوطالب کہ خدا تمہارے ساتھ فخر و مباہات کرتا ہے ملائکہ پر پس خدا نے آیہ ومن النّاس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد کو نازل کیا۔ ناظرین غور فرمائیں کہ سائل صاحب شیخین کی محبت میں ایسے غرق ہیں۔ کہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کی جانبازی کی تعریف قرآن مجید میں اشارتاً ہونے سے انکار فرمادیا۔

اب امر دوم کا فیصلہ ہونا بھی مناسب ہے کہ آیہ اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ سے حضرت ابوبکر کی مدح پیدا ہوتی ہے یا مذمت۔ ترجمہ۔ جسوقت وہ دونوں غار میں تھے جسوقت کہتا تھا (دو کا دوسرا) اپنے ساتھی سے کہ حزن نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے پس نازل کیا اللہ نے سکینہ اوپر اوس (رسول) کے۔ اس آیت کے کسی لفظ سے نہ تعریف ثابت ہوتی ہے نہ فضیلت نہ ایمان نہ صراحتہً نہ اشارۃً نہ کنایتہً نہ بتاویل اور شروع آیہ سے آخر آیہ تک کوئی ضمیر واحد مذکر غائب کی لفظ صاحب کیطرف راجع نہیں ہے صرف

ایک ضمیر واحد مذکر غائب کی جو کہ لفظ سکینتہ میں ہے وہ خدا کیجانب راجع ہے باقی جسقدر ضمایر واحد مذکر
غائب کے ہیں وہ جناب پیغمبر خداؐ کیطرف راجع ہیں چنانچہ پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ میں پوری آیت اس طرح ہے
اِلَّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الّذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ
لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنودٍ لّم تروھا جسقدر ضمیریں اس آیہ
میں واحد مذکر غائب کی آنحضرتؐ کی جانب راجع ہیں اون سب کے نیچے ہندسہ شمار لگا دئے ہیں۔ جبکہ
اوپر سے تمام ضمیریں آنحضرت کے واسطے آئی ہیں۔ اور آخر میں ایّدہ کی ضمیر بھی یقیناً وحتماً وجزماً
آنحضرتؐ کے واسطے ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ نے لشکر ملائکہ سے اپنے حبیب کی امداد فرمائی کیونکہ کفار
جناب رسول مختارؐ کے قتل پر امادہ ومستعد تھے تو پھر کس قاعدے سے علیہ کی ضمیر کلمہ صاحب کیطرف
پھر سکتی ہے اور یہ نہایت پر ظاہر ہے کہ علیہ و ایدہ کے درمیان واؤ عطف بھی ہے جس سے باآسانی سمجھ میں
آسکتا ہے کہ جسطرح ایدہ بجنودٍ لم تروھا میں ایدہ کی ضمیر آنحضرتؐ کے واسطے ہے اوسیطرح انزل اللہ
سکینتہ علیہ میں علیہ کی ضمیر آنحضرتؐ کیواسطے ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکر پر سکینہ نازل ہوتا۔ تو
قریب مدینہ پہنچکر سراقہ کو دیکھا کیوں گھبراتے یکیوں بعد نزول سکینہ غزوہ احد میں آنحضرتؐ کو نرغہ کفار
میں چھوڑ کر چلدیتے نزول سکینہ کا دعوےٰ ہی دعوےٰ ہے یا اوس پر کوئی دلیل بھی ہے سایل صاحب
غور فرمالیں کہ قرآن مجید میں کلمہ لاتحزن موجود ہے جس سے حضرت ابوبکر کا حزن صراحتہً ظاہر ہوتا ہے
اب رہا یہ امر کہ یہ حزن ممدوح تھا یا مذموم اس کا فیصلہ خدا نعٰ نے خود فرمادیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے
منع فرمایا اور ظاہر ہے کہ منع فرمانا آنحضرت صلعم کا امر فاسد سے ہوگا نہ امر نیک سے۔ خصوصاً ایسی حالت
میں کہ کفار لب غار تک پہنچ گئے تھے حضرت ابوبکر کے رونے چلّانے یا کم سے کم سسکی یا ہچکی کی آہٹ
سے افشائے راز کا اندیشہ تھا پس یہ حزن ضرور مذموم تھا۔ ناظرین ملاحظہ فرمالیں کہ آیہ غار سے سوائے
مذمت کے کوئی تعریف حضرت ابوبکر کی نہیں نکلتی جو موجب فضیلت یا مثبت ایمان ہو۔ آیہ غار سے یہ
بھی ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلعم کے منع فرمانے کے بعد حزن جاتا رہا یا اوسی حزن میں مصروف
رہے خداوند عالم نے اسلئے کہ مبادا آنحضرت صلعم بخیال افشائے راز پریشان خاطر ہوں اپنے حبیب پر

تسکین نازل کی اور لشکر ملائکہ کو واسطے امداد کے بھیجا۔ واضح ہو کہ سایل نے جو یہ لکھا ہے "کہ جناب امیر علیہ السلام رسول اللہ پر جانبازی کریں اور خدا تعالیٰ اس کی اشارۃً بھی قرآن میں تعریف نہ فرمائے" یہ اعتراض سایل کا مثل اعتراض جاحظ ناصبی کے ہے جاحظ ناصبی نے سایل سے سات آٹھ سو برس پیشتر اسی قسم کا اعتراض کیا ہے وہ کہتا ہے "کہ کوئی علیؑ کے فرش خواب رسولؐ پر سونے سے استدلال کرتے تو قصہ غار جس میں ابوبکر ساتھ رہے ہے اور قصۂ فرش خواب میں آسمان زمین کا فرق ہے کیونکہ ابوبکر کی مصاحبت پر قرآن صاف صاف ناطق ہے تو یہ امر مانند نماز روزہ کے ہوگیا جس پر قرآن ناطق ہے اور علیؑ کا فرشِ خواب پر سونا اگرچہ صحیح و ثابت ہے مگر قرآن میں اس کا تذکرہ نہیں جو کچھ ہے وہ روایات و احادیث میں ہے ایک کا دوسرے پر موازنہ نہیں ہوسکتا" اب ناظرین تقریر جاحظ ناصبی اور سایل سُنّی میں غور کریں کہ ان دونوں اعتراضوں میں کیا فرق ہے سچ تو یہ ہے کہ سایل نے سُنّیت کے پردے میں عداوت کا اظہار کیا ہے بلکہ جاحظ نے تو صرف قرآن میں مذکور ہونے سے انکار کیا ہے مگر روایات و احادیث میں اوس کے صحیح و ثابت ہونے کا اقرار کیا ہے اور سایل کے طرز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کا وجود ہی نہیں۔ اس ناصبی جاحظ کا جواب شیخ ابو جعفر اسکافی نے یہ لکھا ہے "جاحظ نے جو فرق نکالا ہے وہ محض بیکار ہے کیونکہ حضرت امیرؑ کا فرش رسولؐ پر سونا متواتر ہے تو اس خبر متواتر اور نص قرآنی میں کوئی فرق نہ رہا۔ بجز مجنونوں کے کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا یا وہ شخص منکر ہوگا جو لامذہب ہوگا کیا نماز کا پانچ وقت ہونا اور زکوٰۃ ذہب کا ربع عشر ہونا اور گوز کا ناقض وضو ہونا وغیرہ جو متواتر معلوم ہیں کہیں ان امور کا ذکر قرآن میں ہے اور کیا ان باتوں کے مذکور نہ ہونے سے کوئی مخالفت قرآن سے لازم آویگی۔ ہرگز نہیں۔ علاوہ بریں ابوبکر کا نام بھی تو کہیں قرآن میں نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے صرف اذ یقول لصاحبه کہا ہے اب جو ابوبکر کا صاحبہ سے مراد ہونا معلوم ہوا تو انہیں روایتوں سے پس جسطرح حضرت ابوبکر کا نام بذریعہ اخبار معلوم ہوا اوسیطرح حضرت علیؑ کا مراد ہونا و یمکر اللہ سے بذریعہ اخبار معلوم ہوا کیونکہ مفسرین نے آیہ واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیہ ہجرت کی

رات کو نازل ہوا کفار نے یہ مکر کیا تھا کہ ہر قبیلہ کے آدمیوں کو تلوار دی تھی کہ سب ملکر حضرت صلعم کو قتل کریں جس سے بنی ہاشم کسی خاص قبیلہ سے بدلہ نہ لے سکیں اور خدا نے اونکے مکر کا یہ دفعیہ فرمایا کہ حضرت علیؑ کو رسول اللہ کے فرش خواب پر سلایا تو اب آیہ لصاحبہ میں اور اس آیہ میں کوئی فرق نہ رہا کیونکہ نام کی تصریح کہیں نہیں صرف اشارہ کنایہ سے دونوں جگہ ذکر ہوا ہے حالانکہ تمامی مفسرین نے بالاتفاق نقل کیا ہے کہ آیہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ حضرت علیؑ کے شان میں نازل ہوا جسوقت حضرت فرش رسول اللہ پر سوئے تو اب درمیان اس آیہ اور آیہ لصاحبہ کے کوئی فرق نہ رہا۔ تمام ہوا کلام ابوجعفر اسکافی۔ تفسیر حسینی۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی۔ اور تفسیر مسعودی میں یہ مضمون اسی طرح مرقوم ہے جو علماء اشاعرہ سے ہے۔

اسکافی کا مقصود فرق نہونے سے یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں نام کی تصریح نہیں ہے کنایۃً اشارۃً ذکر ہے ورنہ دونوں آیتوں میں بڑا فرق ہے آیہ اذ یقول لصاحبہ میں ساتھی کی صاف طور پر مذمت ہے کیونکہ نہی امر مذموم سے متعلق ہوتی ہے نہ ممدوح سے بخلاف اس کے جناب امیرؑ کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ اپنی جان کو رضامندی خدا کیواسطے بیچڈالا۔

سایل صاحب کے اس اظہار سے کہ جناب امیر علیہ السلام کی جانبازی کی تعریف تمام قرآن مجید میں اشارۃً بھی نہیں ہے اور ابوبکر کی تعریف ظاہراً بلا تاویل آیہ غار سے پیدا ہوتی ہے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں

(۱) یہ کہ سایل نے اس بے باکانہ انکار سے جناب امیرؑ سے حضرت ابوبکر کو افضل ظاہر کیا اور اوس مساوات کو توڑ دیا جو خود مابین حضرت امیرؑ اور حضرات ثلثہ قائم کی تھی۔ اور یہ دعوی کیا تھا اور جناب امیرؑ ویسے ہی صحابی جلیل القدر اور افضل امت ہیں جیسے حضرات ثلثہ۔

(۲) سایل نے اپنی سوء عقیدت کو ظاہر کیا حالانکہ التماس میں یہ دعوی کیا تھا کہ ہم کو کچھ بھی سوء عقیدت بجناب اسد اللہ الغالب نہیں ہے کیونکہ جناب امیرؑ کی جانبازی کی تعریف قرآن مجید میں ہونے سے انکار کرنا اور آیہ غار سے بوجہ حزن بے محل کے جو ظاہرا مذمت پیدا ہوتی ہے اوس کو تعریف پر محمول کرنا سوء عقیدت سایل پر دلالت واضح رکھتا ہے۔

(۳) یہ ظاہر ہوا کہ سائل کی زبان مطابق دل کے نہیں ہے۔ (۴) یہ ثابت ہوا کہ سائل کو جناب امیرؑ سے عداوت ہے کیونکہ یہ کتمان مثبت بغض و عداوت ہے۔

(۵) جاحظ ناصبی کا اتباع کرنا ثابت ہوا۔ سایل نے اپنے مقدمہ کے آخر میں چند اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر کرکے اپنی دشمنی اور عداوت کا ثبوت کامل دیا ہے اون اعتراضوں کا جواب بھی رسالہ تشفی میں دیدیا گیا ہے سایل کی نظر سے گذرا ہوگا۔ مولوی مرید صاحب نے بھی اون اعتراضوں کو اپنے مطرقہ میں جگہ دی ہے چنانچہ صفحہ ۳۶ پر دلیل سوم کی بنا بھی اسی سوال پر ہے اور دلایل اجمالی جو صفحہ ۴۱ سے شروع ہیں وہ بھی انہیں اعتراضوں سے تیار کئے گئے ہیں جنکا ذکر مقدمہ سوال میں ہے۔ ہم نے اوس موقع پر اون کا جوابدیدیا ہے۔ سایل صاحب اس رسالہ میں دلایل اجمالی کا جواب ملاحظہ فرما کے اپنا اطمینان کرلیں۔ سایل نے آیات بینات وغیرہ سے اپنا سوال تیار کیا ہے اسلئے سایل صاحب ری الجمرات کو بھی ملاحظہ کریں کیونکہ اوسمیں آیات بینات کا پورا جواب ہے ہم یہاں بھی مختصر طور پر اون اعتراضات کا جواب گذارش کرتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ جناب امیر علیہ السلام نے جو بعد جناب رسالتمآب صلعم لوگوں کی ظلم و زیادتیاں سہیں اور تیغ کشی نہیں فرمائی۔ اور مصائب و محن پر صبر کیا اس کو سایل نے عدم ایمان کی دلیل قرار دے رکھا ہے۔ اس جگہ یہ امر ظاہر کردینا ضروری ہے کہ اعتراضات سے پہلے سایل نے لکھا ہے کہ "مخالفین شیعہ یا مخالفین جناب امیر شیعہ کے کتب مذہبی سے جناب امیرؑ کے خارج از ایمان ہونے کا ثبوت دینگے اور بروئے روایت معتبرہ شیعہ معاذاللہ توبہ توبہ جناب امیرؑ کا نفاق و ارتداد کالشمس فی نصف النہار انتہات کو پہنچا ئینگے" الخ بقدر الحاجۃ۔ اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔

اوّل یہ کہ جو اعتراضات سایل نے جناب امیرؑ پر کئے ہیں وہی مخالفین جناب امیر بھی کرتے ہیں۔ (یعنی خوارج و نواصب کے بھی یہی اعتراض ہیں) حالانکہ کسی خارجی یا ناصبی کے یہ اعتراض نہیں ہیں بلکہ سایل خود ان اعتراضوں کا بانی مبانی ہے لہذا مخالف جناب امیرؑ ہے۔

(۲) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن امور کو سایل نے اعتراضات میں بیان کیا ہے وہ باتیں شیعہ کے مذہبی

کتب میں ہیں۔ اور سنیوں کی مذہبی کتب میں نہیں ہیں حالانکہ بعض باتیں سایل نے ایسی لکھی ہیں کہ وہ کتب اہل حق میں نہیں ہیں اور بعض باتیں ایسی لکھی ہیں کہ جنکا وجود کتب فریقین میں پایا جاتا ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ فریقین کی کتب میں اُن کا وجود نہیں ہے اس جگہ سایل کے اعتراضات کا مجملاً ذکر کیا جاتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام پر اعتراضات کرنے سے پہلے ایک اعتراض سایل نے الملحق پر کیا ہے وہ یہ ہے:

قول سایل انبیا علیہم السلام کو بھی باوجود دعوے عصمت کفر تک سے نہ چھوڑا۔

جواب۔ کتب الملحق میں اس کا وجود نہیں کتب اہلسنت میں ہے قول سایل سے خود ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے مدعی ہیں اور نہایت پر ظاہر ہے کہ عصمت کے ساتھ کفر جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر کتب الملحق سے یہ امر ثابت ہو تو سایل نشان دے کہ فلاں کتب میں انبیاء کو معاذ اللہ گنہگار یا کافر کہا ہے مولوی عبد القادر صاحب الملحق کا اعتقاد اسطرح لکھتے ہیں اما العصمة فی الذنوب فقالت الرافضة لا یقع منهم لا الکبیرة ولا الصغیرة لا علی سبیل القصد ولا علی سبیل التاویل والخطاء قالوا انهم معصومون من وقت مولدهم۔ یعنی عصمت ذنوب کے بارہ میں رافضہ کہتے ہیں کہ انبیاء سے نہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے نہ صغیرہ نہ عمداً نہ سہواً نہ بطور تاویل و خطا اور اون کے نزدیک وقت ولادت سے وہ معصوم ہیں اس عبارت سے سایل کے قول کا بطلان ظاہر ہے اہلسنت البتہ انبیاء کو بلکہ خود آنحضرت صلعم کو خاطی اور گنہگار تجویز فرماتے ہیں اور قبل بعثت کفر کے بھی قایل ہیں اس کا ثبوت اسی رسالہ میں موجود ہے جناب امیر علیہ السلام پر جو اعتراض ہیں اونکو بطور خلاصہ لکھکر جواب دیا جاتا ہے۔

خلاصہ قول سایل بعد وفات آنحضرت صلعم کتاب اللہ اور عترت باقی رہے جنکے تمسک اور حفظ و نگہداشت کی وصیت کیگئی تھی جناب امیر نے اونکے ساتھ کیا سلوک کیا۔

جواب جناب امیر علیہ السلام خود بھی تو داخل عترت و اہلبیت ہیں اور کتاب اللہ اور اُن کے بارہ میں فرمایا انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ پس ثقلین سے تمسک کرنے کا حکم صحابہ سے مختص تھا نہ جناب امیر علیہ السلام سے جو خود احد الثقلین تھے اب رہا سلوک اوس کا حال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے بموجب وصیت

قرآن کو بترتیب نزولی جمع کیا اور ایسی نگہداشت کی کہ کوئی آپ کے جمع کئے ہوئے قرآن کو جلا نہ سکا۔ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کو مصائب و محن میں تسلّی و تشفی دی۔ معاملہ فدک میں اونکی شہادت دی۔ لوگوں سے اُنکے واسطے اعانت اور نصرت چاہی اور حتے المقدور طلب حق میں کوتاہی نہ فرمائی اُن مظلومہ کو صبر کرنے کو کہا اور حالت بیکسی میں تلوار نہ کھینچکر نسل فاطمیہ کو انقطاع اور انقراض سے بچالیا جبکہ جناب امیرؑ خود مصیبت و محن اور آفتوں میں مُبتلا تھے اور لوگ اونکے قتل کے درپے تھے اور بوجہ قلت اعوان و انصار کے جہاد ساقط تھا تو ایسی بیکسی کیحالت میں اس سے زیادہ کیا سلوک کرتے۔ اور جو کچھہ کہ حضرات ثلثہ وغیرھم نے قرآن و اہلبیت کے ساتھ تمسک کیا اوس کا حال اس رسالہ سے واضح ہوگا اور جو کچھہ آپ تمسک کرتے ہیں اوس کا اظہار آپکے سوال سے ہوتا ہے۔

خلاصۂ قول سایل جب وفات سرور کائنات کے بعد اصحاب مرتد ہوئے اور دین کو برہم کیا الخ

جواب۔ الحق کل صحابہ ارتداد کے قایل نہیں ہیں ہاں اکثر ہوئے اور مومنین مخلصین قلیل تھے جنکی تعداد چالیس بھی نہ تھی مگر ارتداد سے یہ مراد نہیں ہے کہ بُت پرست ہوگئے بلکہ اہلبیت سے منحرف ہو کر ضلالت میں پڑ گئے صاحبان حکومت نے دین میں احداث کیا اور ارتداد صحابہ کا ثبوت کُتب اہلسنت سے بھی ہوتا ہے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں ہے سیجاء رجال من اُمتی فیوخذ بہم ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانک علی کل شیٍٔ شہید ان تعذبہم فانہم عبادک قال فیقال لی فانہم لم یزالوا مرتدین علی اعقابہم۔ یعنی عنقریب لوگونکو میری اُمّت سے شامل اصحاب شمال داخل عذاب و نکال کرینگے میں عرض کرونگا خدایا یہ میرے اصحاب ہیں ملائکہ عذاب جواب دینگے کہ آپ نہیں جانتے کہ اُنہوں نے بعد آپ کے کیا کیا دین میں بدعت و احداث کی تھی میں کہونگا جسطرح حضرت عیسےٰؑ نے عرض کیا کہ خدایا میں اپنی حیات میں اونکا شاہد تھا بعد ممات تو شاہد و بصیر تھا اگر تو عذاب کرے تو تجکو اختیار ہے کہ وہ بندہ ہیں تو قادر و مختار ہے ملائکہ جواب دینگے کہ جسوقت سے آپ اون سے جدا ہوئے اوسی وقت سے وہ مرتد ہوگئے

اور بدعت وضلالت میں سرگشتہ ہوگئے اور یہ بھی واضح رہے کہ آنحضرت صلعم نے آپ کے افضل الصحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا۔ لا ادری ما تحدثون بعدی کما فی جامع الاصول۔ فافہم۔

خلاصہ قول سایل (صحابہ یعنی اصحاب ثلثہ) غلط اور جھوٹھے مسایل بتلاکر لوگوں کو گمراہ کرنے لگے۔

جواب۔ عالم علم لدنی نے جہانتک بس چلا روکا اور اصلاح کی لولا علی لہلک عمر۔ اس پر شاہد ہے اگر غلط مسایل نہ بتلاتے تو ہلاکت میں کیوں پڑتے اگر جناب شاہ ولایت نہ روکتے تو لولا علی لہلک عمر کیوں بارہا فرماتے۔

خلاصہ قول سایل۔ قرآن میں گھٹایا بڑھایا۔

جواب۔ کوئی شیعہ اس بات کا قایل نہیں کہ کتاب اللہ میں آیات بڑھائی گئے۔ فی الجملہ نقصان کے بعض قایل ہیں۔ اس مسئلہ کی بحث اس رسالہ میں موجود ہے نقصان قرآن کے روایات جسقدر کتب شیعہ میں ہیں اس سے بہت زیادہ کتب اہلسنت میں موجود ہیں جناب ولایتمآب کا جہانتک بس چلا اس سے بھی روکا۔

خلاصہ قول سایل۔ جناب امیر نے اصلی قرآن کو صندوق تقیہ میں دبکایا اور کبھی کسی کو نہ دکھایا

جواب۔ شیعہ قرآن موجودہ مافی الدفتین کو بھی اصل کلام خدا اعتقاد کرتے ہیں زید و عمرو وغیرہ کا کلام نہیں جانتے جناب امیر علیہ السلام نے اپنا جمع کردہ قرآن پیش کیا آپکے پیشواؤں نے قبول نہ فرمایا جیساکہ کتب شیعہ میں ہے جب دیکھا کہ لوگوں نے دوسری ترتیب دیکر جمع کرلیا پھر آپ نے اپنا قرآن شایع نہیں کیا کیونکہ قرآن موجود بھی جمیع احکام کو حاوی ہے اگر آپ اپنا قرآن شایع بھی کرتے تو اس کو سوائے شیعوں کے اور کون مانتا اور شیعہ اب بھی مانتے ہیں آپ کے اسلاف نے مثل معاویہ صاحب وطلحہ وزبیر و حضرت عایشہ کے آپکی خلافت ہی کو کب مانا جو اوس قرآن کو مانتے یہی نتیجہ ہوتا کہ اُس کو جلا ڈالتے پھر آپ کیوں ایسا کرتے باقی ذکر اس کا اس رسالہ میں ہے۔

خلاصہ قول سائل۔ اپنے عہد خلافت میں بھی اسے جھوٹے اور مصنوعی قرآن کو نمازوں میں

سیوطی فی الاتقان شرح التفہیم ... [illegible]

پڑھتے رہے۔

جواب۔ اہلحق قرآن موجودہ کے جھوٹا اور مصنوعی ہونے کے قایل نہیں آپکا اعتراض باطل ہے جو اس قرآن کی شان ہے وہ جناب امیر علیہ السلام نے ظاہر فرمادی ہے اس رسالہ کو ملاحظہ فرمالیجیے معلوم ہو جائیگا

خلاصہ قول سایل۔ افضل الآئمہ قرآن کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرتے رہے الخ

جواب۔ کُتب شیعہ میں کہاں لکھا ہے کہ ہادی اُمتّ جناب شاہ ولایت نے قرآن کے اوامر و نواہی کی مخالفت کی نشان دیجیے کیا کسی کی میراث کو روکا یا کسی کا حق غصب کیا یا کسی پر ظلم کیا۔ یا کسی بیکس کا گھر جلایا آخر کیا مخالفت فرمائی۔ پورا جواب اس کا اس رسالہ میں ہے ان آیات کو بھی لکھدیا ہے جنکو آپنے تحریر فرمایا ہے اور آپ کے اعتراض کا استیصال کردیا ہے آپ کے حضرات اصحاب ثلثہ نے کب جناب امیرؑ سے درخواست کی کہ اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کو ہمارے پاس لے آئے ہم اوس کو شایع کرینگے اگر اُس وقت نہ نکالتے تو آپ چھپانے کا الزام دے سکتے تھے روایات معتبرہ شیعہ سے تو یہ ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے جمع کرکے پیش فرمایا مگر قبول نہ ہوا یہی جواب پایا کہ لیجاؤ ہم کو اس کی حاجت نہیں ہے پھر چھپانے کا الزام کہاں باقی رہا علاوہ برین آیہ اِنَّ الَّذِین یکتمون الخ اون احکام اور امور ہدایت کے چھپانے کے متعلق ہے جنکا بیان کتاب اللہ میں ہے مجلد قرآن کے چھپانے سے آیہ مذکورہ میں بحث نہیں ہے۔ آپ اس بات کو ثابت فرمائیے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خدا کے احکام کو بیان نہیں فرمایا یا ہدایت نہیں فرمائی۔ کُتب خواص و عوام اس کے ثبوت سے مالامال ہیں کہ جناب امیرؑ اہم مسایل کو حل فرماتے تھے مخالفین اسلام جو دین اسلام کی جانچ کرنے کیغرض سے مشکل مسایل لاتے تھے اونکا جواب سوائے جناب امیرؑ کے اور بھی کوئی دیتا تھا اگر احکام خدا کو چھپاتے تو حضرت عمر ستر مرتبہ لولا علیٌّ لھلک عمر کیوں فرماتے۔

خلاصہ قول سایل۔ اللہ تعالیٰ تو دار الکفر سے ہجرت واجب فرمائے اور جناب فاروق اعظمؓ شیعہ باوجود قدرت گھر سے بھی قدم نہ نکالیں۔

جواب کسی شیعہ یا سُنی نے آجتک مدینہ منورہ کو دار الکفر نہیں کہا ہے سایل نے چودھویں صدی

ہجری میں اُس کو دارالکفر قرار دیا جسطرح کہ سایل کے پیشوا نے جناب رسول اللہ صلعم کے حق میں کلمہ لیہجر کہا او سیطرح سایل نے مسکن و مدفن جناب سرور کائنات کو دارالکفر تجویز فرمایا ہے این کار از تو آید و مرداں چنین کنند۔ اب میں اس بات کو ثابت کرتا ہوں کہ مدینہ منورہ باوجود کثرت مرتدین دارالکفر نہ تھا۔

(۱) یہ کہ شیعہ کل صحابہ کے ارتداد کے قایل نہیں ہیں صحابہ اخیار بھی تو مدینہ میں تھے مثل حضرت سلمان و ابوذر و مقداد و عمار یاسر و حذیفہ وغیرہم۔ اہلبیت رسولؐ بھی تو مدینہ میں تھے یعنی علی مرتضیٰؑ و جناب سیدہؑ و حسنینؑ۔ بنات جناب سیدہؑ بھی تو مدینہ میں تھیں (زینب و ام کلثوم) حضرت ام ایمن مبشر بالجنۃ بھی تو تھیں جنہوں نے جناب سیدہؑ کی شہادت معاملہ فدک میں دی تھی۔ بعض ازواج جناب رسالتمآبؐ مثل حضرت ام سلمہ کے بھی تو مدینہ میں تھیں علاوہ افراد اہلبیت اطہار کے دیگر بنی ہاشم بھی تو مدینہ میں تھے جنہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا اور حضرت ابوبکر کی خلافت سے ناراض و بیزار تھے مثل حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم اور اُنکے پسران عبدالرحمٰن۔ سعید۔ قثم۔ فضل و عبیداللہ و عقیل بن ابیطالبؑ اور ان کے بیٹے مسلم و عون و جعفر و علی و عبداللہ و محمد و عبدالرحمٰن و پسران حضرت حمزہ مثل جعفر و عبداللہ وغیرہ۔ اگر سب کے ازدواج و اولاد ذکور و اناث کا شمار کیا جاوے تو ۱۰۰ سے زیادہ مومنین و مومنات مدینہ منورہ میں اوس وقت موجود تھے جسوقت کہ لوگ مرتد ہوئے ایسی حالتیں مدینہ دارالکفر نہیں ہو سکتا۔

(۲) آنحضرت صلعم مدینہ کے مالک ہیں اسیوجہ سے آجتک اوسکو مدینہ رسول کہتے ہیں پس مدینہ رسول باوجود کثرت و غلبۂ مرتدین دارالکفر نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) بکثرت منافقین مدینہ رسول صلعم میں آنحضرتؐ کی حیات میں بھی تھے جنکی مذمت قرآن میں بہت جگہ ہے اور مخلصین صحابہ کم تھے مگر خدا یا رسولؐ نے باوجود کثرت منافقین اور کمی صحابہ مخلصین کے مدینہ رسولؐ کو دارالمنافقین نہیں فرمایا تو بوجہ کثرت مرتدین اور قلت مخلصین مدینہ رسولؐ دارالکفر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب دارالکفر نہ ہوا تو ہجرت بھی واجب نہ ہوئی۔

(۴) علاوہ برین وہ لوگ جن کو آپ مرتدین کہتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کو ہدایت وارشاد وصوم وصلوۃ وحج وغیرہ ارکان دین ادا کرنے میں مانع نہ تھے پھر کیوں ہجرت واجب ہوتی۔

(۵) وارث جایز اوس سلطنت کے جس کو بانی اسلام نے قائم کیا تھا جناب امیر علیہ السلام تھے پھر کسی کے ناجائز طور پر قابض ومتصرف ہو جانے سے مدینہ رسول سے جس کے آپ والی جایز تھے کیوں نکل جاتے خصوصاً ایسی حالتمیں کہ لوگونکو آپکے حق کا ظاہرا انحراف تھا۔

(۶) جناب امیر علیہ السلام کے حق میں انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الّا انہ لا نبی بعدی فرمایا اور قوم نے باوجود ہدایت وارشاد حضرت ہارون کے گوسالہ پرستی شروع کردی۔ اور حضرت ہارون سے منحرف ہو گئے یہانتک کہ اون کو قتل کرڈالنا چاہا چنانچہ انّ القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی قرآن میں موجود ہے لیکن باوجود انحراف وظلم وزیادتی قوم کے اوسی قوم گمراہ میں مع مخلصین کے رہے قوم سے ہجرت نہیں فرمائی جب اونکو ہجرت واجب نہ ہوئی تو جناب امیرؑ جوکہ ہارون امت محمدی تھے کیوں مدینہ رسول صلعم سے ہجرت فرماتے حال جناب امیر علیہ السلام کا مطابق حال حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے اگر حضرت ہارون پر ہجرت واجب ہوتی تو حضرت موسیٰؑ اون سے ضرور فرماتے کہ جب قوم نے تم کو مجبور وناچار کیا اور تمہارے قتل کرنے پر آمادہ تھے تو تم نے یہاں سے ہجرت کیوں نہ کی قوم کو چھوڑکر کہیں کو چلے کیوں نہ گئے کیونکہ زمین خدا وسیع تھی کیوں قوم کی ظلم وزیادتیاں سہیں اور اس کا ذکر قرآن میں ہوتا مگر حضرت موسیٰؑ کیونکر ایسا فرماتے کیونکہ وہ خود واسطے ہدایت قوم وحفاظت شریعت کے اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنی قوم میں خلیفہ اپنا کر گئے تھے اور یہ فرمایا تھا اخلفنی فی قومی پھر حضرت ہارون قوم کو چھوڑکر کسطرح ہجرت فرماتے اسی طرح جناب امیر علیہ السلام کو بھی جناب سید عالمؐ نے اپنا خلیفہ واسطے ہدایت قوم اور حفاظت اسلام کے بنایا تھا پھر جناب امیرؑ جس کام پر مامور تھے اوس کو چھوڑکر کس طرح ہجرت فرماتے اور کیونکر مثل حضرت ہارون کے ظلم وزیادتیاں نہ سہتے پس یہ اعتراض آپ کا اصول شیعہ پر نہیں ہے کیونکہ شیعہ جناب امیر علیہ السلام کو ہادی اُمّت وحافظ شریعت سید المرسلینؐ

و خلیفہ منصوص بلافصل جانتے ہیں دلایل اجمالی کے جواب میں اس آیہ کا ذکر ہے اس رسالہ میں ملاحظہ فرمایئے اور یہ جو سایل نے فرمایا ہے کہ باوجود قدرت گھر سے بھی قدم نہ نکالا اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ قدرت و قوتِ اعجاز منجانب اللہ انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل تھی وہ حضرات علیہم السلام بھی باوجود اس قدرت کے مغلوب ظلم و آزار کفار و اشرار ہوئے اور سب طرح کے ظلم و زیادتیاں جھیلیں اور اپنی مغلوبیت و مظلومیت کا اظہار فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدرتِ اعجاز کو دافع ظلم اشرار ہونا ضروری نہیں ہے جناب امیرؑ خود فرماتے ہیں کہ مجکو اس امر میں سات پیغمبران برحق کے ساتھ مشابہت ہے منجملہ اون کے حضرت نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے جناب احدیت میں عرض کیا ربّ انّی مغلوبٌ فانتصر یعنی پروردگارا مجکو قوم کفار و اشرار نے مغلوب ظلم و آزار کیا ہے پس میری نصرت کر اگر تم لوگ کہو کہ مغلوب و ناچار اور بے یار و مددگار نہ تھے تو تم نے تکذیب کلام ربانی مخالفت آیات قرآنی اختیار کی اور اگر کہو کہ مغلوب و مجبور تھے تو پھر وصی پیغمبر بھی معذور ہے منجملہ اون کے حضرتِ لوط ہیں جنہوں نے قوم کفار سے فرمایا لو ان لی قوۃ یعنی کاش کہ مجکو قوت مقابلہ طاقت مقاتلہ ہوتی ۔ تو تم سب کو مندفع اور تمہاری سرکشی کو منقلع کرتا۔ پس اگر کہو کہ اس پیغمبر کو طاقت دفع کفار قلع غلبہ اشرار حاصل تھی تو مفادِ آیہ قرآنی بیجا صل ہے اور اگر کہو کہ مجبور و ناچار تھے تو وصی پیغمبر بھی مغلوب اشرار ہے منجملہ اون کے حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جنہوں نے فرمایا ابن امّ انّ القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنی اے بھائی اس قوم جفا شعار نے مجھکو مجبور و ناچار و ارادۂ قتل و آزار کیا پس اگر وہ حضرت باوصف نبوت کے مغلوبِ اہل ضلالت تھے۔ تو وصی جناب رسالتمآبؐ بھی مجبورِ اہل شرارت تھے۔

خلاصہ قول سایل۔ جب ابر و باد زیر فرمان تھے تو بلاد عاد میں اپنے شیعوں کو لے کر کیوں نہ چلے گئے۔

جواب۔ اس کے کئی جواب ہیں اول یہ کہ جناب امیر علیہ السلام کو خوفِ جان و مال نہ تھا۔ بلکہ یہ خوف تھا کہ بدعت و ضلالت اس قدر زور نہ پکڑے کہ دین بالکل مٹ جائے اسوجہ سے آپ مدینہ میں

یقیم رہے چنانچہ جناب امیر نے اپنی حالت کو حضرت موسیٰ سے تشبیہہ دیکر فرمایاہے ولم یوجس موسیٰ خیفه علی نفسه بل اشفق من غلبة الجهال واهل الضلال۔ یعنی حضرت موسیٰ کو خوف جان ومال نہ تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ غلبہ جہال وطغیانی کفر وضلال نہ ہو جاوے اسیطرح میں نے بخوف جان اپنے حق کے مطالبہ سے اعتزال نہیں کیا بلکہ یہ خوف ہوا کہ شدت جہالت وطغیانی بدعت وضلالت سے دین اسلام کا انعدام وزوال بالکل نہ ہو جاوے۔

دوم یہ کہ اگر جناب امیر بلاد عاد میں جاکر آباد ہو جاتے تو اہل کتاب کی نظروں میں اسلام ذلیل و خوار ہو جاتا۔ جناب امیر نے اونکے اہم اور مشکل ترین سوالوں کو حل فرماکر حقیت اسلام کو اون پر ثابت فرمادیا۔ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے کوئی ایسا نہ تھا کہ اہل کتاب کے مسایل مشکلہ کا جواب دیکر اسلام کی حقانیت کو اون پر ثابت کرتا۔ اہل کتاب دین اسلام کی حقانیت کا امتحان لینے کیغرض سے مسایل مشکلہ لایا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ خلیفہ رسول کون ہے جو حضرات کہ کھینچ تان کر مسند خلافت پر بیٹھ گئے تھے وہ اون کے مسایل مشکلہ کا جواب دینے سے عاجز ہوتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام کیخدمت میں اونکو بھیجدیتے تھے یا جناب امیر جب پتہ پاتے تھے۔ کہ سایل مایوس وناکام چلا اور اوس کے مسایل کا جواب کسی سے نہ ہوا اوسوقت خود تشریف لیجاکر یا سایل کو بلاکر جواب باصواب دیتے تھے اگر جناب امیر نہ ہوتے تو حقانیت اسلام کا اظہار ہی نہ ہوتا۔ یہ جناب امیر ہی کا کام تھا کہ اہل کتاب کے علمی حملوں کو رد فرماکر اون کو مغلوب فرماتے تھے۔

سوم سب سے اول قوم عاد کی ہدایت کی ضرورت ہوتی تو جناب پیغمبر خدا اوسی قوم میں مبعوث ہوتے یا کم سے کم وہیں کو ہجرت کرنے کا حکم ہوتا اور جبکہ آنحضرت وہاں جاکر مقیم نہ ہوئے تو اون کا وصی کیوں قوم عاد میں جاکر آباد ہوتا۔

چہارم: جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے ہاتھوں سے مکہ معظمہ میں ایذائیں اٹھائیں منافقین کی بدولت بعد ہجرت بھی ایذائیں پہنچیں پھر نائب نبی قوم عاد میں جاکر کیوں راحت وآرام اختیار کرتا۔ کیونکہ خلیفہ نبی وہی ہے کہ جسکو نبی کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہو الا بمرتبہ نبوت

پنجم اگر جناب امیرؑ نہ ہوتے تو احکام شریعت کا نفاذ کیونکر ہوتا۔ ابو شحمہ پر حد زنا کون جاری کر سکتا تھا کیونکہ ابو شحمہ نے یہ قید لگائی تھی۔ کہ مجھپر وہ شخص حد جاری کر سکتا ہے کہ جس نے عمر بھر میرا سا گناہ نہ کیا ہو چنانچہ یہ سُن کر حضرت عمر بھی دنگ ہوگئے اور کوئی سوائے جناب امیر علیہ السلام اور حسنینؑ کے اوسپر حد زنا جاری نہ کر سکتا تھا۔ جناب امیرؑ نے ابو شحمہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تو خدا تعالےٰ سے کہدینا کہ مجھپر اوس شخص نے حد شرع جاری کی کہ جس پر تیری کوئی حد نہیں ہے اگر جناب امیرؑ نہ ہوتے تو شریعت خیر الانام کے احکام کا نفاذ ہی نہ ہوتا۔

ششم۔ اگر جناب امیرعؑ نہ ہوتے تو غلط مسایل کی اصلاح کون کرتا اور ستر مرتبہ لولا علیؑ لہلک عمر کی صدا کیوں کانوں میں آتی۔ سینکڑوں ہزاروں غلط و باطل مسایل جاری ہو جاتے اور حضرات ثلثہ کے معتقد اونکو کالوحی سمجھکر شریعت کا قلع قمع کر دیتے۔

ہفتم اگر جناب امیر علیہ السلام بلاد عاد میں جا کر رہتے تو اہل جمل و صفین و نہروان کی عداوت کا حال کیونکر ظاہر ہوتا۔

ہشتم اگر جناب امیرؑ مدعیان خلافت کو انہیں کے دلایل سے باطل کر کے اپنے حق کا اظہار نہ فرماتے تو انکو احق بالخلافت کون کہتا۔ کچھ مولوی مرید صاحب پر منحصر نہیں ہے اور صاحبوں نے بھی ایسا ہی کچھ فرمایا ہے بلکہ حضرت عتیق سے بھی نہ رہا گیا کلمہ حق اونکی زبان پر بھی جاری ہوگیا اقیلونی اقیلونی فلست بخیر کم و علیؑ فیکم کی آواز کیونکر سنائی دیتی۔

نہم اگر جناب امیرؑ بلاد عاد میں چلے جاتے تو اون کے شیعہ اون کو خلیفہ بلا فصل مانتے مگر آپ لوگ چوتھا خلیفہ بھی نہ سمجھتے بلکہ کسی اور کو اس لقب سے ملقب کرتے ذرا انصاف سے دیکھئے کہ میں بالکل سچ لکھ رہا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو آجتک اس بات کا قلق و افسوس ہے کہ جناب امیرؑ کیوں مسند خلافت پر بیٹھے کیوں دنیا کے دوسرے سرے پر چلے گئے جہان سے کچھ اونکی خبر بھی نہ آتی کیوں بعد سالتمآب تیس۳۰ برس زندہ رہے یریدون لیطفئو نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ

دہم اگر جناب امیرؑ بلاد عاد کو چلے جاتے تو یہاں معاملہ فدک میں شہادت کون دیتا اور لوگوں

کے ظلم و زیادتیوں کا چرچہ زمانے میں کسطرح پھیلتا۔

یازدہم[11] اگر جناب امیر علیہ السّلام نہ ہوتے تو ناکثین و قاسطین و مارقین کیونکر پہچانے جاتے۔

دوازدہم[12] جناب سرور کائنات نے صحابہ حاضرین سے فرمایا تھا اِنّی تارکٌ فیکُم الثقلین یعنی میں تمہارے درمیان دو عظیم القدر عالی منزلت چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی۔ ایک کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور دوسرے اہلبیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ جو شخص ان دونوں عظیم القدر چیزوں سے تمسک کریگا یعنی اونکی اطاعت و پیروی و تعظیم و توقیر کریگا وہ نجات و فلاح دارین پاویگا اور میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ ما اِنْ تمسکتم بہما لَنْ تضلّوا اَبَدًا۔ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلم تو جناب امیرؑ کو چھوڑیں اوس قوم میں جو کہ مخاطب فیکم ہے اور سایل جناب فرماتے ہیں کہ بلاد عاد میں کیوں نہ چلے گئے یہ سوال تو سایل ذی فہم جناب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کریں کہ اپنی اہلبیت کو ایسی قوم میں کیوں چھوڑ گئے جسکی نسبت جانتے تھے کہ بکثرت قوم کے لوگ بعد آنحضرتؐ منحرف ہو جائیں گے۔ اور اہل بیت النبوۃ کو آزار پہنچائیں گے۔ اون کے ساتھ تمسک کرنے کے بجائے خود حاکم بنجائیں گے اپنی بیعت اون سے طلب کرینگے۔ جناب امیرؑ پر ظلم و زیادتیاں کرینگے اون سے جدال و قتال اور اون کو ناسزا کہینگے امام حسن علیہ السلام کی حکومت سے سرتابی کر کے انکو خلع حکومت پر مجبور کرینگے امام حسینؑ سے حاکم ظالم کی بیعت طلب کرینگے۔ خامس آلِ عبا اور اون کے بچوں پر پانی بند کرینگے اور اون کو بھوکا پیاسا قتل کرینگے۔ نبیؐ کے نواسیاں رسن بستہ دربارِ حاکم ظالم میں بھیجے جاوینگے سایل صاحب آنحضرت صلعم سے دریافت فرمائیں کہ وہ اپنے سامنے اپنے اہلبیت کو کسی محفوظ جگہ میں کیوں نہ آباد کر گئے جناب امیرؑ جنکو آنحضرت نے مخاطبین فیکم میں چھوڑا تھا اور مخاطبین کو اپنے اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنیکا حکم دیا تھا کیونکر بلاد عاد میں چلے جاتے کچھ شک نہیں کہ آنحضرتؐ نے واسطے امتحان قوم کے اپنے اہلبیت کو قوم میں چھوڑا تھا اگر جناب امیر علیہ السلام بلاد عاد میں چلے جاتے تو یہ پتہ نہ لگتا کہ ناجی کون شخص ہے اور ناری کون ہے تمسک یا عدم تمسک پر ہدایت و ضلالت

قوم کی موقوف و منحصر تھی اور تمسک کر کے اپنے ایمان کو قائم و برقرار رکھنا یا عدم تمسک کی بدولت اپنے ایمان کو خراب و زایل کرنا قوم کے اختیار میں تھا۔ اگر جناب امیرؑ قوم کو چھوڑ کر بلاد عاد میں چلے جاتے تو دیگر افراد اہلبیت کو بھی اپنے ہمراہ لیجاتے اور جب ایک ثقل بلاد عاد میں چلا جاتا تو دوسرا ثقل کب رہ سکتا تھا کیونکہ جناب مخبر صادق نے انہما لن یفترقا ارشاد فرمایا ہے ارشاد تمسک سے مقصود اصلی یہی تھا۔ کہ اُمّت متفرق ہو کر بادیۂ ضلالت اور گمراہی میں سرگشتہ نہو۔ ایک ہی صراط مستقیم پر چلے اگر شروع سے عنان حکومت و ملک خلافت جناب امیرؑ کے ہاتھ میں رہتا تو سب کے سب شروع سے تمسک و اطاعت کرنے کے خوگر ہو جاتے آئمہ اہلبیت جو یکے بعد دیگرے ملک و حکومت رکھتے تو ایک ہی دین و مذہب ہوتا مگر کُل اُمت نے اس ارشاد پیغمبر کو نہ مانا۔ چنانچہ بہت سے فرقہ اُمت کے ہو گئے۔

سیزدہم[۱۳] جب مکہ میں جناب سید عالمؐ کفار کے خوف سے درۂ کوہ میں پوشیدہ ہوئے تو سوائے جناب امیرؑ کے کوئی شخص صحابہ میں سے آپکی خدمتگذاری نہ کرتا تھا نہ کوئی آنحضرتؐ کے ساتھ اوس درۂ کوہ میں تھا۔ اوسوقت جسقدر مسلمان مکہ میں تھے اون کا یہ حال تھا کہ مسجد الحرام میں خوف کیوجہ سے کوئی اذان بھی نہ دیتا تھا۔ کفار کا غلبہ تھا اور مسلمان تھوڑے تھے لیکن باایں‌ہمہ مسلمانوں کو مکہ چھوڑ کر چلے جانے سے کوئی کافر مانع نہ تھا اگر مسلمان چاہتے تو کہیں کو چلے جاتے اور بلا خوف و خطر باواز بلند اذان کہتے علانیہ عبادت کرتے کیونکہ زمین خدا وسیع تھی اور کوئی کافر جانے کی مانع نہ تھا۔ مگر باوجود کثرت و غلبہ کفار کوئی بھی باہر نہ گیا۔ اب سایل صاحب اور مولوی مرید صاحب دونوں مشورہ کر کے اس بات کا جواب دیں کہ جو مسلمان باوجود کثرت و غلبہ کفار بسول مکہ میں مقیم رہے اور دین کی بجا آوری پورے طور پر نہ کر سکے اون سے بھی فرشتے یہ سوال کرینگے یا نہ کرینگے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا اگر یہ جواب ہے کہ آنحضرتؐ نے اوس زمانے میں اون کو دہیں رہنے کا حکم دیا تھا اس لئے یہ آیہ اُن سے مُتعلّق نہیں۔ تو یہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھو کہ جبتک آنحضرتؐ کا حکم تھا جناب امیرؑ اوس زمانہ تک مدینہ میں رہے جبکہ کثرت و غلبہ کفار تا وقت معین

مانع قیام مکہ نہ ہوئے تو کثرت مرتدین مانع قیام مدینہ کیونکر ہوگی۔

چہاردہم۔[۱۴] ہجرت اس لئے آنحضرت صلعم نے نہیں فرمائی کہ مکہ میں کفار بکثرت تھے کیونکہ کفار ہی کو ہدایت کرنا مقصود تھا نہ اس وجہ سے ہجرت فرمائی کہ وہ ہدایت کو قبول نہ کرتے تھے اور بہ سختی و درشتی و گستاخی پیش آتے تھے بلکہ اسوجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمائی کہ کئی سو آدمیوں نے آنحضرت ص کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا اور وہ لشکر اکا تاریکی شب میں محاصرہ کر لیا تھا کہ گھر میں گھسکر قتل کر ڈالیں جناب امیرع کو گھر میں گھسکر تاریکی شب میں قتل کرنے کا بیڑا کب دو چار سو آدمیوں نے اٹھایا تھا۔ جو مدینہ سے باہر نکل جانے کی ضرورت ہوتی۔

پانزدہم[۱۵] ہجرت کی شب آنحضرت صلعم نے جناب امیرع کو اپنے فرش خواب پر اپنی جگہ چھوڑا اور چند کام بھی متعلق فرمائے۔ جناب امیرع کو کفار نے ایذائیں بھی پہنچائیں ظلم بھی کئے مگر جناب امیر علیہ السلام نے بغیر کار متعلقہ انجام دیئے مکہ نہ چھوڑا پس جبکہ آنحضرت ص جناب امیرع کو اپنی امت میں اپنا خلیفہ چھوڑ گئے تھے تو بغیر کارہائے متعلقہ انجام دیئے کیونکر خلیفہ رسول ص مدینہ چھوڑتا۔

شانزدہم۔[۱۶] یہ کہ جناب احمد مختار صلعم کئی برس مکہ میں رہے منجملہ اون کے دو تین برس ودہ کوہ میں بھی پوشیدہ رہے کفار کی سختیاں بھی سہیں مصیبتیں بھی اٹھائیں ظلم بھی گوارا کئے لیکن نہ ابر و باد کو حکم دیا نہ براق طلب کیا کہ اوس اذیت سے بچنے کے لئے کسی دور دراز کے ملک کو چلے جاتے۔ راہ خدا میں سب ظلم و زیادتیاں جھیلیں اگر خدا سے دعا کرتے تو ابر و براق و تخت سلیمان اوسیوقت آجاتے۔ لیکن وقت معینہ تک کہیں مکہ سے باہر تشریف نہ لیگئے تو جناب امیرع وقت معینہ تک کیوں مدینہ میں نہ رہتے۔ کیونکر مصائب نہ سہتے۔

خلاصہ قول سایل۔ ہمیشہ کفار و اشرار کے رفیق و غمگسار ہم پیالہ و ہم نوالہ رہے۔

جواب۔ آنحضرت صلعم کی رفاقت میں بھی تو بہت سے منافق و اشرار وقتاً فوقتاً رہا کرتے تھے اور نمازوں میں بھی شریک ہوتے تھے جب آنحضرت صلعم نے منافقین کی رفاقت وغیرہ کو بوجہ خلق عظیم یا بوجہ مجبوری وغیرہ کے گوارا فرمالیا تو جناب امیرع نے بھی گوارا کیا کیونکہ بنص قرآنی نفس رسول ص ہیں۔

اس قول کا مفصل جواب مولوی مرید صاحب کو دیدیا گیا ہے۔

خلاصہ قول سایل۔ اللہ تعالیٰ نے جاہد الکفار والمنافقین فرمایا ہے اور خلیفہ برحق نے بجائے جہاد کے ربقہ اطاعت گردن میں ڈالا۔

جواب۔ جناب امیر علیہ السلام نے کفار سے بھی قتال فرمایا اور منافقین سے بھی جہاد فرمایا آنحضرتؐ کی حیات میں اکثر غزوات میں کفار سے جہاد کیا۔ اور صدہا کفار اپنے دست حق پرست سے قتل کئے اور بعد وفات آنحضرت صلعم جب مددگار نہ پائے تو قتال سے اعراض فرمایا۔ کیونکہ وجوب شئی موقوف ہے تحقق مقدمات پر جب تحقق مقدمات من قبیل وجود اعوان و انصار مفقود تھا تو وجوب جدال و قتال بھی ساقط ہوگیا اور جب بسبب حصول خلافت ظاہریہ کے اعوان و انصار موجود ہوگئے جدال و قتال واجب تھا اُس وقت قتال فرمایا۔ اور بحالت خلافت ظاہریہ بھی جبکہ جنگ صفین میں اہل شام نے مغلوب ہوتے وقت بکید و تزویر قرآن مجید نیزوں پر لٹکائے تو اکثر معاونین نے محاربہ سے انکار اور مزاحمت جدال و قتال میں اصرار کیا ہرچند حضرت نے فرمایا کہ میں کلام ناطق ہوں اور یہ کلام صامت ہے اور یہ لوگ مکر و زور کرتے ہیں مگر اُنہوں نے منظور نہ کیا اور کہا کہ اگر آپ نہ مانیں گے تو آپکو قتل کرینگے ناچار حضرت نے جدال و قتال سے اسوقت اعراض فرمایا کیونکہ وجوب جہاد ساقط ہوگیا اور یہ کلیہ اصول شرعیہ ہے کہ وجوب شئے موقوف ہے وجود مقدمات پر واذ لیس فلیس آنحضرت صلعم نے خود بھی کبھی منافقین سے جہاد نہیں فرمایا حالانکہ اصل حکم آنحضرتؐ سے متعلق تھا چنانچہ وہ پوری آیہ جس کا درمیانی ٹکڑا سایل نے لکھا ہے یہ ہے یاایہا النبی جاہد الکفار والمنفقین واغلظ اور منافقین سے جہاد نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ شرائط جہاد نہ پائے گئے یا تو اس وجہ سے آنحضرتؐ نے منافقین سے قتال نہ فرمایا کہ منافقین ظاہر طور پر قدر تھے اور اُنہوں نے مخالفت کا جھنڈا اُٹھا کر جنگ کی آمادگی ظاہر نہیں کی تھی یا بوجہ قلت مخلصین و کثرت منافقین وجوب ساقط تھا اگر شرائط جہاد پائے جاتے تو ضرور آنحضرتؐ منافقین سے بھی قتال فرماتے اور اطاعت کا حال اس قول سے ظاہر ہے ما رواہ باسنادہ عن عبداللہ بن جنادہ قال فی خطبۃ لما قضی اللہ نبیہ فقلنا نحن اہلہ وورثتہ واولیائہ دون الناس لا ینازعنا

سلطانہ احد ولا یطمع فی حقنا طامع اذ انتشی قومنا فغصبونا سلطان نبینا فصارت الامرہ لغیرنا وصرنا سوقۃ یطمع فینا الضعیف ویتعزز علینا الذلیل فبکت الاعین منا لذلک وخشنت الصدور وجزعت النفوس الخ یعنی حضرت نے فرمایا کہ بعد رحلت جناب رسالتمآب کے ہم نے کہا کہ ہم اہلبیت نبوت وارثان رسالت صاحبان ولایت ہیں اغیار واجانب نہیں ہیں کوئی شخص ہمارے مقابل دعوئے سلطنت نبوی اور طمع ہمارے حق میں نہیں کرسکتا یعنی ہمارے حق کا خواہاں نہیں ہوسکتا لیکن قوم نے دفعتہً اُٹھکر سلطنت نبویہ کو ہم سے غصب و انتزاع کیا والیان ریاست اجانب واغیار ہوگئے اور ہم مثل رعایای بازاری کے تابعدار و فرمانبردار ہوگئے تاانیکہ ہمارے امور میں ادنیٰ ادنیٰ لوگ دست انداز ہوگئے۔ اور جو لوگ ذلیل وخوار تھے وہ بھی ہم سے سرکشی کرنے لگے پس اس حال زار پر ہماری چشمہائے اشکبار زار زار رونے لگیں اور سینہائے مصیبت جوشش غم سے بھر آیا اور غصہ وغم سے دل اُلجھنے لگا۔ الخ پس جس اطاعت وانقیاد کا سایل نے طعنہ دیا اوسکی نسبت امام علیہ السلام نے خود ارشاد فرمادیا کہ بوجہ غصب ہوجانے سلطنت نبویہ کے ہم مثل رعایائے بازاری کے تابعدار و فرمانبردار ہوگئے۔

خلاصہ قول مخاطب۔ اہل کفر ونفاق کی جھوٹی تعریفیں اور خوشامدیں علی الاعلان کیں۔

جواب۔ بعض باتوں پر کفار کی تعریف بھی کیجاتی ہے رسول اللہؐ نے بھی عدل نوشیروان کی تعریف کی ہے خدا نے بھی بعض امور میں کفار کی تعریف کی ہے تو کیا یہ سبب تعریفین آپ کے نزدیک جھوٹی ہیں لیکن وہ تعریفین مثبت ایمان نہیں ہیں۔ اور جھوٹی خوشامد کے تو یہ معنی ہیں کہ کسی کی جھوٹی ہاں میں ہاں ملانا یعنی اگر دن کو رات کہا تو کہدیا کہ ہاں رات ہے ایسا جناب امیر علیہ السلام نے کبھی نہیں کیا۔

خلاصہ قول مخاطب۔ اونکو داماد بنائیں۔

جواب۔ محض دروغ بات ہے۔

خلاصہ قول مخاطب۔ خلاف ما انزل اللہ غلط مسایل بتاکر لوگوں کو گمراہ کریں۔

جواب جناب امیرؑ نے کس کو غلط مسایل تبلا کر گمراہ کیا بار ثبوت سایل پر ہے

خلاصہ قول سایل۔ اہل ظلم سے دوستیاں کیں اونکے اموال غنائم کھائے اونکی چھوکریوں سے صحبت کی ؟

جواب۔ جناب امیرؑ نے کسی ظالم کو دوست نہیں رکھا۔ اگر دوستی ہوتی تو خائن و غادر و آثم و کاذب کیوں سمجھتے ہیں اب رہا اموال غنائم اور چھوکریاں وغیرہ اوسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ اصل وارث جناب امیرؑ تھے اور لوگوں کا قبضہ اور تصرف ناجایز و حرام تھا۔ امام برحق کو اپنا مال لے لینا جایز و صحیح تھا اگرچہ وہ ظالم کے ہاتھ سے ملے یہ اعتراض بھی آپکا بر بنائی مذہب شیعہ نہیں ہے کون شیعہ اس کا قایل ہے کہ امام علیہ السلام کو اموال غنائم وغیرہ لینا ناجایز تھا۔ یہ تو آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں۔

خلاصہ قول سایل۔ خلافت موعودہ من اللہ کے توڑنے کے منصوبے باندھیں۔

جواب۔ کوئی شیعہ آپ کے خلفاء کی خلافت کو موعودہ من اللہ نہیں جانتا۔ یہ اعتراض بھی لغو ہے

خلاصہ قول سایل۔ جبکہ ادنیٰ معاملہ میزاب عباس میں تلوار کھینچ لی۔ تو خلافت کے معاملہ میں صبر و سکوت کیوں کیا۔

جواب۔ معاملہ میزاب میں کسی فتنہ و فساد و بربادی دین کا خوف نہ تھا۔ معاملۂ خلافت میں اگر تلوار کھینچی جاتی تو دین زائل ہو جاتا اسی وجہ سے جناب سید عالم نے بھی وصیّت فرمائی تھی کہ اے علی میرے بعد جو مکر وہات تم کو پیش آئیں تو صبر کرنا۔ جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔ (دیکھو مدارج النبوّت جلد دوم مطبع ناصری)

خلاصہ قول سایل۔ حیف ہے کہ شیعہ جناب امیرؑ کو افضل اُمّت اور نفسِ رسولؐ اور اون کے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔

جواب۔ خدا تعالےٰ نے آیہ مباہلہ میں بکلمہ انفسنا اونکو نفسِ رسول فرمایا ہے اور رسولؐ اللہ نے بحکم خدا بروز غدیر خم مولی المومنین کیا۔ اونکی ضربت کو یوم خندق تمام اُمت کے اعمال سے افضل فرمایا

اوران کے حق میں فرمایا علی خیر البشر من ابی فقد کفر۔ الملحق خدا اور رسولؐ کے قول کی تصدیق کرتے ہیں اسوجہ سے اونکو نفس رسولؐ و افضل اُمّت کہتے ہیں اور اونکے منکر کو کافر کہتے ہیں آپ کو اس بات کا افسوس و قلق ہے کہ خدا نے اونکو نفس رسول کیوں کہا رسول اللہ صلعم نے اونکو کیوں سردار و مولیٰ کیا اون کے منکر کو کیوں کافر کہا۔

خلاصہ قول سایل۔ جب کفار و منافقین نے جناب سیدہ معصومہ پر ظلم و زیادتیاں کیں توہین و تذلیل کی گالیاں دیں۔ شکم مبارک پر صدمہ پہنچایا تو ایسے وقت میں جناب امیر علیہ السلام نے کیا اون کی دستگیری کی۔

جواب۔ جناب امیر علیہ السلام خود مجبور تھے اُنہیں کو گرفتار کرنے اور جبراً بیعت لینے کیغرض سے تو دروازہ پر آئے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے دروازہ جناب امیرؑ پر آکر آواز دی جب اُنہوں نے انکار کیا تب حضرت عمر نے بحلف فرمایا کہ اگر نہ نکلوگے تو گھر جلا دونگا کسی نے کہا اے عمر اس میں فاطمہ ہیں کہا ہوا کریں۔ الی ان قال پھر حضرت عمر ابوبکر کے پاس آے اور کہا کیوں اس پیچھے رہ جانیوالے کو نہیں پکڑتے۔ حضرت ابوبکر نے قنفذ کو بلانے بھیجا قنفذ نے کہا چلیے۔ خلیفہ رسول آپکو بلاتے ہیں جناب امیرؑ نے فرمایا کس قدر جلد جھوٹ باندھا۔ تم لوگوں نے رسول اللہ پر۔ جب قنفذ نے یہ پیغام سنایا تو ابوبکر رونے لگے۔ تب عمر اُٹھے اور کچھ لوگ لیکر پھر دروازہ جناب سیدہؑ پر آئے اور دق الباب کیا جناب سیدہ روئیں مگر حضرت عمر نے کچھ نہ مانا جناب امیرؑ کو زبردستی باہر نکالا اور ابوبکر کے پاس لیگئے۔ اور کہا لوگوں نے بیعت کرو فرمایا نہ کروں تو کیا کروگے کہا قتل کرینگے الخ۔ ایسی مجبوری کیحالت میں جناب امیرؑ کیا دستگیری فرماتے بعض صحابہ نے حضرت عائشہ کو بھی حیات جناب رسالتمآبؐ میں تہمت لگائی تھی۔ خود آنحضرتؐ کی ان الرجل لیہجر کہکر توہین کی۔ مگر جناب رسالتمآب صلعم نے کسی کو کچھ سزا نہ دی۔

خلاصہ قول سایل۔ باغ فدک کو غصب کیا اور جناب سیدہ نے فرمایا مثل جنین پردہ نشین جم شدہ و مثل خائنین در خانہ گریختہ گرگان میدر ندومی برند و نوازجای خود حرکت نمی کنی۔ باجود اس کے

بھی جناب امیرؑ کو جوش نہ آیا اگر تھوڑا سا بھی اسلام ہوتا تو باوجود قدرت اس قدر ظلم و ستم نہ دیکھتے۔

جواب۔ فدک کو غصب کر کے ملک خلافت کے شامل کر لیا تھا۔ اگر فدک کے لئے تلوار کھینچی جاتی تو جنگ خلافت چھڑ جاتی۔ مخلصین سب قتل ہوجاتے اور لوگ ظاہرداری ترک کر کے علانیہ پلٹ جاتے چنانچہ شارح ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے ان فاطمۃ حرضتہ یوماً علی النھوض والوثوب فسمع صوت المؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال ایسرک زوال ھذا النداء من الارض قالت لا قال فانہ ما اقول لک یعنی ایک دن جناب فاطمہؑ نے حضرت امیرؑ سے واسطے محاربہ و مقاتلہ کے تحریک و تحریص فرمائی کہ اس عرصہ میں آواز اذان آئی اور موذن نے کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ پس حضرت امام نے فرمایا کیا تم کو گوارا ہے کہ یہ آواز روئے زمین سے معدوم ہوجائے جناب فاطمہ نے فرمایا کہ نہیں حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا کرونگا تو یہی ہوگا۔ نامہ معویہ سے جسکو ابن ابی الحدید معتزلی نے نقل کیا ہے صاف ظاہر و آشکار ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ۔ بذریعہ جناب سیدہ و حسنینؑ لوگوں سے طلبگار نصرت ہوئے لیکن سوائے چار پانچ شخصوں کے کسی نے قبول نہ کیا چنانچہ ایک ٹکڑا خط معاویہ کا یہ ہے قعیدہ بیتک لیلا علی حمار ویداک فی یدی ابنیک الحسن والحسین یوم بویع ابوبکر فلم تدع احدا من اھل البدر والسوابق الا دعوتھم الی نفسک ومشیت الیھم بامرأتک وادلیت الیھم بابنیک و استنصرت علی صاحب رسول اللہ فلم یجبک منھم الا اربعۃ او خمسۃ ولعمری لو کنت محقا لاجابوک الخ یعنی جس روز ابوبکر سے بیعت ہوئی اسی شب کو تم اپنی زوجہ کو قاطر پر سوار کر کے اور حسنین کا ہاتھ پکڑ کر لیگئے اور مہاجر و انصار سے استمداد و استعانت چاہی اور اپنے فرزندوں کے ذریعہ سے ترغیب و تحریص کر کے نصرت چاہی کہ ابوبکر پر خروج کریں لیکن سوائے چار پانچ شخصوں کے کسی نے قبول نہ کیا اپنی قسم اگر تم ذی حق ہوتے تو سب قبول کرتے۔" جناب امیرؑ نے جو جواب کہ جناب سیدہ کو گرگان می درند و تو از جائے خود حرکت نمی کنی کا دیا وہ یہ ہے پس حضرت امیر المومنین فرمود ویل و عذاب بر تو نیست بر دشمنان تست صبر کن و آتش حزن فرو نشان اے دختر برگزیدہ

عالمیان وای باقی ماندهٔ ذریّت پیغمبر من سُستی درامر دین خود نکردم و آنچه از جانب خدا مامور بودم بعمل
آوردم و آنچه مقدورم بود از طلب حق خود دران تقصیر نکردم جس پر جناب سیدؑ نے فرمایا حسبی اللہ
اگر بعد وفات آنحضرت صلعم کے جناب امیر علیہ السلام جہاد بالسیف اپنے مطالبہ حق کیواسطے فرماتے
توسایل اورسایل کے ہم مشربوں کے عقاید کے روسے محاربین جناب امیرؑ کیا سمجھے جاتے؟
اگر بعد محاربہ ومقاتلہ محاربین جناب امیرؑ پکے مسلمان اور سچے مومن سمجھے جاتے۔ تو عقاید میں کیا فرق
آتا جیسا کہ اب عقیدہ سایل کا ہی ویسا ہی اور اگر یہ کہو کہ محاربین جناب امیرؑ خارج از ایمان
سمجھے جاتے تو ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں سے کہ جناب امیرؑ نے بعد حصول خلافت ظاہریہ مقاتلہ فرمایا
اون کو آپ کب خارج از ایمان جانتے ہیں اور کب آپ اس بات کے قایل ہیں کہ جناب امیرؑ
نے مطابق حکم آیہ جاہد الکفار والمنافقین کے بعد حصول خلافت ظاہریہ کے مقاتلہ فرمایا۔ شیعہ
البتہ قایل ہیں کہ جناب امیرؑ کا جہاد جمل وصفین ونہروان میں اوسی حکم جہاد کا متمم ہے اور کہتے
ہیں کہ جو جُز جہاد کا باقی رہ گیا تھا اوس کو جناب امیر نے پورا کیا۔ اور یہ جو سایل نے لکھا ہے کہ باوجود
قدرت اسقدر ظلم وستم نہ دیکھ سکتے اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا سے زیادہ
تو جناب امیرؑ میں قدرت نہ تھی لیکن بعد بعثت مکہ میں بہ سبب غلبہ کفار کے خائف رہی اور
کسی شخص میں مسلمانوں میں سے اسقدر قدرت نہ تھی کہ اسلام کو ظاہر کرنا چنانچہ فضل ابن
روزبہان نے اپنی کتاب باطل میں کہا ہے لما بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستولی
الکفار علی المسلمین وضعف امر الاسلام واختفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت
الارقم مخافۃ سطوۃ الکفار ولم یقدر احد ان یظہر الاسلام اس عبارت سے اختفاء استتار
سرور مختار کا خوف کفار سے اور عدم اشاعت واظہار اسلام اور مغلوب ہونا آنحضرت کا اور
استیلا وغلبہ کفار ظاہر وباہر ہے پس جبکہ آنحضرت صلے یہ ظلم وستم دیکھے جو کہ جناب امیرؑ سے
کہیں زیادہ قدرت رکھتے تھے تو جناب امیرؑ کیونکر ظلم وستم نہ دیکھتے ایسی حالت میں جبکہ انصار
کی قلت تھی ؎

خلاصہ قول سایل۔ برئے روایات شیعہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور ہجرت کرنا اور اعانت رسولؐ کرنا صرف دکھانے کیلئے تھا اور اون کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان نہ تھا۔

جواب۔ بعد بعیت اسلام جو شخص ایمان کو دکھلائے وہی مومن کامل ہے اور جو شخص نفاق کو دکھلائے وہ ایمان سے خارج ہے بروز احد جو بھاگ گئے انہوں نے کفر کو دکھلایا اور جو ثابت قدم رہے انہوں نے ایمان کو دکھلایا۔ پیغمبر فرمود چون است کہ تو با برادران خود ملحق نہ گشتی علیؑ گفت لا اکفر بعد الایمان۔ جناب امیرؑ کا ایمان دکھلانا ایسا تھا جیسا کہ آنحضرتؐ نے معجزے دکھلائے اگر جناب امیر نہ ہوتے تو ایمان دکھلائی ہی نہ دیتا جب آنحضرتؐ نے حضرت علی کو عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے بھیجا تو یہ فرماکر برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ سب کو علانیہ ایمان مجسم کو دکھلا دیا اور ضربۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیمۃ فرماکر اون کی اعانت کی فضیلت کو بھی ظاہر فرما دیا۔

خلاصہ سوال سایل۔ جمیع علماء شیعہ سے یہ سوال ہے کہ جناب امیرؑ کا مومن ہونا کسی ایسی دلیل قطعی سے ثابت کریں جو شرائط التماس کے موافق ہو۔ حوصلہ و ہمت ہو تو ان سب دلیلوں کو چھوڑ کر کوئی ایسی دلیل ڈھونڈ کر لائیں کہ اسمیں کسی احتمال کی گنجائش نہو الخ

جواب۔ ایمان مجسم تو علانیہ آنحضرتؐ نے سب کو دکھلا دیا پھر بھی سایل کو نظر نہیں آتا ع
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ اپنی آنکھ میں روشنی پیدا ہونے کی دعا مانگو امر بدیہی محتاج دلیل ہی نہیں

از بیّنہ اسم علی ایمان جو   وز بیّنہ اسم محمدؐ اسلام

زبر: ع ل ی | بیّنہ: ی ن ا م | والسّلام علے من اتبع الھدیٰ بلا تکلف ایمان پیدا ہو۔ | زبر: م ح م د | بیّنہ: ی م ا ی م ا ل — ۱۳۲ عدد ہوئے یہی اسلام کے عدد ہیں

قولہ۔ اہل عقل کے غور کا مقام ہے کہ اسوقت بجائے ۶ ماہ کے چار سال کا عرصہ گذر گیا جواب کے انتظار میں آنکھیں پتھرا گئیں حالانکہ یہ سوال اصل اصول تشیع سے کیا گیا تھا بلکہ اصل اعتقادیات اسلام

سے تھا اس کا ثبوت تو بیّن اور بدیہی ہونا چاہئے تھا اگر ہندوستان کے علمار شیعہ کو اس کا جواب دینا کٹھن تھا تو علمار ایران ہی کی خدمتمیں بھیجکر جواب منگایا ہوتا شاید وہی کچھہ دستگیری فرماتے اور تشیع کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچاتے مگر نہیں میں نے غلط کہا بیچارے علمار ایران و علمار مشہد مقدس اور علمار کربلائے معلّےٰ کی کیا مجال ہے کہ اس حیدر اصم کا جواب دے سکیں ولن یصلح العطار ما افسد الدهر اس کے جواب کیلئے تو یہ مناسب بلکہ ضرور تھا کہ موافق طریق معہود کے یہ سوال کسی سوراخ یا درخت یا چاہ میں رکھکر امام آخر الزمان سے اس کی بابت چارہ جوئی فرماتے امام صاحب اگر کچھہ اشک شوئی اور مشکل کشائی فرماتے تو تعجب نہ تھا اور ہمارا حسن ظن شاہد ہے کہ ضرور اس عرصہ دراز چار سال میں عرایض بحضور امام آخر الزمان بھیجکر فریاد و فغاں کی ہوگی مگر ظاہر ہے کہ حضرت امام آخر الزمان ائمہ گذشتہ کی تکذیب نہیں فرماوینگے۔

اقول مدّت ہوئی کہ رسالہ تشفی خوارج و اہلسنت اوس سوال کے جواب میں شایع ہو چکا - اور اوس کی اشاعت کو کئی سال گذر چکے اُس کو دیکھکر شاید ایسی حیرت ہوئی کہ نطق تشریف لیگیا یارائے جواب نہیں کسی میں اگر کچھہ دم سانس باقی ہو تو اُس کا جواب تحریر فرمایئے اگر ہندوستان میں علمار اہلسنت سے اوس کا جواب ناممکن ہو تو لازم ہے کہ شام یا مصر یا قسطنطنیہ وغیرہ کے علما کے پاس بھیجا جاوے شاید وہی کچھہ دستگیری فرمائیں اور سُنیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچائیں اگر اون سے بھی جواب ممکن نہ ہو اور ہم کو یقین ہے کہ جواب ممکن نہ ہوگا تو لازم ہے کہ بغداد شریف میں جاکر بڑے پیر صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا جائے شاید وہی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو نکالیں اور مذہب کو تباہی سے بچالیں۔ مگر شاید وہ بھی یہی جواب دینگے کہ اے لوگوں تم تو ابو حنیفہ صاحب کوفی کے مقلد ہو جنکو میں غنیۃ الطالبین میں مرجیہ ثابت کرچکا ہوں میں بھلا شیعوں کے مقابلہ میں جنکی طعن نے مجکو بھی نہیں چھوڑا۔ تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں جاؤ مجکو نہ ستاؤ اور چاہ بابل کیطرف جاؤ وہاں ہاروت و ماروت ہیں۔ شاید کچھہ جادو منتر سوراخ گوش میں پھونک دیں جو کاخ دماغ میں چلا جائے۔

قولہ علامہ باقر مجلسی بحار الانوار کی جلد اول میں روایت فرماتے ہیں عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجتہ الی انقضاء مدتہ فاذا انقضت مدتہ احرقتہ فتنتہ بالنار پس امام صاحب نے بھی بجز اس کے اور کچھ نہ فرمایا ہوگا۔ کہ جن لوگوں کی نسبت امام ابو عبداللہ اور رسول اللہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کو حجت تلقین ہوتی ہے اون کا مقابلہ کون کر سکے اور انکا جواب کون دے سکے ایسے لوگوں کے مقابلہ میں تمکو سکوت کی ذلت ہی اٹھانا بہتر ہے کیونکہ میں حضرات گذشتہ کی تکذیب نہیں کر سکتا اور اسی لئے خبر میں نسخ بھی جاری نہیں ہوتا۔

اقول۔ ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مباحثہ ومناظرہ میں اپنی جانب سے ابتدا نہیں کرتے جب کوئی مخالف ہم پر اعتراض کرتا ہے تو اُس کے اعتراضات کو رد کر دیتے ہیں اور یہی منشاء حدیث ہے کہ کسی مفتون سے جاکر خود نہ الجھو یہ نہیں فرمایا ہے کہ اگر کوئی مفتون اعتراض کرے تو تم اوس کا رد بھی نہ کرو جب آپ کے ہم مشرب مولوی امیر اللہ صاحب نے چار سوال بدستخط خاص ہمارے پاس بھیجے اوس وقت ہم نے اون کا رد کیا جب آپ نے مطرفہ لکھا اوس کے بعد ہم نے اوس کا رد کیا اب میں اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہوں کہ آپکے اہل مذہب کا عمل بھی کچھ ایسا ہی ہے سنہ ۱۹۰۴ء میں آریہ سماج والوں نے بریلی میں ایک بڑے سُنّی مولوی کو اشتہار دیا کہ مولوی صاحب آریہ کے اعتراضوں کا جواب زبانی مناظرہ میں عطا فرمائیں مولوی صاحب کو کچھ خبر نہ ہوئی بلکہ ساکت رہے پھر آریوں نے ایک رجسٹری شدہ خط مولوی صاحب کے پاس روانہ کیا کہ مولوی صاحب جلسہ میں تشریف لاکر مباحثہ کریں مگر مولویصاحب نے دم نہیں مارا۔ غرض اشتہار بھی شایع کئے۔ آویزاں بھی ہوئے رجسٹری شدہ خط بھی گیا مگر مولوی صاحب نے گھر سے باہر قدم تک نہیں نکالا نہ اون کے اشتہارات وغیرہ کا تحریری جوابدیا بلکہ اپنے ہواخواہوں کو بھی حکم دیتے رہے کہ آریوں سے بھڑنا اور مباحثہ کرنا کفر ہے پس حدیث مذکور ایاکم وجدال کل مفتون الخ کے مطابق عملدرآمد آپ کے اہل مذہب کا اس زمانہ میں بھی تو ثابت ہوگیا اور اگر اورنگزیب کا زمانہ ہوتا تو غالباً مولویصاحب جہاد کا حکم دیتے لیکن موجودہ حالت میں بیچارے کیا کرتے لہذا اچپکے ہو کر بیٹھ رہے

اور اپنے معتقدین کو بھی اون کے مقابلہ سے باز رکھا جس کا خلاصہ مطلب مخفی یہ ہوا کہ اس زمانہ میں آریوں سے تم کو سکوت کی فرلت اُٹھانا ہی بہتر ہے کیونکہ جہاد کا حکم دیا نہیں جا سکتا آریہ لوگ اپنی مُنہہ زوری سے باز نہ آوینگے۔ اور تم کچھہ اُنکا کر نہ سکوگے۔

قولہ۔ لہذا یہی وجہ ہوئی کہ اس مختصر سوال کے جواب میں اسقدر عرصہ دراز تک تمام علمار شیعہ جو علوم میں ید طولی رکھتے تھے یک لخت قفل سکوت بردہن رہے۔

اقول۔ اہلحق دندان شکن جواب دیچکے۔ اور ۳۶۴ صفحہ پر رسالہ تشفی خوارج واہلسنت شایع ہوچکا دیگر رسایل بھی شایع ہوئے اور آپ مُہر سکوت بردہن ہیں اور ہم نے بھی بایجاز واختصار الزامات کا جواب دیا ہے اور جناب امیرؑ کے ایمان کا بدیہی ہونا دکھلایا ہے۔

قولہ پس اہلحق کو مبارک ہو کہ حسب اعتراف امام علمار شیعہ کو اہلسنت کے مقابلہ کی استطاعت نہیں ہے

اقول متمسکین اہلبیت اطہارؑ کو مخالفین کے اقوال کے رد کرنے کی پوری استطاعت ہے اِلّا وہ مصالح اوقات پر نظر رکھتے ہیں البتہ اہلسنت کبھی خوارج و نواصب کا لباس اختیار کرتے ہیں اور کبھی منکرین اسلام کا بھیس بدلتے ہیں بغیر خارجی یا ناصبی یا منکر اسلام کا پیرایہ اختیار کئے اونکو استطاعت نہیں کہ شیعیان اہلبیت علیہم السلام کے مقابلہ میں آسکیں چنانچہ یہ امر سایل کے سوال سے ہویدا ہے۔

قولہ لہذا اُن کا یہ دعویٰ کہ مناظرات میں ہم نے اہلسنّت کو مغلوب و عاجز کردیا اور وہ ہمارے جوابدہی سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ امام معصوم کی کُھلم کُھلا تکذیب ہے جس کو وہ اپنے اصول کے مطابق کُفر یا فسق فرماتے ہوں گے۔

اقول اہلحق ائمہ معصومین علیہم السلام کی دل سے تصدیق کرنیوالے ہیں امام معصوم نے یہ نہیں فرمایا کہ مفتونوں سے مناظرہ کرنے میں حق مغلوب ہوجائیگا بلکہ یہ منشار ہے کہ مفتون بوجہ اپنی جہالت اور کورباطنی کے تم سے کج بحثی کریگا لہذا تم اپنی جانب سے ابتدا نہ کرو باز رہو۔ اور یہ امر نوشاہ صاحب کے سوال سے بخوبی ظاہر ہے کہ مناظرات میں شیعوں کے مقابلہ سے

حضرات اہل تسنن عاجز ہیں اگر عاجز نہ ہوتے تو سید کہلا کر خوارج و نواصب کا لباس اختیار کرنے کی ذلت نہ اُٹھاتے اور سایل کا عجز سایل کی اس عبارت سے ظاہر ہے جس کو آپ نے مطرقہ کے صفحہ ۱۸ سطر ۲ میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے "لہذا مولوی صاحب موصوف (مولوی ابوالقاسم صاحب) نے مجبور ہو کر تمام دنیا کے علماء شیعہ کو مخاطب کر کے شائع کیا" کیوں صاحب جو عاجز ہوتا ہے اوسی کو مجبوری پیش آتی ہے پس سایل نے بمقابلہ شیعہ اپنا اور اپنے اہل مذہب کا خود عجز ثابت کر دیا پھر آپ کیا مبارکباد دیتے ہیں کفِ افسوس ملنا چاہیئے کہ اہلسنت اپنے عجز اور مجبوری کے آپ معترف ہوتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ خوارج اہلحق کے مقابلہ سے ایسے خائف ہیں کہ کبھی میدان مناظرہ میں بھول کر بھی قدم نہیں رکھتے نہ کوئی رسالہ مشہور خوارج کیجانب سے شائع ہوتا ہے وہ خوب سمجھے ہوئے ہیں کہ جسطرح وہ لوگ جناب علی مرتضیٰ کے مقابلہ میں مغلوب ہو چکے ہیں اوسی طرح محبان جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مغلوب ہونا پڑیگا۔ اسیوجہ سے اپنے عقاید کو اپنے دلہیں میں بکائے بیٹھے رہتے ہیں اور کوئی خارجی اپنے خارجیت کے لباس میں اہلحق کے مقابلہ میں نہیں آتا بلکہ اپنے آپکو سُنی ظاہر کر کے خوارج کا طرفدار بنکر حمکتا ہے اس زمانہ میں سُنی اور خارجی ایسے مخلوط ہو رہے ہیں کہ کوئی بآسانی تمیز نہیں کر سکتا۔ لہذا ہم تمام ہندوستان کے خوارج صاحبان سے التماس کرتے ہیں کہ اگر اون کو اہلحق سے مقابلہ کی خواہش ہو تو اپنے آپ کو اچھی طرح سے ظاہر کریں اپنے خارجیت کا اعلان فرمائیں اپنے پراگندہ اصولوں کو جمع کر کے شائع کریں۔ جن جن کتب پر اون کا اعتماد ہو اون کا نام لکھیں مُحبّان حیدر کرار اون کے مقابلہ سے عاجز نہیں ہیں اور اہلسنت کا عجز تو ظاہر و باہر ہے کیونکہ وہ اپنے عجز کے آپ معترف ہیں اور مجبور ہو کر نئے نئے بھیس بدلتے ہیں اور طرح طرح کی تدبیریں سوچتے ہیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی نہ قیامت تک کارگر ہو کیونکہ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے الحق یعلوا ولا یعلی علیہ آپ نے ہر چند ابوالحسن اشعری کی پیروی اختیار کر کے پُرانا نام اپنا بدل ڈالا لیکن وہ فساد کا خِ دماغ سے نہیں نکلا۔ وہیں گونجا کرتا ہے۔

قولہ- بالجملہ حضرت امام ابو عبد اللہ نے تو یہ بات فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو ہماری رائے ہیں تو یہ مذہب کے اون عیاروں کا کام ہے جو مذہب کو ہر بہار و خزان میں جدید لباس پہناتے اور نئے پردے میں چھپاتے ہیں۔

اقول- آپ کیا اور آپکی رائے کیا۔ ہم آپ کے یہاں کے عیاروں کا مختصر حال تحریر کر چکے ہیں کہ وہ وضع حدیث میں ید طولی رکھتے تھے چنانچہ صحاح اہلسنت میں ایک لاکھ سے زیادہ وضعی حدیثیں موجود ہیں۔

قولہ- اُنہوں نے جب اپنے مذہب کو اور اوس کے اصول موضوعہ کو جانچا اور میزان عقل میں اونکو تولا۔ تو نہایت کمزور اور بودا پایا اور خیال کیا کہ کسی مخالف کے مقابلہ میں یہ کچے اصول پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکیں گے اور آیندہ بیچارے شیعوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہو گا۔ لہذا فی البدیہہ اور برجستہ عذر حسب عادت مستمرہ امام صاحب کے نام سے تصنیف فرمایا کہ مخالفین کے مناظرہ سے آپکو بچاتے رہنا و بچو ایسا نہ ہو کہ اون سے مقابلہ کر بیٹھو اور مُنہہ کی کھاؤ کیونکہ اونکو گویا بموجب ارشاد بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق۔ حجت تلقین ہوتی ہے جو بجز اس کے کہ خداوند قادر مطلق کیجانب سے ہو اور کسی کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

اقول- آپ کے مذہب کے عیاروں نے جب غور کیا کہ اصحاب ثلثہ کے فضایل میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے کہ جس سے اون کا ایمان ثابت ہو سکے تو آیندہ لوگوں کیواسطے یہ تدبیر نکالی کہ ہزاروں حدیثیں برجستہ تصنیف کر ڈالیں اور بعض احادیث پر رد ّا چڑھایا۔ شہر اور اوس کے دروازے کو دیکھکر اوس کے واسطے چھت بندی کی دیوارین اُٹھائیں مگر میزاب لگانا بھول گئے یہ سب کچھہ کیا مگر سب فضول اور بیکار دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ اور حدیث مذکور اتاکم وجدال ان مفتون کو کس دلیل سے آپ وضعی کہتے ہیں اگر راوی حدیث واضع حدیث ثابت ہو تو احتمال کذب و وضع ہو سکتا ہے حالانکہ یہ آپ نے ثابت نہیں کیا۔ معصوم کا حکم کسی موقعہ و وقت سے متعلق ہوتا ہے کسی موقعہ پر جنگ کرنا مناسب ہوتا ہے اور کسی موقعہ پر جنگ سے باز رہنے میں

مصلحت ہے تکرار و فساد کے موقعہ پر گفتگو کرنا بھی مناسب نہیں ہوتا بلکہ عقلاً طرح دیدیتے ہیں کہ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن۔ اور حجت کا تلقین ہونا منجانب خدا تعالیٰ کیونکر سمجھا جائے کیونکہ یہ امر حدیث میں مذکور نہیں کہ بدمذہبوں کو حجت خدا تعالیٰ کیجانب سے تلقین ہوتی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جو حجت کوئی کافر یا بدمذہب اپنے عقیدۂ کفریہ کے ثبوت میں پیش کریگا وہ حجت حق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اوس کا انجام آتش جہنم ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے آخر ٹکرے سے ظاہر ہے پس ایسی حجت جس کی بدولت آدمی جہنم میں پھینکا جائے خداوند عالم کیجانب سے تلقین نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایسی جہنمی حجت شیطان تلقین کرتا ہے چنانچہ مسئلہ کلالہ میں حضرت ابوبکر نے بھی فرمایا ہے فان یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطاءً فمنی ومن الشیطان اور یہ جو ارشاد ہے بل نقذف بالحق علے الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق۔ اس میں حق کو باطل پر پھینک مارنے کا مذکور ہے اور باطل کے نیست و نابود ہو جانے کا ذکر ہے اس ارشاد کو بدمذہبوں کی حجت سے کیا علاقہ کیونکہ اونکی حجت حق نہیں ہے جسکو پھینک مارنا سمجھا جاوے علاوہ بریں حدیث مذکور ایاکم و جدال کل مفتون الخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بدمذہب اپنی حجت باطلہ سے تم پر غالب آجاویگا لہذا آپکے خیال کا بطلان ثابت ہوگیا۔

قولہ۔ مگر حضرات شیعہ اگر خدا اور رسول کے ارشاد کو نہ مانیں تو کچھہ تعجب نہیں تعجب تو یہ ہے کہ اپنے ائمہ کی بھی نہیں مانتے۔

اقول۔ الحق ارشاد خدا تعالیٰ و رسول اللہ و ائمہ ہدیٰ کو بدل و جان قبول کرتے ہیں آپ البتہ خدا و رسول خدا و ائمہ ہدیٰ کے حکم کو نہیں مانتے نہ آپکے پیشوایان مذہب نے مانا رسول اللہ نے تمسک ثقلین کا ارشاد فرمایا تھا انہوں نے حسبنا کتاب اللہ کہکر تمسک اہلبیت سے دست برداری ظاہر فرمائی۔ جیش اسامہ کے ساتھ جانیکا حکم فرمایا تھا آپ کے پیشواؤں نے مخالفت حکم رسول انام فرمائی ہمراہ جیش اسامہ نہیں گئے بنابر تحریر وصیت قلم و قرطاس طلب فرمایا تھا نہیں دیا مانع تحریر وصیت ہوئے کوئی کہانتک نافرمانیوں کا حال لکھے۔ خداوند عالم نے فرمایا تھا کہ

مسلمانوں نے جہاد میں بمقابلہ کفار و برنہ پھیرنا فلا تولوہم الادبار الخ اس پر شاہد ہے اب فرمائے کہ فرار کرکے مصداق یولون الدبر کے ہوئے یا نہیں اور خداوند عالم کے حکم کی مخالفت کی یا نہ کی اس زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مسئلہ وضو میں آپ نص قطعی کی صریح مخالفت کرتے ہیں کیونکہ وضو میں ترتیب وار صاف صاف دو عضو کے دھونے اور دو پر مسح کرنیکا نام بنام حکم ہے آپ اوس کے خلاف پاؤں دھوتے ہیں۔

قولہ اور ہمیشہ مقابلہ کرکے حسب قول امام مُنہہ کی کھاتے ہیں اور باز نہیں آتے۔

اقول یہ تو ناظرین انصاف پسند فیصلہ کرینگے کہ مُنہہ کی کس نے کھائی اور کون کھا رہا ہے اور مقابلہ میں ہمارے نہ مولوی امیر اللہ صاحب ٹھہرے نہ آپ ٹھہرینگے۔ ع ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گوئی

قولہ خیر اونکو اختیار ہے اونکے ائمہ ہیں چاہے مانیں یا نہ مانیں سچا سمجھیں یا جھوٹا سمجھیں۔

اقول الحمد للہ کہ آپ اُن کو ہمارا ہی امام بتاتے ہیں نہ اپنا۔ پھر نہیں معلوم کس مُنہہ سے آپ اپنے کو راکب سفینہ اہلبیت اطہار اور متمسک بذیل عترت ابرار فرماتے ہیں جب وہ آپ کے امام ہی نہیں ہیں تو کس استحقاق سے آپ اون کے سفینہ نجات میں جگہ پاوینگے اور جب آپ امور شرعیہ میں اونکی متابعت ہی نہیں فرماتے تو کس طرح اونکا دامن پکڑینگے۔ غالباً بروز حشر وہ حضرات آپ سے یہی فرمائیں گے کہ جن لوگوں کی امامت کے تم دار دُنیا میں قایل تھے اُنہیں کے مستول سے جا لگو اور انہیں کا پتوار پکڑو اُنہیں کے دخانی جہاز کے گوشہ میں آڑ پکڑو ہماری امامت سے تم کو اور تمہارے پیشوایان مذہب کو ہمیشہ انکار رہا۔ پھر تمکو سفینۂ نجات سے کیا سروکار۔ جو لوگ ہماری امامت کے معتقد ہیں اور ہم سے تمسک رکھنے والے ہیں وہی ہمارے دامن سے وابستہ ہیں۔ وہی سفینہ نجات میں داخل ہیں۔

قولہ معہذا مسایل خلافیہ اعتقادیہ کے بارہ میں جو کچھ عرض ہو چکا ہے کہ کسی حجت و دلیل سے اون کا ثبوت نہیں ہے ناظرین حق پسند صرف اسی پر اکتفا نہ فرماویں بلکہ دلایل مذہب سے اون کے نقایض کا ثبوت بدیہی موجود ہے اہل حق کو اون عقاید باطلہ کے ابطال کے

لئے کسی اور دلیل کے تلاش کی ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ جن اصول مذہب کو خود اہل مذہب ہی تسلیم نہ کریں اور دلایل مذہب اون کے ابطال پر قائم ہوں اون اصول مذہب کا مذہبی اصول ہونا قیامت تک بھی ثابت نہ ہوگا۔

اقول ہم نے امامت کا اصول عقاید میں ہونا بدلیل قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کردیا ہے آپ بھلا مذہب حقہ کے دلایل سے اصول اہلحق کے نقایض کا کیا ثبوت دیسکیں گے آپکے دعوی بہت چوڑے ہوتے ہیں ثبوت کے وقت آپ بغلیں جھانکتے ہیں چنانچہ آپکے دعوی کا حال عنقریب ظاہر ہوگا متمسکین مذہب حق نے آپ کے مذہب کے ابطال میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے اور ہم نے بھی اس رسالہ میں آپ کے مذہب کا کلیتہً استیصال کردیا ہے اور ایسے دلایل سے استیصال کیا ہے جو اہل مذہب تسنن کو اور نیز آپ کو مسلم ہیں اہلحق کے مذہب کے اصول ایسے مستحکم ہیں کہ اہل خلاف میں سے کسی کو مجال نہیں جو تا قیامت اونکو ضعیف کرسکے۔

قولہ تفصیل اس اجمال کی سُنئے۔ سب سے اول اور بڑی اصل مختلف فیہ اصول اعتقادیات میں مسئلہ امامت ہے جس پر دار و مدار تشیع ہے اور جس کو اصل اصول دین قرار دے رکھا ہے یہانتک کہ خدا تعالی پر بھی واجب فرماتے ہیں

اقول اصل الاصول تو توحید ہے وہی سب سے اول ہے آپ امامت کو کس دلیل سے اول سب سے فرماتے ہیں۔

قولہ اسی کو بغور ملاحظہ فرماویں کہ علاوہ اس کے کہ جب وہ اصل اصول دین ہے تو اوس کے لئے ثبوت دلایل قطعیہ سے ہونا واجب تھا حالانکہ اوس کے لئے کوئی ثبوت قطعی یا ظنی ضعیف یا قوی موجود نہیں ہے۔

اقول سلسلہ اصول عقاید میں امامت بعد نبوت ہے اور اصل الاصول توحید ہے ہم نے امامت کا اصول عقاید میں ہونا ثابت کردیا ہے اور اوس پر ایمان لانے کے دلایل قطعیہ تحریر کئے ہیں مبحث امامت اس کے ثبوت سے مالا مال ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ اوس کیلئے

کوئی ثبوت قطعی یا ظنی ضعیف یا قوی موجود نہیں ہے غلط و باطل ہوا۔

قولہ بلکہ اوس کے اصل اصول دین نہ ہونے کے دلایل قطعیہ موجود ہیں جو اہل مذہب تشیع میں بالاجماع و اتفاق مسلم ہو چکے ہیں۔

اقول آپنے مطرقہ کے صفحہ ۴ پر دلایل مذہب شیعہ کی اسطرح تصریح کی ہے کہ دلیل یا عقل ہے یا کتاب اللہ یا قول متواتر رسول اللہ ہے یا قول متواتر امام ہے یا اجماع ہے پس آپ پر واجب و لازم ہے کہ انہیں پانچ دلایل مُسلّمہ اہلحق سے امامت کا اصلی اعتقادی نہ ہونا ثابت فرما دیجیے مگر یہ آپ سے تا قیامت ممکن نہ ہوگا۔

قولہ دلیل اول یہ امر تمام عالم میں مسلم ہے کہ تمام اصول اعتقادیات اجزاء مذہب ہوتے ہیں ایک ہر اصل اعتقادی کا اعتقاد متبع مذہب پر لازم اور واجب ہوتا ہے اور اوس کا انکار مذہب سے خروج سمجھا جاتا ہے کیونکہ انتفاء جزء انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے۔

اقول یہی وجہ ہے کہ منکر امامتِ ائمہ اثنا عشرؑ مذہب حقہ اثنا عشریہ سے خارج ہیں۔

قولہ علی الخصوص اسلام میں تو فریقین کے نزدیک یہ امر اجماعیات سے ہے کہ ضروریات دین سے ایک امر کا بھی انکار کفر ہے اس میں کسی کو خلاف نہیں تو بموجب اس کے انکار امامت کفر ہونا چاہئے

اقول حضراتِ اہلسنت منکر خلافت شیخین کو کس بنا پر کافر کہتے ہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کیونکہ منکر امامت کا کفر دو ہی طرح پر ثابت ہو سکتا ہے یا تو امامت اصلی اعتقادی سمجھی جاوے یا ضروریاتِ دین سے سمجھی جاوے۔ اور جب اہلسنت کے نزدیک امامت اصلی اعتقادی نہیں ہے۔ نہ ضروریات دین سے ہے تو منکر امامت شیخین کو کافر کہنا لغو و باطل ہوا۔

قولہ حالانکہ باجماع فرقہ انکار امامت کفر نہیں ہے۔

اقول پہلے دلیل عقلی سے ثابت کرنے کہ انکار امامت کفر نہیں ہے پھر کتاب اللہ سے ثابت کرتے پھر قول متواتر رسول اللہ و قول متواتر امام سے اس دعوے کو ثابت فرماتے آپ نے اول کی چار دلیلیں چھوڑ کر اجماع کو پکڑا اس کی نسبت گذارش یہ ہے کہ باجماع و اتفاق فرقہ ناجیہ

نفسِ امامت کا منکر کافر ہے اور بعد اتمام حجت امام حق کی امامت کا منکر بھی کافر ہی اور قبل اتمام حجت اگر کوئی شخص شبہ میں پڑا ہی اور حق اُس پر واضح نہیں ہوا ہی اسوجہ سے امام حق کی امامت سے انکار کرتا ہی مگر نفس امامت کا منکر نہیں ہی تو ایسا شخص تا حیات حکم اسلام میں ہی مرنے پر کفار سے ملحق ہوگا۔

قولہ کیونکہ کلام جناب امیرؑ جو نہج البلاغہ میں بتواتر منقول ہے اوس سے یہ مدعا پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

اقول۔ ابھی تو یہ دعوی کیا تھا کہ باجماع فرقہ انکار امامت کفر نہیں ہے اس دعوی کے مطابق دلیل اجماعی پیش کرنا چاہیے تھی مگر اس کے بجائے کلام جناب امیر علیہ السلام پیش کرنے لگے یہ تو بغلیں جھانکنا ہوا کہ ایک بات کو ناتمام چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہوئے اچھا یہی سہی مگر پہلے یہ تو ثابت فرما دیجئے کہ یہ کلام جسکو آپنے نقل کیا ہے متواتر ہے جبتک آپ اُس کو متواتر ثابت نہ فرمالیں۔ دلیل قطعی کیونکر قرار دے سکیں گے اور ثبوت تواتر آپ پر محال ہے کیونکہ آپ مطرقہ کے صفحہ ۱۵ پر یہ تحریر فرما چکے ہیں "رہی خبر یعنی قول متواتر رسولؐ یا قول متواتر ائمہؑ اگر اوس کے ناقل شیعہ ہیں تو تواتر کہاں" پس جب اُن اخبار کو جس کے شیعہ ناقل ہوں غیر متواتر فرما چکے تو پھر اس کلام جناب امیر علیہ السلام کو متواتر کہنا عجب تہافت و تناقض ہے ابھی تو چند سطر اوپر آپ یہ فرما چکے ہیں کہ دلایل مذہب سے اونکے نقایض کا ثبوت بدیہی موجود ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اب خود ہی تناقض میں پڑ گئے کیونکہ پہلے تو یہ فرمایا کہ شیعوں کے یہاں تواتر کہاں پھر یہ فرمایا کہ کلام جناب امیرؑ جو بتواتر منقول ہے ہم آپکے کون سے قول کو سچا جانیں اور کس کو جھوٹا سمجھیں آپ نے تو مطرقہ میں نقایض کا انبار لگایا ہے۔ اسی بنیاد پر آپ اصول مذہب اہلحق کو باطل کرنے بیٹھے ہیں ع این خیال ست و محال است و جنوں۔ جب بقول آپ کے شیعوں کی کوئی خبر متواتر نہیں تو دلیل قطعی سے امامت کا اصول دین میں نہ ہونا کیونکر ثابت کیجیگا اور مدعا آپ کا اوس کلام سے بھی ثابت نہو گا جو کہ قول مابعد میں آتا ہے۔

قولہ چنانچہ فرماتے ہیں مالی و لقریش واللہ لقد قاتلتهم کافرین ولا قاتلنهم

مفتونین وظاہر ہے کہ مفتونین کافرین کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے۔

اقول- اگر بجائے مفتونین کے کلام مذکور میں مرتدین واقع ہوتا تو آپ فرما دیتے کہ مرتدین کافرین کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور جسطرح کہ آپ مفتونین کی طرفداری کرتے ہیں اوسیطرح مرتدین کے حمایتی بنجاتے۔ اقدتاویل فرمانے لگتے کہ مراد از ردت رجوع از دینِ مسلمانی نیست بلکہ خروج از حد استقامت الخ جیساکہ شیخ عبدالحق صاحب نے شرح مشکوٰۃ میں تصریح کی ہے۔

قولہ- تو بغات اور منکرین امامت اور جناب امیرؑ سے قتال کرنیوالے کافر نہ ہوئے۔

اقول اس کلام میں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے کہ جس کا یہہ مطلب ہو کہ اقسام ثلٰثہ مذکور کافر نہیں ہوئے اور ایمان اُن کا سلامت رہا۔ اس کلام سے قتال کرنے کے بعد کا حکم ظاہر نہیں ہوتا بلکہ واجب القتال ہونا مفتونین کا مثل کافرین کے صاف ہویدا ہے اور مطلب اس کلام کا یہ ہوا کہ میں نے کفار سے قتال کیا تھا جبکہ وہ اصلی کافر تھے اور بیشک میں اُن سے قتال کرونگا درحالیکہ وہ مومن باقی نہ رہیں گے اور یہہ عرض ہو چکا ہے کہ بعد اتمام حجت امام حق کی امامت سے انکار کرنیوالا ایمان پر باقی نہیں رہتا۔ یا یوں سمجھو کہ کافر ہو جاتا ہے پس جن لوگوں سے جناب امیر علیہ السلام نے قتال کیا وہ بعد اتمام حجت قبلِ شروع قتال مومن باقی نہ رہے تھے اور یہی ولا قاتلنھم مفتونین کا مطلب ہے

قولہ تو انکار امامت کفر نہ ہوا۔

اقول- جب منکرِ امامت مثل کفار کے واجب القتال ہو گیا اور ایمان پر باقی نہ رہا تو کافر ہی ہوا

قولہ بعض دانشمندانِ شیعہ شراح نہج البلاغہ نے اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ کافر سے وہ اصلی کافر مراد ہے جو بالکل اسلام میں داخل نہ ہوا ہو کیونکہ حدیث حربک حربی کفر محارب کو مستلزم ہے تو مفتونین سے وہ کافر ہوئے جو بعد دخول اسلام بوجہ قتال جناب امیر مرتد و کافر ہوئے۔

اقول آپکو اپنے دعوے کے مطابق ایسا قول پیش کرنا چاہیے تھا کہ جس پر کل کا اتفاق و اجماع ہو تا پھر بعض کا قول آپ کیوں پیش کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اون بعض کا قول بھی آپنے نقل نہیں کیا جس سے یہ سمجھا جاتا کہ مفتونین سے مراد کون سے کافر ہوئے باتفاق و اجماع اہلحق تحقق کفر کا بعد اتمام حجت ہو جاتا ہے امام سے مقاتلہ کرنے کی نوبت

آوے یا نہ آوے جب امام حق نے اونکو مثل کفار واجب القتال جانا تو وہ کافر ہوئے لہذا وجہ قتال اتمام حجت ہے

قولہ کیونکہ حاصل اس توجیہ کا یہ ہو کہ بموجب حدیث حربک حربی مقاتلین جناب امیرؑ بعد قتال کافر ہوئے

اقول اس توجیہ کا حاصل بھی یہ نہیں ہو جو کہ آپ نے تجویز فرمایا ہے کیونکہ ایک چھوٹی سی عقل کا آدمی بھی وجہ قتال اور بعد قتال میں فرق و امتیاز کر سکتا ہے وجہ قتال سے یہ مراد ہے کہ جسوجہ سے جناب امیرؑ نے اون لوگوں سے قتال کیا وہ وجہ یہی ہے کہ قتال سے پہلے اونپر حجت اللہ نے حجت کو تمام کر دیا۔ کیونکہ بعد اتمام حجت کوئی عذر پیش خدا باقی نہیں رہتا اسلئے اتمام حجت وجہ قتال ہوئی اور بعد قتال کافر ہونے سے ظاہرا یہ مراد ہے کہ دوران قتال میں کافر نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس کا کوئی قایل نہیں ہے نہ یہ حدیث حربک حربی کا مطلب ہے ہمکو کفر مقاتلین ثابت کرنے کے لئے حدیث حربک حربی سے استدلال لانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بلکہ بغیر حکم حدیث مذکور اون کا کفر ثابت کر دیا اگر بعض شراح نے بقول آپکے کفر محاربین بنص حدیث مذکور ثابت کیا ہو تو اوس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کیطرح اون کا کفر ثابت نہیں ہو سکتا اور اس حدیث سے نبوت و امامت کا متحد الحکم ہونا ثابت ہے چنانچہ آیندہ معروض ہوگا۔

قولہ اور قتال سے پہلے جبکہ وہ صرف منکر امامت تھے بوجہ انکار امامت کافر نہیں ہوگئے تھے۔

اقول ہم ثابت کر چکے کہ وہ قتال سے پہلے ہی کافر ہوگئے تھے اگر منکرین مومن ہوتے تو اون سے قتال نہ کیا جاتا۔

قولہ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انکار امامت کفر نہیں ہے۔

اقول آپ غلط کہتے ہیں کیونکہ باجماع و اتفاق فرقہ حقہ آپنے یہ ثابت نہیں کیا کہ بعد اتمام حجت انکار امامت کفر نہیں ہے۔

قولہ۔ تو انکار امامت اور صرف لسانی و قلبی مخالفت و منازعت کفر نہیں ہوتی۔

اقول منکر امامت کا کفر بالتصریح اوپر ثابت کر دیا گیا۔ اور لسانی مخالفت فسق ہے اور قلبی مخالفت و منازعت نفاق ہے کیونکہ منافق وہی ہے کہ جو زبان سے محبّ اہلبیتؑ بنے اور دل میں اون سے عداوت رکھے قلبی عداوت کا نام مخالفت و منازعت قلبی ہے اور جو شخص کہ علانیہ اہلبیت طاہرین سے عداوت

ا؎ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں آیہ المودۃ کی تفسیر میں یہ حدیث لکھی ہے الا ومن مات علی بغض آل محمد مات کافراً *

کرے تو کافر ہے اس لئے کہ اوس نے آیہ المودۃ[1] کا انکار کیا جو لوگ کہ انصاف پسند ہیں وہ آپکی حالت پر غور فرما سکتے ہیں۔ آپ راکب سفینۂ اہلبیت اطہار بھی بنتے ہیں اور جناب امیر علیہ السلام کے قلبی مخالفوں اور دشمنوں کو بھی پکا مسلمان اور مومن تجویز فرماتے ہیں اور دعوےٰ آپ کا یہ ہے کہ شیعوں کے اجماع سے ثابت کر رہے ہیں شیعہ بالاتفاق جناب امیرؑ اور اون کی اولاد طاہرین سے بغض و عداوت قلبی رکھنے والونکو منافق جانتے ہیں کیا کیا قطعی دلیلیں آپ بیان کر رہے ہیں آپ تو چند سطر اوپر یہ فرما چکے ہیں کہ امامت کے اصل اصول دین نہ ہونے کے دلایل قطعیہ موجود ہیں جو اہل مذہب تشیع میں باجماع و اتفاق مسلم ہو چکے ہیں لہذا مطابق اس دعوےٰ کے دلایل قطعیہ سے امامت کا اصل دین نہ ہونا ثابت فرما دیجئے۔ جناب امیر علیہ السلام کے قلبی مخالفوں کی طرفداری کرنے سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خود جناب امیر علیہ السلام کے مخالف ہیں دنیا میں کوئی صاحب ایمان ایسا نہ نکلے گا کہ جناب امیر علیہ السلام کے قلبی دشمنوں کو منافق نہ جانتا ہو لا یبغضك الا منافق کما مرّ۔

قولہ۔ باقی رہا محاربین کا کفر اوس کی بابت ہم آیندہ آپ سے دار و گیر کرینگے۔

اقول۔ محاربین کا کفر تو بعض شراح کی توجیہ سے آپ خود مصرح فرما چکے اور باجماع و اتفاق امامیہ آپ آیندہ خود ثابت کرتے ہیں پھر آپ ہم سے دار و گیر ہی کیا کرینگے مگر یہ امر سب پر ظاہر ہو گیا کہ آپ محاربین ائمہ طاہرین کی حمایت میں ہم سے دار و گیر کرنے پر آمادہ ہیں اگر معرکہ جمل و صفین و نہروان و کربلا میں آپ تشریف رکھتے ہوتے تو ضرور اون لوگوں کا ساتھ دیتے جنکے طرفدار بن کر آج ہم سے دار و گیر کرنے پر آمادہ ہیں ناظرین حق پسند میرے اس قول کی تائید کرینگے۔

قولہ دوسرے اسی مضمون کو شریف رضی نے نہج البلاغہ میں جناب امیر علیہ السلام سے دوسری جگہ واضح تر نقل کیا ہے جس سے شراح کی یہ توجیہ پاش پاش ہو جاتی ہے قال یا علی ان القوم سیفتنون بعدی الی ان قال فقلت یا رسول اللہ فبایّ المنازل انزلهم عند ذلك أبمنزلة ردّة ام بمنزلة فتنة فقال بمنزلة فتنة ظاہر ہے کہ فتنہ کو بمقابلہ ردّت کے بیان

فرمایا تو ردّت نہ ہوئی اور رُدّت وہ کفر ہے جو بعد اسلام ہو تو کفر حادث بعد اسلام منتفی ہوا۔ کیونکہ اگر ردت ہوتی تو کفر حادث بھی ہوتا اور کفر اصلی پہلے کلام سے باطل ہو چکا تھا جس کو تسلیم کر لیا تھا تو کفر اصلی بھی نہ ہوا۔ اور جب کوئی کفر نہ ہوا نہ اصلی نہ حادث تو ثابت ہو گیا کہ مفتونین کافر نہ ہوئے پس منکرین ائمہ خواہ وہ مخالفین تھے یا محاربین کافر نہ ہوئے پس ہمارا مدعا کہ انکار امامت ائمہ کفر نہیں ہے مع شئے زائد ثابت ہو گیا اور توجیہ شراح نہج البلاغہ غلط اور باطل ہوئی۔

اقول۔ ہم تو مفتونین کو خارج از ایمان ثابت کر رہے ہیں اور آپ اونکے کفر کے درپے ہیں جو کلام آپ پیش کرتے ہیں اوس سے مفتونین کا کفر ثابت ہوتا ہے آنحضرت صلعم افصح العرب والعجم تھے اور عالم ماکان ومایکون تھے اگر رُدّت فرماتے تو آپکو تاویل کا موقع ہاتھ آتا اس لئے کہ رُدّت کئی معنی میں مستعمل ہوا ہے چنانچہ شیخ عبد الحق صاحب شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ مراد از ردت رجوع از دین مسلمانی نیست بلکہ خروج از حد استقامت الخ مثل شیخ عبد الحق صاحب کے آپ بھی مرتدین کے حمایتی بنجاتے اور فرمانے لگتے کہ در ینجا مراد از رُدّت رجوع از دین مسلمانی نیست جناب سید عالم صلعم نے اس لئے ایسا کلمہ بلیغ فرمایا کہ جسمیں تاویل کو گنجائش نہ رہے چنانچہ بمنزلہ فتنہ فرمایا اور پر ظاہر ہے کہ فتنہ قتال و خونریزی سے بھی شدید تر ہے بدلیل قولہ تعالی والفتنۃ اشدّ من القتل اب جبکہ حدیث حربک حربی اس نصِ قرآنی کے ساتھ منضم ہوئی تو کفر مفتونین بصراحت و وضاحت واضح ہو گیا کیونکہ بروئے حدیث حربک حربی جناب امیرؑ سے قتال کرنیوالے کافر ہوئے تو با نضمام آیہ مذکور جناب امیرؑ سے منحرف ہو کر فتنہ بغاوت قائم کرنیوالے قبل از قتال اشدّ کافر ہوئے جناب سید عالم صلعم نے ایک کلمۂ بلیغ سے مفتونین کو کفر کی منتہا کو پہنچا دیا پس بنص قرآنی اشدیت کفر مفتونین قبل از قتال ثابت ہوئی اور آپکی دلیل غلط و باطل ٹھہری اور مفتونین ہونا قوم کا قتال سے پہلے فقرہ وا قاتلنھم مفتونین سے پہلے ثابت ہو چکا ہے محاربہ تو بالائے طاق رہا مفتونین مذکور کے گلے میں پیش از قتال ہی کفر کا طوق پڑ گیا۔ اور وہ بھی اشد کہ جس سے تا قیامت گلو خلاصی نہیں ہو سکتی۔

قولہ علاوہ ازین اہل تشیع کے محقق نصیر الدین طوسی نے تجرید میں تصریح کی ہے کہ مخالفوہ

فسقہ و محاربوہ کفرہ اور اس کو کافہ اثنا عشریہ نے تلقی بالقبول فرمایا ہے تو گویا یہ قول اجماعیات طایفہ سے ہوا۔

اقول پس آپکا یہ دعویٰ کہ منکرین ائمہؑ خواہ وہ صرف مخالفین تھے یا محاربین تھے کافر نہ ہوئے کہاں ثابت ہوا کیونکہ قول اجماعی محاربوہ کفرہ سے محاربین کا کفر تو بالبداہتہ ثابت ہے اور مخالفت امام انکارِ امامت امام کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ اگر مطلق مخالفت کو انکار لازم ہو تو سود خوار وغیرہ منکر توحید قرار پاویں۔ البتہ اگر مخالفت سے انکار امامت مراد ہو تو فسق سے مراد کفر ہوگا۔

قولہ۔ اور یہ قول ہمارا مثبتِ مدعا ہے۔

اقول اس قول سے آپ کا مدعا برآمد نہیں ہوتا۔ کیونکہ کفر محاربین تو باتفاق و اجماع اہلحق آپ خود ہی ثابت فرما چکے اور مخالفتِ امام سے مراد اگر انکار امامتِ امام ہو تو فاسق سے مراد کافر ہوگی۔ جس طرح کلمۂ مخالفت بوجہ عموم انکار و غیر کو شامل ہے اوسیطرح فسق بوجہ عموم کفر کو بھی شامل ہے خداوند عالم نے کفار کو فاسقین بھی فرمایا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین اور دوسری آیت یہ ہے ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہٖ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فسقون (سورہ توبہ)

قولہ کیونکہ محارب پر صرف بوجہ محاربہ بدلیل حدیث مذکور حربیک حربی خلاف قیاس حکم کفر لگایا گیا ہے

اقول مخالفوہ فسقہ و محاربوہ کفرہ حجت قطعی ہے کیونکہ جو معنی آیات و حدیث کے ظاہر و مصرح ہیں اوسپر یہ اجماع ہے پس بدلیل قطعی کفر محارب ثابت و متحقق ہوا۔

قولہ۔ ورنہ اگر انکار امامت کفر ہو تو یہ تفریق فیما بین مخالفین و محاربین خلاف عقل و نقل بے محل تھی

اقول۔ تفریق مذکور نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔ خلاف عقل تو اس وجہ سے نہیں کہ مخالف محارب و مخالفِ غیر محارب میں عقل تمیز کرتی ہے اور خلاف نقل اسوجہ سے نہیں ہے کہ خداوند عالم نے کفار کو فاسقین بھی فرمایا ہے پس جس جگہ مخالفت امام سے مراد انکار امامت ہو تو

فسق سے مراد کفر ہوگی اور آگے بڑھکر آپ نے خود فرمایا ہے کہ جو مخالفت نبی کے ساتھ کفر ہے وہ امام
کے ساتھ بھی کفر ہوگی۔

قولہ کیونکہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے۔

اقول جب نبوت و امامت متحد الحکم ہیں اور متحد الحکم ہونا آپکو مسلم ہے پھر کیا وجہ کہ آپ امامت کو
فرعی عملی فرماتے ہیں اور اصلی اعتقادی نہیں اعتقاد کرتے۔ متحد الحکم ہونے سے تو صاف ظاہر
ہے کہ امامت مثل نبوت کے اصلی اعتقادی ہے۔

قولہ تو جیسی مخالفت و محاربہ نبی کفر ہے ایسا ہی مخالفت و محاربہ امام بھی کفر ہوگا۔

اقول۔ اسیوجہ سے محارب امام ہو یا منکر امامت امام ہو کسی کی گلو خلاصی نہیں ہوسکتی مگر آپ
منکر امامت کو کافر نہیں اعتقاد کرتے۔ چنانچہ مطرقہ کے صفحہ ۱ پر سطر ۱۶ میں آپنے اسطرح تصریح
کی ہے اور اہلسنت کا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ "نہ امامت اصلی اعتقادی نہ اوس پر اور اوس کے جزئیات
پر ایمان لانا واجب اور نہ انکار کفر" اس سے ظاہر ہوا کہ امامت حضرات شیخین خلافت نبوت نہیں
ہے ورنہ حکم نبوت و امامت متحد ہوتا یعنی جیسا کہ انکار نبوت کفر ہے ویسے ہی انکار امامت کفر ہوتا۔ کیا
خوب دلیل آپنے نکالی ہے کہ جس سے خلافت شیخین تشریف لیگئی۔ اور امامت ائمہ اطہار ثابت
ہوگئی۔ کیونکہ اہلحق متحد الحکم ہونے کیوجہ سے امامت کو اصلی اعتقادی اعتقاد کرتے ہیں اور محارب و منکر
امام دونوں کو مثل محارب و منکر نبی کے جانتے ہیں اور آپ نہ امامت کو اصلی اعتقادی فرماتے ہیں
نہ انکار امامت کو کفر کہتے ہیں لہذا امامت شیخین تا قیامت خلافت نبوت ثابت نہیں ہوسکتی اس
لئے کہ حکم ہر دو متحد نہیں۔ لیجئے آپ کی مسلمہ دلیل سے آپکے مذہب کا استیصال ہوگیا۔

قولہ۔ ہاں جو مخالفت و محاربہ نبی کے ساتھ بھی کفر نہ ہوگا وہ امام کے ساتھ بھی کفر و فسق نہوگا۔
بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی۔

اقول آپ کا فرمانا بجا ہے ہم اس قول کو تسلیم کرتے ہیں اس جگہ آپ نے فسق کو کفر کا مرادف
قرار دیا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ جو مخالفت و محاربہ نبی کے ساتھ بھی کفر نہ ہوگا وہ امام کے ساتھ

بھی کفر وفسق نہ ہوگا۔ اگر کفر وفسق اس جملہ میں مرادف المعنی نہ ہوں تو کلمہ فسق بالکل خلاف عقل و بیمحل ہو کیونکہ اول آپ فرما چکے ہیں اور تسلیم کر چکے ہیں کہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے پس اگر فسق اس مقام پر کفر کا مرادف نہ مانا جائے تو حکم اتحادی پیدا نہیں ہوتا اگر آپ اس مقام پر فسق کو کفر کا مرادف نہ کرتے تو یہ فرماتے کہ جو مخالفت ومحاربہ نبی کے ساتھ کفر نہ ہوگا وہ امام کے ساتھ بھی کفر نہ ہوگا اور آپ نے یہ فرمایا کہ امام کے ساتھ بھی کفر وفسق نہ ہوگا اس سے ظاہر ہوا کہ اس مقام پر کفر وفسق متحد المعنی ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر مخالف سے مراد منکر امامت امام ہو تو فاسق سے مراد کافر ہے اور دو آیتیں بطور شواہد کتاب اللہ پیش کر چکے ہیں اُن دونوں میں خداوند عالم نے کفار کو فاسق فرمایا ہے

قولہ - چنانچہ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ وغیرہ کے قصہ میں مذکور ہے یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی اور فلما ذهب عن ابراهيم الروع وجاءته البشری یجادلنا فی قوم لوط اور قد سمع الله قول التی تجادلك فی زوجها اور فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله۔

اقول پہلی آیت جو حضرت موسیٰؑ وہارونؑ کے قصہ میں آپ نے نقل کی ہے وہ بالکل بیمحل ہے کیونکہ محاربہ جانبین سے ہوتا ہے حالانکہ حضرت ہارونؑ نے نہ حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کی تھی نہ اونکی ڈاڑھی پکڑی تھی پس محاربہ ثابت نہ ہوا اور دوسری آیت میں زبانی بحث کلمہ یجادلنا سے ظاہر ہوتی ہے نہ محاربہ۔ اسیطرح تیسری آیت میں زبانی گفتگو وشکایت کا ذکر ہے اور چوتھی آیت سود خوار کے بارے میں ہے پس اگر سود خوار سود کو حلال جانتا ہے تو کافر ہے اور اگر سود لیتا ہے مگر اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے تو کافر نہیں ہے یہ آخر آیت ہماری مدعا کو مفید ہے کیونکہ آپ اس بات کے کب قایل ہیں کہ محاربین اپنے آپکو گنہگار جانتے تھے وہ تو مقاتلہ کرنا جناب امیر علیہ السلام سے جائز وحلال سمجھتے تھے۔ ایسی صورت میں وہ مثل اوس سود خوار کے ہوئے جو سود کھانا حلال جانتا ہے ۔

قولہ۔اور امام کا محاربہ جو محض بوجہ بغی ہو کفر نہیں۔

اقول۔محض بغاوت سے آپکی کیا مراد ہے محض بغاوت کے تو یہ معنے ہیں کہ باغی اپنے امام زمانہ کی امامت کا اقرار رکھتا ہو اور یہ باغی منکر تھے تو محض بغاوت کہاں رہے اور محاربہ اگر محض بوجہ بغی ہو تو بھی کفر ہے بدلیل اجماعی و محاربوہ کفرہ۔

قولہ۔چنانچہ قرآن شریف میں مصرح موجود ہے وان طایفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفی الی امراللہ یہ آیت صراحتہً ایمان محاربین جناب امیرؑ پر دلالت رکھتی ہے اور مفسرین شیعہ نے شان نزول اس آیت کا محاربہ جناب امیرؑ بیان کیا ہے۔

اقول بڑی کوشش وتلاش سے آپنے ایک آیت قرآن شریف سے نکالی جس سے آپ محاربین جناب امیر علیہ السلام کا ایمان ثابت کرنا چاہتے ہیں قبل اس کے کہ میں اس آیت کے معنی سے بحث کروں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اس آیہ قرآنی میں نہ جناب امیر علیہ السلام کا ذکر ہے نہ اونکے محاربین کی تصریح ہے صرف اُس روایت کی بدولت جو تفسیر میں اس آیت کے شان نزول میں منقول ہوئی آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت صراحتاً ایمان محاربین پر دلالت رکھتی ہے اور آپکے نزدیک یہ دلیل قطعی ہے پس آپ کے اس افادہ سے ثابت ہوا کہ دلیل قطعی جو کتاب اللہ لائی جائے وہ اپنی تصریح و توضیح میں تفسیر و حدیث کی محتاج ہے جبتک کہ اوس کی شان نزول معلوم نہ ہو اوس وقت تک آیات کتاب اللہ کی تصریح و توضیح نہیں ہوتی۔پس اسی قاعدہ کے مطابق جسقدر آیات ثبوت امامت میں ہم نے اس رسالہ میں اور نیز مرۃ الامامت میں پیش کئے ہیں اور اُنکی شان نزول کو تفاسیر معتبرہ سے لکھا ہے وہ سب دلایل قاطعہ و براہین ساطعہ ہیں پس آیہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ سے امامت جناب امیر علیہ السلام کی بدلیل قطعی منصوصہ ثابت ہوئی اور اس آیہ کے شان نزول میں خبر معصوم بھی منقول و ماثور ہے کہ قطعاً و حتماً و جزماً بمقام خم غدیر نازل ہوا اب اس امر کو دیکھنا منظور ہے کہ آیہ وان

پارہ ۶ رکوع ۱۴

طائفتان من المؤمنین اقتتلوا سے آپ کا مدعا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے ایمان محاربین جناب امیرؑ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ لفظ مومن عام ہے عہد رسالت میں اطلاق مومن کا واسطے منافق کے بھی متداول تھا۔ چنانچہ خطاب یاایہا الّذین آمنوا میں منکہم کمل الایمان و منافق و مُذبذبین بین الکفر والایمان شامل تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے

پارہ ۵ رکوع ۱۷ انّ الّذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازداد وکفراً الآیہ بھی فرمایا ہے جس سے روشن ہے کہ ایسے مسلمان بھی تھے جو بار بار کافر ہو جایا کرتے تھے اور ہم بھی منکرین امامت کو قبل اتمام حجت مذبذبین بین الکفر والایمان سمجھتے ہیں اور بعد اتمام حجت درصورت انکار الّذین امنوا ثم کفروا کے حکم میں داخل جانتے ہیں امام بخاری صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں اپنی صحیح کی کتاب الصلح میں لکھا ہی کہ جناب پیغمبر خداؐ اپنے گدھے پر سوار ہو کر عبداللّٰہ بن ابی کے یہاں تشریف لیگئے تھے اور بہت سے مسلمان ہمراہ تھے جب آنحضرت صلعم قریب پہنچے کہ اس منافق نے کہا کہ ہٹ جاؤ تمہارے گدھے کی بو سے ہم کو اذیت ہوتی ہے اس پر ایک شخص نے انصار میں سے کہا واللّٰہ اس گدھے کی بو تیرے بدن کی بو سے زیادہ خوشگوار ہے عبداللہ ابن ابی منافق کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو غصہ آیا اوس نے اوس صحابی انصاری کو گالی دی قصہ طول ہوا یہانتک کہ گھونسا جوتا لاٹھی چلنے لگی اُس پر یہ آیہ نازل ہوئی۔ پس حسب تصریح امام بخاری صاحب بھی ظاہر ہوا کہ خداوند ستار نے منافقین کو بھی اس آیہ میں بلفظ مومنین یاد فرمایا ہے لہذا اس آیت سے آپکا مدعا برآمد نہ ہوا اگر آپ رضامند ہوں تو اپنے موکلوں کو منافق کہنا شروع کریں کیونکہ وہ اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور دل میں اونکے کفر بھرا تھا۔ بہر صورت کفر سے گلوخلاصی ممکن نہیں اب ہم معنے آیہ سے بحث کرتے ہیں پس اس آیہ میں مومنین کے دو گروہ کا ذکر ہے جو باہم مقاتلہ کریں اور تیسرا گروہ اور ہونا چاہیئے کہ ہمیشہ اونکا ہمدگر صلح کرا دے۔ اور ضرور ہے کہ یہ تیسرا گروہ بھی مومن ہو اور جب اون دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ اصلاح کو قبول نہ کرے تو وہی گروہ باغی ہے پس اوس باغی گروہ سے وہ گروہ مقاتلہ کریگا جو اصلاح کرانیوالا ہے بشمول اوس گروہ کے جو باغی نہیں ہے پس ضرور ہے کہ امام زمانہ اصلاح کرانیوالے گروہ میں

ہوا اور باغیوں سے بشمول اوس گروہ کے "قتال کرے کہ جو باغی نہیں ہے پس اس آیت نے محاربین
امام کے ایمان پر صراحتہً کہاں دلالت کی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں یہ کہاں واضح ہوا کہ امام کے مقابلہ
میں مقاتلہ کرنے پر بھی باغیوں کا گروہ مومن باقی رہگیا۔ بلکہ امام کی ہدایت واصلاح قبول نہ کرنے
پر بھی باغیوں کا ایمان سلامت رہنا آیہ مذکورہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ باغی تو
اوسی وقت قرار پاگئے کہ جب بعد اتمام حجت اُنھوں نے ہدایت و اصلاح امام کو قبول نہیں کیا
اور انکار امامت کرتے رہے یعنی قبل محاربہ امام بعد اتمام حجت بہ سبب عدم قبول امامت امام زمانہ
مومن نہ رہے پس یہ آیہ منکرین بغاۃ کے ایمان پر کسیطرح دلالت نہیں کرتی۔ فافہم

قولہ تفسیر صافی میں ہے وفی الکافی والتہذیب والقمی عن الصادق عن ابیہ قال
لما نزلت ہذہ الایۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ ان منکم من
یقاتل بعدی علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل نسئل من ہو قال خاصف النعل
یعنی امیر المومنین۔

اقول اس حدیث سے بھی جو کہ آپ نے اس آیہ کی تفسیر میں تحریر فرمائی ہے ایمان محاربین جناب
امیر علیہ السلام ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ حدیث ہمارے مدعا کو مفید ہے اور آپکے مدعا کے بالکل خلاف
ہے اوس سے جناب امیر علیہ السلام کا تاویل قرآن پر قتال کرنا ثابت ہوتا ہے اور فقرہ من یقاتل
بعدی علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل سے نبوت وامامت کا متحد الحکم ہونا بخوبی روشن
ہے یعنی جسطرح کہ رسول اللہ صلعم نے تنزیل قرآن پر قتال فرمایا اوسیطرح جناب امیر المومنین ع
نے تاویل قرآن پر قتال کیا۔ پس محاربہ امام تو ایک طرف رہا اس حدیث کے فقرہ کما قاتلت علی
التنزیل سے کفر محاربین امام قبل محاربہ امام ثابت ہوگیا۔ کیونکہ جناب رسولخدا صلعم نے تنزیل
پر اُنہیں لوگوں سے قتال فرمایا تھا کہ جو قبل "قتال تنزیلی کافر تھے پس محاربین جناب امیر ع
بروئے حدیث مذکور قبل قتال تاویلی کافر ہوئے المختصر اس حدیث سے جسطرح کہ محاربین جناب
رسول اللہ صلعم کا کفر قبل قتال ثابت ہوتا ہے اوسیطرح محاربین جناب امیر ع کا کفر قبل قتال

ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے اور متحد الحکم ہونا دونوں اُسی حدیث کے فقرہ کما قاتلت علی التنزیل سے ظاہر ہو یا ہر ہے پس بعد اتمام حجت وہ لوگ جن سے امام نے قتال کیا۔ قبل قتال تاویلی کافر ہو گئے ۵

قولہ۔ اور معنی مجازی پر حمل کرنا بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینۂ صارفہ بالاتفاق جایز نہیں ہی

اقول اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہلحق نے اسی آیت سے کفر محاربین ثابت کیا ہے اور آپ نے وہ معنی تحریر نہیں فرمائے کیونکہ ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکا رد کرنا آپ کے امکان سے باہر تھا ورنہ ضرور نقل فرما کر آپ رد کرتے اور جب اون معنی کو بوجہ خوف کے آپ نے تحریر ہی نہیں فرمایا۔ تو ہم کیونکر سمجھیں کہ قرینۂ صارفہ ہے یا نہیں ہے بہر صورت وہ معنی مثبت کفر محاربین ضرور ہیں اور آپ اون معنی کے رد کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

قولہ تو محاربہ امام بوجہ بغی کفر نہ ہو۔

اقول۔ محاربین کا کفر تو بعد اتمام حجت اور قبل محاربہ امام ہی ثابت ہو گیا اگر زیادہ توضیح کی ضرورت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اگر محاربین جناب امیر علیہ السلام مومن ہوتے تو جناب امیرؑ ہرگز اون سے قتال نہ فرماتے کیونکہ جناب رسالتمآبؐ نے بھی کبھی مومنین سے مقاتلہ نہیں فرمایا پھر نائب نبی مومنین سے کسطرح مقاتلہ کریگا لان من کان خلف النبی فھو اشبہ بالنبی پس وہ حدیث کہ جو آپنے اس آیہ کی تفسیر میں پیش کی ہے اوس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ جسطرح جناب پیغمبر خدا صلعم نے کافران بالتنزیل سے جہاد فرمایا اوسیطرح جناب امیر علیہ السلام نے کافران بالتاویل سے جہاد فرمایا۔ اور محاربین امام قبل مقاتلہ ہی کفار بالتاویل میں محسوب ہوئے کیونکہ حجت خدا اُن پر تمام ہو چکی تھی۔ ورنہ نائب بھی خلاف سیرت نبی ہرگز مومنین سے جہاد نہ فرماتے پس جس حدیث تفسیری سے آپ محاربین امام کا ایمان ثابت کرنا چاہتے تھے اُس سے محاربین امام کا قبل محاربہ ہی کفر ثابت ہو گیا ع ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی۔ جن لوگوں سے جناب پیغمبر خدا صلعم نے مقاتلہ فرمایا وہ منکر رسالت تھے اور

جن لوگوں سے جناب امیر علیہ السلام نے مقاتلہ کیا وہ منکر امامت تھے اور بقول آپ کے امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے اور فقرہ کما قاتلت علی التنزیل سے مشابہت فی القتال ظاہر و باہر ہے پس کفر محاربین و منکرین امامت جناب امیر علیہ السلام اس حدیث تفسیری سے من جمیع الوجوہ ثابت ہو گیا و ہو المقصود۔

واضح ہو کہ جناب امیر علیہ السلام نے بموجب حدیث یا علی انت قاتل النّاکثین والمارقین والقاسطین کے اعوان و انصار بہم پہونچنے پر ناکثین و مارقین و قاسطین سے قتال فرمایا۔ چنانچہ صاحب جامع الاصول نے نہایہ میں لغت میں لکھا ہے فی الحدیث الخوارج یمرقون من الدین مروق السہم من الرمیہ ای یجوزونہ و یبعدون بہ کما یمرق السہم الرمی بہ و یخرج منہ۔ ومنہ حدیث علیؓ امرت بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین۔ النکث نقض العہد اراد بہم اصحاب واقعۃ الجمل لانہم کانوا بایعوا ثم نقضوا ببیعۃ و قاتلوہ و اراد بالقاسطین اہل الشام و بالمارقین الخوارج۔ اوپر کی عبارت سے حسب تصریح صاحب جامع الاصول واضح ہوا کہ ناکثین سے مراد اصحاب جنگ جمل ہیں جنھوں نقض بیعت کیا اور قاسطین سے مراد اہل شام ہیں اور مارقین سے مراد خوارج نہروان۔ خوارج کے باب میں جناب رسالتمآب صلعم کا یہ ارشاد ہے یمرقون من الدّین کما یمرق السہم من الرمیۃ اور ناکثین کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا أئمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون (پارہ ۱۰ رکوع ۸) اور قاسطین کے حق میں قولہ تعالیٰ یہ ہے واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا (پارہ ۲۹ رکوع ۱۱) سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انّہ قال رسول اللہ قد عہد الی ان من خرج علی علیؓ فہو کافر فی النّار واجد بالنّار۔

بروایت شیعی جناب امیر علیہ السلام نے ما بین جمل و صفین میں سترہ یا پچیس آدمیوں کی نسبت فرمایا ہے کہ ائمۃ الکفر میں ہیں۔

قولہ۔ بالجملہ یہ اجماعی مسئلہ کہ محارب جناب امیر کافر ہیں اول تو بدلایل غلط ہے۔

اقول یہ اجماعی مسئلہ حجت قطعی ہے کیونکہ آیات کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ پر مبنی ہے اس

اجماعی مسئلہ کو بدلایل غلط کہنا امر بیمعنی ہے کیونکہ دلایل کی فہرست میں آپ نے اجماع کو بھی داخل کیا ہے۔

قولہ - چنانچہ اور بھی وہ قطعی اعتقادی مسایل مذہب جن پر مدار تشیع ہے غلط ہیں۔

اقول مذہب اہلحق کے قطعی اعتقادی مسایل صحیح ہیں آپکے دلایل غلط ہیں جنکی غلطیاں ہم ظاہر کرتے جاتے ہیں

قولہ - اور اگر بفرض محال صحیح تسلیم کر لیں تو ہمارے اس مدعا کو مضر نہیں ہے کیونکہ یہ کفر بوجہ حدیث مذکور ہے۔

اقول - کفر محاربین جناب امیرؑ تو بدلایل قطعیہ ثابت ہے جنکا ذکر اوپر ہو چکا اور حدیث حربک حربی کفر محاربین جناب امیرؑ پر دلالت کرنے کے علاوہ جناب امیرؑ کی امامت وخلافت پر بھی بوجوہات چند دلالت کرتی ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت علیؑ کو جناب نبیؐ کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے کیونکہ محاربہ علیؑ مثل محاربہ نبیؐ ہے اور جسکو مشابہت تامہ حاصل ہو ساتھ نبیؐ کے وہی امام ہے دوسرے یہ کہ محاربہ جناب علی مرتضیٰ متحد الحکم ہے ساتھ محاربہ جناب نبی صلعم کے اور جس کا محاربہ متحد الحکم ہو ساتھ محاربہ نبیؐ کے وہی امام حق ہوگا۔ تیسرے یہ کہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ بلافصل ہیں کیونکہ حضرات شیوخ ثلثہ کی امامت پر نہ تو کوئی نص ہے اور نہ اون کا محاربہ متحد الحکم ہے ساتھ محاربہ نبیؐ اسلیئے امامت حضرات ثلثہ کی خلافت نبوت نہ ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام جنکا محاربہ بنص حدیث محاربہ نبی کیساتھ متحد الحکم ہے خلیفہ بلافصل ہیںچو (۴) یہ ثابت ہوا کہ محاربہ جناب امیر علیہ السلام اسلیئے کفر ہے کہ وہ خلیفہ نبی ہیں اور خلیفہ نبی اشبہ بالنبی ہوتا ہے اور مطرقہ کے صفحہ ۳۱ سطر ۲۰ میں آپ خود فرما چکے ہیں۔ کہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے تو جیسی مخالفت ومحاربہ نبیؐ کفر ہے ایسا ہی مخالفت امام بھی کفر ہوگا۔" غور فرمایئے وہی حکم اتحادی بنص حدیث بھی ثابت ہے پس حدیث مذکور سے علاوہ کفر محاربین کے جناب امیرؑ کی امامت وخلافت بلافصل بھی ثابت ہوئی۔

قولہ - اسیوجہ سے اور ائمہ میں یہ حکم جاری نہ کیا گیا۔

اقول کون کہتا ہے کہ اور ائمہ کے محارب کافر نہیں ہیں اہلحق ہر امام کے محاربین کو ویسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ محارب جناب امیر علیہ السلام کو اسلیئے کہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے ہر امام حق خلیفہ نبی ہے اس لیئے ہر امام کا محارب کافر ہے علاوہ برین کفر محارب اہلبیت اطہار بنص حدیث بھی ثابت ہے اخرج احمد والطبرانی والحاکم عن ابی ھریرۃ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی علیؑ والحسن والحسین وفاطمۃ فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم وعند الترمذی عن زید بن ارقم انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم۔

قولہ نہ بوجہ انکار امامت پس ہمارا مدعا کہ انکار امامت کفر نہیں ہے ثابت ہوگیا۔

اقول چونکہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے پس جسطرح انکار نبوت کفر ہے اوسی طرح انکار امامت بھی کفر ہے پس ہمارا مدعا کہ انکار امامت کفر ہے ثابت ہوگیا اور صحت اتحاد حدیث حرب حربی سے بھی واضح ہے۔

قولہ۔ کیونکہ مخالفین پر صرف فسق کا حکم کیا گیا۔

اقول۔ مخالفت کے اقسام ہیں انکار امامت بھی مخالفت ہے دل میں بغض رکھنا بھی مخالفت ہے نافرمانی بھی مخالفت ہے اس لئے سب پر حکم فسق کیا گیا کیونکہ فسق ایسا جامع کلمہ ہے جو کفر کو بھی شامل ہے اسی کلمہ سے منکرین امامت کا کفر اور مبغضین کا نفاق اور نافرمان لوگوں کا گناہ ثابت ہوتا ہے خداوند عالم نے منافقین کو بھی فاسق فرمایا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ھُمُ الفاسقون اور کفار کو بھی کما مرّ (دیکھو سورہ توبہ) نواب مبغضین ائمہ طاہرین اور منکرین امامت کے نفاق و کفر میں کیا شک رہگیا۔

قولہ اور چونکہ حدیث خبر واحد وظنی ہے لہذا مثبت کفر نہیں ہوسکتی۔

اقول کفر محارب تو بغیر حکم حدیث مذکور بھی ثابت کردیا گیا اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد وظنی ہے یہ ظن آپ کا غلط ہے کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے اور قدر مشترک اس کا حد تواتر

کو مانع ہے اگر آپکو اس حدیث کے قبول کرنے سے انکار ہے تو میں قرآن سے محاربین اہلبیت کا کفر ثابت کرونگا۔ تاکہ آپکو کوئی عذر کفر محاربین ایمۂ میں باقی نہ رہے پس واضح ہو کہ محاربین ایمۂ اہلبیت اس سبب سے بھی کافر ہیں کہ وہ علانیہ دشمنی کا اظہار کرکے آیہ المودۃ کا انکار کرتے ہیں حدیث کو تو آپ خبر واحد اور ظنی کہکر ضعیف و مقدوح کرتے ہیں آیہ المودۃ کو کسطرح خبر واحد وظنی فرمائیگا۔ جب بنص قاطعہ قرآنی جسمیں کسی تاویل کو دخل نہیں اون حضرات کی محبت واجب ہے تو اونکی عداوت اور دشمنی کا اظہار کرنیوالا منکر قرآن ہے اس لئے کافر ہے آپ نے حدیث کو خبر واحد وظنی کہدیا اور اُس کو کتاب اللہ پر عرض نہیں کیا آپ نہیں غور فرماتے کہا آنحضرت نے ولاہم کو لائی بھی فرمایا ہے انا حرب لمن حاربہم بھی فرمایا ہے حربک حربی بھی فرمایا لا یُحبّہٗ الّا مومن ولا یبغضہٗ الّا منافق بھی فرمایا اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ بھی فرمایا یہ خبریں مطابق کتاب اللہ ہیں ان اخبار سے بانضمام آیہ المودۃ ظاہر ہوا کہ خداوند عالم نے ان حضرات کی محبّت و مودت کو واجب فرمایا ہے ان حضرات کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے اسلئے کافر ہے آپ سے جہانتک ہو سکے دشمنان ائمۂ اہلبیت کی حمایت کیجئے کفر وکافری کا دھبہ اونکی پیشانیوں سے نہ چھوٹیگا۔ مرید صاحب اب فرمایئے حدیث تو آپکے نزدیک ظنی ہے قول خدائے عزّ و جل تو ظنّی نہیں ہے اور شاید وہ بھی آپکے نزدیک یقینی نہ ہو تو ایک شہادت اپنے دعویٰ کے ثبوت میں آپکے ملک العلماء دولت آبادی کی بھی پیش کرتا ہوں چنانچہ وہ اپنی کتاب ہدایت السعدا میں فرماتے ہیں الجلوۃ الثامنۃ فیما جاء ای قوم البغضہم۔ بدانکہ منافق شقی دشمن خاندان باشد یعنی باوجود دعوائے ایمان رعایت خانہ بہترین انبیاء نکند۔ پناہ ندارد۔ فی الاربعین عن الاربعین لا یبغض اولادی الّا منافق شقی ترجمہ مصطفےٰ فرمود دشمن ندارد اولاد مرا مگر کسے کہ ظاہر او با باطن و قال او با حال و گفتار او با کردار موافق نباشد فی شرف النبوّۃ لا یبغضنا اہلبیت الّا منافق روی فی التشریح اذا جاءک المنافقون ای الکاذبون فی ان قولہم ذلک عن اعتقادہم وتصدیقہم وہم

لایعتقدونه فلما یصدق ذلك ضمایرهم لم ینفعهم ان یقولوا بالسنتهم مالیس
فی قلوبهم فخرجوا عن اسم الایمان ولم یکن فی الآخرة حکمه اذ لم یکن معهم و لحقوا
بالکافرین فی الدرك اسفل من النار و بقی علیهم حکم الاسلام باظهار شهادة اللسان
فی احکام الدنیا المتعلقة بالائمة واحکام المسلمین الذین احکامهم علی الظواهر بما
ظهروا من علامات الاسلام اذ لم یجعل للبشر سبیل الی السرائر اس عبارت سے
ملک العلماء کے صاف ظاہر ہوگیا کہ اہلبیت النبی سے بغض رکھنے والے منافق ہیں اور ایمان سے
خارج ہیں اور محض بہ سبب اظہار شہادت لسان کے اُن پر دار دنیا میں حکم اسلام کیا گیا ہے اور
یہ بھی کھل گیا کہ وہ کفار سے درک اسفل نار میں ملحق ہونگے اُس کے چند سطور بعد لکھتے ہیں " وایشاں
احسنین اشیاء خوانده والله یشهد ان المنافقون لکاذبون وخداوند گواہی میدہد ہرگز اظہار
با باطن موافق نیست ہر آئینہ منافقان دروغ گویانند۔ بیت وائے نہ یکبار بصد بار وائے ۔ زین
ہمہ گبران مسلمان نمائے ۔ اتخذوا ایمانهم جنة سید و خزادہ گفتن سپر ساختہ اند تا تہمت کفر و
کافرے از خود دور کنند فصدوا عن سبیل الله باز ایستادند از راست ان تمسکتم بهما لن تضلوا من
بعدی۔ انهم ساء ما کانوا یعملون بدرستیکہ بدکار میکنند کہ با دعوئ ایمان و خزادہ گفتن اہانت
وایذا با ایشان میرسانند ذلك بانهم آمنوا ثم کفروا خزادہ و سید گفتن بسیرت مومنان صالحاند
و با یذا و اہانت کردن کافر میگردند الخ بقدر الحاجۃ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اہلبیت کی
اہانت کرنیوالے اور اونکو ایذا دینے والے کافر ہیں نواب اس امر کے سمجھنے میں کچھ دقت نہ رہی۔ کہ
دشمنان اہلبیت اطہار اور محاربین جناب امیر علیہ السلام اور نیز وہ لوگ جنہوں نے ۵۸ برس تک
بہنایت اعلان کے ساتھ منبروں پر بیٹھکر بذریعہ سب و لعن اظہار دشمنی کیا وہ سب کے سب منافق و کافر
ہوئے آپ دشمنان جناب امیر علیہ السلام اور موذیان جناب امام حسین علیہ السلام کے ایمان ثابت
کرنے کی لاکھ تدبیریں کریں وہ سب فضول و بیکار ہیں آپکے اکابرین خود ہی اونکا نفاق و کفر واز ندلال
بدلایل قاطعہ ثابت کر چکے ہیں اسیطرح اہل حق بھی دشمنان ائمہ اطہار اور محاربین اور مبغضین

پھر ایسے منافقوں میں اور کافروں میں کیا فرق رہا؟

پ ۵ رکوع ۱۷

اہلبیت رسولِ مختار کو کافر و مرتد و منافق جانتے ہیں اور مثل مُلک العلماء دولت آبادی کے مصداق الذین امنوا ثم کفروا کا سمجھتے ہیں اور اپنے دعویٰ کو بدلایل قاطعہ ثابت کرتے ہیں اور آیہ المودۃ سے کفر محاربین ائمہ اہلبیت تو ثابت ہوتا ہے مگر اوسی کے ضمن میں منکرین امامت ائمہ اہلبیتؑ کا کفر بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیہ المودۃ سے ائمہ علیہم السلام کی خلافت بھی ثابت ہوتی ہے اور نصوص خلافت کے ضمن میں ہمنے اس آیت سے استدلال کیا ہے کیونکہ ہر واجب المحبتہ بالاطلاق مفترض الطاعتہ ہے اور بقول شاہصاحب ہر کہ واجب الاطاعتہ است امام است پس بحمد اللہ اس آیت سے بھی منکرین امامت امام و محاربین امام دونوں کا کفر ثابت ہوگیا جو کوئی ائمہ معصومین کی امامت کا اقرار نہ کری یا اون سے محاربہ کرکے یا اونکو ناسزا کہکر اپنی عداوت کا اظہار کرے وہ آیہ المودۃ کا منکر ہے کیونکہ اس آیہ سے اون کا واجب المحبّت و مفترض الطاعتہ ہونا ثابت ہوتا ہے اگر کوئی شخص یہ اعتراض پیدا کرے کہ یہ کفر بوجہ بغض قرآنی ہے نہ بوجہ انکار امامت تو یہ اعتراض لغو ہے اس لئے کہ جب امامت دلایل قطعیہ سے ثابت کردیگئی اور اوس پر ایمان لانا بھی ثابت کردیا گیا تو اوس کا منکر ایمان سے خارج ہوا۔

قولہ دلیل دوم۔ بروئے مذہب محاربہ جناب امیرؑ و دیگر ائمہ کفر نہیں کیونکہ اگر محاربہ امام کفر ہوتا تو ارتداد کے حکم میں ہوتا۔

اقول بروئے مذہب حق محاربہ امام کفر ہے کیونکہ قول اجماعی مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ کو آپ خود دلیل اول میں بیان فرما چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ اس کو کافہ اثنا عشریہ نے تلقی بالقبول فرمایا ہے پس جب بقول آپکے محارب امام کا کافر ہونا کافہ اثنا عشریہ نے مان لیا ہے تو بروے مذہب امامیہ اثنا عشریہ محاربہ امام کفر ہوا۔ پھر دلیل دوم کے شروع میں آپ یہ کیا فرما رہے ہیں کہ بروئے مذہب محاربہ جناب امیرؑ و دیگر ائمہؑ کفر نہیں ہے۔ جب محاربوہ کفرۃ صاف موجود ہے تو مرتد کہنے کی کیا ضرورت ہ

قولہ لیکن جب جناب امیرؑ کے معاملہ کو بغور دیکھا جاتا ہے جو آپ نے محاربین کے ساتھ فرمایا اوس سے ہر ایک اہل عقل یقین کرسکتا ہے کہ محاربہ بھی جناب امیر کے ساتھ کفر نہیں چہ جائیکہ انکار امامت اور

مطلق مخالفت کفر ہو۔

اقول۔ اور جب رسول اللہ صلعم کے معاملہ پر غور فرمائیگا۔ جو آنحضرتؐ نے عبداللہ بن ابی منافق کے ساتھ فرمایا تو آپکو اور بھی تعجب ہوگا کیونکہ اوس کا کفن رسول اللہ صلعم کی قمیص ہوا آنحضرتؐ نے اوس کا سر اپنی گود میں رکھا۔ اپنا لعاب دہن اُسکے مُنہہ میں ڈالا اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی اُس کے لئے استغفار کیا۔ لیکن باوجود اس معاملہ کے وہ منافق کا منافق ہی رہا۔ پس جسطرح یہ معاملہ رسول اللہ صلعم کا اوس منافق کے ایمان کو ثابت نہیں کرسکتا۔ اوسیطرح معاملہ جناب امیرؑ کا مثبتِ ایمان محاربین نہیں ہوسکتا۔ آپ نے دعویٰ تو یہ فرمایا ہے کہ بروئے مذہب محاربہ جناب امیرؑ و دیگر ائمہؑ کفر نہیں ہے اور دلیل میں معاملات کو بیان کرنا شروع کیا۔ جناب رسالتمآبؐ صلعم تو کفار کے ساتھ یہ معاملہ کرتے تھے کہ اُنکی تعظیم و تکریم فرماتے تھے اونکے پاؤں کے نیچے اپنی عبا بچھا دیتے تھے۔ پھر کیا ان معاملات سے کافروں کا ایمان بروئے مِلّت اسلام ثابت ہوگا۔

دعویٰ کچھہ دلیل کچھہ ؏ مطلب سے جُدا جاتی ہے تحریر تمہاری ؎

قولہ۔ نہج البلاغہ میں جناب امیرؑ کا قول ہے ولکنّا انّما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیھم من الزیغ والاعوجاج والشبھۃ والتاویل اس قول میں حضرت اپنے محاربین کو اخوت اسلامی کے تاج سے مشرف فرماتے ہیں۔

اقول اس قول سے بھی کفر محاربین ثابت ہوتا ہے کوئی کلمہ اس میں ایسا نہیں ہے جو محاربین کے ایمان پر دلالت رکھتا ہو۔ اور جو ترجمہ کہ آپ نے اپنے مطلب کیموافق تجویز کر کے لکھا ہے کہ ہم اپنے اسلامی بھائیوں سے قتال کرتے ہیں اس ترجمہ کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ آپکو نحو کے قاعدے بھی یاد نہ رہے کیونکہ جب فعل نقاتل موجود ہے تو کلمہ فی الاسلام کا تعلق نقاتل سے ہونا لازم ہے اور معنی یہ ہوئے کہ ہم اپنے اخوان سے اسلام کے بارے میں قتال کرتے ہیں یعنی یہہ قتال بوجہ قائم کرنے دین اسلام کے کرتے ہیں اس لئے کہ وہ حق سے منحرف ہیں۔ اور اخواننا باعتبار قریش ہونے کے فرمایا نہ باعتبار اسلام۔ آنحضرتؐ نے بھی تو بروز احد

دیکھو مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۵۴

دیکھو تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۱۱

جب صحابہ بھاگ گئے تھے تو جناب امیرؑ سے فرمایا تھا چون است کہ تو بہ برادران خود ملحق نہ گشتی اوراس کے جواب میں جناب امیرؑ نے عرض کیا تھا الکفر بعد الایمان ملخصاً (مدارج النبوۃ) اس سے ثابت ہوا کہ نبیؐ نے اونہیں فراریوں کی نسبت کلمہ برادران فرمایا تھا کہ جو جناب امیرؑ کے نزدیک الذین امنوا ثمّ کفروا کے مصداق تھے حضرت عمرؓ نے بھی تو اسارے بدر کے حق میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہر شخص اپنے قرابت دار کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ باوجود تفرقہ کفر و اسلام کے دنیاوی قرابت داری کہنے میں آتی ہے پس کلمہ اخواننا سے نہ ایمان محارب ثابت ہو سکتا ہے نہ کفر زایل ہو سکتا ہے اور کلمہ زیغ واعوجاج بھی مثبت ایمان نہیں کیونکہ کجی و ناراستگی کفار پر بدرجہ اولی صادق ہے اور شبہہ جو محاربین کو بوجہ کور باطنی اور بغض کے تھا اُس کا حال یہ ہے کہ اس شبہ کی بدولت قبل اتمام حجّت وہ لوگ مذبذبین بین الکفر والایمان تھے لیکن جب بعد اتمام حجّت بھی انکا شبہ زایل نہ ہوا اور وہ انکار امامت کرتے رہے تو اُنکے کفر میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ایسا شبہ جو بعد اتمام حجّت بھی زایل نہ ہو مثبت کفر ہے کیونکہ امامت خلافت نبوت ہے اور حکم ہر دو متحد ہے جو شخص نبیؐ کی نبوت میں شبہ کرے اور اوس کا شبہ کسیطرح زایل نہ ہو تو ایسا شخص کافر ہے اور کلمہ تاویل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ بوجہ اپنی کجی و ناراستگی و گمراہی کے غلط تاویل کرتے تھے ہر چند جناب امیر علیہ السلام نے اونکو ہدایت کی اور حجّت کو تمام کیا مگر اوسی کجی پر قائم رہے اور جادہ ضلالت سے نہ پھرے اور جسطرح جناب رسول اللہ صلعم نے اون لوگوں سے قتال فرمایا تھا جو آنحضرتؐ کی نبوت کے منکر تھے اسیطرح جناب امیر علیہ السلام نے اون لوگوں سے تاویل قرآن پر قتال فرمایا جو جناب امیر علیہ السلام کی امامت کے منکر تھے۔ منکرین نبوت سے تنزیل پر قتال واقع ہوا اور منکرین امامت سے تاویل پر وہ تنزیلی کافر تھے یہ تاویلی کافر ہوئے وہ منکر رسالت رسول اللہؐ تھے اور یہ منکر امامت امام حق۔ چنانچہ محاربین کا قبل محاربہ اسلام کو رد کردینا ہم آیندہ ثابت کرینگے۔

دیکھو تذکرہ صفحہ ۳۱ سطر ۲۰

قولہ۔ مگر خدا کرے بطور تقیہ نہ فرمایا ہو۔

اقول جناب امیر علیہ السلام نے نہ بہ تقیہ اُن کو مسلمان فرمایا نہ بلا تقیہ۔ اسلام کی شاخ تو اُن

لوگوں کے پیچھے آپ زبردستی لگائے دیتے ہیں بھلا خدا تعالیٰ کو کس کا خوف تھا جو منافقین کو بھی بلفظ مومنین ذکر فرمایا اور جب خدا تعالیٰ نے بلا خوف و تقیہ ایسا فرمایا تو جناب امیر علیہ السلام نے بھی بغرض محال ایسا ہی فرمایا جیسا کہ آپ تجویز فرماتے ہیں تو کیا جائے اعتراض ہے۔

قولہ۔ جس سے صاف واضح ہے کہ وہ کافر نہیں ہوئے اور نہ فاسق۔

اقول جب وہ گمراہ ہو کر مخلد فی النار ہو گئے تو اونکے کفر و فسق میں کیا شک رہا۔ وہ فاسق بھی ہوئے منافق بھی ہوئے اور کافر بھی۔ جتنے القاب اس قسم کے ہیں وہ سب اُن پر صادق آتے ہیں۔

قولہ۔ بلکہ صرف خطاء اجتہادی میں مبتلا ہیں۔

اقول آپکے نزدیک گمراہی بیدینی اور اسلام کو رد کر دینا خطاء اجتہادی ہے نکث بیعت کرنا بھی آپکے نزدیک خطاء اجتہادی ہے مقام حواب پر جھوٹے حلف اُٹھانا بھی خطاء اجتہادی ہے لوگونکو دغا و فریب سے لانا بھی خطاء اجتہادی ہے پانی بند کرنا بھی خطاء اجتہادی ہے قتال کرنا بھی خطاء اجتہادی ہے جمعہ کے خطبوں میں ناسزا کہنا بھی خطاء اجتہادی ہے کیا خوب آپکے مجتہدین تھے اور کیا اچھے آپ مقلد ہیں۔ ع

گر ہمیں مکتب است و این ملا ✤ کار طفلاں تمام خواہد شد

جناب امیر علیہ السلام نے تین گروہوں سے مقابلہ فرمایا۔ اوّل اہل جمل سے۔ پھر اہل صفین سے اور اہل نہروان سے۔ اِن تینوں میں سے کس کی نسبت آپ خطاء اجتہادی کے قایل ہیں اگر تمام اقسام کفر و فسق و نفاق خطاء اجتہادی میں داخل ہیں۔ تو یزید بن معاویہ کی بھی خطا آپ کے نزدیک خطاء اجتہادی ہوگی اور یہ بھی فرما دیجیے کہ اجتہاد کا سرٹیفکیٹ ان سب صاحبونکو کس نے عطا کیا۔ مالک بن نویرہ وغیرہ صحابہ جنہوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا وہ کس جرم پر مرتد قرار دیے گئے مجتہدین مخطی کیوں نہ ٹھہرائے گئے۔ یہ عجب اندھیر ہے کہ جو صحابہ کہ حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کریں وہ تو مرتد ٹھہرائے جائیں اور جو جناب امیر علیہ السلام کی امامت سے انکار کریں اور اون جناب سے محاربہ کریں اور عداوت رکھیں وہ نہ کافر ہوں نہ مرتد ہوں نہ منافق نہ فاسق۔ کیا خوب آپ نے انصاف کیا ہے ع این کار از تو آید و مرداں چنین کنند۔

قولہ اور نیز تفسیر صافی وغیرہ میں معاملہ جناب امیر علیہ السلام کا محاربین کے ساتھ منقول ہے وکذلک قال امیر المؤمنین یوم البصرۃ ونادی فیھم لاتسبوا الھم ذریۃ ولا تجھزوا علی جریح ولا تتبعوا مدبرا ومن القی السلاح واغلق بابہ فھو امن یہ معاملہ کہ نہ اونکی ذریت کو قید کرو اور نہ زخمی کا کام تمام کرو اور نہ بھاگے ہوئے کا پیچھا کرو صاف وصریح معاملہ اسلام کا ہے نہ کفر دردت کا۔

اقول یہ معاملہ جناب امیر علیہ السلام نے محاربین کے ساتھ ویسا ہی کیا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ فرمایا تھا۔ جسکو آپ خود ہی آگے بڑھکر لکھیں گے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کافر تھے بہ تنزیل اور محاربین جناب امیر علیہ السلام کافر ہیں بتاویل۔

قولہ کیونکہ بموجب ارشاد من بدل دینہ فاقتلوہ مرتد کا قتل کرنا واجب تھا۔

اقول مرتد تو تھے ہی جب تو ہزاروں قتل کیئے گئے۔ اور جو بھاگ گئے یا زخمی ہوئے یا جنھوں نے دروازے بند کر لئے اونکے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار مکہ کے ساتھ ہوا تھا۔

قولہ اور اگر کفار ہی جنگ ہو تو اُس کا حکم صاحب جامع عباسی نے لکھا ہے کہ قسم سیوم اسیرانے اند کہ در جنگ گاہ بدست افتند۔ واطفال وزنان بمجرد اسیر گشتن ملک کسی میشوند کہ ایشانرا گرفتہ باشد۔ اور نیز لکھا ہے اما مردان بالغ ایشان اگر در وقت جنگ بدست افتند امام مخیر است میانہ کشتن ایشان و بریدن دست وپای ایشان وانداختن ناخون ایشان بزور تا بمیرند۔

اقول یہ معاملہ اصلی کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے عام طور پر اور خاص طور پر کفار مکہ سے ایسا معاملہ نہیں بھی ہوا حالانکہ اصلی کافر تھے جناب امیرؑ نے بہ پیروی جناب سید عالم صلعم اہل جمل کے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو جناب سید عالم صلعم نے اہل مکہ کیساتھ فرمایا تھا۔

قولہ یہ معاملہ کہ بعد قتال اونکے اور اُنکی اولاد کے جان ومال محفوظ رہیں صاف شاہد ہے کہ باوجود انکار امامت وقتال ومحاربہ امام نہ مرتد ہوئے نہ کافر۔

اقول جسطرح کفار مکہ کی ذریت کے جان ومال محفوظ رہے ویسا ہی اہل جمل کے اولاد کے جان ومال سے تعرض نہیں کیا گیا۔

قولہ ۔ بلکہ اسلام پر باقی ہیں۔

اقول یا تو اپنی زبانی جمع و خرچ سے اسلام پر باقی ہوں یا آپ اونکو زبردستی اسلامی لباس عطا کرتے ہیں عند اللہ و عند الرسول تو ایمان سے خارج ہیں۔

قولہ ورنہ اس تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں جو فیما بین محاربین کفرہ و محاربین بغات بروی مذہب کیا گیا۔

اقول کوئی تو وجہ ضرور تھی جو محاربین جمل کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار مکہ کے ساتھ کیا گیا۔ گو کوئی وجہ آپکی سمجھ میں نہ آتی ہو۔ جو نبیؐ کا فعل ہے وہ بھی حق ہے اور جو فعل امام ہے وہ بھی حق ہے آپ چون و چرا کیوں فرماتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے محاربین جمل کو اوسی حکم میں داخل فرمایا جسمیں کہ کفار مکہ تھے پس محاربین امام بروئے مذہب حق اوسی حکم کیساتھ مخصوص ہو گئے۔ گویا یہ معاملہ جناب رسول اللہؐ کا کفار مکہ کے ساتھ اسیوجہ سے تھا کہ محاربین امام اسی حکم کے ساتھ مخصوص کئے جاویں۔

قولہ ۔ بعض علماء شیعہ کو جب یہ مشکل پیش آئی کہ مذہب تو محاربین کے کفر کو مقتضی ہے اور معاملہ جناب امیرؑ انکے اسلام کو مستلزم ہے۔ اور فعل جناب امیر تو غلط اور ناحق نہیں ہوسکتا ورنہ تمام مذہب برباد ہو جاوے اور مذہب کا اجماعی مسئلہ بھی باطل نہیں ہوسکتا کیونکہ صحت اجماع میں معصوم کا داخل ہونا شرط ہے اگر اس کو غلط کہا جائے تو بھی تکذیب امام معصوم لازم آتی ہے اور وہ بھی مذہب کے لئے سم قاتل ہے تو اس گرداب بلا سے نجات کیلئے یہ تنکے کا سہارا نکالا کہ جناب امیر علیہ السلام کا معاملہ محاربین و بغاۃ کے ساتھ عدم تعرض جان و مال میں بعینہ وہ تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے ساتھ کیا تھا۔

اقول نہ بعض علماء شیعہ کو اس مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آئی نہ کل کو نہ علماء شیعہ نے اپنی رائے و قیاس سے یہ فرمایا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کا معاملہ محاربین و بغاۃ کے ساتھ بعینہ وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ فرمایا تھا بلکہ جناب امیر علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میں نے وہی معاملہ اہل جمل کے ساتھ کیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز فتح مکہ کفار کے

ساتھ کیا تھا میں اس امر کو کتب اہلسنت سے ثابت کرتا ہوں تاکہ آپکو گنجایش چون وچرا باقی نہ رہے پس واضح ہو کہ ملا علی متقی اہلسنت کے بڑے معتمد وزبردست عالم ہیں اُنکی کتاب کنزالعمال میں بضمن حدیث طولانی مذکور ہے یا اخا بکر لقد حکمت فیھم بحکم رسول اللہ فی اھل مکۃ قسم ماحوی العسکر ولم یعترض لما سوی ذلک وانما اتبعت اثرہ حذو النعل بالنعل یا اخا بکر اما علمت ان دار الحرب یحل ما فیھا وان دار الھجرۃ یحرم ما فیھا الا بحق فمھلا رحمکم اللہ فان انتم لم تصدقونی واکثرتم علی وذلک ان تکلم فی ھذا غیر واحد فایکم یاخذ امہ عائشۃ بسھمہ قالوا لا انیا یا امیر المؤمنین بل اصبت واخطانا وعلمت وجھلنا ونحن نستغفر اللہ وتنادی الناس من کل جانب اصبت یا امیر المومنین اصاب اللہ بک الرشاد والسداد فقام عمار وقال یا ایھا الناس انکم واللہ ان اتبعتموہ واطعتموہ لم یضل بکم عن منھاج نبیکم قیس شعرۃ وکیف یکون ذلک وقد استودعہ رسول اللہ المنایا والقضایا وفصل الخطاب علی منھاج ھارون بن عمران انہ قال لہ رسول اللہ ؐ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی فضلا خصہ اللہ اکراما منہ لنبیہ ؐ حیث اعطاہ ما لم یعط احدا من خلقہ (عبقات الانوار حدیث منزلت ص۸۲۰) ترجمہ (فرمایا جناب علی مرتضیٰ نے) اے بھائی بکر کے میں نے اصحاب جمل میں وہی حکم کیا ہے جو رسول اللہ ؐ نے اہل مکہ بارے میں حکم کیا تھا کہ لشکر کے مال کو تقسیم کیا اور اونکے گھروں کے مال سے تعرض نہیں کیا اس امر میں میں نے پوری پیروی کی ہے آنحضرت ؐ کی دار الحرب میں کل چیزیں حلال ہیں اور دار ہجرۃ میں حرام ہیں مگر بحق خدا تم پر رحم کرے اگر میری تصدیق نکرو اور گفتگو کو طول دو تو بتاؤ تم میں سے اپنی ماں عائشہ کو کون لیگا حصۂ غنیمت میں سبنے کہا کوئی نہیں یا امیر المومنین ؑ آپ بر سر صواب ہیں ہم لوگ غلطی پر تھے خدا آپکو ہمیشہ رشاد اور صواب کرامت کرے پس کھڑے ہوئے عمار یاسر صحابی معہ کہا ایہا الناس قسم خدا کی اگر تم لوگ اطاعت کرو اور متابعت کرو

علیؓ کے تو بال برابر بھی طریق رسول اللہ سے گمراہ نہ ہو گے۔ کیونکہ حضرتؐ نے اونکو سپرد کیا ہے منایا و
وصایا بافصل الخطاب جیسا کہ ہارون بن عمران کو سپرد تھا۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے کہا تم مجھہ سے
بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے مگر یہ کہ نبی نہیں ہے بعد میرے یہ فضل خدا تعالیٰ ہے کہ واسطے اکرام رسول خدا
کے خدا نے خاص کیا علیؓ کو اون باتوں سے جسے نہ دیا خدا نے کسی کو اپنے خلق سے فقط اب انصاف
ہو تو غور فرمایئے کہ آپنے بعض علماء شیعہ کی نسبت فرمایا ہے کہ اونہوں نے یہ تنکے کا سہارا نکالا
حالانکہ عبارت کنز العمال سے صاف ظاہر ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک
سے فرمایا کہ میں نے اصحاب جمل میں وہی حکم کیا جو رسول اللہ صلعم نے اہل مکہ کے بارے
میں کیا تھا پس یہ اعتراض آپ نے علماء شیعہ کے پردے میں خود جناب امیر علیہ السلام پر وارد
کیا ہے جناب علی مرتضیٰ کی اس تقریر کو سن کر سبنے بالاتفاق کہا کہ ہم لوگ بر سر خطا میں آپ
بر سر صواب ہیں وہاں یہ اعتراض کسی نے نہ نکالا جو آپکو صدہا برس کے بعد سوجھا اگر آپ اس
زمانہ میں موجود ہوتے اور یہ اعتراض کرتے تو جواب معقول پاتے اب ہم آپکو جواب دیتے ہیں
یہ تو آپ خوب سمجھہ گئے کہ یہ اعتراض آپکا خاص جناب امیر علیہ السلام پر ہے اگر آپ جناب
امیر علیہ السلام کے قول و فعل کو حق نہیں سمجھتے تو آپ حدیث رسولؐ اللہ کی تکذیب کرنے
والے ہیں حدیث یہ ہے الحق مع علی و علی مع الحق یدور حیثما دار۔ یا اللهم ادر الحق
معه حیثما دار اور قدر مشترک اس حدیث کا متواتر ہے اور اس حدیث کو شاہ ولی اللہ صاحب
نے بھی لکھا ہے امام فخر رازی لکھتے ہیں ومن اقتدی فی دینه بعلی بن ابیطالب فقد
اهتدی والدلیل علیه قوله م اللهم ادر الحق معه حیثما دار (تفسیر کبیر جلد اول
ص ۵۹ چھاپہ مصر) یعنی جو شخص پیروی کرے دین میں علی بن ابیطالب علیہ السلام کی تو ضرور
اوس نے ہدایت پائی۔ دلیل اس پر قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے کہ فرمایا اے خدا
پھرا حق کو علیؓ کے ساتھ جسطرف کہ وہ پھریں یہ قول امام صاحبؒ کا اوس مقام پر ہے کہ نماز میں
سورہ پڑھنے کیلئے پہلے باواز بلند بسم اللہ کہے یہی مذہب علی مرتضیٰ تھا اور شاہ ولی اللہ صاحب

اپنی تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں واذا تمت العصمۃ کانت افاعیلہ کلہا حقۃ لا اقول انہا تطابق الحق بل ھی الحق بعینہا بل الحق امر ینعکس من تلک الافاعیل کالضوء من الشمس والیہ اشار رسول اللہ حیث دعی اللہ تعالیٰ لعلیؓ اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار ولم یقل ادرہ حیث دار الحق **ترجمہ** اور جب تمام ہو جاتی ہے عصمت تو ہوتے ہیں تمام افعال اُس کے حق میں یہ نہیں کہتا کہ وہ افعال مطابق حق ہوتے ہیں بلکہ وہ افعال اوس کے عین حق ہوتے ہیں بلکہ حق ایک امر ہے کہ منعکس ہوتا ہے اوس کے افعال سے جیسا ضوء آفتاب سے اور اوسکی طرف اشارہ کیا ہے رسول اللہؐ نے جبکہ دعا کی خدا سے علیؑ کیلئے کہ خدایا پھیر تو حق کو ساتھ اونکے جسطرف کہ وہ پھریں اور یہ نہیں فرمایا کہ علیؑ کو پھیر جسطرف کہ حق پھرے۔ شاہ ولی اللہ کی اس تشریح و توضیح سے اعلیٰ درجہ کی عصمت ثابت ہوئی کہ جناب امیر علیہ السلام کے اقوال و افعال ہی کا نام حق ہے اور کسی امر کے حق ہونے کی یہی معیار ہے کہ وہ آنجناب کے اقوال و افعال کے مطابق ہو۔ پس جناب امیر علیہ السلام کا یہ قول بھی حق ہے کہ میں نے اصحاب جمل میں وہی حکم کیا جو رسول اللہ صلعم نے کفار مکہ کے بارے میں کیا تھا اور میں نے اس معاملہ میں پوری پوری پیروی رسول اللہؐ کی ہے اگر آپ جناب امیر علیہ السلام کے قول کو حق نہیں مانتے۔ تو آپ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرنیوالوں میں شمار ہونگے اور تکذیب قول رسول اللہ کرنے سے اسلام سے خروج لازم ہوگا۔ جو صورت اچھی معلوم ہو اختیار فرمالیجیے اور یہ اجماعی مسئلہ حجت قطعی ہے کیونکہ نصوص جلیہ پر مبنی ہے یہ وہ اجماع نہیں ہے کہ جسمیں معصوم کا قول خفی داخل ہو یہاں تو نصوص جلیہ موجود ہیں اُس پر یہ اجماع ہوا ہے۔

قولہ تو اس معاملہ سے گویا کفر بغات ثابت ہوتا ہے۔

اقول گویا تو مقام احتمال میں مستعمل ہوتا ہے اور کفر بغاۃ تو یقیناً ثابت ہوتا ہے کیونکہ قول جناب امیر علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ بغاۃ کیساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار مکہ کے ساتھ ہوا تھا تو اس میں کیا شک رہ گیا۔

قوله چنانچہ تفسیر صافی میں ہے وکانت السیرة فیھم من امیر المومنین ما کان من رسول اللہ فی اھل مکة یوم فتح مکہ فانہ لم یسبب لھم ذریة وقال من اغلق بابہ فھو امن ومن القی السلاح فھو امن ومن دخل دار ابی سفیان فھو امن تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کفار مکہ کی ذریت کو سبی بنایا اور نہ بھاگے ہوئے کا پیچھا کیا اور نہ زخمی کا کام تمام کیا حالانکہ وہ بالاتفاق کافر تھے۔ تو یہی معاملہ جناب امیرؑ کا اپنے محاربین کے ساتھ مثبت کفر محاربین ہوگا۔

اقول اسمیں کچھ شک نہیں ہے کنز العمال ملا متقی میں بھی تو یہی لکھا ہے کہ جو معاملہ جناب امیر علیہ السلام نے اہل جمل کے ساتھ کیا وہی معاملہ جناب سالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ کے ساتھ کیا تھا جناب امیر علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس معاملہ میں پوری پیروی جناب سولخدا کی کی ہے۔

قوله اے صاحبو خدا کے لئے ذرا ہوش میں آؤ۔ ذرا تو عقل سے کام لو آسمان وزمین کو ایک کئے دیتے ہو روز روشن اور شب تاریک کو اکٹھا کرتے ہو کجا معاملہ فتح مکہ کجا معاملہ جنگ جمل وصفین کوئی ناواقف یا فریفتہ مذہب دھوکہ کہا جائے تو مضایقہ نہیں پر ناقد بصیر تو ان چکنی چپڑی آبلہ فریب باتوں سے قیامت تک بھی دھوکہ نہیں کہا سکتا۔

اقول یہ اعتراض آپکا ہم پر نہیں ہے بلکہ اس پردہ میں آپ مثل اہل نہروان ایک نیا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر وارد کرتے ہیں خوارج نے جو اعتراض کیا تھا اوس کے جواب میں آپنے یہ فرمایا کہ میں نے اہل جمل کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز فتح مکہ کفار قریش کے ساتھ کیا تھا اور جب اس جواب پر اونکی تسکین نہ ہوئی تو آپنے فرمایا کہ اچھا بتاؤ تم میں سے اپنی ماں عایشہ کو کون لیتا ہے سبنے کہا آپکا فعل صحیح تھا جب خوارج نے آپکے قول کی تصدیق کی اور آپکے فعل کو صحیح جانا تو جو شخص کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے قول کو نہ مانے اور انکے فعل کو حق نہ سمجھے وہ بدتر از خوارج ہے اور جناب

علی مرتضیٰ کے اقوال وافعال عین حق ہیں تو پھر یہ کہنا کہ کجا معاملہ فتح مکہ کجا معاملہ جنگ جمل وصفین صاف صاف جناب علی مرتضیٰ بلکہ جناب سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنا ہے آپ ذرا ہوش میں آجایئے آپ جنگ جمل کے ساتھ صفین کو کیوں اکٹھا فرماتے ہیں جبکہ جنگ صفین ناتمام رہی تو وہاں اس قسم کے معاملہ کرنے کی کہاں نوبت آئی۔

قولہ اول تو ذرا یہ ہی خیال فرمائیے کہ حق جل وعلا فرماتا ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓ الی امر اللہ رجوع الی امر اللہ تک قتال مفروض ہے۔

اقول بشرطیکہ بغاۃ میدان جنگ میں ثابت قدم رہیں اور اگر امر اللہ کیجانب رجوع کرنے سے قبل سب مقتول ہو جائیں یا بھاگ جائیں تو پھر امام بحق کس سے مقاتلہ کریگا لہذا ایسی صورت میں جبکہ وہ بھاگ جائیں قتال مفروض نہیں ہے۔

قولہ امام کو جائز نہیں کہ جبتک بغاۃ اپنا خروج وبغاوت ترک نہ کریں اور اللہ کے حکم کیطرف نہ لوٹیں تلوار اُن سے اُٹھائے۔

اقول جبتک کہ بغات امام سے لڑتے رہیں گے ہرگز امام اُن پر سے تلوار نہ اُٹھائیگا جبتک کہ وہ بغاوت وخروج ترک نہ کرینگے اور امر خدا کیطرف نہ لوٹیں گے لیکن اگر شکست کھا کر وہ بھاگ جائیں تو یہ امام پر واجب نہیں کہ دشت وجبال میں اونکو ڈھونڈھے۔ نہ یہ حکم آیہ مذکورہ میں ہے کہ فراریوں کو تلاش کرو۔

قولہ۔ چنانچہ تفسیر صافی میں ہے ولو لم یفیئوا لکان الواجب علیہ فیما انزل اللہ ان لا یرفع السیف عنہم حتی یفیئوا ویرجعوا عن رائہم لانہم بایعوا طائعین غیر کارہین۔

اقول یہ حکم مخصوص ہے اون لوگوں کے ساتھ جو امام بحق سے بخوشی بلا اکراہ بیعت کریں اور پھر نکث بیعت کرکے باغی ہو جاویں جیسے حضرت طلحہ وزبیر اہل صفین اس حکم میں داخل نہیں ہیں اب زبردستی اہل صفین کو بھی ناکثین بناتے ہیں۔

قولہ اور حسب مذہب تشیع کفار و مشرکین و ملحدین جتنبک کفر سے باز نہ آویں اور ایمان قبول نہ کریں قتال ترک نہیں کیا جاتا۔

اقول کفر اور شرک اور نفاق سے باز آنا اور ایمان قبول کرنا کفار و مشرکین و ملحدین کا فعل ہے اور امام کا یہ کام ہے کہ ترک قتال اپنی جانب سے نہ کرے جتنبک کہ کفار وغیرہ لڑتے رہیں اوس سے لڑتا رہے حتیٰ کہ وہ امر خدا کی طرف رجوع کریں اور اگر وہ بھاگ جاویں تو اونکی جستجو کا حکم بھی اس آیت میں نہیں ہے نہ جناب سید عالم نے بروز فتح مکہ فراریوں کی تلاش کی۔

قولہ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کفار مکہ سے بجز ایمان کے کچھ اور قبول نہیں فرمایا۔

اقول جناب امیر علیہ السلام بھی بہ پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سوائے رجوع الی امر اللہ کے اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔

قولہ پس جناب امیرؑ نے بھی اس پر عمل فرمایا یا نہیں۔

اقول بیشک عمل فرمایا۔ جناب امیر علیہ السلام نے اہل جمل کے بارے میں اس طرح فرمایا کہ میں دعوت کرتا ہوں اور اتمام حجّت کرتا ہوں اگر قبول کریں تو توبہ مقبول ہے حق کیطرف رجوع کرنا بہتر ہے اور اگر انکار کریں اور راضی نہ ہوں تو تلوار کا مزہ چکھاؤنگا۔ جو فیصلہ کرنیوالی ہے حق و باطل میں قسم بخدا طلحہ و زبیر و عائشہ خوب جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر روایت کیا اس کو ابو عمر نے استیعاب میں۔ احکام بغاۃ کے متعلّق آپ نے یہ آیت بیان فرمائی ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفی الی امر اللہ جس کے مطابق جناب امیر علیہ السلام نے قتال فرمایا کیونکہ آیہ مذکورہ امام سے اس قدر متعلق ہے کہ بغاۃ سے خود قتال ترک نہ کرے پس آپ ہی فرما دیجئے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے اہل جمل سے کب قتال ترک کیا یہ تو ظاہر ہے کہ مقاتلہ جانبین سے ہوتا ہے پس قتال اُسی وقت تک مفروض ہے کہ جتنبک بغاۃ جنگ میں ثابت قدم رہیں یہانتک کہ وہ مغلوب ہو کر امام حق کیطرف رجوع کریں۔ یا سب کے سب مارے جائیں اور اگر بھاگ جائیں تو قتال نہ ہوگا کیونکہ جب کوئی لڑنیوالا ہی

امام کے مقابلہ میں نہ ٹھہرے تو امام کس سے مقاتلہ کرے اور آیہ مذکورہ میں فراریوں کو گرفتار کرکے قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔

قولہ اور اہل بغی وخروج کے ساتھ رجوع الی امر اللہ تک قتال فرماتے رہے یا نہیں۔

اقول جناب امیر علیہ السلام نے اپنی طرف سے قتال میں کوتاہی نہیں فرمائی۔ اہل بغی وخروج سے دریافت فرمایئے کہ انہوں نے کیوں رجوع الی امر اللہ نہیں کیا کیوں شکست کھا کر بھاگے یا کیوں مغلوب ہوتے وقت قرآن نیزوں پر بلند کئے یا کیوں ہتھیار ڈال کر گھروں میں گھس رہے۔

قولہ مگر اہل علم تاریخ پر روشن ہے کہ اہل جمل کے ساتھ بعد جنگ جمل کوئی قتال نہ ہوا۔

اقول ۸۲ لڑائیاں تو ہو ہی چکی تھیں جب ان کو سر اٹھانے کی قوت ہی باقی نہ رہی اور امام کے مقابلہ ہی میں نہ آئے تو قتال کس سے ہوتا۔

قولہ اور نہ ان کو بعد اس کے داعیہ خلاف پیش آیا۔

اقول داعیہ خلاف پیش نہ آنے سے اگر یہ مراد ہے کہ مغلوب ہو جانے کے بعد انکی ہمتیں پست ہو گئیں اور اتنی قوت باقی نہ رہی جو پھر سر اٹھاتے تو ہم کو اس سے مخالفت نہیں اور اگر یہ مراد ہو کہ انہوں نے امر خدا کی طرف رجوع کیا تو اوس کے خلاف آپ ہی کا قول شہادت دے رہا ہے جس کو ہم عنقریب نقل کرینگے۔

قولہ تو اگر انہوں نے رجوع الی امر اللہ کیا تو وہ مومن ہو گئے۔

اقول اس قضیہ میں آپ نے مومن ہو جانا اہل بغی وخروج کا رجوع الی امر اللہ کرنے پر منحصر رکھا ہے واقعی ایمان و کفر پر کہنے کے لئے یہ خوب معیار ہے اس وقت ہم آپ کے بہت ممنون ہیں کیونکہ ایسا قضیہ آپ نے بیان فرما دیا کہ میدان حشر میں بھی اہل بغی وخروج کی کفر سے گلو خلاصی نہ ہو کیونکہ بعد اتمام حجت اگر امر خدا کی طرف رجوع کرتے تو اون سے قتال نہ ہوتا پس بلا دقت ثابت ہوا کہ بعد اتمام حجت قبل شروع قتال ہی اہل بغی وخروج کافر ہو چکے تھے اور دوران قتال میں جسقدر اہل بغی وخروج مارے گئے وہ سب حالت کفر میں میدان قتال میں قتل کئے گئے اب یہ دیکھنا باقی رہا کہ جو اہل

بغی وخروج پر رہے اونکی کیا حالت رہی آیا وہ بعد کو مومن ہو گئے یا کافر ہے پس اگر اونکا رجوع الی امر اللہ کرنا ثابت ہو جائے تو وہ مومن ہو گئے کیونکہ آپ نے خود ہی اس معیار کو قائم کیا ہے اور اگر اون کا رجوع الی امر اللہ کرنا ثابت نہ ہو تو وہ کفر وضلالت پر باقی رہے مجاوہ اونکی حالت جانچنے کے لئے کسی اور دلیل لانے کی اِسوقت ضرورت نہیں آپ نے مطرقہ کے صفحہ ۳۵ میں خود اعتراف فرمایا ہے کہ "نہ بعد میں اُنہوں نے امام حق کیطرف رجوع کیا اور نہ امام کی امامت پر ایمان لائے نہ آپکو امام حق تسلیم کیا"- آپ کے اس مصرح اعتراف سے مثل آفتاب نیمروز روشن ہے کہ اہل بغی وخروج نے بعد کو امر خدا کیطرف رجوع نہیں کیا اگر رجوع کرتے تو مومن ہو جاتے چونکہ رجوع نہیں کیا اس لئے کفر ہی کیحالت میں رہے آپکا یہ اعتراف خوب کام آمد ہوا ع عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد آپنے اس قضیہ سے اپنی مذہب کا خود ہی استیصال فرما دیا اور یخربون بیوتہم بایدیہم کا مصداق ہو گئے

قولہ اور اگر رجوع الی امر اللہ اونکو حاصل نہ ہوا-

اقول تو وہ اپنے کفر ہی پر باقی رہے یہ قول آپکا بالکل بے ربط ہے کیونکہ پہلے جملہ شرطیہ میں کلمہ "کیا" فعل متعدی ہے اور اس قول میں "حاصل نہ ہوا" فعل لازم ہے یہ مقام اس کا مقتضی ہے (اور اگر اُنہوں نے رجوع الی امر اللہ نہیں کیا تو وہ کافر رہے) اس قضیۂ شرطیہ کی جزا میں اہل بغی وخروج کو کافر کہنا آپ کو نہایت دشوار گذرا لیکن جناب امیر علیہ السلام کو مرتکب کبیرہ کہنا آپ پر گراں نہ گذرا چنانچہ جو جزا آپنے نکالی ہے وہ قول آیندہ میں آتی ہے

قولہ تو ترک قتل وقتال معصیت کبیرہ ہے جس کا امام مرتکب ہوا-

اقول اہل بغی وخروج کے حق میں کفر کا فتوی دینے کے بدلے آپ نے جناب امیر علیہ السلام کو الزام لگا دیا- اودہر کی جزا ادھر نکالکر انصاف کا خون کیا ع این کار از تو آید ومردان چنین کنند مولوی مرید صاحب آپکا الزام غلط ہے کیونکہ جناب امیرؑ نے اپنی جانب سے قتال ترک نہیں کیا- اہل جمل نے تو شکست کھانے کے بعد خود جنگ سے منہ پھرایا اون میں اتنی قوت ہی باقی نہ رہی جو پھر مقابلہ میں آتے اونکی اس حالت کا اظہار آپ نے خود ان لفظوں میں کیا ہے "نہ اون کو

بعد اس کے داعیہ خلاف پیش آیا اور اہل صفین سے تا فیصلہ حکمین قتال کو ملتوی رکھا تھا جب حکمین نے خلاف حکم قرآن حکم کیا تو جناب امیرؑ جنگ پر آمادہ ہوئے اور یہ چاہا کہ پہلے اہل صفین کا قصہ پاک ہو لے اُس کے بعد خوارج سے لڑنے چلیں مگر ایسے واقعات پیش آ گئے کہ اول خوارج سے لڑنا پڑا پھر بعد جنگ خوارج جناب امیرؑ نے چاہا کہ اوسیطرف سے اہل صفین کیجانب لشکر کا رُخ پھیر دیا جاوے لیکن بعض ہمراہیوں نے اہل لشکر کو یہ پٹی دی کہ پہلے چلکر آرام کر لیں اوس کے بعد اہل صفین پر چڑھائی کریں اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اہل صفین سے قتال ترک نہیں کیا تھا ان سب باتوں کا ذکر بالتصریح آیندہ ہوگا۔

قولہ اور اہل صفین کے ساتھ بعد تحکیم کوئی قتال نہ ہوا۔

اقول۔ اہل صفین کے ساتھ بعد تحکیم قتال نہ ہونے سے نہ تو اونکی ضلالت سے گلو خلاصی ہو سکتی ہے (کیونکہ آپکو خود بھی اعتراف ہے کہ اُنہوں نے بعد کو امام حق کیطرف رجوع نہیں کیا) اور نہ جناب امیرؑ کی خطا ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ جناب امیرؑ نے تا فیصلہ حکمین قتال کو ملتوی کر دیا تھا اور بعد تحکیم خلافِ حق فیصلہ ہونے پر قتال کیلئے آمادہ و مستعد تھے اور برابر اہل لشکر کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اب میں آخرِ جنگ صفین کا حال لکھتا ہوں اوس سے عیان ہو جائیگا کہ کیوں قتال ملتوی رکھا گیا اور آیندہ اقوال کے جواب میں یہ امر بھی ظاہر کر دیا جائیگا کہ بعد تحکیم کیوں قتال کی نوبت نہیں آئی جب صفین کی آخر لڑائی واقع ہوئی جو جنگ لیلۃ الہریر کے نام سے مشہور ہے یہانتک کہ صبح ہو گئی اور آثار فتح نمایاں ہو گئے اُسوقت شامیوں نے کید و فریب سے مجلدات قرآن کو نیزوں پر بلند کیا ہر چند جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اہل لشکر کو سمجھایا کہ تم ان شامیان مکار کے مکر و فریب میں نہ آؤ فتح تمہاری قریب ہے یہ قرآن جو اُنہوں نے بلند کیا ہے قرآن صامت ہے اور میں قرآن ناطق ہوں میری اطاعت کرو مگر ایک جم غفیر بگڑ گیا کہ شامیوں کو امن دو اگر آپ امن نہ دینگے تو ہم آپکو یا تو قتل کر دینگے یا گرفتار کر کے شامیوں کے حوالہ کر دینگے پس آپ ہی فرمائیے کہ امامؑ نے اپنی رغبت سے کب قتال ملتوی کیا جب لشکری

نہ لڑیں بلکہ امام کو پکڑ کر دشمن کے حوالہ کر دینے اور قتل کرنے پر آمادہ ہوں تو ایسی حالت میں امام
کیونکر دشمنوں سے قتال کرے ہرگز جناب امیر علیہ السلام صلح کرنے پر راضی نہ تھے چنانچہ علامہ
ابن اثیر لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ مالک اشتر صلحنامہ پر راضی نہیں ہیں فقال
علی واللّٰہ ما رضیت ولا احببت ان ترضوا حضرت نے فرمایا واللہ میں بھی راضی نہیں نہ اس
کو پسند کرتا ہوں کہ تم لوگ راضی ہو اور جب تم لوگ راضی ہو گئے تو مجبوری ہم نے بھی رضامندی
ظاہر کی اب نہ اس سے پھر سکتے ہیں نہ بعد اقرار انکار ہو سکتا ہے مگر اُس وقت کہ خلاف حکم خدا
فیصلہ صادر ہو تو اس صورت میں البتہ پھر جہاد ہو سکتا ہے اشتر کے بارے میں جو تم کو خیال
ہے وہ میرے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو ہرگز ایسا نہیں ہے کاش اوسکے سے دو تین آدمی بھی
تم میں ہوتے اور جس آنکھ سے میں دیکھتا ہوں وہ بھی ہمارے دشمنوں کو دیکھتے تو بہت کچھ
تخفیف مونت ہوتی قسم بخدا تم لوگوں نے وہ کام کیا ہے کہ قوتیں ضعیف ہو گئیں وہن
اور ذلت کو تم نے اختیار کیا جب تم ظفریاب ہونے لگے اور دشمن مغلوب اور مقتول ہونے
لگے اور زخم کی تکلیف بے چین کرنے لگی تو انہوں نے مصاحف بلند کئے کہ تم کو فریب دیں
تم اُنکے دھوکے میں آگئے مکر و فریب اون کا تم پر کارگر ہو گیا اُن کا سوال پورا کر دیا قسم بخدا
مجھے امید نہیں کہ اس کے بعد کبھی تم کو فلاح اور صلاح نصیب ہو (دیکھو تاریخ کامل)
اس عبارت سے بخوبی روشن ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قتال میں سر مو کوتاہی نہیں
فرمائی نہ خود برغبت صلح کی۔ اہل لشکر نے فریب کھا کر جناب امیر علیہ السلام کو صلح پر
مجبور کیا ہر چند جناب نے سمجھایا اور ہدایت کی مگر نہ مانا آخر مجبوری سے اوس وقت صلح کر لی
مگر جناب امیر علیہ السلام نے تبھی صاف فرما دیا کہ اگر خلاف قرآن فیصلہ ہوا تو پھر جہاد ہو سکتا
ہے علامہ سبط ابن جوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الائمہ میں جناب امیر علیہ السلام کا کلام خوارج
سے اسطرح لکھتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام قتال خوارج کے لئے نکلے تو فرمایا سردار
تم میں کون ہے کہا ابن کوا حضرت نے فرمایا کس سبب سے تم نے خروج کیا ہم کہا بروز

صفین تم نے حکمین کی تحکیم کو قبول کیا۔ حضرت نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں
کہ جسدن معاویہ کے لشکر نے قرآن کو بلند کیا تو کیا میں نے تم سے نہیں کہا کہ ان لوگوں کے باب
میں میری مخالفت نہ کرو (ڈرے جاؤ) تم نے کہا کہ ہم ان کا کہنا کتاب خدا کے بارے میں قبول کرتے
ہیں میں نے کہا کہ اُنہوں نے صرف مکروفریب سے قرآن بلند کئے ہیں تم نے کہا کہ اگر تم کتاب خدا
کو قبول نہ کروگے تو ہم تم کو قتل کرڈالیں گے یا معاویہ کے لشکر کے حوالہ کردینگے جب تم نے بجز کتاب خدا
کے کچھ نہ مانا تو میں نے حکمین کیلئے شرط لگائی کہ کتاب خدا کے موافق حکم کریں اور اگر خلاف حکم
قرآن حکم کیا تو ہم اُن سے بری ہیں خوارج نے کہا کہ لوگوں کو تم نے کیوں حکم کیا حضرت نے فرمایا
خدا کی قسم میں نے کسی مخلوق کو حکم نہیں کیا بلکہ قرآن کو حکم کیا اس لئے کہ قرآن صرف دو دفتینو(ں)
کے درمیان لکھا ہوا ہے خود تو گویا ہوتا نہیں بلکہ لوگ پڑھتے ہیں خوارج نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں
بقدر الحاجت اس عبارت سے بھی آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے خود قتال میں
کوتاہی نہیں فرمائی اور برابر اہل لشکر کو سمجھایا اور اہل شام کے مکروفریب کو ظاہر کردیا مگر اہل لشکر
نے اُن جناب کے حکم کو نہ مانا اور لڑائی سے مزاحمت کی اور پھر خود ہی الزام دینے لگے بہ سبب دھوکا
اور فریب کہا جانے اہل لشکر کے امام علیہ السلام کو مجبوری تا فیصلہ حکمین قتال کو ملتوی کرنا پڑا۔
اور اون جناب نے یہ قید اور شرط لگادی کہ اگر حکمین نے خلاف حکم خدا حکم کیا تو ہم اُن سے بری ہیں
یعنی پھر جہاد کرینگے اگر تمامی اہل لشکر اپنے امام حق کے حکم کی متابعت کرتے اور اہل شام سے جہاد کئے جاتے
تو اُسی روز فیصلہ ہوجاتا یا تو اہل صفین رجوع الی امر اللہ کرتے یا مثل اہل نہروان سب قتل کئے
جاتے یا کچھ قتل ہوتے اور کچھ بھاگ جاتے۔ نہ امام علیہ السلام سے کوئی سستی ظاہر ہوئی نہ بیزری امر حق
میں کوتاہی ہوئی۔ پس آپکا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر بوجہ بغض و عداوت کے ہے کیونکہ التوائے
جنگ سے یہ مراد نہیں ہے کہ آئندہ پھر قتال نہ ہوگا۔

قولہ اور امیر معاویہ شام میں مسند خلافت پر دندناتے رہے۔

اقول جو بغض کہ جناب امیر علیہ السلام کے آپکے دل میں تھا اُس کا اظہار آپنے اس فقرہ سے فرمادیا۔

اور سب پر یہ امر روشن ہوگیا کہ آپ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے قایل نہیں ہیں بلکہ آپ معاویہ صاحب کو آپ خلیفہ رسولؐ جانتے ہیں پس یہ امر سب پر مُبرہن ہوگیا کہ جسطرح معاویہ صاحب کو جناب امیر علیہ السلام کی امامت وخلافت سے انکار تھا اوسیطرح آپکو بھی جناب امیر علیہ السلام کی امامت وخلافت سے انکار ہے اگر جنگ صفین کا زمانہ ہوتا تو ضرور آپ اپنے پیشوا معاویہ صاحب کی حمایت کرتے اور جناب امیر علیہ السلام سے لڑتے اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ آپکا مذہب بغض و عداوت جناب امیر علیہ السلام پر مبنی ہے۔

قولہ اور امام کی تحریرات کا ایسا جواب دیتے رہے کہ بالتزام مذہب تشیع امام سے اُس کا جواب ناممکن ہے چنانچہ یہ بحث مفصل ہم ہدایات الرشید میں ہدیہ ناظرین کر چکے۔

اقول جب حضرات شیخین ہی جناب امیر علیہ السلام کی باتوں کے جواب دینے سے عاجز تھے تو آپکے معویہ کی کیا ہستی تھی جو جناب امیر علیہ السلام کی تحریروں کا معقول جواب دیتے آپ خود بھی تو اپنے معاویہ صاحب کے بڑے پکے حامی ہیں دیکھیں تو آپ ہماری تحریرونکا کیا جواب دیتے ہیں یہ تو ہر مومن کا اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ حق ہے اور وہ حق کے ساتھ ہیں پس جو شخص کہ حق میں جرح و قدح کریگا وہ ضرور باطل پر ہے کوئی تحریر معاویہ کی ایسی نہیں جس کا جواب جناب امیر السلام نے نہ دیا ہو آپکے معاویہ صاحب کا ایک فقرہ مع جواب جناب امیر علیہ السلام ہم بھی لکھتے ہیں ذرا اسی کو ملاحظہ فرمالیجئے اور یہ بھی بتلادیجئے کہ آپکے معاویہ صاحب نے اُس کا کیا جواب دیا اگر انہوں نے جواب نہ دیا ہو تو بوکالت وحمایت معاویہ صاحب آپ ہی اُس کا جواب دیدیجئے۔

چنانچہ معاویہ صاحب نے ایک خط میں جناب امیر علیہ السلام کو اسطرح لکھا ولنت تساق للبیعۃ کما یساق الفحل المخشوش ترجمہ۔ کھینچے جاتے تھے تم بیعت کرنے کیلئے مانند کھینچے اُس اونٹ کے جسکی ناک میں نکیل ہو حضرت امیر علیہ السلام نے جواب میں اس فقرہ کے یہ فرمایا کہ تو نے اس جملہ میں میری مذمت چاہی حالانکہ درحقیقت مدح میری ہے لاغضاضۃ للمرء المسلم اذا کان مظلوما

آپ کے معاویہ صاحب نے اس جملہ میں اُس بات کو ظاہر کر دیا جس کو حضرات اہلسنت آجتک چھپاتے ہیں اور بہت فخر کے ساتھ لکھا کہ تم بیعت کے لئے کھینچے جاتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام نے جو اپنا مظلوم ہونا ظاہر فرمایا اور یہ بھی صاف فرمادیا کہ جس جملے سے تو نے میری مذمت چاہی وہ میری مدح ہے اب حضرات اہلسنت جناب امیر علیہ السلام کی مظلومیّت کا اندازہ فرماکر خود نتیجہ نکال لیں اور مولوی مرید صاحب منجانب معاویہ جواب الجواب پیش کریں۔ میں سینہ ٹھوک کر کہتا ہوں کہ اس کا جواب الجواب ناممکن ہے اور ہدایات الرشید کا بار بار کیا ذکر کرتے ہیں بعض مباحث اوس کے جو مطرقہ میں آپ نے لکھے ہیں اُنکا رد کر دیا گیا ہے "مشتے نمونہ از خروارے" جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم پوری کتاب کا رد کر سکتے ہیں۔

قولہ مگر امام نے کبھی قتال کا نام تک نہ لیا۔

اقول آپ نے عداوت جناب امیر علیہ السلام پر ایسی مضبوط کمر باندھی ہے کہ علانیہ واقعات کا انکار کرتے ہیں ہم کامل ابن اثیر و تذکرہ خواص الائمہ کے حوالہ سے ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا کہ اگر فیصلہ حکمین خلاف قرآن واقعہ ہو تو پھر جہاد کرینگے اور آپ فرماتے ہیں کہ امام نے کبھی قتال کا نام ہی نہیں لیا۔ اب تو ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر علیہ السلام نے تا فیصلہ حکمین قتال کو ملتوی رکھا تھا مطلقاً ترک قتال نہیں فرمایا تھا اور اسیوجہ سے اہل لشکر کو ترغیب و تحریص کی تھی کہ بڑے جاؤ فتح تمہاری قریب ہے کیونکہ دشمن مغلوب ہونے لگے۔ پس جناب امیرؑ کا مستعد و سرگرم رہنا اور آیہ مذکورہ کی کماحقہ تعمیل کرنا ظاہر و باہر ہے۔

قولہ فقاتلوا التی تبغی پر عمل تو درکنار شاید وسوسہ بھی دل میں نہ آیا ہو۔

اقول آپکو خدا و رسولؐ سے مطلق شرم نہیں آتی کہ جناب امیر علیہ السلام پر بوجہ بغض و عداوت الزام لگاتے ہیں چشم انصاف تو درکنار آپ نے چشم ظاہر بین کو بھی بند کر لیا ہے ہم تو ثابت کر چکے کہ جناب امیر علیہ السلام نے آیہ مذکورہ کی تعمیل میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں فرمائی اور ہر چند کوشش کی کہ اہل لشکر شامیوں کے فریب میں نہ آویں لیکن جب کسی نے نہ مانا بلکہ خود امام کے قتل و گرفتاری پر آمادہ

ہوگئے تو ایسی صورت میں اُسوقت کیونکر جنگ کرتے اس وجہ سے جناب امیرؑ نے تا فیصلہ حکمین جہاد کو ملتوی فرمایا- اب ہم اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام قبل قتال خوارج شامیوں سے جہاد کرنے کو امادہ تھے اور بعد جنگ نہروان بھی مستعد ہوئے کہ اہل شام پر لشکر کشی کریں چنانچہ تاریخ کامل میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حرث بن مرہ عبدی کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ خوارج نے اونکو بھی قتل کیا حضرتؑ امادہ تھے کہ اہل شام سے لڑنے جائیں مگر اشعث وغیرہ مانع ہوئے کہ پہلے خوارج کی صفائی کرلیجئے تب اودھر قصد کیجئے لوگوں کا خیال تھا کہ اشعث اودھر مائل ہے کیونکہ اُسی نے صفین میں کہا تھا کہ اہل شام نے انصاف کیا کہ ہم کو کتاب خدا کیطرف دعوت کرتے ہیں اب اس کلام سے یقیناً معلوم ہوا کہ یہ اودھر مائل ہے جناب امیرؑ نے مجبوری خوارج کیطرف رُخ کیا (تاریخ کامل) جب جناب امیر علیہ السلام جنگ خوارج سے فارغ ہوئے اور سب کو فی النار کرکے امادہ ہوئے کہ معاویہ سے لڑنے چلیں تو اسی اشعث نے پھر مزاحمت کی اور یہ کہہ کر تمام لشکر کو بہکا دیا کہ گھر چلکر آرام کرلیں سامان جنگ مہیا کرلیں تو چلیں کہ اس سے زیادہ قوت ہوگی- ہم کو دشمنوں پر یہ فقرہ ایسا موثر ہوا کہ سب اوس کے فقرہ میں آگئے اس کے بعد ہرچند حضرت نے کوشش کی مگر کسیطرح کوئی امادہ نہ ہوا- (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۲۹) کیوں صاحبو دو مرتبہ جناب امیر علیہ السلام کا مصمم ارادہ اہل شام پر لشکر کشی کرنے کا ظاہر ہوا قبل جنگ خوارج اور بعد جنگ خوارج دونوں مرتبہ اشعث مزاحم ہوا بعد جنگ خوارج حضرت نے یہ کوشش فرمائی کہ لشکر اسی طرف سے اہل شام سے لڑنے کو چلے مگر اہل لشکر نے اشعث کے بہکانے سے کہنا نہ مانا- پس مخاطب کا یہ قول کہ فقاتلوا التی تبغی پر عمل تو درکنار شاید وسوسہ بھی دل میں نہ آیا ہو غلط اور باطل ثابت ہوا اور بغض اُن کا جناب امیر علیہ السلام سے روشن ہوگیا- اب مولوی مرید صاحب فرمائیں کہ امام علیہ السلام کے دل میں جنگ کا خیال تھا یا نہ تھا اور فقاتلوا التی تبغی پر امام نے عمل کیا یا نہ کیا یہ بھی واضح ہو کہ قیس ابن اشعث حضرت ابوبکر کا بہنوئی تھا اُسی نے جنگ صفین میں جب فتح نمایاں ہونے لگی تو اُسکی برچھی کی فکر کی- مروج الذہب میں ہے کہ اشعث اسکی ابتدائی اور یہی مانع

تھا جنگ کرنے سے لشکر معاویہ کے ساتھ اور جب صلحنامہ لکھا گیا تو نہایت مسرت و فرحت سے لوگوں کو صلحنامہ سناتا پھرتا تھا۔ حاشیہ جلد کامل جلد ۶ صفحہ ۲ کہاں تو مولوی مرید صاحب کا صفحہ مطرقہ میں یہ دعوی کہ "ہر ایک اصل مذہب کی نقیض کو اُن مذہبی دلایل سے ثابت کیا ہے جنکی قبول و تسلیم کرنے میں کسی اہل حیا و انصاف کو علمار شیعہ میں سے تردد و تامل نہیں ہوسکتا" اور کہاں یہ افترا و بہتان اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے مطرقہ کے صفحہ ۴۷ پر یہ عبارت لکھی ہے کہ "جو شخص نہجہ البلاغہ کے خطوں کو سرسری نظر سے بھی پڑھ سکے اُس پر واضح ہوسکتا ہے کہ اپنے زمانہ خلافت سے آخر حیات تک حضرت سے بغاۃ کے ساتھ نفاق و مداہنت ظہور پذیر نہیں ہوئی"۔ تو اب کوئی مخاطب ذی فہم سے پوچھے کہ جب آخر زمانہ حیات تک جناب امیر علیہ السلام سے بغات کے ساتھ کوتاہی اور سستی نہیں فرمائی تو آیہ فقاتلوا التی پر عمل کرنا ثابت ہوگیا اور آپ کا یہہ فرمانا کہ "شاید دل میں وسوسہ بھی نہ آیا ہو غلط اور باطل ہوا۔

قولہ پھر امام ثانی نے بجائے قتال خلعت خلافت ہی ایک باغی کے حوالہ فرمادیا۔

اقول آپنے تو جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت ہی میں اپنے معاویہ صاحب کو خلیفہ مان لیا چنانچہ ابھی ۳ سطر اوپر آپ لکھ چکے ہیں کہ امیر معویہ شام میں مسند خلافت پر وندناتے رہے پس اگر آپکے مذہب اور اعتقاد کے مطابق آپ کے معویہ صاحب جناب امیر علیہ السلام کے عہد خلافت ہی میں مسند خلافت پر وندناتے رہتے تھے تو ظاہر ہے کہ جناب امام ثانی علیہ السلام نے خلعت خلافت اونکو حوالہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی سے خلیفہ آپ کے نزدیک تھا اُس کو خلعت خلافت حوالہ کرنا کیا معنی اور مذہب الحق کے روسے خلافت و امامت معویہ کو دی ہی نہیں جاسکتی۔ اگر کوئی نبی کسی کو اپنی نبوت دیسکتا ہو تو امام کیواسطے امامت کا دینا بھی ثابت ہوگا۔ جسطرح نبی اپنی نبوت نہیں دیسکتا اوسیطرح امام اپنی امامت نہیں دیسکتا۔ نہ حکومت ظاہری نبی کے لئے شرط ہے نہ امام کے لئے بہت سے انبیاء ایسے گذری ہیں جنکو حکومت ظاہری حاصل نہیں ہوئی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بعد بعثت کئی برس تک حکومت و سلطنت حاصل نہ ہوئی جنتک

مکہ معظمہ میں رہے حکومت و غلبہ نہ ہوا۔ مگر نبی تھے پس ثابت ہوا کہ حکومت و غلبہ نہ ہونے سے نبوت میں فرق نہیں آتا تو امامت میں کیوں فرق آئیگا۔ جناب امام حسن علیہ السلام نے بوجہ قلت اعوان و انصار مخلصین کے معویہ سے صلح فرمائی۔ اسیطرح جناب امیر علیہ السلام نے بوجہ قلت اعوان و انصار مخلصین حضرات شیخین سے صلح فرمائی تھی۔ اور اسی طرح بوجہ دستکشی مجاہدین کے معویہ سے صلح فرمائی تھی۔ اگر مخلصین جانباز کافی ہوتے تو قتال فرماتے جسطرح امام حسن علیہ السلام زمانہ حکومت میں امام حق تھے اوسیطرح بعد تفویض سلطنت بھی امام حق ہیں آنجناب نے معویہ کو امر حق کیطرف بلایا اور حجت کو تمام کیا اپنا کار منصبی انجام دیا۔ لیکن آپ کے معویہ صاحب نے امر حق کو قبول نہیں کیا یہ اُن کا قصور ہے اگر نبی دعوت کرے اور کوئی شخص بھی اُس کی دعوت کو قبول نہ کرے تو نبی پر کوئی الزام نہیں وما علینا الا البلاغ المبین اسیطرح اگر لوگ امام حق کی امامت کو قبول نہ کریں اور ہدایت پر نہ آویں تو خود انہیں لوگوں کا قصور ہے امام بری ہے۔

قولہ حالانکہ بوجہ بغاوت و قتال امام اول اور بوجہ بغاوت و ارادۂ قتل امام ثانی بقول شیعہ مرتکب کفر و ارتداد ہو چکا تھا۔

اقول بقول شیعہ کے قید لگانا بے سود ہے بلکہ نصوص سے کفر ثابت ہے اور بقول جناب علی مرتضیٰ بدیہی ثابت ہے جیسا کہ کتب اہلسنت میں موجود ہے۔

(۱) لیلۃ الہریر کی صبح کو جب عمرو عاص نے دیکھا کہ اب علیؑ کو فتح ہوا چاہتی ہے اور ہلاکت کے سوا چارہ کار نہیں (فقاتلوا التی تبغی کے معنی پر غور کرنا چاہیئے اب سوائے اس کے کیا چارہ تھا کہ یا تو سب قتل ہوں یا امر خدا کیطرف رجوع کرنا پڑے) تو معاویہ سے کہا کہ اگر میرا کہنا مانو تو مصاحف کو نیزوں پر بلند کر کے کہو کہ یہ حکم ہے درمیان ہم لوگوں کے اس چال سے ضرور لشکر کوفہ میں تفرقہ پڑیگا کچھ لوگ اگر انکار کرینگے تو کچھ ضرور راضی ہونگے لڑائی سے مہلت ملیگی۔ معاویہ نے اسکی تعمیل کی اور مصاحف نیزوں پر رکھکر چاروں طرف سے بلند کئے کہ یہ کتاب خدا ہم لوگوں میں حکم ہے جب اہل کوفہ نے دیکھا تو کہا ضرور قبول کرینگے حضرت علیؑ نے کہا تم لوگ حق پر لڑتے ہو دشمنوں سے

جنگ کیے جاؤ کہ معاویہ عمرو عاص ابن ابی معیط حبیب ابن ابی سرح وغیرہ نہ صاحب دین ہیں نہ صاحب قرآن میں بچپنے سے واقف ہوں کہ کم سنی اور جوانی میں بھی یہ سب بدترین مخلوقات رہے (تاریخ کامل) اس کلام سے معویہ وغیرہ کا بیدین ہونا اور بدترین مخلوقات ہونا ظاہر ہوگیا (۳) جب حضرت پُل کے پار پہنچے تو خوارج سے کہلا بھیجا کہ تم نے ہمارے اصحاب کو جو قتل کیا ہے اُن کے قاتلوں کو حوالہ کرو کہ انتقام لیں بعدہٗ تم کو چھوڑ کر اہل شام کیطرف جائیں تم سے نہ لڑیں (اب مولوی مربد صاحب بار دگر اپنے اس قول پر کہ فقاتلوا التی تبغی پر عمل تو در کنار شاید وسوسہ بھی نہ آیا ہو۔ شرمائیں اور حیادار کو تو مُنہہ دکھلانے کی بھی جگہ نہیں ہے) شاید خدا تمہارے قلوب کی اصلاح کرے (اس سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام چاہتے تھے کہ قتال خوارج سے پیشتر اہل شام کا جھگڑا پاک ہو کیونکہ اہل شام خارجیوں سے بھی زیادہ موذی اور مفسد اور بدتر تھے) اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم سب نے ملکر قتل کیا ہے اور تمہارے قتل پر بھی آمادہ ہیں اور خون کو تم لوگوں کے حلال جانتے ہیں پھر قیس بن سعد بن عبادہ انصاری اور ابوایوب انصاری نے بھی بہت کچھہ فہمایش کی۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا۔ تب جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بہر وعظ و پند فرمایا کہ دیکھو میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تمام جہان کے ملعون اور اس میدان میں سب قتل کیے جاؤ کیا میں نے تمکو اُس روز منع نہیں کیا تھا کہ میرے حکم سے نہ پھرو اور نہیں کہا تھا کہ یہ مکر و فریب معویہ ہے وہ سب بیدین ہیں تم نے میری مخالفت کی۔ تب میں نے حکمین کو پابند و مشروط کیا کہ مطابق قرآن فیصلہ کریں انہوں نے اختلاف کیا اور مخالفت کی کتاب و سنت کی پس میں نے بھی اونکے حکم کو نہ مانا اور حالِ اول پر قائم ہوں تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۳۹۔ اب تو معاویہ اور انکے اتباع کا بیدین ہونا جناب امیر علیہ السلام کے قول سے بخوبی ظاہر ہوگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام نے حکمین کے فیصلہ کو جو خلاف کتاب و سنت تھا نہ مانا بلکہ حال اول پر قائم رہے یعنی امادہ قتال رہے پس فقاتلوا التی تبغی پر عمل نہ کرنیکا الزام کہاں رہا اگر یہ کہا جائے کہ بعد تحکیم قتال

واقع نہیں ہوا اس کا جواب یہ ہی کہ قبل قتال خوارج اہل صفین سے قتال واقع ہونے میں شبہہ نہ تھا اگر قیس مزاحم نہ ہوتا تو ضرور قتال ہوتا جناب امیر علیہ السلام تو امادہ قتال تھی اور اسقدر مستعد تھی کہ بعد جنگ خوارج دار الخلافہ کو واپس بھی آنا نہیں چاہتے تھی مگر اہل لشکر کی سُستی کو کیا کرتے اُسی قیس نے پھر چال سے اہل لشکر کو بہکایا کہ آرام کرلیں تب اہل شام سے لڑنے کو چلیں اور اگر جناب امیر علیہ السلام زندہ رہتے تو ضرور قتال واقع ہوتا جناب امیر علیہ السلام سے خود بنفسہ کوتاہی ظہور میں نہیں آئی اور یہ امر نہایت ظاہر ہے کہ نبی یا امام پر تنہا جہاد مفروض نہیں ہے ہاں جب اُس کے ہمراہی میدان جنگ میں قتل کئے جاویں یا بھاگ جاویں۔ اس وقت نبی یا امام میدان جنگ سے نہ ہٹے گا اور جب خود اپنے ہمراہی مزاحمت کریں اور امام کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے کو امادہ ہو جائیں تو کیونکر دوسروں سے قتال کرے اب اسی ضمن میں اہل جمل کے ارتداد کا حال بھی سُن لیجئے جناب امیرؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے اہل جمل سے او سوقت تک مقاتلہ نہیں ہوا تھا اس وقت فرمایا وارادوا ردالاسلام والاشیاء علی ادبارھا ترجمہ۔ اور ارادہ کیا اُن لوگوں نے کہ رد کریں اسلام کو اور اشیاء کو پسِ پُشت یہ تو ظاہر ہے کہ اول اہل جمل پر حجت کو تمام کیا جب بعد اتمام حجت بھی انہوں نے رجوع حق کیطرف نہ کیا اور رجوع سے انکار کیا تو یہ انکار کرنا رد اسلام ہوا اور جب اہل جمل نے اسلام کو رد کر دیا تو اون سے محاربہ ومقاتلہ واقع ہوا پس اہل جمل کا قبل محاربہ بوجہ رد دعوت جناب امیر علیہ السلام اسلام کو رد کر دینا ثابت ہوا۔ اس کے بعد قتال ہوا تا کہ مغلوب ہوکر رجوع الی امر اللہ کریں ہزاروں تو اوسی حالت ارتداد میں مارے گئے اور جو بچے وہ بھاگ گئے مگر رجوع الی امر اللہ نہیں کیا اونکے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو بروز فتح مکہ اہل مکہ کے ساتھ ہوا تھا آپ بروستی کھینچ تان کر اون لوگوں کو مسلمان کرتے ہیں جو رد اسلام کر چکے تھی۔ ہم نے حسب وعدہ محاربین کا قبل محاربہ امام اسلام کو رد کر دینا ثابت کر دیا تعجبؔ تو یہ ہے کہ جن صحابہ وغیرہ کو حضرت ابوبکرؓ نے قتل کرا دیا وہ آجتک مرتد کہلائے

جاتے ہیں اور محاربین جناب امیر علیہ السلام باین بُغض وعداوت نہ مرتد ہیں نہ کافر نہ بیدین اچھے خاصے آپکے نزدیک سچے مسلمان اور پکے مومن ہیں اسیوجہ سے ہم کہتے ہیں کہ آپکو جناب امیرؑ سے عداوت ہی کیونکہ آپ اونکے دشمنوں کے ساتھی ہیں۔

قولہ تو اس صورت میں بوجہ اس عنایت اور اعانت کے جو امام ثانی نے ارتداد و مرتد کی فرمائی جو کچھہ امام ثانی پر لازم آتا ہے اور جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں میری زبان و قلم میں تو طاقت نہیں کہ میں اس کو ادا کر سکوں۔ ہاں حضرات شیعہ کی زبان و قلم لعن و تکفیر کی مشتاق ہے اُسکو بھی بخوبی ادا کر سکینگے۔

اقول جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے اب و جد کے طریقہ پر عمل کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز حدیبیہ کفار سے صلح فرمائی تھی اور صلح بھی اس طرح پر واقع ہوئی تھی کہ حضرت عمر نے نبوت میں شک کیا تھا جناب امیر علیہ السلام نے بھی ایک وقت انہیں معویہ سے صلح کر لی تھی۔ کیونکہ اعوان و انصار نے لڑنے سے انکار کیا تھا۔ پس اگر امام حسن علیہ السلام نے بھی معویہ پر حجت تمام کرنے کے بعد بہ سبب قلت اعوان و انصار مخلصین صلح فرمالی تو کیا الزام آسکتا ہے الحق امام حسن علیہ السلام کو امام معصوم جانتے ہیں امام حسن علیہ السلام نے یہ عنایت معاویہ پر ضرور ظاہر کی۔ کہ اونکو امر حق طرف بلایا اپنی بیعت طلب کی حجت کو تمام کیا جب انہوں نے بیعت سے انکار کیا اُس وقت امادہ قتال ہوئے جب اپنے اعوان و انصار کی حالت دیکھی تو مخلصین کم پائے سوائے مخلصین کے سبکے دل معاویہ کیجانب رجوع پائے جسطرح جناب امیر علیہ السلام کے قتل و گرفتار کرنے پر اہل لشکر مستعد تھے اوسیطرح جناب امام حسن علیہ السلام کے قتل و گرفتاری پر اہل لشکر امادہ تھے اور یہ ارادہ رکھتے تھے کہ عین وقت قتال گرفتار کرکے دشمن کے حوالہ کر دینگے۔ ایسی حالتمیں وجوب قتال ساقط تھا امام حسنؑ نے بمجبوری صلح کر لی اپنی خوشی اور رضامندی سے ملک تفویض نہیں فرمایا بلکہ بحالت مجبوری ایسا فرمایا پس آپکا یہ فرمانا کہ مرتد کی امانت فرمائی محض بوجہ عداوت وعناد کے ہے آپ خود اپنی طبیعت سے اپنا دل خوش کرنے کے واسطے ناحق الزام

تراش فرماتے ہیں اور اپنی عداوت کا اظہار فرماتے ہیں الحق امام حسن علیہ السلام کو مثل اور ائمہ کے معصوم اور حجت خدا جانتے ہیں اور اونکے دشمن اور منکر امامت کو خارج از ایمان جانتے ہیں اور یہ عقیدہ ہمارا آپ پر اور سب پر روشن ہے۔

قولہ جس پر امام ثالث نے بگڑ کر کلمات تلخ و ترش مثبت تخطیہ امام فرمائے اور فرمایا لو جز انفی لکان احب الی مما فعلہ اخی۔

اقول یہ عبارت بے سند ہے ہم اس کو امام حسین علیہ السلام کا قول کیونکر سمجھیں اگر آپ نے کسی اپنے ہم مذہب کی کتاب سے نقل کیا ہے تو ہم پر حجت نہیں ہو سکتا اور اگر یہ قول امام حسین علیہ السلام ہی کا تسلیم کر لیا جاوے تو بھی مثبت خطائے امام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ لوگوں سے امام حسینؑ نے کہا کہ بھائی امام حسن علیہ السلام کا یہ فعل مجکو محبوب نہیں ہے میں اس صلح کو کسیطرح پسند کرتا اس قول سے یہ مطلب بر آمد نہیں ہوتا کہ نفس فعل معاذ اللہ خطا ہے کیونکہ کسی فعل کو بہ سبب دریافت نہ کرنے وجہ فعل کے ناپسند کرنے سے اوس فعل کا خطا ہونا لازم نہیں آتا۔ بحار الانوار میں یہ منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی خدمتمیں روتے ہوئے گئے اور ہنستے ہوئے بر آمد ہوئے اُن سے پوچھا کہ ای بھائی آپنے معاویہ سے کیوں صلح فرمائی۔ امام حسن علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ جو وجہ کہ جناب امیر علیہ السلام کو اس زمانہ سے قبل پیش آئے تھی وہی وجہ مجکو پیش آئی۔ اس جواب سے امام حسین علیہ السلام کو تسکین ہو گئی حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بھی تو بھائی تھے۔ دونوں نبی تھے اور معصوم تھے اور حضرت موسیٰ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پر غضبناک بھی ہوئے اور اسی حالت میں اُنکا سر اور ڈاڑھی بھی پکڑی تو کیا حضرت موسیٰؑ کے غضبناک ہونے اور سر اور ڈاڑھی پکڑنے سے آپ حضرت ہارونؑ کی خطا ثابت کر سکتے ہیں۔ جب حضرت ہارونؑ نے وجہ بیان کر دی اور کہدیا کہ اے میری ماں جائے قوم نے مجکو ضعیف سمجھا اور قریب تھا کہ مجکہ قتل کر ڈالتے قال ابن ام ان القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی تو حضرت موسیٰؑ کی تسکین ہو گئی آپ ذرا قرآن کو پڑھئے اُس میں یہ قصہ موجود ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے افعال پر بھی اعتراض کئے تھے جبکہ

حضرت خضر نے سفینہ میں سوراخ کیا تھا اور وجہ معترض ہونے کی یہی تھی کہ حضرت موسیٰؑ عواقب امور سے ناواقف تھے جب وجہ بیان کردیگئی اونکی تسکین ہوگئی نہ یہ کہ معاذ اللہ حضرت خضر علیہ السلام برسر خطا ہوں پس امام حسینؑ ہی کا یہ قول تسلیم کرلیا جاوے تو مثبت خطائی امام حسنؑ نہیں ہوسکتا۔ آپ بوجہ کینہ و عداوت کے امام معصوم کی خطا ثابت کرنے پر آمادہ ہیں حالانکہ اُن سے کوئی خطا واقع نہیں ہوئی۔

قولہ اور خلافت ہائے سابقہ کے زمانہ میں امام زمان بالکل ہم پیالہ وہم نوالہ اور وزیر و مشیر ہی بنے رہے۔

اقول آپکے خلیفہ ثانی صاحب نبیذ کو استعمال فرماتے تھے جناب امیر علیہ السلام حرام جانتے تھے۔ ہم پیالہ ہونا کیونکر ثابت ہو۔ جناب امیرؑ نے سوائے نانِ جوین کے نان گندم وغیرہ نہیں کھائی البتہ عرت میں ہم نوالہ ہونا بھی تسلیم نہیں ہے نہ یہ ثابت ہے کہ جناب امیرؑ حضرات ثلثہ کے دسترخوان پر لذیذ لقمے کھانے جایا کرتے تھے جب اپنے ہی زمانہ خلافت میں لذیذ کھانوں کی طرف رغبت نہ فرمائی تو دوسروں کے گھر کیوں کھانے لگے ہم نے یہ بھی کہیں دیکھا سنا نہیں کہ حضرات ثلثہ نے اپنے اپنے وقتوں میں پروانہ وزارت جناب امیرؑ کے نام تحریر فرمایا ہو۔ اب ہا مشیر ہونا اوسکی نسبت یہ التماس ہے کہ حضرات شیخین نے جناب امیرؑ کو کبھی اپنے راز کی باتوں پر مطلع نہیں کیا نہ ایسے امور میں مشورہ لیا آپکے اس دعوے کے ابطال میں صرف معویہ کے اُس خط کا ایک ٹکڑا حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۷۹ سے لکھتا ہوں جو انہوں نے بنام محمد بن ابی بکر تحریر فرمایا تھا لا یشرکانہ فی امرھما ولا یطلعانہ علی سرھما یعنی وہ دونوں (حضرات شیخین) اونکو (علی مرتضیٰؑ) نہیں شریک کرتے تھے اپنے کسی امر میں اور اپنے اسرار کی باتوں پر مطلع نہیں کرتے تھے اور مشکل کے وقت جناب امیرؑ کا نیک مشورہ دینا دلیل حقیت خلافت اغیار نہیں ہوسکتا جناب امیر علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اب مُلک خلافت کو ان لوگوں کے ہاتھ سے نکالنے میں علاوہ ہلاکت خاندان رسالتؐ کے اصل اسلام کے برباد ہونیکا اندیشہ ہے تو آپنے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اس بات کی فکر کی کہ دوسرے مذہب والے اسلام پر عیب نہ لگاویں اور اسلام کا

مضحکہ نہ کریں لہذا جب مسایل مشکلہ پیش آئے اون جناب نے اونکو حل کیا اور وقتاً فوقتاً ان باتوں کی خبرگیری کی اور جب کوئی بیرونی حملہ ہوا خواہ بذریعہ سوالات علمی خواہ بذریعہ فوج کشی تو اون حملوں کے دفعیہ کی تدبیر تبلائی اور سوالات علمی کو حل فرمایا جو مشورے حضرت نے دیئے وہ اسلامی فتوحات کے حق میں دیئے تاکہ وجودِ اسلام باقی رہے۔ اور خود اون جناب کو جہاد کی اجازت نہیں تھی آپکو خلفا روکے ہوئے تھے ایسے مشورہ دینا بسبب محبّت اسلام تھا جس کے آپ مربی تھے واضح ہو کہ یہ مضمون آپنے شاہ ولایت حسین صاحب کے سوال سے تراشا ہے۔

قولہ حالانکہ بر وفق مذہب وہ خلافتیں بھی چونکہ ان میں امام حق کی اطاعت سے خروج تھا باغی تھیں

اقول اور غاصب بھی تھیں۔

قولہ اور موافق حکم نص صریح قتال اُن سے بھی واجب تھا۔

اقول درصورت قلت اعوان و انصار قتال واجب نہیں نبیؐ کو بھی درصورت قلت انصار حکم جہاد نہ تھا تو امام پر جو خلیفہ نبیؐ ہے ایسی حالت میں کیوں قتال واجب ہوگا دیکھو جناب امیرؑ نے جنگ صفین میں اسیوجہ سے صلح فرمائی تھی کہ ہمراہیوں نے جنگ سے انکار کیا اور صلح پر مجبور کیا جناب امام حسنؑ نے بھی اسیوجہ سے صلح فرمائی کہ اصحاب مخلصین بہت کم تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے صلح حدیبیہ فرمائی پس ان حضرات علیہم السلام کے صلح کر لینے سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کفار کفار نہ رہے یا باغی باغی نہ رہے خاصان خدا کے صلح کر لینے سے ظالمین کا ظلم زایل نہیں ہوتا نہ وہ حق پر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

قولہ پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر یہ بغی و خروج تھا تو وہ امام حق نہ تھے اور اگر وہ امام حق تھے تو یہ بغی و خروج نہ تھا۔

اقول آپکے اول جملہ شرطیہ کا جواب تو یہ ہی کہ امام حق نے بوجہ قلت اعوان و انصار اہل بغی و خروج سے صلح کر لی کیونکہ حالت مجبوری و بیکسی میں امام پر قتال واجب نہیں ہی پس امام حق کی امامت میں کچھ نقصان نہیں آیا اور اہل بغی و خروج کا ظلم بوجہ صلح کر لینے کے زایل نہیں ہوا اور

دوسرا جملہ شرطیہ آپکا کچھ آپ کو فایدہ نہیں پہنچاتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر وہ امام حق تھے تو یہ بغی و خروج نہ تھا یعنی اگر جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام امام حق تھے تو حضرات شیخین و غیرہم اہل بغی و خروج نہ تھے یہی آپکا جملہ ثانیہ سے مطلب معلوم ہی پس جناب امیر علیہ السلام کا امام حق ہونا تو ثابت ہو گیا۔ اب رہا بغی و خروج اوسکی نسبت ابھی آپ خود فرما چکے ہیں کہ بڑی مذہب وہ خلافتین بھی چونکہ اُن میں امام حق کی اطاعت سے خروج تھا باغی تھیں اور ترک قتال کیوجہ بیان کردیگئی ہی کہ اہل بغی و خروج سے درصورت قلّت انصار قتال واجب نہیں۔ بلکہ صلح کرلینا پڑتی ہی۔ جسطرح جناب رسالتمآبؐ نے بروز حدیبیہ صلح فرمائی اوسیطرح جناب امیرؑ نے صلح فرمائی۔ صلح حدیبیہ میں جو حضرت عمر کو نبوت میں شک گذرا تھا تو انہوں نے بھی آپکی طرح کچھ ایسا ہی سمجھا ہوگا اور اسی قسم کا قضیہ شرطیہ اُن کی ذہن میں بھی سمایا ہوگا سوائے اس کے اور کوئی وجہ حضرت عمر کے شک کرنے کی ظاہرا معلوم نہیں ہوتی۔ جناب امیرعؑ نے اپنی بیکسی کیحالت کو خطبہ شقشقیہ میں اسطرح پر بیان فرمایا ہے وَطَفِقْتُ ارْتَائِیْ بَیْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِیَدٍ جَذّاءَ اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْیَۃٍ عَمْیَاءَ یعنی میں نے فکر کرنا شروع کی کہ آیا دستِ بریدہ سے حملہ کروں یا صبر کروں احوال تیرہ و تار پر اس جملے میں جناب امیر علیہ السلام نے اپنی حالت بیکسی کو دست بریدہ سے ظاہر فرمایا ہے اور نہایت فصاحت و بلاغت سے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ جناب امیر علیہ السلام غاصبین خلافت سے قتال کرنا واجب جانتے تھے اور نیز ہ سو برس پیشتر آپکے اعتراض کو بھی دفع فرما دیا کہ بوجہ قلّت اعوان و انصار کے میری حالت ایسی تھی جیسے کوئی دست بریدہ ہو اسوجہ سے میں قتال کرنے سے معذور رہا اور ظاہر ہے کہ دست بریدہ پر جہاد واجب نہیں کیونکہ وہ قتال سے معذور ہے اس چھوٹے سے جملے میں جناب امیرؑ نے یہ سب امور ظاہر فرما دیئے اور آگے بڑھکر فرمایا ہے فرایت ان الصبر علٰی ھاتا احجی فصبرتُ وفی العین قذی وفی الحلق شجی۔ یعنی پس دیکھا میں نے کہ صبر کرنا اس مصیبت پر قریب بعقل ہے پس صبر کیا میں نے حالانکہ آنکھ میری غبار آلودہ تھی اور گلا فشردہ جناب امیر علیہ السلام نے صبر کو اسوجہ سے اختیار فرمایا کہ حالت بیچارگی میں قتال سے معذور

تھے اگر اوس حالت میں جہاد فرماتے تو خاندانِ نبوت کے ساتھ اسلام کا بھی خاتمہ ہوجاتا جناب امیر علیہ السلام کے بدخواہوں کو اتنا ہی اس بات کا خار ہے کہ جناب امیرؑ بعد میں تیس ۳۰ برس زندہ ہی کیوں رہے۔ نہ زندہ رہتے نہ یہ راز کی باتیں کھلتیں لوگ شوق سے اُلٹے پاؤں پھر جاتے جو دل چاہتا وہ کرتے کوئی کہنے سُننے والا نہ رہتا اور امر حق کا پھر اظہار ہی نہ ہوتا جناب امیر علیہ السلام کے زندہ رہنے ہی تو ساری حقیقت کھولدی۔ ہر چند کہ لوگوں نے اطفاء نور اللہ کا ارادہ کیا مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ جناب امیر علیہ السلام کے زندہ رہنے کی بدولت حق مثل آفتاب نیم روز روشن ہوگیا۔

قولہ دوسرے یہ کہ فتح مکہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے کہ عنوۃً فتح ہوا ہے یا صلحاً جو ائمہ صلح کے قائل ہوئے ہیں بموجب اُن کے مذہب کے تو کسی قسم کا اشتباہ والتباس ہی نہیں۔

اقول ہم کو اس سے اس وقت کچھ بحث نہیں کہ مکہ کسطرح فتح ہوا بحث تو اس مقام پر نفس معاملہ سے ہے اس معاملہ کیوقت اہل مکہ کافر تھے علاوہ بریں صلحاً فتح ہونے کو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ حالت صلح میں گریز و فرار اور ہتھیار ڈالکر حرم محترم میں پناہ لینا اور اپنے دروازے بند کر لینا کیا معنی رکھتا ہے امام علیہ السلام کا فرمانا کہ میں نے اہل جمل کے معاملہ میں وہی حکم کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز فتح مکہ کیا تھا ہمارے واسطے کافی ہے۔

قولہ اور نہ فتح مکہ جنگ جمل وصفین کا مقیس علیہ ہوسکتا ہے۔

اقول امام معصوم کا حکم بذریعہ قیاس کے نہیں ہوتا بلکہ بذریعہ الہام کے ہوتا ہے اور اون سے قول وفعل میں خطا واقع نہیں ہوتی چنانچہ عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں ذکر امام مہدیؑ میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہی کہ امام مہدیؑ سے خبر دی گئی ہے کہ وہ خطا نہ کرینگے کیونکہ اس حکم میں وہ انبیاء کے ساتھ ملحق ہیں شیخ محی الدین عربی کہتے ہیں کہ مہدیؑ پر قیاس حرام ہے بہ سبب پائے جانے اون نصوص کے جو خدا نے عطا کیا ہے زبان سے ملک الہام کے۔ بلکہ بعض محققین نے حرام کیا ہے قیاس کو جمیع اہل اللہ پر کیونکہ رسول اللہؐ ہر وقت اُن کے پیش نظر ہیں جس امر میں یا جس حدیث میں اُن کو شک ہوتا ہے وہ رجوع کرتے ہیں

رسول اللہ کیطرف اور حضرتؑ خبر دیتے ہیں جاگتے ہیں یا سوتے ہیں تو اس درجہ کا شخص محتاج نہیں ہے کسی کی تقلید کا بجز تقلید رسولؐ کے اگرچہ یہ تقریر عصمت جناب امام مہدیؑ کے بارے میں ہے مگر اس سے جناب امیر علیہ السلام کا معصوم ہونا بھی بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔ بوجہ افضلیت آنجناب کے اور جناب امیر علیہ السلام بھی یقیناً اہل اللہ سے ہیں بلکہ اہل اللہ کے سردار ہیں جو ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھتے ہیں اور جس امر میں شک ہو جاگتے یا سوتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر لیتے ہیں پس جناب امیر علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں نے اہل جمل میں بعینہ وہی حکم کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ میں کیا تھا اور اس میں میں نے پوری پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی ہے حق ہے یہاں قیاس کو کیا دخل ہے جناب امیر علیہ السلام نے یا یہ حکم بذریعہ الہام کے دیا ہو یا جاگتے یا سوتے میں جناب سید عالمؐ سے دریافت کر لیا ہو۔ پس امام علیہ السلام کیطرف قیاس کو منسوب کرنا خطا ہے اون جناب کے اقوال و افعال یقیناً حق ہیں اور دلالت واضح رکھتی ہے اس پر حدیث الحق مع علی و علیؑ مع الحق یدور حیثما دار۔ اور حدیث ثقلین بھی اور جنگ صفین کا ذکر کرنا اس مقام پر بے موقع ہے کیونکہ اہل جمل کے بارے میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اُن میں وہی حکم کیا۔ جو اہل مکہ میں ہوا تھا۔

قولہ لیکن ذرا تدبر کی نظر سے دیکھا جائے تو فرق ظاہر اور بیّن ہے۔

اقول حکم میں کوئی فرق نہیں ہے امام حق نے بحکم خدا و رسولؐ اونہیں وہی حکم کیا۔ آپ درست اندازی کرنیوالے کون ہیں۔

قولہ فتح مکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفعتہً مکہ پر چڑھ آئے کہ کفار مکہ کو قتال کی ہمت و جرأت و گنجائش ہی نہ رہی اور امن حاصل کرنے کے لئے مجبور ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بجز چند مرد اور عورتوں کے امن عطا فرمایا اور کفار مکہ نے اپنے

دروازے بند کرلئے اور ہتھیار ڈالکر حرم محترم میں جائے پناہ سمجھکر گھس گئے اور بعد ازاں آپکے دست مبارک پر سب نے بیعت کرلی اور سب دین اسلام کے ربقہ میں داخل ہوگئے اور جنگ حنین میں ہمرکاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک ہوئے۔

اقول یہ تو ثابت ہوا کہ اہل مکہ مغلوب ہوئے۔ گو مغلوبیت بوجہ دفعتہً چڑھ آنے کے ہی سہی۔ مگر مغلوب ہوئے اگر ایسے نہ مغلوب ہوتے تو بعد قتال مغلوب ہوتے۔ نفس مغلوبیت کا ثبوت تو ہوا گو کیسطرح ہو مغلوب ہوئے۔ اور اہل جمل ویسے مغلوب نہیں ہوئے بلکہ بعد قتال شکست کھاکر مغلوب و مجبور ہوئے اور ہتھیار ڈالکر گھروں میں گھس ہی یا بھاگ گئے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کو مغلوب پاکر امن دیدی اور ان سے بعد مغلوب ہو جانے کے قتال نہیں کیا جناب امیر علیہ السلام نے بھی اسیطرح اہل جمل کو بعد اون کے گریز و فرار کے امن دیدی۔

قولہ اور جن کے قتل کا حکم فرمایا تھا اُنمیں سے بعض جیسے ابن خطل مقتول ہوئے اور بعض مثل عکرمہ وغیرہ کے بھاگ گئے اور مسلمان ہوکر حاضر حضور ہوئے اور بعض نے وہیں اسلام قبول کیا

اقول اس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے عکرمہ وغیرہم کے قتل کا حکم دیا تھا مگر وہ بھاگ گئے اس پر جناب رسالتمآب صلعم نے فراریوں کی گرفتاری کا حکم نہیں دیا حالانکہ حکم قتل دے چکے تھے۔ اسیطرح جناب امیرؑ نے فراریان جمل کی گرفتاری کا حکم نہیں دیا اگر وہ لوگ لڑے چلے جاتے تو بیشک قتل کئے جاتے۔

قولہ اور حروب جمل و صفین وغیرہ میں دست بدست قتال واقع ہوا۔

اقول بعد اتمام حجت قبل شروع قتال ہے آپ کے موکلوں نے ایمان سے ہاتھ اٹھالیا۔ کیونکہ امام کیطرف رجوع نہیں کیا۔

قولہ اور صدہا آدمی طرفین کے مارےگئے

اقول اگر امام حق کیطرف رجوع کرتے تو نہ مارے جاتے۔

قولہ نہ اُنھوں نے امن مانگا۔

اقول پھر کیوں صفین میں قرآن کو نیزوں پر لٹکایا۔ کیا اس کا نام امن مانگنا نہیں ہے؟

قولہ اور نہ بعد میں اُنہوں نے امام حق کیطرف رجوع کیا۔

اقول جب آپ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اُنہوں نے امام حق کیطرف رجوع نہیں کیا تو وہ کفر پر قایم رہے کیونکہ اُن کا مومن ہوجانا رجوع الی امراللہ پر منحصر تھا اگر وہ رجوع کرتے تو مومن ہوجاتے۔ چونکہ انہوں نے امر خدا کیطرف رجوع نہیں کیا اس لئے کافر ہے اس سے پیشتر مطرقہ کے صفحہ ۴۳ میں آپنے کچھ اگر مگر کرکے انکی حالت کو مشتبہ رکھا چنانچہ یہ فرمایا ہے "اگر اُنہوں نے رجوع الی امراللہ کیا تو وہ مومن ہوگئے" اور یہاں اُنکے کُفر کا بدیہی ثبوت دیدیا۔ یخربون بیوتہم بایدیہم۔

قولہ اور نہ امام کی امامت پر ایمان لائے۔

اقول اگر ایمان لے آتے تو مومن ہوجاتے۔

قولہ نہ آپکو امام حق تسلیم کیا۔

اقول اسی وجہ سے کفر کا طوق جو پڑ چکا تھا اُنکی گردنوں سے نہیں نکلا اون کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو کفار مکہ کے ساتھ اونکی مغلوبیت کے بعد ہوا تھا جسوقت اہل مکہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اُس وقت اہل مکہ کافر تھے اور اسیطرح جسوقت اہل بغی وخروج کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اُسوقت وہ بھی کافر تھے اس معاملہ کے بعد کفار مکہ رجوع بحق کرکے مومن ہوگئے اور اہل بغی وخروج نے امر خدا کیطرف رجوع نہیں کیا جو مومن ہوجاتے اگر انصاف سے نظر کیجئے تو اہل بغی خروج کا نمبر جہالت میں کفار مکہ سے بڑھا ہوا پائے گا۔

قولہ بلکہ صنف کہتے رہے کہ آپ میں لیاقت امامت نہیں۔

اقول اہل جمل تو یہ بات علانیہ کہتے نہ رہے ہونگے کیونکہ آپ خود فرماتے ہیں کہ اونکو داعیہ خلاف بعد کو پیش نہیں آیا اور اہل صفین البتہ کہتے رہے تو اُن سے قتال کا

ارادہ ترک نہیں کیا گیا اور اون کے کہنے سے امامت زایل بھی نہیں ہو گئی کیونکہ امام منصوص کسی کے کہنے سے امامت سے معزول نہیں ہو سکتا کفار کے کہنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساحر و مجنون نہیں ہو گئے۔ زبان اختیار میں ہے آپ بھی جو چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں چنانچہ دوران جناگ صفین ہی میں آپ نے معویہ کو مسند نشین خلافت کہدیا اور اس کہنے سے ثابت کردیا کہ آپ کو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت و امامت سے اوسی طرح انکار ہے جسطرح کہ آپ کے پیشوائے مذہب معویہ صاحب کو تھا۔ مگر وہ تو بقول آپ کے خطاء اجتہادی میں گرفتار تھے نہیں معلوم کہ آپ کس عذاب میں گرفتار ہیں۔

قولہ اہل حل وعقد کی بیعت آپ کو اوسوقت مفید ہوتی۔ کہ آپ مثل خلفاء سابقین لائق خلافت ہوتے۔

اقول یہ کہنا کہ مثل خلفاء سابقین لیاقت نہیں درست نہ تھا کیونکہ جو لیاقت اور اوصاف کہ حضرات شیخین میں تھی وہ جناب امیر علیہ السلام میں نہ تھی ایسی لیاقت تو جب ہوتی۔ کہ جب جہاد میں سے کبھی فرار کیا ہوتا یا کسی جیش سے تخلف کرتے یا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر حصول ملک خلافت کی تدبیر میں سقیفہ جاتے یا بعض صحابہ کو قتل کراتے یا پٹواتے یا جلا وطن کرتے یا تراویح کیطرح کوئی طریقہ عبادت ایجاد کرتے یا حلال کو حرام کرتے اور حرام کو حلال کر دیتے یا بیت المال کو اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرتے یا اپنے اقربا کو مالا مال کرتے یا کسی مرتد کو بلا کر اپنا وزیر مقرر کرتے وغیرہ وغیرہ۔ ہم بھی اس کے مقر ہیں کہ اس قسم کے اوصاف جناب امیر علیہ السلام میں نہ تھے آپکے خلفاء کی سیرت پر عمل کرنے سے اُن جناب نے خود ہی انکار فرمایا تھا اور قبل اپنی بیعت لینے کے بھی صاف فرما دیا تھا کہ اگر میں تمہاری درخواست قبول کرونگا تو تم کو اوس راستہ پر چلاونگا جس کو میں پہچانتا ہوں۔ اور کسی قایل کے قول اور شاکی کی شکایت کیطرف

متوجہ نہ ہونگا۔ جیسا کہ آپ نے خود مطرقہ کے صفحہ ۶۰ میں چھٹی دلیل میں تحریر فرمایا ہے یہ سب حجتیں پہلے ہی تمام فرما دی تھیں۔

قولہ اور مظلوم کا حق ظالم سے دلواسکتے۔

اقول۔ آخر اہل جمل واہل صفین میں سے مظلوم کون تھا اور کس نے اُن پر ظلم کیا تھا۔ جو مظلوم کا حق ظالم سے نہیں دلوایا گیا۔ حضرت طلحہ وزبیر نے تو بہت جلد بیعت توڑ ڈالی۔ بھلا آپ ہی فرما دیجئے کہ اتنی دیر میں حضرت طلحہ وزبیر پہ کیا ظلم ہوا یا اُن کے سامنے کونسا مظلوم اتنی دیر میں جناب امیرؑ کے روبرو آیا کہ اوس کا حق نہیں دلوایا جسکی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام کو اُنھوں نے لایق امامت نہ سمجھکر نکث بیعت کیا۔ حضرت عایشہ مکہ سے مدینہ تشریف لاتی تھیں جب اُنھوں نے راہ میں سنا کہ جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی تو اس خبر کے سنتے ہی ایسی برافروختہ اور ناراض ہوئیں کہ وہیں سے مکہ واپس گئیں۔ بھلا کونسا ظلم اُنھوں نے مشاہدہ فرمایا تھا یا خود اون پر کوئی ظلم ہوا تھا۔ نہ معاویہ صاحب مظلوم بن کر جناب امیر علیہ السلام کے سامنے کبھی گئے اگر یہ کہا جاوے کہ معویہ قاتلان حضرت عثمان کو طلب کرتے تھے۔ اور آنحضرتؑ نے نہیں دیا تو اُس کا جواب خود جناب امیر علیہ السلام نے اسطرح دیا کہ اے معاویہ تجکو خونِ عثمان سے کیا سروکار تو ایک مرد ہی بنی امیہ سے عثمان کی اولاد مستحق ہے کہ خون کا مطالبہ کریں آپ ہی فرما دیجئے کہ کون مظلوم حضرت کے پاس گیا جس کا حق نہیں دلوایا۔

قولہ اور جب حق مظلوم نہیں دلواسکتے اور اہل فتنہ سے ڈرتے ہیں تو آپ لایق امامت نہیں۔

اقول۔ اہل فتنہ سے تو حضرت عثمان بھی ڈرتے تھے اور وہ بھی اسقدر کہ گھر سے باہر بھی نہیں آتے تھے یہانتک کہ نماز جماعت کے واسطے بھی نہیں نکلتے تھے۔ مجھ تعجب ہے کہ اہل جمل وصفین نے اون کو کیوں خلافت سے معزول نہ کر دیا اونھوں نے مظلوم

فرمایا یونکی دادرسی نہ کی۔ اور اہل فتنہ کے خوف سے گھر سے باہر بھی تشریف نہ لاتے تھے مگر بایں ہمہ اہل جمل وصفین کے نزدیک اون کی لیاقت امامت میں فرق نہ آیا تو جناب امیر علیہ السلام کی لیاقت امامت میں اسی قاعدہ کے بموجب کیونکر فرق آسکتا ہے علاوہ بریں اوس شخص کا مظلوم ہونا کیونکر ثابت ہو جس کے قتل کا فتویٰ خود ام المومنین دے چکی ہوں اور اہل حل وعقد نے اون کے قتل پر اتفاق کرلیا ہو صحابہ عدول اون کو واجب القتل ؟

اور صحابہ عدول کے نزدیک ایسا شخص جس کے قتل پر اُن کا اجماع واتفاق ہو مظلوم نہیں ہوسکتا اور ہم یہ امر ثابت کرچکے ہیں کہ الزام ترک قصاص لڑائی کا تھا جناب امیر نے خود فرمایا ہے کہ وہ طالب ہیں اُس خون کے جس کو خود انہوں نے بہایا اور اوس بغا کے جس کے وہ خود بانی ہیں الخ (دیکھو نہجہ البلاغہ)

دیکھو تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی اور واقدی کی کتاب میں بروایت معتبر حضرت عائشہ کا یہ حکم لکھا ہے اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا

قولہ کیونکہ الجبان لا تستحق الامامۃ مسلمات شیعہ سے ہے۔

اقول جناب علی مرتضی علیہ السلام کی شجاعت ومردانگی تمام عالم پر آشکارا ہے۔ محتاج ثبوت نہیں انہیں کے ذوالفقار کی بدولت باغ اسلام میں سرسبزی آئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرش خواب بے خوف وہراس نرغہ کفار میں آرام کرنا بڑی بڑی نامی بہادروں کو غزوات میں تہ تیغ کرنا کیا آپ کے نزدیک شجاعت ومردانگی نہیں ہے۔ بروز خندق اونکی ضربت کو جناب سید عالم صلعم نے عبادت ثقلین سے افضل فرمایا۔ بروز احد جب سب لوگ فرار کرگئے تو جناب امیر نے باوجود متعدد زخم کھانے کے جہاد سے مُنھ نہیں موڑا برابر سرگرم قتال رہے اور شر کفار کو جناب رسول مختار سے دفع کرتے رہے لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی ندا ہاتف غیبی نے بلند کی۔ نہ کبھی جہاد سے بھاگے نہ کبھی دم چرایا۔ جو بزرگ عند اللہ وعند الرسول اشجع الناس ہو۔ اور جسکی تیغ سے باغ اسلام سرسبز وشاداب ہوا ہو اوس کو جبن کے ساتھ منسوب کرنا کسی صاحب ایمان کا کام نہیں ہے۔ البتہ جہادوں میں سے بھاگ جانے کا نام جبن ہے عمرو بن عبدود کے مقابلہ سے

نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ جناب امیر نے حضرت زبیر سے فرمایا انت واصحابک قتلتموہ

دم چرانے کا نام جبن ہے۔ بُز کو ہی کی طرح دور سے اچک اچک کر تماشا کرنے کا نام جبن ہی خیبر سے ناکام واپس آنے کا نام جبن ہے تاریخ نہ دیکھی ہو تو دیکھ لیجئے کہ بروز خیبر حضرات شیخین تو لشکریوں پر جبن کا الزام لگاتے تھے۔ اور لشکری ان حضرات کو جبّان کہتے تھے۔ جناب سید عالم کو میدان قتال میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر چلدینے کا نام جبن ہے باوجود نہی فرمانے جناب رسالتمآب کے رونے اور چلّانے کا نام جبن ہے شب ہجرت کو جناب علی مرتضیٰ خدا اور رسول کی اطاعت میں اپنی جان بیچکر سینکڑوں کافروں کے نرغہ میں بیخوف وبیم لیٹے ہوئے ہیں ایک صاحب ہیں کہ باوجود منع کرنے کے بھی روچلا رہے ہیں آپ ہی فرمائیے کہ جبّان کون ہوا اور شجاع کون۔ اگر جناب علی مرتضیٰ کبھی معرکہ قتال سے بھاگے ہوتے تو آپ جبّان کہہ سکتے تھے۔ یہاں مدینہ منورہ میں بعد قتل حضرت عثمان کونسا معرکہ قتال مقابلہ جناب امیرؑ برپا ہو رہا تھا کہ جس سے آپ خائف ہو گئے اور قاتلان حضرت عثمان تو خود ہی مظلوم تھے اور شہر یک مشورہ قتل قریب قریب رہتے تھے پس اُن مظلوموں کو قتل کرانا فتنہ ظلم برپا کرنا تھا جس سے کہ دنیا و آخرت میں ذلت ہوتی پس ایسے فتنہ سے خائف ہونا کہ جس سے دنیا اور آخرت میں ذلّت ہو جبن نہیں ہے اور مظلوم کو سزا دینے کا نام شجاعت نہیں ہے پس الجبان لایستحق الامامۃ کے مصداق وہی حضرات ہیں کہ جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ سے گریز و فرار کیا اور نرغہ کفار میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

قولہ تو ایسی حالت میں مرتدین و بغاۃ کی رعایت کرنا اور لاتسبوا الہم ذریۃ الخ کلمات کہنا عقلاً و شرعاً قبیح و ناجائز ہے۔

اقول۔ اسمیں جناب امیرؑ نے بقول خود پوری پیروی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے نہ عقلاً ناجائز ہے نہ شرعاً۔ جناب رسول اللہ صلعم نے جناب امیرؑ کو اپنی شرع پر خود حاکم مقرر فرمایا (دیکھو مراۃ الامنۃ)

اُن کے شان میں وافضاکم علی فرمایا۔ اگر کوئی فعل اُن کا آپکی عقل میں نہ آتا ہو تو یہ آپکی عقل کا فتور ہے۔ "بریں عقل و دانش بباید گریست"۔

قولہ لہذا اس کا قیاس فتح مکہ پر کسیطرح درست نہیں۔

اقول اس میں قیاس کو کیا دخل ہے جناب امیرؑ کا قول موجود ہے اور اون پر قیاس حرام ہے کیونکہ معصوم کو الہام ہوتا ہے اور رسول خدا اوس کے پیش نظر رہتے ہیں وہ دریافت کر لیتا ہے۔

قولہ علاوہ ازیں یہ بعض علمار کا قیاس کہ معاملہ حروب بغاۃ فتح مکہ جیسا ہے بداہتہ اس کو تقاضا کرتا ہے کہ حکم بغاۃ حکم کفار ہے اور بغاۃ کفار ہیں بلکہ اسیوجہ سے فتح مکہ پر قیاس کیا ہے تاکہ دایرہ کفر سے خارج نہ ہوں۔

اقول جب قول جناب امیر علیہ السلام سے ہم نے ثابت کر دیا کہ بغاۃ جمل کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا کہ جو کفار مکہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ تو پھر بعض یا کل علما کے قیاس ہی کیا بحث رہی جیسا جناب امیر علیہ السلام فرمایا ویسا علمار نے بھی بیان کر دیا اور کفر بغاۃ تو خلاف قیاس بدلیل حدیث حربک حربی بھی ثابت ہے اور معاملہ کرنے سے بھی ثابت ہے۔ بنص قطعی بھی ثابت ہے بحکم اتحادی بھی ثابت ہے اور آپکی تصریح سے بھی ثابت ہے کیونکہ مطرقہ کے صفحہ ۳۴ پر آپنے تحریر فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے رجوع الی امر اللہ کیا تو وہ مومن ہوگی اور صفحہ ۳۵ پر یہ تصریح کی ہے کہ اُنہوں نے امام حق کیطرف رجوع نہیں کیا پس اگر رجوع کرتے مومن ہو جاتے۔ چونکہ جب تصریح آپکے اُنہوں نے رجوع نہیں کیا اس لئے کفر پر رہے۔

قولہ۔ مگر حسب مثل مشہور "دروغ گو را حافظہ نباشد" ان حضرات کو اپنا مذہب ہی یاد نہ رہا

اقول۔ اہلحق مطابق حکم خدا اور رسولؐ اہلبیت سے تولا کرتے ہیں اور اون کے دشمنوں سے تبرّا کرتے ہیں اور اس کو وہ کبھی بھول نہیں سکتے۔ کئی مرتبہ روزانہ یاد کر لیتے ہیں۔ آپ

اپنا مذہب البتہ بھول گئے۔ کہ شروع میں تو تمسک اہلبیت اطہار کا دعویٰ کیا اور آگے بڑھکر جناب امیر علیہ السلام پر مہمل اعتراض جمانا شروع کر دیئے۔

قولہ مذہب کو اگر دیکھا جاتا ہے تو معاملہ بغات کفار سے بالکل جُدا ہے۔

اقول معاملہ بغات کفار مکہ کے معاملہ سے بالکل جدا نہیں ہے۔

قولہ جامع عباسی کے باب جہاد میں مذکور ہے کہ تین فرقوں کے ساتھ جہاد واجب ہے۔ اول غیر اللہ کی پرستش کرنیوالے اور ملحدین ان سے جُزیہ قبول نہ ہوگا۔ اون کے لئے صرف اسلام ہے یا سیف۔

اقول اور بغات سے بھی جُزیہ لینے کا حکم نہیں ہے اونکے لئے بھی یا رجوع الی امر اللہ ہے یا سیف یہانتک تو بغات و ملحدین میں کچھ فرق نہیں ہے

قولہ دوسرے اہل کتاب یا مجوس انکے ساتھ قتال واجب ہے یہانتک کہ اسلام لائیں۔ یا جُزیہ قبول کریں۔

اقول یہاں مجوس وغیرہ کے حکم سے کچھہ بحث نہیں مشرکین و بغات کا حکم البتہ یہانتک متحد ثابت ہوا کہ مشرکین کے لئے جسطرح صرف اسلام ہے یا سیف اوسیطرح بغات کے لئے یا رجوع الی امر اللہ ہی یا سیف ہے

قولہ وطائفہ سوم کہ قتال کردن با ایشان واجب ہست باغیان و خوارج اند و ایشان طائفہ کہ از امام زمان روئے گردان و یاغی شدہ باشند و قتال با ایشان واجب ہست تا آنکہ با امام بگروند یا گشتہ شوند و ہرگاہ متفرق شوند خالی از ان نیست گروہے دیگر سوائے آنہا کہ بجنگ آمدہ باشند خواہد بود یا نہ بر تقدیر اول واجب است کہ ایشانرا بکشند و گریختہائے ایشانرا از عقب بروند و بگیرند و بکشند و بر تقدیر ثانی احتیاج باین ہا نیست بلکہ در وقتیکہ شکست خوردوند و گریختند کافی است و باجماع مجتہدین ذریّت این طائفہ را و زنان ایشان را مالک نمی شوند و ہمچنیں مالک نمی شوند چیزے را زمالہائے این طائفہ را کہ در لشکرگاہ

نباشد خواه قابل نقل و تحویل باشد و خواه نباشد و در مالہائے ایشان کہ در لشکرگاہ است میان
مجتہدین خلاف است کہ آیا لشکری مالک آن میشوند یا نہ اصح آنست کہ مالک آن نمیشوند انتہیٰ
یہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے کہ بغات و خوارج کے ساتھ یہ رعایت و مروت جو جناب امیرؑ
سے حروب بغات میں واقع ہوئی۔ یہ کوئی بطور امر اتفاقی اور خلاف قیاس کے واقع نہیں ہوئی
جیساکہ فتح مکہ بحکم نص واقع ہوئی تھی۔ کیونکہ قیاس تو اس کو مقتضی تھا کہ جب عنوۃً فتح ہوا تو
تو اونکے اموال ملک فوج اسلام ہوتی۔

اقول نبی اور امام پر قیاس حرام ہے جیسا اُن کو حکم ہوتا ہے ویسا ہی عمل میں لاتے ہیں۔ اپنا
قیاس نہیں لگایا کرتے۔ آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبیؐ بھی قیاسی حکم لگایا کرتے تھے
جو معاملہ کہ رسول اللہ صلعم نے کفار مکہ کے ساتھ کیا وہ بھی بحکم خدا کیا اور جو معاملہ اور کفار کے
ساتھ فرمایا وہ بھی بحکم خدا فرمایا۔ آپ ناحق جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تابع حکم قیاس
بناتے ہیں اور امام بھی قیاس نہیں کرتا جو کچھ وہ کریگا یا بذریعہ الہام کریگا۔ یا نبیؐ سے سوتے جاگتے
میں دریافت کرلیگا۔ کیونکہ اہل اللہ کے پیش نظر رسول اللہ رہتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام
کے اقوال و افعال سب حق ہیں جو کچھ اُن جناب نے کیا وہ سب عین حق ہے کیونکہ اُن
میں اور قرآن میں افتراق نہیں ہے جیساکہ حدیث ثقلین سے واضح ہے پس جناب امیر علیہ السلام
کو محاربین بغاۃ کے ساتھ وہی معاملہ کرنیکا حکم تھا جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ
کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم تھا۔ اور عبارت جامع عباسی سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ بغات و محاربین
امام کافر نہیں ہیں۔ کفر کے بہت اصناف ہیں اون میں سے دو صنفیں بغات و خوارج بھی ہیں۔
آپ اونکو ایمانداز سمجھے کیا آپ نے جناب رسالتمآبؐ کو مثل امام ابوحنیفہ صاحب کوئی مجتہد
قرار دے رکھا ہے جو قیاس کو آنحضرتؐ سے منسوب فرماتے ہیں۔ جس جگہ جو حکم خدا تھا۔ ویسا
فرمایا۔ اور جس جگہ جو حکم جناب امیر علیہ السلام کو تھا۔ ویسا آپ نے بھی فرمایا۔

قولہ بلکہ یہ رعایت و مروت بطور قاعدہ کلیہ کے ہے کہ ہمیشہ بغات کے ساتھ یہی معاملہ کرنا حکم

شرعی ہے جو ہمیشہ اونکے ساتھ کیا جاویگا اور اس کا خلاف حرام ہوگا۔

اقول جناب امیرؑ نے بہ پیروی رسول اللہؐ بغاۃ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو بروز فتح مکہ کفار کے ساتھ ہوا تھا اور چونکہ فعل جناب امیرؑ حق ہے اسوجہ سے یہی قاعدہ کلیہ ہوگیا۔ جو حکم امام ہے وہی حکم خدا تعالیٰ اور رسولؐ ہے ایسا معاملہ کرنے سے نہ کفار مکہ مومن کہے جاسکتے ہیں نہ یہ بغات مومن قرار دیئے جاسکتے ہیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کفار کی تعظیم وتکریم بھی فرماتے تھے۔ اس پر کافر مومن نہ ہوئے تو بغاۃ اس معاملہ سے کیونکر مومن بنجائیں گے۔

قولہ اور اگر اون کو کافر قرار دیا جاتا تو یہ رعایت ومروت توانفاقی وخلاف قیاس ہوتی۔

اقول بار بار آپ قیاس اور خلاف قیاس فرماتے ہیں۔ نبی اور امام پر قیاس حرام ہے اور احکام خدا ورسولؐ کی بجا آوری میں رو رعایت کو کیا دخل ہے جیسا حکم تھا ویسا بجا لائے آپ خود ثابت فرما چکے ہیں کہ بغاۃ نے رجوع با مام حق نہیں کیا پھر آپ ان کو مومن کسطرح بنائے دیتے ہیں۔

قولہ اور اصل یہ تھا کہ اُن کے ساتھ معاملہ کفار کیا جاتا اور اونکے اموال مغنومہ حلال ہوتے۔

اقول اصل یہ ہے کہ اونکے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار مکہ کے ساتھ کیا تھا۔ اور قتال سے اصل غرض یہی تھی کہ امر خدا کیجانب رجوع کریں نہ لوٹ۔ فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر اللہ

قولہ اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ یہ حضرات باایںہمہ تہافت وتناقض آیت یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں القمی ھو مخاطبۃ لاصحاب رسول اللہ الذین غصبوا آل محمد حقھم وارتدوا عن دین اللہ اور فرماتے ہیں وفی المجمع عن الباقرؑ والصادقؑ ھم امیر المؤمنین واصحابہ حین قاتل من الناکثین والقاسطین والمارقین

اقول۔ یہاں تہافت وتناقض نہیں ہے اس آیت کی تفسیر دو طریق پر ہوئی قمی علیہ الرحمہ کو یہ قول امام ملا کہ غاصبین حق آل محمدؐ اس آیہ کے تحت میں داخل ہیں اور مجمع میں قول امام منقول ہوا کہ ناکثین وقاسطین ومارقین بھی اسی حکم میں داخل ہیں ارتداد بوجہ غضب حق آل محمدؐ بھی ہوتا

ہے اور بوجہ محاربہ امام بھی ان دونوں قونوں سے مرتد کے اقسام معلوم ہوگئے۔

قولہ اے صاحبو یہ تیشہ تو تم اپنے ہی پاؤں پر مارتے ہو۔

اقول خداوند عالم نے ارتداد کا تیشہ غاضبین ومحاربین کے سر پہ رکھدیا ہے۔

قولہ تم اپنے غیظ وغضب سے اپنے اوپر مصیبت ڈھا رہے ہو۔

اقول غصب حق ومحاربہ امام کی بدولت یہ غضب نازل ہوا۔

قولہ کسی کا کچھ نہیں بگڑتا۔

اقول غاضبین ومحاربین کا ایمان تو بگڑ گیا اور کیا بگڑتا۔

قولہ جب تم ارتداد کے قایل ہوئے تو لوازم ارتداد تو ثابت کرو۔

اقول ہم تو سب کچھ ثابت کر چکے۔ مگر آپ اپنے گھر کے بھیدیوں سے پوچھئے شاہ عبدالحق صاحب نے اہانت اہلبیتؑ کو لوازم ارتداد سے مانا ہے اور ملک العلما، دولت آبادی نے لازمہ کفر ونفاق ہی

قولہ کیونکہ قاعدہ ہے۔ اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمہ۔

اقول اسی قاعدہ کے مطابق ارتداد ثابت ہے۔

قولہ ورنہ یا اپنے ائمہ کی تکذیب کروگے یا اپنے مذہب کو جھوٹا اور باطل بناؤگے۔ بجز اس کے اور کچھ حاصل نہ آئیگا۔

اقول آئمہ علیہم السلام ہی نے تو آیت مذکور کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ غاصبین حق آل محمدؐ ومحاربین امام مرتد ہیں ہم نے آئمہ علیہم السلام کی تصدیق کی اور مان لیا کہ غاصبین اور محاربین دونوں مرتد ہیں۔

قولہ دلیل سوم۔

اقول اس دلیل کا ابتدائی حصہ کم وبیش ولایت حسن صاحب کے سوال سے ماخوذ ہے جس کا نام سوال از جمیع علمائے شیعہ ہے۔

قولہ اگر ہم ان دلائل سے درگذریں اور قطع نظر کریں اور تسلیم کرلیں کہ انکار امامت امام کفر ہے تو مذہب

تشیع پر اتنی بڑی خرابی لازم آتی ہے کہ بدون استیصال مذہب کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔

اقول جو شخص بعد اتمام حجت کسی امام حق کی امامت سے انکار کرتا ہے یا نصب عداوت کرتا ہے تو ایسے شخص کے کفر میں کلام نہیں ہے اور جس شخص پر کہ حجت تمام نہیں ہوئی ہے اور وہ مدعی محبت امام ہی اور تعظیم و تکریم کرتا ہے اور بغض و عداوت ظاہرا نہیں رکھتا تو ایسے شخص پر دار دنیا میں احکام اسلام جاری ہیں۔ واضح ہو کہ جس دلیل کو آپ باعث استیصال مذہب شیعہ سمجھتے ہیں وہ آپ ہی کے مذہب کو برباد کرنیوالی ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

قولہ دہ یہ کہ جناب ائمہ منکرین امامت کے ساتھ معاملہ اتحاد و یگانگت فرتے تھے اپنی لڑکیاں انکے حبالۂ نکاح میں دیتے تھے اور انکی لڑکیاں اپنے نکاح میں لاتے تھے۔

اقول جن لوگوں پر احکام اسلام جاری ہیں اونکی لڑکیوں کو نکاح میں لانا جائز ہے اور جو لوگ نصب عداوت کرتے ہیں اونکی لڑکیوں سے نکاح جائز نہیں مگر کسی امام نے اپنی بیٹی کسی منکر امامت کے نکاح میں نہیں دی نہ آپ نے اس امر کو ثابت کیا نہ ثابت کر سکتے ہیں۔

قولہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر و عمر و ابوسفیان کی بیٹیوں سے نکاح کیا

اقول زمانہ نبوت میں ابوبکر و عمر و ابوسفیان کا امامت سے انکار کرنا ثابت نہیں بلکہ صحابہ نے بالخصوص حضرت عمر نے مولائیت کی مبارکباد دی تھی اوس زمانہ میں حضرات شیخین و ابوسفیان کو کیونکر منکر امامت سمجھا جائے اور ابھی آپ دو سطر اوپر فرما چکے ہیں کہ جناب ائمہ منکرین امامت کے ساتھ معاملہ اتحاد و یگانگت کرتے تھے اور ثبوت میں اس اتحاد و یگانگت کے سب سے اول جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرات شیخین و ابوسفیان کی بیٹیوں سے نکاح فرمانا بیان کیا۔ جناب امیر علیہ السلام حیات جناب رسالتمآب میں ناطق بالامامت نہ تھے۔ جس کا انکار ان حضرات ثلثہ مذکورہ نے کیا ہو پس اگر انکار کیا ہو تو امام الانبیا کی امامتِ رسالت سے انکار کرنا ثابت ہوگا۔ پس حضرات شیخین اور ابوسفیان کو آپ نے اس دلیل کی بدولت منکر رسالت قرار دیدیا اور مذہب اہلسنت کا آپ نے خود ہی استیصال فرما دیا۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ ہماری مذہب کے اعتبار سے یہ حضرات

ظاہرا منکر رسالت نہ تھی۔ پس ایسی حالت میں کہ احکام اسلام اُن پر جاری تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکی لڑکیوں سے نکاح فرمایا۔

قولہ اور اپنی دو بیٹیوں کو عثمان کے نکاح میں دیا۔

اقول اول تو اون لڑکیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی بیٹیاں ہونے میں کلام ہے۔ دوسرے یہ کہ پیشتر اونکا نکاح ابولہب کافر کے بیٹوں کے ساتھ ہوا تھا اور وہ دونوں بیٹے ابولہب کے خود بھی کافر تھے پس اگر محض نکاح میں کچھ فضیلت ہو تو پہلے وہ فضیلت پسران ابولہب کے واسطے ثابت ہوچکی تھا۔ تیسرے یہ کہ جسوقت ان لڑکیوں کا نکاح حضرت عثمان سے کیا گیا اوس وقت جناب امیر علیہ السلام ناطق بالامامت نہ تھے پھر انکار انکی امامت سے کیونکر ثابت ہو۔ پس حضرت عثمان نے بقول آپکے اگر انکار کیا تو امام الانبیاء کی رسالت سے انکار کیا اور باوجود اس انکار کے جناب رسولخدا نے بقول آپکے دو بیٹیوں کا نکاح اون سے فرمادیا۔ پس جب امام کا آپ کے نزدیک منکر امامت کے ساتھ بیٹی کا نکاح کرنا باعث استیصال مذہب شیعہ ہے تو امام الرسل کا منکر رسالت کیساتھ بیٹی کا نکاح کرنا باعث استیصال مذاہب کل فرق اسلام ہوگا۔ آپ نے اس دلیل سے اسلام ہی کا خاتمہ کردیا۔ مگر ہم وقوع نکاح کے زمانہ میں حضرت عثمان کو نہ منکر رسالت کہتے ہیں نہ منکر امامت۔ آپنے دعویٰ تو یہ فرمایا تھا کہ جناب آئمہ اپنی لڑکیاں منکرین امامت کے حبالۂ نکاح میں دیتے تھے اور اس دلیل کو باعث استیصال مذہب شیعہ قرار دیا تھا اور ثبوت میں جناب رسولخدا کا اپنی دو بیٹیوں کو حضرت عثمان کے نکاح میں دینا بیان فرمایا۔ ایسی بے تکی باتیں وہی شخص کرتا ہے۔ جس کے حواس خمسہ درست نہوں ؎ گر ہمیں مکتب ست و ایں ملا ٭ کار طفلان تمام خواہد شد ٭

قولہ اور ام کلثوم جناب فاروق کے نکاح میں داخل ہوئیں۔

اقول۔ وہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھیں جن کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ ہونا آپ بیان کرتے ہیں اور اُن کا نکاح بھی برضامندی نہیں ہوا کیونکہ

کنز مکتوم میں بحوالہ کتب اہلسنت یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ام کلثوم کا نکاح بولایت حضرت عباس ہوا
تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ام کلثوم دختر جناب امیرالمومنین نہ تھیں کیونکہ باپ کے موجود
ہوتے دوسرا شخص ولی نہیں ہو سکتا۔ علاوہ برین آپ نے تو یہ دعویٰ کیا تھا کہ جناب آئمہ اپنی لڑکیاں
منکرین امامت کے نکاح میں دیتے تھے۔ پس حسب روایت اہل سنت یہ نکاح بیبیہ بولایت حضرت
عباس تسلیم بھی کر لیا جاوے تو تب بھی آپکا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب امیر علیہ السلام کا
اپنی دختر کو حبالہ نکاح میں دینا ثابت نہیں ہو سکتا۔

قولہ حضرت سکینہ بنت حسینؓ کا نکاح مصعب بن الزبیر کے ساتھ ہوا۔

اقول حضرت سکینہ بنت امام حسین علیہ السلام کا نکاح عبداللہ ابن امام حسن علیہ السلام کے
ساتھ ہوا تھا۔ اور وہ کربلا میں شہید ہوئے تھے جیسا کہ علامہ طبرسی وغیرہ نے ثابت فرمایا ہے۔ پس امام
حسین علیہ السلام کا نکاح کرنا حضرت سکینہ کا مصعب بن زبیر کے ساتھ نہیں ثابت ہوا۔ اور آپ
نے یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ جناب آئمہ اپنی بیٹیاں منکرین امامت کے حبالہ نکاح میں دیتے تھے حالانکہ
امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح کسی منکر امامت کیساتھ نہیں کیا۔

قولہ ام فروہ والدہ ماجدہ حضرت امام جعفر صادق بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر امام محمد باقر کے نکاح
میں داخل ہوئیں۔

اقول پہلے ام فروہ اور اُن کے والد ماجد قاسم بن محمد بن ابی بکر کو منکر امامت ثابت کیجیے۔ محمد
بن ابی بکر تو شیعہ تھے اور جنگ صفین میں شہید ہوئے اونکی اولاد میں آجتک شیعہ ہیں چنانچہ بدایلن
میں بہت ہیں پھر اونکے بیٹے قاسم کو کیونکر منکر امامت بے دلیل سمجھ لیا جاوے آپ یہ ثابت
کیجیے کہ بعد اتمام حجت بھی وہ منکر امامت رہے۔

قولہ۔ لبابہ بنت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب عبدالملک بن مروان کے نکاح میں تھیں۔

اقول مطلب سے جدا جاتی ہے تقریر تمہاری۔ دعویٰ تو یہ فرمایا تھا کہ جناب آئمہ اپنی بیٹیاں منکرین
امامت کے حبالہ نکاح میں دیتے تھے۔ اور لبابہ بنت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو ثبوت میں

بیان فرمایا۔ اس کا جواب یہی کافی ہے کہ لبابہ امامؑ کی دختر نہ تھیں آپ اپنی دلیل کو مطابق دعوے کے کیجئے۔ ایسی تقریر وہی شخص کرتا ہے جس کا دماغ درست نہو۔

قولہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ کے ساتھ امام حسن کا نکاح ہوا۔

اقول ام اسحاق کا منکر امامت یا دشمن امام ہونا محتاج دلیل ہے بلکہ وقوع عقد صاف دلالت کرتا ہے کہ ام اسحاق محب اہلبیت تھیں کیونکہ عقد بلا رضامندی عورت کے واقع نہیں ہوتا۔ اگر دشمن ہوتیں تو رضامند نہ ہوتیں اور ہم بیشتر عرض کر چکے ہیں کہ محب اہلبیت سے عقد کرنا جائز ہے کیونکہ احکام اسلام اوس پر جاری ہیں۔

قولہ امام علی رضا نے اُم حبیب دختر مامون کے ساتھ نکاح کیا۔

اقول مامون رشید نے اپنی خوشی سے اپنی دختر کا نکاح کیا تھا اور اوسوقت تک کوئی عداوت ظاہر نہیں کی تھی بلکہ امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے بلا کر اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اور بہت کچھ اظہار محبت کیا۔ اور نکاح کر دینا اپنی بیٹی کا اظہار محبت کی عمدہ دلیل ہے اور ام حبیب کی بھی عداوت ثابت نہیں کیونکہ دشمنی رکھتی ہوتیں تو رضامند نکاح پر نہ ہوتیں اور ایسی عورت سے جو دشمن اہلبیت نہ ہو نکاح جائز ہے۔

قولہ امام محمد تقی نے ام الفضل کے ساتھ کہ جس سے بقول بعض امام علی نقی پیدا ہوئے نکاح کیا۔

اقول ہم بیشتر عرض کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص نفس امامت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے اور اگر نفس امامت کا منکر نہیں ہے اور حجت امام زمان اوس پر تمام نہیں ہوئی ہے تو وہ کافر نہیں ہے اور اگر بعد اتمام حجت بھی یہ شخص امامت سے امام حق کی انکار کرتا ہے تو البتہ کافر ہے اور جو شخص کہ امام حق سے نصب عداوت کرتا ہے وہ بھی کافر ہے جب ان امور میں سے کوئی امر واسطے ام الفضل کے ثابت ہو اوسوقت آپ قیل وقال کیجئے نہ حضرت ام الفضل منکر امامت تھیں اور نہ دشمن امام تھیں۔ پس وقت نکاح احکام اسلام اُن پر جاری تھے ایسی حالت میں نکاح کرنا جائز تھا۔ منکر امامت تو بہر دو اعتبار ثابت نہیں ہو سکتیں اور عداوت کا نہ ہونا اوس پر اونکی رضامندی دال ہے اگر اس بات کو آپ ثابت

فرمادیں کہ ام الفضل نکاح پر راضی نہ تھیں زبردستی اُن کا نکاح کیا گیا۔ جسطرح کہ ام کلثوم بنت ابی بکر کا نکاح حضرتِ عمر کے ساتھ زبردستی ہوا تھا کہ جس پر نہ جناب امیر علیہ السلام رضامند تھے۔ نہ وہ دخترِ نابالغہ کیونکہ ساق کھولنے پر طمانچہ مارا تھا۔ پس اگر اس قسم کا ثبوت عداوت قبل نکاح یا وقت نکاح آپ پیش کریں تو وہ قابل تسلیم ہوگا۔ اہلحق کے یہاں ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ جو دشمن آئمہؑ اہلبیت نہ ہوں۔

قولہ تو اگر انکار امامت کفر قرار پاوے تو اوس کا فساد کہاں تک پہنچے گا۔ اور کون کون مرتکب و معاون حرام اور کون کون حرامی قرار پاوینگے نعوذ باللہ من ذالک۔

اقول آئمہؑ نے تو اپنی لڑکیوں کا نکاح کسی منکرِ امامت کے ساتھ کبھی کیا نہیں اور جس طمطراق سے کہ آپ نے یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ جناب آئمہؑ اپنی لڑکیاں منکرین امامت کے حبالۂ نکاح میں دیتے تھے۔ اُس کے ثبوت میں آپ دو چار مثالیں بھی پیش نہ کر سکے۔ اور عقد ام کلثوم کا جو آپنے ذکر کیا اُسکی نسبت ہم گذارش کر چکے کہ وہ ام کلثوم ربیبہ جناب امیر علیہ السلام بنت ابی بکر تھیں۔ کتاب کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم میں یہ سب مرحلے طے ہو چکے ہیں اس کا جواب آپ نے آجتک نہیں دیا نہ آپ سے اُس کا رد ہو سکتا ہے پس ایسے امر کو پیش کرنا کہ جس کا ثابت ہونا محال ہو۔ آپ ہی ایسے صاحب عقل کا کام ہو سکتا ہے اور جناب آئمہؑ نے جن جن عورتوں سے نکاح کیا نہ اون کو آپ نے امامت کا منکر ثابت کیا نہ دشمن امام ثابت کیا۔ پس وہ سب اہل اسلام سے تھیں اور اونکے ساتھ نکاح کرنے سے کسی قسم کا فساد لازم نہیں آیا۔ صاحبان عصمت وطہارت جنکو کتاب اللہ سے معیت ہے مرتکب فعل حرام نہیں ہو سکتے۔ آپ ناحق اُن پر الزام لگاتے ہیں اور اپنے حق میں کلنٹے بوتے ہیں مثل مشہور ہے ذرا سی مسلمانی اُسمیں بھی آنا کانی۔

قولہ اور نیز سادات حسنیہ وحسینیہ علی الخصوص وہ حضرات کہ جنکو شیعہ اپنے بزرگان دین میں شمار کرتے ہیں اور ادب وتعظیم سے اُن کا نام لیتے ہیں اس عقیدہ مخترعہ کے موافق کافر ٹھہرینگے

اقول ہم کئی بار عرض کر چکے ہیں کہ بعد اتمام حجت امامِ زمانہ کی امامت کا منکر کافر ہے اسمیں کوئی سید زادہ ہو یا شیخ زادہ ہو۔ پسر نوح ؑ کا حال کتاب اللہ سے روشن ہے جب پیغمبر زادگی کام نہ آئی اور اہل سے خارج کر دیا گیا تو سید زادگی کیا کار آمد ہو سکتی ہے اور یہ عقیدہ کہ منکر امامت امام حق بعد اتمام حجت کافر ہے مخترعہ نہیں ہے اس لئے کہ حسب اعتراف آپکے امامت تالی نبوت ہے۔ اور حکم ہر دو متحد ہے۔ علاوہ برین منکرِ امامت کا کفر دلیل قطعی سے بھی ثابت کر چکے ہیں اور اہلحق کسی منکر امامت کو اپنے بزرگان دین سے شمار نہیں کرتے۔

قولہ چنانچہ محمد بن علی بن ابیطالب کہ اِس بزرگ نے امام زین العابدین ؑ کی امامت کا انکار کیا یہانتک کہ حجر اسود کے محاکمہ کی نوبت پہنچی۔

اقول محمد بن علی بن ابیطالب نہ سید حسنی تھے نہ حسینی نہ وہ منکر امامت تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگ اونکو امام کہنے لگے۔ اور لوگوں کے خیالات کا بدلنا کچھ امرِ آسان نہ تھا اس لئے حجر اسود سے محاکمہ کیا تاکہ امر حق سب پر ظاہر ہو جائے۔ اور لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں اِس امر کا اعلان ہو جائے کہ جناب امام زین العابدین ؑ امام حق ہیں۔

قولہ اور حجر اسود نے امام زین العابدین ؑ کی امامت کی شہادت دی۔ تاہم اپنے دعویٰ سے دست بردار نہ ہوئے ۔

اقول اگر ایضاح حق مدِ نظر نہ ہوتا تو حجر اسود کی شہادت کا طالب ہونا ایک امر فضول و لغو ہوتا یہ کہاں ثابت ہے کہ بعد گذرنے شہادت حجر اسود کے اپنے آپکو امام کہلواتے رہے اس محاکمہ سے صاف ظاہر ہے کہ شہادتِ حجر اسود کو ذریعہ اتمام حجت قرار دیا گیا تھا۔ اور یہ شرط قرار پاگئی تھی کہ جسکی امامت پر حجر اسود شہادت ادا کرے وہی امام حق ہے۔ جب حُجّت تمام ہو چکی اور حجر اسود نے جناب امام زین العابدین ؑ کی امامت پر شہادت دیدی تو اپنے دعوےٰ ظاہری سے دست بردار ہو گئے **قولہ** اور اپنی اولاد کو امامت کی وصیت کی۔

اقول دعوےٰ بلا دلیل قابل سماعت نہیں ہوتا۔

قولہ اور جو کچھہ اموال نذر و نیاز و خمس وغیرہ مختار کیطرف سے آتا تھا خود اپنے قبضہ اور تصرف میں کر لیتے تھے اور امام کو اس میں شریک نہیں کرتے تھے۔

اقول اموال نذر و نیاز لیکر رکھ لینے سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ امام کے اشارہ سے نہیں لیتے تھے اور امام کو نہیں پہنچاتے تھے۔

قولہ اگرچہ قطب راوندی نے خرائج وجرائح میں رجوع محمد بن حنفیہ کا اپنے دعوے سے نقل کیا ہے مگر غلط ہے۔

اقول محمد بن حنفیہ کا اپنے ظاہری ولسانی دعویٰ سے رجوع غلط نہیں ہے بلکہ نہایت صحیح ہے ورنہ حجر اسود کی شہادت طلب کرنا بے سود تھا۔

قولہ اس لئے کہ اگر رجوع صحیح ہوتا تو آیندہ اونکی اولاد میں سلسلۂ امامت جاری نہ ہوتا۔

اقول یہ دلیل آپکی قابل تسلیم نہیں ہے آیندہ کی اولاد کے فعل سے کیا مطلب ہے الوشحمۃ کا گناہ اونکے باپ کیجانب کیونکر متعدی ہوگا۔ محمد بن ابی بکر کا شیعہ علیؑ ہونا اون کے باپ کو کیا نفع پہنچائیگا۔ اولاد کا فعل اولاد کے ساتھ ہے باپ کا فعل باپ کے ساتھ ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرتِ ابوبکر شیعہ تھے اس لئے کہ اونکے پسر محمد بن ابی بکر شیعہ تھے۔ اسیطرح محمد بن حنفیہ کی اولاد کے دعوے امامت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنھوں نے خود اپنی اولاد میں امامت کی وصیّت کی تھی۔

قولہ اور حضرتِ زید شہیدؒ اپنی امامت کے مدعی ہوئے اور امام محمد باقر کی امامت کا انکار کیا۔

اقول ایک وقت میں حضرتِ زید کو بصیرت نہیں تھی بوجہ انکار امامت جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے ضلالت میں پڑ گئے تھے۔ دوسرے وقت میں انکو پھر بصیرت آگئی پھر انکار نہیں کیا۔ سابق کی عدم بصیرت اونکی حجت نہیں ہے

قولہ اور امام جعفر صادق نے ہرچند منع کیا نہ مانا۔

اقول امام جعفر صادق علیہ السلام کی نصیحت پر عمل نہ کرنے سے اونکی امامت کا انکار

ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر نصیحت یا حکم کے خلاف کرنا انکار امامت کو مستلزم ہو تو متخلفین جیش اُسامہ کو منکر نبوت ماننا پڑیگا۔

قولہ خرائج وجرائح میں ہے عن الحسن بن راشد قال ذکرت زید افتنقصته عند ابی عبداللہ فقال لا تفعل رحم اللہ عمی زیداً وانہ اتی الیّ فقال انی ارید الخروج علی ہذہ الطاغیہ فقلت لا تفعل۔

اقول اس عبارت سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ زیدؒ نے امام جعفر صادق ع کی امامت سے انکار کیا بلکہ اس سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ امام ع نے اُن کو خروج سے منع فرمایا تھا اور یہ بھی واضح ہوا کہ امام جعفر صادق ع نے حضرت زید کی تنقیص سے منع فرمایا اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت زید امام جعفر صادق ع کی امامت کے منکر نہ تھے اگر منکر ہوتے تو ارادہ خروج کا ذکر جو بنا بر طلب اجازت تھا نہ کرتے۔

قولہ بعد ازاں یحییٰ بن زید اور متوکل بن زید نے امام جعفر صادق ع کی امامت کا انکار کیا۔ بعد ازاں امام جعفر صادق کی اولاد میں افطح اور اسحٰق بن جعفر مدعی امامت ہوئے اور نیز عبداللہ برادر امام جعفر مدعی امامت ہوئے۔ اور اگر اسیطرح سادات حسنیہ کو بھی مثل نفس زکیہ کے جنہوں نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا اور امامت آئمہ ع سے منکر ہوئے شمار کیجائے تو کوئی حد و حساب ہی نہ رہے گا۔ پس اگر انکار امامت کفر ہو تو یہ تمام آل رسولؐ کافر ہونگے۔

اقول ہم یہ گذارش کر چکے ہیں کہ جس شخص نے امام حق کی امامت کا بعد اتمام حجت انکار کیا وہ ایمان سے خارج ہے اور اگر تائب ہو گیا اور حق کیجانب پھر آیا تو توبہ مقبول ہوگی۔ اور انجام بخیر ہوگا اور اگر امام حق کیطرف رجوع نہ کیا تو مومن نہیں ہو سکتا۔ اگر نبی زادہ ہی کیوں نہ ہو وہ ایمان سے خارج اور اولاد سے بھی خارج ہے اگر قرآن پڑھا ہو تو پسر نوحؑ کا حال ملاحظہ فرمائیے انّہ لیس من اھلک انّہ عمل غیر صالح صاف موجود ہے اب بھی دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو اولاد رسولؐ ہونے کے مدعی ہیں اور مذہب باطل اختیار کر رکھا ہے مگر

حقیقت میں وہ اولاد سے خارج ہیں۔

قولہ پس اسوقت اہل تشیع کی ولا و تمسک کا تماشا قابل دید ہے کہ اس ظاہری ولاو تشیع کے پیرایہ میں صدہا اہلبیت رسول کو کافر و بد دین بناڈالا اور شیعیان پاک بنے رہے

اقول اہلحق کی ولا و تمسک کا حال زمانہ پر روشن ہے وہ محتاج ثبوت نہیں۔ اہلحق صدہا اہلبیت رسول کے قایل نہیں ہیں اہلبیت رسول کی شان سے ہی یہ امر کہ وہ طاہر و معصوم ہوں اور امت اونکے ساتھ تمسک کرنے کی بدولت ضلالت سے نجات پاوے۔ اور کبھی گمراہ نہ ہو۔ اور اگر ایسا نہیں اور اچھے برے سب ہی اہلبیت رسول ہیں تو پھر کیوں شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں اولاد رسول کو باعث برہمزدگی دین محمدی قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ از ذریت مرتضی اسلہ فرقہ ضالہ بر آمدند کہ ہیچ تقصیر نکردند۔ در برہمزدی دین محمدی اور یہ فرماتے ہیں اگر در اولاد مرتضی اخیار اعلام پیدا شدہ اند۔ غیر ایشان نیز پیدا شدہ کہ مصدر اضلال عالم گشتہ الخ پس اگر تمام اولاد رسول کا شمار اہلبیت میں ہو اور سب کے سب قابل تمسک ہوں تو شاہ ولی اللہ صاحب کا اولاد رسول کو مصدر اضلال عالم کہنا بیدینی و گمراہی ہے یا نہیں ہے؟

قولہ اور اپنے سفینۂ نجات میں صدہا سوراخ کردیئے اور پھر بھی نجات کے امیدوار ہیں۔

اقول شاہ ولی اللہ صاحب کو تو دیکھیے کہ انہوں نے صدہا اولاد رسول الثقلین کو مصدر اضلال عالم قرار دیکر اپنے سفینۂ نجات میں صدہا سوراخ کرلئے اور اہلحق نے اپنے سفینۂ نجات میں سوراخ نہیں کئے کیونکہ وہ انہیں حضرات کو سفینۂ نجات اعتقاد کرتے ہیں کہ جو معصومین ہیں سفینۂ نجات میں سوراخ کرنیوالے وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے حسبنا کتاب اللہ کہکر تمسک اہلبیت معصوم سے دست برداری کی۔ اور نیز وہ لوگ جو معصومین کو لاشئی سمجھتے ہیں اور شاہ صاحب نے تو صدہا اولاد رسول کو باعث برہمزدی دین محمدی و مصدر اضلال عالم صاف صاف فرمادیا ہے آپ شاہ ولی اللہ صاحب محدث کی

ولاو تمسک کا تماشا دیکھیں آپ تو سب کو اہلبیت میں شمار کرتے ہیں اور شاہصاحب اونکو مصدرِ
اضلال عالم کہتے ہیں۔

قولہ طرفہ تماشا ہے کہ بیچارے خوارج تو صرف ایک دو ہی حضرات کو کافر کہکر کافر و ملعون ٹھہرائے جاویں
اور یہ جھوٹے مدعیان تشیع وولا صدہا اہلبیت کبار اور ہزارہا صحابہ ابرار کو مرتد و کافر کہیں اور پھر بھی تشیع
وولا میں فرق نہ آوے اور ذرا بھی مطعون نہ کئے جاویں ان ھذا الا شئ عجاب کبرت کلمۃ تخرج
من افواھھم ان یقول (ون) الا کذبا۔

اقول ابلیس تو صرف حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام ہی کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے کافر و ملعون ٹھہرایا
گیا۔ اگر باور نہ ہو تو قرآن مجید میں ابیٰ واستکبر وکان من الکفرین ملاخطہ فرمائیے۔ وان علیک
لعنتی الی یوم الدین۔ کافر بھی ہوا ملعون بھی بنا۔ آپ کے بیچارہ خوارج اگر کافر و ملعون ٹھہرائے
گئے تو آپکو کیوں ناگوار ہے آپ سے ہوسکے تو اپنے بیچاروں کی چارہ گری فرماکر اونکو کفر و ملعونیت سے
بچا لیجئے۔ دیکھیں تو آپ اونکے کیسے حمایتی ہیں کسی منکر نبوت یا منکر امامت یا محارب امام حق کو کافر
و بیدین کہنا عین صواب ہے کوئی کافر خود تو اپنے آپکو کافر کہتا نہیں جو اہل ایمان ہیں وہی اس کو
کافر کہتے ہیں آپ خوارج کے ایمان کے قایل ہوں ہم تو اونکو کافر و ملعون جانتے ہیں واضح ہو کہ اہلحق
اہلبیت کبار کی عصمت و امامت کے معتقد ہیں اور صحابہ ابرار کے مداح ہیں جو منکر امامت ہے اوسکا
شمار عنداللہ نہ اولاد میں ہے نہ صحابہ ابرار میں آپ کے پیشوایان مذہب نے البتہ صحابہ ابرار کو پٹوایا اور
جلا وطن کیا اور مرتد بھی بنایا۔ گو آپ سب صحابہ کو عدول سمجھتے ہیں اور حسب اعتراف اہلسنت سب
صحابہ عدول ہیں تو حضرت ابوذر غفاری صحابی جلیل القدر کس خطا پر پٹوائے گئے اور جلا وطن کئے
گئے۔ مالک ابن نویرہ کیوں مرتد بنائے گئے اور کیوں قتل کرائے گئے۔ کیا ہزارہا صحابہ ابرار میں ان
حضرات کا شمار نہ تھا اگر یہ حضرات صحابہ عدول سے نہ ہوں تو قضیہ کلیہ غلط ٹھہرا اور اگر عدول ہیں تو اونکو
پٹوانے والے اور تشہیر کرانیوالے اور مرتد بنانیوالے ابرار و عدول نہیں ہوسکتے۔ ہم صحابہ ابرار کو مرتد و کافر نہیں
کہتے۔ انہیں لوگوں کو مرتد و منافق کہتے ہیں جو واقعی ایسے ہیں۔ مگر آپ محاربین امام و منکرین امامت

ومبغضین اہلبیت اطہار کو اور جناب امیر علیہ السلام کے سب کرنیوالونکو اچھا سمجھتے ہیں اور اُن کو
بلفظ رضی اللہ عنہ یاد کرتے ہیں آپکے پیشوا معویہ صاحب اور اُنکے اتباع جناب امیرؑ کے حق میں
کلمات ناسزا بر سر منبر کہتے تھے۔ روی ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف المدائنی فی کتاب الاحداث
قال کتب معاویة نسخة واحدة الی عماله بعد عام الجماعة ان برئت الذمة ممن روی شیئا
من فضل ابی تراب واهلبیته فقامت الخطباء فی کل کورة وعلی کل منبر یلعنون علیا ویبرؤن
منه الخ طرفہ تماشا ہے کہ اہلحق جو مطیعان اہلبیت اطہار ہیں جھوٹے مدعیان تشیع وولا سمجھے جاویں اور
آپ جو محاربین و دشمنان جناب امیر علیہ السلام کو اچھا سمجھیں اور اونکو بلفظ رضی اللہ عنہ یاد کریں رکوب
سفینۂ اہلبیت کا دعوی کریں اور ذرا بھی شرم نہ آوے ان ھذا لشیء عجاب کبرت کلمة تخرج
من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

قولہ دلیل چہارم سب کے آخر میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اکثر مرویات شیعہ کا مدار منکرین امامت اور بدمذہبوں
پر ہے باوجودیکہ مذہب میں مصرح موجود ہے کہ کافر کی روایت بالاتفاق قابل قبول نہیں ابھی عنقریب عرض
کرچکا ہوں کہ تمام کتب صحاح کلینی وغیرہ واقفیہ ناؤسیہ فطحیہ جارودیہ باطنیہ قرامطہ اسمعیلیہ وغیرہ
منکرین امامت اور فاسدین مذہب سے پر ہیں پس اگر انکار امامت کفر ہو تو یہ سب مرویات جن پر مدار
دین ہی باطل ہونگے۔ اور اگر انکار امامت کفر نہ ہو تو امامت اصول اعتقادیات میں نرہیگی۔ بلکہ مثل
مذہب اہلحق کے فرعیات میں سے ہوگی اور واقفان مذہب پر مخفی نہیں کہ یہ اکثر مرویات طوائف شیعہ
منکرین امامت ناقدان روایات اور محققان مذہب کے نزدیک معتبر اور قابل قبول ہیں پس ثابت
ہوا کہ امامت کا اصول دین میں سے کہنا اور اُس کو اصول دین میں شمار کرنا محض ایک ظاہری اور سرسری
بات ہے جو کسی خاص مصلحت کیوجہ سے کہی جاتی ہے ورنہ مذہب تشیع میں امامت دراصل اصول
دین میں سے نہیں ہے اور یہی ہمارا مدعا تھا جو بدلایل قاطع مذہب ثابت ہوگیا والحمد للہ علی ذلک

اقول میں بھی عرض کرچکا ہوں کہ اہلحق کے دین کا مدار بدمذہبونکی روایات پر ہرگز نہیں ہے کیونکہ
اصول عقاید میں بدمذہبونکی روایات ہرگز مقبول نہیں ہیں اور فرعیات شرعیہ میں بھی اونکی مطلق

روایات کو قبول نہیں کیا ہے اگر راوی صحیح الاعتقاد سے وہی روایت یا اُسی قسم کی دوسری روایت پہنچی ہے تو ایسی صورت میں فرعیات میں اُنکی روایت کو بھی مان لینے میں قباحت نہیں ہے اور واقفیہ اور باطنیہ و اسمٰعیلیہ مثل آپکے حکم سلام میں داخل مانے گئے ہیں اس لئے کہ امام زمانہ کی حجت اُن پر تمام نہیں ہوئی۔ اور کفر کا حکم بعد اتمام حجت ہوتا ہے اور اگر ان کا کفر بھی ثابت ہو جائے تب بھی مذہب حق کو ضرر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ مدار دین کا اصول عقاید پر ہے اور اصول عقاید میں اونکی کوئی روایت مقبول نہیں۔ جیساکہ عبارت اساس سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور امامت کا اصول دین سے ہونا بدلایل قاطعہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔

قولہ دلیل پنجم۔ آپکے خطبہ نہج البلاغہ کا ایک ٹکڑا ہے جسمیں آپنے اہل بصرہ کو خطاب فرمایا ہے واما فلانۃ فادرکہا رای النساء وضغن علی فی صدرھا کمرجل القین ولو دعیت لتنال من غیری ما اتت الی لم تفعل ولہا بعد حرمتہا الاولی والحساب علی اللہ اس جملہ میں جناب امیرؑ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حال ذکر کیا ہے حاصل مطلب اس جملہ کا یہ ہے کہ بصرہ کی لڑائی کے بارہ میں عائشہ کو عورتوں والی عقل چڑھ گئی۔ اور کینہ نے جھوہار کی ہنڈیا کیطرح اُس کے سینہ میں جوش مار رہا تھا دبا لیا اگر وہ اسلیئے بُلائی جاتی کہ جو کام میرے ساتھ کیا کسی دوسرے کے ساتھ کرے تو ہرگز قبول نہ کرتی اور اُسکی ابتک پہلی ہی سی عزت و احترام ہے اور حساب اللہ کے یہاں ہوگا اس آپکے کلام ہدایت نظام سے ہمارا مدعا بخوبی ثابت ہے۔

اقول اس کلام سے بھی آپکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

قولہ کیونکہ اس سے ثابت ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں جناب امیر علیہ السلام کیطرف سے کینہ و بغض تھا۔

اقول بیشک ثابت ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ حُبّ جناب امیرؑ ایمان ہے اور اون سے بُغض رکھنا نفاق لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق متفق علیہ (ازالۃ الخفا و مسند احمد حنبل) اس حدیث سے جناب امیرؑ سے بغض و کینہ رکھنے والا منافق ثابت ہوا

قولہ اور عداوت وحقد کیوجہ سے یہ قتال واقع ہوا جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔

اقول جب عداوت وحقد کیوجہ سے جمل میں قتال واقع ہوا تو اہل جمل کا یہ کہنا کہ جناب امیرؑ لایق خلافت نہیں اس لئے کہ مظلوم کا حق ظالم سے نہیں دلوا سکتے۔ جیسا کہ آپ نے سطر تہ کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے محض بے اصل ثابت ہوا یہ سب باتیں عداوت کیوجہ سے کہی جاتی تھیں۔

قولہ تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت عایشہ کے نزدیک حضرت علیؑ امام حق نہ تھے۔

اقول جناب امیرؑ بقسم فرماتے ہیں بخدا طلحہ وزبیر وعایشہ خوب جانتی ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر روایت کیا اس کو ابو عمر نے استعاب میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جان بوجھکر بغض وعداوت کو ظاہر کیا خسر الدنیا والاخرۃ۔

قولہ کیونکہ امامت تو مثل نبوت ہے باین وجہ کہ اگر جناب امیرؑ اُنکے نزدیک امام حق ہوتے تو اونکے ترک قصاص کو جو خلیفہ مقتول کے بارہ میں ہوا ہے خلاف حق پر ہرگز محمول نہ فرماتیں اور حضرت امیر علیہ السلام سے لڑائی پر آمادہ نہ ہوتیں۔

اقول حضرت عایشہ نے بوجہ عداوت وخفر کے جناب امیرؑ کو امام حق تسلیم نہیں فرمایا اُسی عداوت کیوجہ سے قتال کیا جیسا کہ چار سطر اوپر آپنے خود لکھا ہے ترک قصاص کو خلاف حق پر محمول کرنا اوسی عداوت اور کینہ کیوجہ سے تھا ورنہ وہ تو خود حضرت عثمان کو واجب القتل جانکر اونکے قتل کا فتوی دے چکی تھیں۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں قسم بخدا اُنہوں نے (طلحہ وزبیر وعایشہ) نہ مجھسے کوئی امر قبیح دیکھا جس پر بگڑے ہوں نہ میں نے مال کی طمع کی نہ اپنی خواہش کی پیروی کی۔ وہ طالب ہیں اُس حق کے جس کو خود چھوڑا اور اوس خون کے جس کو خود اُنہوں نے بہایا اور اوس جفا کے جس کے خود بانی ہیں میں انکار کرتا تھا۔ اور روکتا تھا مگر وہ نہ مانتے تھے۔ قاتلان عثمان اُنہیں لوگوں کے پاس ہیں یہی فرقہ باغی ہے جسنے نکث بعیت کیا بقدر الحاجۃ (قرۃ العینین) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ قاتلان عثمان انہیں حضرات کے پاس تھے یہ اندھیر تھا جو قاتلوں کو جناب امیرؑ سے طلب کرتے تھے اور ترک قصاص کا الزام لگاتے تھے اور جب انہیں حضرات کے حکم وفتوی اور اجماع سے حضرت عثمان قتل ہوئے

تو یہی لوگ خونی قرار پائے. حضرت عایشہ نو اُنکے قتل کا فتویٰ دیکر مکہ معظمہ کو چلی گئیں تھیں واپسی کیوقت راستے میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ جناب علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بعیت ہوگئی یہ امر اون کو نہایت شاق وناگوار گذرا اور پھر مکہ واپس گئیں۔ اور ترک قصاص کا حیلہ نکالکر آمادہ قتال ہوئیں ہر عاقل یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ طلب خون عثمان لڑائی کا بہانہ تھا ورنہ وہ تو خود اُن کو واجب القتل جانتی تھیں اور جب قاتلان حضرت عثمان اُنہیں کے پاس تھے تو پھر ترک قصاص کو خلاف حق پر محمول کرنے کے کیا معنی اور جب حدیث الحق مع علی وعلیؑ مع الحق یدور حیثما دار پر مطلع تھیں تو کیوں فعل جناب امیر علیہ السلام کو خلاف حق پر محمول کیا۔ کیوں تکذیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عایشہ خوب جانتی تھیں کہ جناب علی مرتضیٰ حق پر ہیں مگر بغض وعداوت کیوجہ سے اُن کا مسند خلافت پر متمکن ہونا نہیں چاہتی تھیں اگر سوائے جناب امیرؑ کے کسی اور شخص کے ہاتھ پر بعیت ہو جاتی تو ہرگز اوس سے نہ لڑتیں بلکہ قاتلان عثمان کو انعام دیتیں خود جناب امیرؑ نے خطبہ میں فرمایا ہے جس کو آپ لکھ چکے ہیں ولو دعیت لتنال غیری ما اتت یعنی جو کام اوس نے میرے ساتھ کیا اگر دوسرے کے ساتھ کرنے کو بلائی جاتی تو ہرگز قبول نہ کرتی۔ اس جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ بوجہ بُغض وکینہ کے حضرت عایشہ نے محاربہ کیا اور ترک قصاص کا بہانہ کیا کسی اور شخص کے ساتھ ہرگز مقاتلہ نہ فرماتیں اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ بغض وعداوت حضرت عایشہ کے دل میں پیشتر ہی سے تھی نہ یہ کہ حضرت عثمان کے قتل ہونے کیوجہ سے عداوت وبُغض وکینہ پیدا ہوا ہو۔

قولہ اور بُغض وعداوت اُنکی طرف سے اپنے دلمیں نہ ٹھہرائیں۔

اقول بُغض وعداوت حضرت عایشہ کے دل میں پہلے ہی سے تھا جب تو جناب امیر علیہ السلام کی مسند نشینی کی خبر سُن کر راستے میں سے پھر مکہ کو واپس تشریف لیگئیں اوسوقت تک قصاص لینے نہ لینے کا قصہ ہی در پیش نہیں تھا۔ اور ترک قصاص تو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا۔ جناب امیرؑ نے تو خود فرمایا کہ اس جنگ کے وہی بانی ہیں اور یہ خون خود انہوں نے بہایا ہے تو اب صاف ظاہر ہو گیا

کہ جان بوجھکر اُنہوں نے ترک قصاص کو لڑائی کا حیلہ ٹھہرا دیا اصلیت کچھہ بھی نہ تھی اسی بُغض وکینہ کیوجہ سی لڑائی کے میدان میں تشریف لیگئیں جو پیشتر سے دلمیں تھا جیسا کہ آپ خود لکھ چکے ہیں

قولہ اور جب اونکو مبغوض سمجھا کہ اور اونکے افعال کو خلاف حق پر محمول سمجھکر انکار کیا اور قتال پر آمادہ ہوگئیں تو لامحالہ اُنکو امام حق اعتقاد نہ کیا۔

اقول حضرت عایشہ خوب جانتی تھیں کہ جناب امیرؑ حق پر ہیں اُسی بُغض و عداوت کیوجہ سے دیدہ و دانستہ اُنہوں نے جناب امیرؑ کے افعال کو خلاف حق پر محمول کیا اور کھلم کھلا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تکذیب فرمائی۔ اللّٰہم ادر الحق معہ حیث دار۔ اور اوسی قدیمی بغض و عداوت کیوجہ سے اُنہوں نے جناب امیرؑ کو امام حق تسلیم نہیں کیا مجھے آپکی حالت پر افسوس ہے کہ اس امر میں آپ حضرت عایشہ کی تقلید نہیں فرماتے حالانکہ اونکو صدیقہ کے لقب سی آپ ملقب کرتے ہیں لہذا آپ پر واجب و لازم ہے کہ اونکی تصدیق فرمائی اور جناب امیرؑ کی امامت سے انکار کر دیجئے۔ تاکہ پوری پوری پیروی حضرت عایشہ کی ہو جاوے۔ اگر آپ جناب امیرؑ کو امام حق سمجھتے ہیں اور اونکی محبت کے مدعی ہیں تو اون سی بُغض اور کینہ رکھنے والوں سی بیزاری کیجئے اور اگر اون سی بغض و کینہ رکھنے والوں کے طرفدار ہیں تو جناب امیرؑ کی امامت سے صاف انکار کر دیجئے یہ دورنگی خوب نہیں اگر آپ حضرت عایشہ کے سامنے جناب امیرؑ کی امامت کا اقرار کرتے تو وہ ضرور آپ سی بیزار ہوتیں اور اگر حضرت عایشہ کے طرفدار بنکر جناب امیرؑ سے محاربہ کرتے تو جناب امیرؑ آپکو یقیناً اپنا دشمن سمجھتے حالت موجودہ میں تو آپ کسی طرف کے نہیں رہے۔

قولہ بااین ہمہ انکار اور خلاف جناب امیرؑ اُنکے تمام حالات پر نظر فرما کر فرماتے ہیں کہ اُنکے لئے وہی احترام و تعظیم سابق ہے

اقول ولہا بعد حرمتہا الاولی کا مطلب اسیقدر ہے کہ وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجیت میں آچکی تھیں اسوجہ سے کل مسلمانوں کی ماں قرار پائیں نہ اون کو اسیر کر سکتے ہیں نہ لونڈی بنا سکتے ہیں۔ یہ عزت و توقیر و حرمت باقی ہے اس قول سی جناب امیرؑ کے نہ اونکا ایمان ثابت ہو نہ اونکی

افعال حق ثابت ہوئے بلکہ اونکا سب مسلمانونکی ماں ہونا ثابت ہوا جس کو آپ خود ہی لکھیں گے۔

قولہ اور وہ احترام ام المومنین زوجہ محبوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونیکا ہے۔

اقول محبوبہ ہونا قول جناب امیرؑ سے ثابت ہنیں ہے کوئی کلمہ خطبہ میں ایسا نہیں ہے جو محبوبہ ہونے پر دلالت رکھتا ہو اگر بجائے حضرت عایشہ کے حضرت حفصہ قتال فرماتیں اُنکے حق میں بھی آپ یہی فرماتے خدا تعالی خود فرماتا ہے وازواجہ امہاتہم کل ازواج رسول اللہ مومنونکی امہات ہیں یہ قول جناب امیر علیہ السلام ولہا حرمتہا الاولی اسی آیہ کی تفسیر ہے۔

قولہ معاذ اللہ اگر انکار امامت کفر ہوتا یا قتال امام کے ساتھ کفر ہوتا تو وہ احترام کیونکر باقی رہتا اور ان معاملات کا حساب جناب امیرؑ خدا تعالی کے حوالہ کیوں فرماتے۔

اقول اس قسم کا احترام تو ہر حال نہیں باقی رہتا کون مسلمان نبیؐ کی منکوحہ کو اسیر کر کے اپنی لونڈی بناتا جبکہ وہ اُنکی ماں بنص قرآنی ثابت ہیں اور ان معاملات کا حساب خدا تعالی کے حوالے نہ فرماتے۔ تو کیا کرتے کیونکہ ماں باوجود کفر بھی سزاوار احترام ہے

قولہ اسوقت ہمکو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے متعلق جو کچھ شارح کمال الدین ابن میثم نے اپنی شرح کبیر میں ملخصاً لکھا ہے تاکہ ناظرین کو بہت سی مواقع میں مفید ہو وفلانۃ کنایۃ عن عائشۃ و ادراک رای النسآء لہا بالبصرۃ وقد علمت ان رای النسآء یرجع الی افن وضعف واما الضغن فقد نقل لہ اسباب عدۃ منہا ما کان بینہا وبین فاطمۃ لسبب تزویج الرسول لہا عقیب موت خدیجۃ ام فاطمۃ واقامتہا مقامہا واما من جہۃ البنت فتخیلہا انما اخفقوا امہا وبیناکر ذلک بالمیل المنقول عن الرسولؐ فی حق عائشۃ وایثارہا علی سائر نسائہ والنفوس البشریۃ خصوصاً نفوس النسآء تغیظ علی مادون ذلک فکیف بذلک منہ ولاشک فی تعدی ذلک الی بعلہا علیہ السلام فان النسآء کثیراً ما یحصل بسببہن الاحقاد فی قلوب الرجال ومنہا ما کان من امر قذف عائشۃ ونقل ان علیا کان من المشیرین بطلاقہا وقال لہ ان ہی الا شسع نعلک وبلغہا کل ذلک

ونقل اليها النسآء ان عليها وفاطمة اسرا بذالك فتفاقم وغلظ ثم نزلت برائتها وصالحها الرسول ظهر منها ماجرت العادة ممن انتصر بعد ظلمه من بسط القول والتبجح بالبراءة و فلتات القول وبلغ ذالك عليها وفاطمة قوله ولها بعد حرمتها الاولى وجه اعتذاره فی الكف عن اذاها بعد استحقاقها للاذى فی نظره وحرمتها بنكاح رسول الله صلى الله عليه وسلم وقوله والحساب على الله ولعل هذا الكلام منه قبل اظهارها التوبة وعلمه بذالك

اقول اس عبارت کا جو حاصل مطلب آپنے نکالا ہے اس کا سقم ظاہر کیا جاویگا۔

قوله حاصل یہ ہے کہ لفظ فلانہ سے حضرت عائشہ کیطرف اشارہ ہے اور عورتوں والی عقل کا چڑھ جانا اوسوقت ہوا جبکہ آپ بصرہ میں حضرت کے قتال کے لئے آئین اور ظاہر ہے کہ عورتونکی عقل ضعیف ہوتی ہے۔

اقول شارح کی اگرچہ یہ رائے ہی کہ عورتونکی عقل اوسوقت چڑھی جبکہ وہ بصرہ میں قتال کے لئے آئیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بلائے بے درمان اوسی وقت سی آموجود ہوئی جبکہ اُنہوں نے جناب امیرؑ کی مسندنشینی کی خبر راہ میں سُنی اور عبارت متن اسکو مانع نہیں ہی اور عقل کا ضعیف ہونا ظاہر ہی کہ جسکی وجہ سی ہزاروں بندگانِ خدا کا خون ہوا۔

قوله اور باہمی عداوت اور کینہ کیلئے بہت سی اسباب منقول ہوئی ہیں ازانجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد خدیجہ حضرت عایشہ سے نکاح کرنا۔

اقول کلام جناب امیرؑ سے کینہ حضرت عایشہ ثابت ہوتا ہے باہمی عداوت کا ذکر نہیں ہی چنانچہ خطبہ میں یہ جملہ موجود ہی وضغن فی صدرها كمرجل القين ترجمہ۔ اور کینہ نے جو لوہار کی ہانڈی کیطرح اُسکی سینہ میں جوش مار رہا تھا دبالیا اور باہمی عداوت کیلئے شرح ابن میثم میں بھی کوئی لفظ نہیں ہے عبارت شرح یہ ہی واما الضغن فقد نقل له اسباب عدة منها ما كان بينها و بين فاطمة بسبب تزويج الرسول ص ترجمہ۔ لیکن کینہ پس منقول ہوئے واسطے اسکے متعدد اسباب بعض اون اسباب میں سی وہ سبب ہے جو کہ درمیان اُسکی اور فاطمہؑ کے بسبب تزویج رسول اللہ صلعم کے تھا اور مطلب اسکا

یہ ہی کہ حضرت عائشہ زوجیت رسول اللہ صلعم میں آئی تھیں اسوجہ سے وہ جناب فاطمہؓ سے کینہ رکھتی تھیں کیونکہ وہ اُنکی سوکن کی بیٹی تھیں۔ پس ضغن کے معنی باہمی عداوت اور کینہ کہنا غلط ہی۔

قولہ اور صاحبزادیکی طرف کینہ کی یہ وجہ ہوئی کہ اُنہوں نے حضرت عائشہ کو اپنی ماں کی سوکن سمجھا۔

اقول اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؓ کیطرف حضرت عائشہ کے کینہ کی یہ وجہ تھی یعنی حضرت عائشہ اس وجہ سے جناب فاطمہ سے کینہ رکھتی تھیں کہ جناب فاطمہ نے اُن کو اپنی ماں کی سوکن سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ جناب فاطمہ نے یہ بہت بجا اور درست سمجھا حقیقی ماں انکو کیونکر سمجھہ سکتی تھیں۔ جو امر کہ جیسا فی الواقع ہو اوسکو ویسا ہی سمجھنا کینہ نہیں ہی۔

قولہ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے جو حضرت عائشہ کے ساتھ آپکو تھی یہانتک کہ تمام ازواج پر اونکو فوقیت دی رکھی اس کینہ کو دوبالا کر دیا۔

اقول میل کا ترجمہ محبت غلط ہی بلکہ میل کے معنی رجحان طبع کے ہیں اور یہ امر ظاہر ہی کہ زوجہ نوجوان کی جانب میلان طبع زیادہ ہوتا ہے میل طبع سے وہ محبت مراد نہیں ہی جو کسی شخص سے بوجہ کمال ایمانی کے ہوتی ہے حاصل مطلب یہ ہی کہ جناب رسول اللہ صلعم کا میل طبع حضرت عایشہ کیجانب بہ نسبت دیگر ازواج موجودہ کے زیادہ تھا اسوجہ سے وہ کینہ حضرت عایشہ کا دوچند ہوگیا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہی کہ جب زوجہ پر یہ بات ظاہر ہوجاتی ہی کہ میرا شوہر میری جانب مایل ہی تو وہ اُس کینہ کو اچھی طرح ظاہر کردیتی ہی جو اس کے دل میں سوکن کی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے یہ سمجھکر کہ اب تو شوہر مجھپر مایل ہی اگر کینہ ظاہر بھی ہوگا تو سوکن کی اولاد کا کیا کھٹکا ہی یہی خام خیالی عورت کے کینہ کو بڑھا دیتی ہی اسیوجہ سے حضرت عایشہ کا ضغن و کینہ حضرت فاطمہ کیساتھ زیادہ ہوگیا اور حضرت فاطمہ کو اسوجہ سے کینہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اُنکی والدہ ماجدہ زندہ نہ تھیں نہ اُنکی ماں حضرت خدیجہ کی زندگی میں آنحضرتؐ نے کسی اور عورت سے تزویج فرمائی تھی جب حیات حضرت خدیجہ میں کوئی دوسری زوجہ نہ تھی تو پھر حضرت خدیجہ پر حضرت عایشہ کو فوقیت دینا ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔ نہ جناب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی قول سے ثابت ہی کہ وہ جناب حضرت عایشہ کو حضرت خدیجہ پر فوقیت دیتے تھے اور جب ثابت

نہیں تو حضرت فاطمہ کے کینہ کا ثبوت دیگر ازواج موجودہ پر فوقیت دینے سے نہیں ہو سکتا ہاں اگر اونکی ماں حضرت خدیجہ پر فوقیت دینا ثابت ہو تو تسلیم کیا جا سکتا ہے اور جب وہ زندہ نہ تھیں تو دیگر ازواج پر فوقیت دینے سے حضرت فاطمہ کو حضرت عایشہ سے کینہ رکھنے سے کیا بحث کیونکہ وہ سب ازواج اونکی ماں کی سوکن تھیں جناب سید عالمؐ نے حضرت عایشہ کو حضرت خدیجہ پر کبھی ترجیح نہ دی بلکہ حضرت خدیجہ کے احسانات کا ذکر فرماتے تھے اور چونکہ وہ صاحب ایمان تھیں اور سب سے اول عورتوں میں بلا اکراہ ایمان لائیں تھیں اسوجہ سے علاوہ اُس میل طبع کے جو شوہر کو زوجہ کیطرف ہوتا ہے جناب سید عالمؐ کو بوجہ اونکے خالص ایمان کے اُنکے ساتھ محبت تھی پس واضح ہو گیا کہ جسطرح اصل کلام میں کینہ حضرت عایشہ کا ذکر ہے اسیطرح عبارت شارح میں متعدد اسباب حضرت عایشہ کی عداوت و کینہ کے بیان ہوئے ہیں۔

قولہ اور انسانی نفوس کو اس سے بھی تھوڑی بات پر غیض ہوتا ہے خصوصاً عورتوں کو۔

اقول یعنی شوہر کی طبیعت کو ذرا بھی مایل پاتی ہیں تو ساس نندوں اور سوکن کی اولاد پر آنکھیں نکالنے لگتی ہیں۔

قولہ اور رسولؐ اللہ کی محبت تو بہت بڑی بات ہے۔

اقول میلان طبع کو محبت کہنا غیر مسلم ہے حضرت فاطمہؑ کے دشمن کیساتھ محبت کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ دشمن فاطمہ دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہے بلکہ بعد ثبوت بغض میل طبع کا تسلیم کرنا بھی مشکل ہے کیونکہ زوجۂ نافرمان کیجانب سے دل کو نفرت ہو جاتی ہے گو تعلقات زوجیت ترک نہ ہوں مگر زوجہ کا کوئی فعل مذموم مرغوب نہیں ہو سکتا۔ پس جو بغض و کینہ کہ حضرت عایشہ کو جناب فاطمہ اور اونکے شوہر جناب علی مرتضیٰؑ سے تھا وہ باعث ناخوشی خدا اور رسولؐ خدا تھا۔ لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق فرمایا ہے پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ جناب رسولخداؐ دشمنِ علیؑ سے محبت رکھیں نہ عقل اس کو قبول کر سکتی ہے نہ نقل سے یہ امر ثابت ہے کہ دشمن جناب علی مرتضیٰ کو منافق فرمائیں اور پھر اُسی منافق سے محبت رکھیں حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ کی بی بیاں بھی

تونکو کارنہ تھیں انکی مذمت بھی تو قرآن میں موجود ہی۔ ازواج رسول اللہ صلعم کو بھی تو خداوند عالم نے طلاق کی دھمکی دیکیے اور خصوصاً حضرت عایشہ و حفصہ کے بارے ہیں تو ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما فرمایا ہے اگر انکے افعال پسندیدہ خدا اور رسول خدا ہوتے تو کیوں ایسا خطاب فرماتا

خلاصہ مطلب اس جملہ کا یہ ہی کہ حضرت عائشہ نے جناب پیغمبر خدا صلعم کے میلان طبع کو بہت بری بات سمجھکر اپنے کینہ کو بڑہا دیا۔

قولہ اور رفتہ رفتہ اس کینہ کی نوبت آپکے شوہر تک بھی پہنچی۔

اقول ولا شک فی تعدی ذلک الی بعلہا کا ٹھیک ترجمہ یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ حضرت عایشہ کے کینہ کی نوبت جناب امیر تک پہنچی جب وہ جناب فاطمہ سے بغض و کینہ رکھنی والی تھیں تو جناب علی مرتضی تک اسکی نوبت پہنچی یعنی اُن سے بھی کینہ رکھنے لگیں کیونکہ وہ اُنکی سوکن کے داماد تھے۔

قولہ چنانچہ بسا اوقات مردونکو دلونمیں عورتونکی وجہ سی بھی کینہ پیدا ہوجاتا ہی۔

اقول فان النساء کثیرا ما یحصل بسببھن الاحقاد فی قلوب الرجال کا مطلب یہ ہی پس تحقیق کہ اکثر ہوجاتا ہی مردونکی دلونمیں حقد بہ سبب عورتونکی افعال کے۔ یعنی یہ بغض و کینہ جو حضرت عایشہ کو بی بی سیدہ صلوات اللہ علیہا سے تھا یہ جناب رسالتمآب کو بھی سخت ناگوار تھا اور جناب علی مرتضی کو بھی ازبس ناگوار تھا۔ ایک مرتبہ اور بھی ازواج کیجانب سی جناب سید عالم کو ایسا صدمہ پہنچا تھا کہ ایک مدت تک ترک کلام فرمایا تھا خداوند عالم نے بھی اپنے حبیب کو ملول پاکر طلاق کی دھمکی دی تھی عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الایہ۔

قولہ ازانجملہ حضرت عایشہ کی تہمت کا قصہ ہی اس قصہ میں منقول ہوا ہی کہ حضرت علی نے آپ کو عایشہ کی طلاق کا مشورہ دیا تھا۔

اقول۔ جناب امیر علیہ السلام کا ایسا مشورہ دینا کتب اہلسنت ہیں موجود ہے اور مجمع البیان و بحار الانوار میں جو مذکور ہے ماخذ اس کا روایت اہلسنت ہی جو زہری سے منقول ہے اور ابن ہشیم

عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الایہ پارہ ۲۸ رکوع ۱۹

پارہ ۲۸ رکوع ۱۹

نے جو کچھ اس باب میں لکھا ہے وہ بھی غالباً اہلسنت سے ماخوذ ہے لہذا اہلسنت کی روایت کی لحاظ سے آپکے اقوال کا جواب دیا جاتا ہے صحیح بخاری کتاب المغازی ص ۵۹۵ نسخہ مطبوعہ دہلی میں مرقوم ہے واما علی فقال یا رسول اللہ لم یضیق اللہ علیک والنسآء سواها کثیر اس کا ترجمہ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں یہ کیا ہے کہ تنگ نگردانیدہ خدائتعالی کار را بر تو و حالانکہ زنان غیر او بسیار اند۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں یہ لکھا ہے واما علی گفت یا رسول اللہ صلعم تنگ نساختہ ہست خدائتعالی بر تو زنان را غیر عائشہ بسیار اند میں عرض کرتا ہوں کہ خداوند تعالی نے بھی ازواج نبی ؐ سے اسطرح خطاب فرمایا ہے عسی ربہ ان طلقکن الایہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ طلاق دینے کے اعمال اُن سے سرزد ہوتے تھے اہلسنت کی کُتب سے مثل صحیح بخاری وغیرہ کے ثابت ہے کہ آنحضرت ؐ نے حضرت عائشہ کو انکے باپ کے گھر جانے دیا اور خود حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے فلت التفات آنحضرت صلعم مشاہدہ کرنے کے بعد جانے کی اجازت لی تھی۔ بہر صورت یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جناب سرور عالم صلعم ایسے بیزار تھے کہ مشورہ طلاق بھی فرماتے تھے۔ اور اُنکی علیحدگی کی بھی کچھہ پروانہ کی اور ایک مدت تک کلام بھی نہیں فرمایا اور اُنکے قریب تشریف نہیں لائے ان امور سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میل طبع بھی منقطع ہو گیا تھا۔ ورنہ گھر سے جدا نہ ہونے دیتے جناب امیر المومنین ؑ نے اگر مشورہ دیا تو وہ بسبب محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا تاکہ خاطر عاطر سے آنحضرت صلعم کی غبار ملال دور ہو جانے اور ظاہر ہے کہ یہ غبار دو ہی طرح دور ہو سکتا تھا۔ یا تو تہمت کا جھوٹ ہونا ثابت ہو یا طلاق دی جاوے۔ مگر تہمت کا جھوٹ ثابت کرنا جناب امیر ؑ کے قدرت میں نہ تھا اور مشورہ طلاق دینا اختیاری تھا اور حبیب کا ملال دور کرنے کیلئے وہی امر اختیار کیا جاتا ہے جو اپنے اختیار میں ہو۔ لہذا ایسا مشورہ بہ نیت خالص موجب اجر جزیل ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب ؐ نے اس قسم کا مشورہ طلب فرمایا جناب امیر ؑ نے یہی مناسب سمجھا کہ طلاق دی جاوے نہ اس خیال سے کہ قصہ تہمت صحیح تھا بلکہ اس نظر سے کہ غبار ملال دور ہو جاوے۔

قولہ اور کہا تھا کہ آپکی جوتی کا تسمہ ہی بدل ڈالئے۔

اقول یہ ایک مثل مشہور ہے جسطرح تسمہ بدلنے کا اختیار ہے اُسیطرح عورت کو طلاق دینے کا شوہر کو مجاز ہے اور دوسری عورت سے نکاح کر لینے کا بھی اختیار ہے عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن قرآن مجید میں موجود ہے۔

قولہ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔

اقول قول شارح میں کوئی جملہ ایسا نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہو۔ کہ وہ مشورہ قبول نہیں فرمایا۔ گھر سے علیحدہ کردینا اور ترک کلام فرمانا ملتفت نہ ہونا مقدمہ طلاق سے تھا۔

قولہ اور اُنکی خبر حضرت ام المومنین کو پہنچگئی اور نیز عورتوں نے یہ بھی اُنکو پہنچایا کہ علیؑ اور فاطمہ در پردہ طلاق کی تدبیر کر رہے ہیں۔

اقول یہ خبر اونکو عورتوں نے غلط پہنچائی۔ کیونکہ جب در پردہ مشورہ دیا جاتا تو کسی کو کیونکر معلوم ہوتا اور جب عورات کے سامنے دیا گیا تو در پردہ نہ رہا در پردہ اُسی کو کہتے ہیں جو کسی کو کانوں کان خبر نہو

قولہ اس پر حضرت عایشہ کا غیض اور بھی بڑھ گیا۔

اقول قبل غیض کے اونکو چاہیے تھا کہ اپنے باپ سے فرمائیں کہ عورتیں ایسا کہتی ہیں آپ جاکر تحقیق فرمالیجیے کہ یہ امر در پردہ تدبیر کرنیکا صحیح ہے یا غلط اُس وقت حقیقت ظاہر ہوتی ہے کیوں اُنہوں نے بدوں تحقیقات کے عورتونکی بات کا یقین کرلیا کیا وہ عورتیں جھوٹ نہیں بول سکتی تھیں جسطرح اُنہوں نے مقام حوأب پر مردونکی جھوٹی شہادتونکو قبول کرلیا اوسیطرح عورتونکی جھوٹی باتونکو مان لیا۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ جناب علی مرتضیٰ اور جناب فاطمہ سے دشمنی کرنا اور اُن سے بغض وکینہ رکھنا خدا تعالیٰ اور رسولؐ کی ناخوشی کا موجب ہے اور اُس بغض سے بنیاد نفاق مستحکم ہوتی ہے۔

قولہ پھر جب اُنکی برأت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے راضی ہوگئے تو دستور کے موافق اُنہوں نے اسمیں گفت وشنید کی اور کہنے والونکی خوب لتی لئے اور اُسکی خبر علیؑ وفاطمہ کو پہنچی تو ناخوشی اور بھی بڑھ گئی۔

اقول دربردہ طلاق کی تدبیریں کرنا تو تسلیم نہیں کیونکہ یہ عورتوں کی بنائی ہوئی بات تھی اور اگر مشورہ طلاق دیا تو محض بوجہ محبت جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیا۔ جناب امیرؑ کی محبت تو محتاج ثبوت ہی نہیں کیونکہ وہ جناب تو بستر جناب رسول اللہؐ پر شب ہجرت اپنی جان بیچکر سوئے تھے۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ اس پر شاہد ہے اور جناب سیدۃ النساء العالمین صلوات اللہ علیہا وعلی ابیہا کی محبت کا صرف اسیقدر ثبوت کافی ہے کہ بعد جناب سید عالمؐ کے اونکی مفارقت میں زندگی ناگوار تھی۔ جبتک زندہ رہیں گریاں ونالاں رہیں اور جب اسقدر محبت اپنے پدر بزرگوار سے رکھتی تھیں تو کیونکر گوارا کرسکتی تھیں کہ غبار ملال سے طبیعت جناب سید عالم کی مکدر رہی۔ اسوجہ مشورہ طلاق اگر دیا تو بجا ودرست تھا ایسی حالت میں حضرت عایشہ کا اونکو اپنا دشمن سمجھ لینا اور خود بھی اون سے دشمنی اور کینہ کرنا نہایت قبیح تھا۔ کیونکہ اونکی محبت بنص قرآنی واجب ہے واضح ہو کہ شارح میثم نے یہ فقرہ لکھا ہے وبلغ ذالک علیاً وفاطمہ اور ترجمہ اس کا یہ ہوا کہ یہ خبر علیؑ وفاطمہ کو پہنچی۔ مگر آپنے اپنی طرف سے یہ فقرہ اضافہ فرمایا ہے "تو ناخوشی اور بڑہ گئی" حالانکہ کوئی جملہ ایسا نہیں ہے جس کا یہ مطلب ہو آپ خواہ مخواہ شارح کے کلام کو خبط اور مسخ کرتے ہیں اور اپنے حصول مطلب کے لئے جملہ اضافہ فرماتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ خوردہ بنیانند در عالم بسے۔

قولہ آپ کا قول ولہا بعد حرمتہا الاولی الخ آپ پر یہ الزام تھا کہ آپنے حضرت عایشہ کو باوجودیکہ وہ سزا کی مستحق تھیں کیوں سزا نہ دی آپنے بدین وجہ عذر کیا کہ میں کیونکر اونکو سزا دیسکتا تھا۔ اُنکی پہلی عزت اور احترام وتعظیم وتکریم باقی ہے کیونکہ آپکے نکاح وزوجہ محبوبہ ہونے کی حرمت ہی اور اس وجہ سی آپ اُم المومنین ہیں تو اپنی ماں کو میں کیونکر سزا دیسکتا تھا۔

اقول واضح ہو کہ زوجہ محبوبہ ہونے کیواسطے شرح کی عبارت میں جس کا مطلب آپنے لکھا ہے کوئی لفظ نہیں ہے شارح نے صرف اسیقدر لکھا ہے وحرمتہا بنکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت عایشہ کی حرمت بہ سبب نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھی چونکہ وہ رسول اللہ کے نکاح میں آچکی تھیں اسوجہ سی نہ وہ اسیر کیجا سکتی تھیں نہ لونڈی بنائی جاسکتی تھیں

نہیں معلوم کہ کلمۂ نکاح سے محبوبہ کا لفظ آپنے کیونکر پیدا کر لیا وہی مثل ہے کہ پیران نمی پرند و مریدان می پرانند اگر سوائے حضرت عائیشہ کے کوئی اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمل میں ہوتیں ان کے حق میں بھی آپ یہی فرماتے یہ خصوصیت تو بوجہ نکاح رسول اللہ تھی اور شارح نے یہ نہیں لکھا ہے کہ جناب امیر مہترانہیں والیستے تھے۔

قولہ والحساب علی اللہ شاید یہ قول آپکا اس سے پیشتر ہوگا کہ حضرت عائیشہ کی توبہ ظاہر ہو اور انکی توبہ کا آپکو حال معلوم ہو۔

اقول شارح ابن میثم کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت عائیشہ کی توبہ کا جناب علی مرتضیٰ کو علم تھا نہ یہ مطلب ہے کہ حضرت عائیشہ نے توبہ کر لی تھی ولعل ھذا الکلام منہ قبل اظہارھا التوبۃ وعلمہ بذالک کا ترجمہ یہ ہے کہ شاید یہ کلام آپکا قبل ظاہر کرنے انہیں عائیشہ کے توبہ کو ہوا اور پیشتر جاننے آپکے اس اظہار توبہ کو۔ پس اس عبارت سے نہ توبہ کرنا ثابت ہوا نہ توبہ کرنیکا علم ہونا ثابت ہوا۔ بلکہ یہ ثابت ہوا کہ حضرت عائیشہ نے اس امر کا لوگوں پر اظہار کیا کہ میں نے توبہ کر لی اور جناب امیر کو اس بات کی خبر پہنچی کہ وہ ایسا فرماتے ہیں کہ میں نے توبہ کر لی۔ خلاصہ یہ کہ جناب علی مرتضیٰ کو حضرت عائیشہ کے اظہار توبہ کی خبر پہنچی توبہ کرنے کا حال معلوم نہیں ہوا کیونکہ توبہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص اپنے افعال قبیحہ یا عقیدۂ فاسدہ سے خدا تعالیٰ کے سامنے نادم و پشیمان ہو اس ندامت و پشیمانی کا حال معلوم نہیں ہوا۔ اور جب بقول آپکے حضرت عائیشہ نے بوجہ حقد و کینہ کے کبھی جناب امیر کو امام نہ جانا تو اپنے معتقدہ سے توبہ کرنا ثابت ہی نہیں ہوا۔ اگر توبہ کرتیں تو امام حق بھی جانتیں پس یہ ظاہر کرنا ان کا کہ میں نے توبہ کر لی کسی خاص مصلحت کیوجہ سے ہوگا مگر نفس الامر میں توبہ کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

قولہ شارح کے اس کلام سے اول تو ہمارا مدعا بدلیل ثابت ہوا کہ امامت اصول دین میں سے نہیں ہے

اقول شارح کے کلام سے وہ مطلب حاصل نہیں ہوتا جسکو آپ چاہتے ہیں اور سقم آپکی دلیل کا انشاء اللہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

قولہ اگر امامت اصول دین سے ہوتی تو محاربہ جمل نہیں نہیں بلکہ وہ حقد اور کینہ جو بحیات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے دل میں تھا جس کا ادنیٰ نتیجہ یہ ہے کہ کبھی وہ آپکو امام نہ جانتی تھیں موجب کفر ہوتا۔

اقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں مبغض جناب امیرؑ منافق ہے کیونکہ امامت تالی نبوت ہے پس دشمن جناب امیرؑ کا بحیات جناب ختمی مآبؐ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ منافق ہے بحکم لا یبغضہ الا منافق اور انکار امامتِ امام حق بعد اتمام حجت کفر ہے اسلیئے کہ امامت مثلِ نبوت ہے جیساکہ مطرقہ کے صـ ۳۸ سطر ۲۲ میں بذیل دلیل پنجم آپ خود ارشاد فرما چکے ہیں اور ایک مقام پر نبوت و امامت کو متحد الحکم فرما چکے ہیں پس امامت کا مثل نبوت ہونا اور دونوں کا متحد الحکم ہونا گیا معنی رکھتا ہے پس حسب اعتراف آپکے بداہتہ ثابت ہوا کہ جسطرح انکار نبوت کفر ہے اُسیطرح انکار امامت بھی کفر ہے اور جو محاربہ نبی کے ساتھ کفر ہے وہ امام کیساتھ بھی کفر ہے اور جبکہ بقول آپکے اُنہوں نے کبھی جناب امیرؑ کو امام ہی نہیں جانا اور اپنے سینہ سے کینہ نہیں نکالا تو اظہار توبہ سے کیا حاصل ہوا۔

قولہ لیکن وہ فسق بھی نہ ہوا۔

اقول بغض جناب امیرؑ نفاق ہوا۔ اور محاربہ امام کفر ہوا۔ اور انکار امامت بھی بعد اتمام حجت کفر ہوا۔

قولہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میل خاطر کا بھی موجب نہ ہوا۔

اقول لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق اور اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ سے صاف ظاہر ہے کہ دشمن جناب امیرؑ منافق ہے اور خداوند عالم اُس کا دشمن ہے اور جس کا خدا دشمن ہوا اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دشمن ہیں۔

قولہ اگر وہ کفر ہوتا تو اس سے جو الزام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عاید ہوتا ہے وہ آپ سمجھ سکتے ہیں۔

اقول حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محاربہ تو ہوا نہیں جو کفر کہا جاوے مگر بغض و کینہ پس وہ مثبت نفاق ہے اور اہل نفاق پر احکام اسلام جاری ہیں ایسی حالت میں کچھ بھی الزام عاید نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام ہدایت کا تھا۔ وما علینا الا البلاغ المبین

ہر کرا روئے بہ بہبود نبود ٭ دیدن روئے نبیؐ سود نہ بود - زوجہ حضرت نوحؑ و زوجہ حضرت لوطؑ کی بدہونے سے اُن انبیاء اللہ پر کیا الزام آسکتا ہے جو صحابہ کہ جناب رسول خداؐ کے زمانہ میں مومن سمجھے جاتے تھے وہ بعد کو مرتد قرار دیئے گئے پھر اونکے ارتداد سے نبیؐ پر کیا الزام عاید ہوسکتا ہے حضرت عمر کو تو نبوت ہی میں شک گذرا تھا پھر اگر آپ میں ہمت و حوصلہ ہو تو اُن کے شک کی بنا پر نبی پر کوئی الزام عاید کیجئے۔

قولہ تعجب ہے کہ انبیاء تو ذرا سے حسد سے جو عرش پر آئمہ کا مرتبہ دیکھکر فرمایا اپنے مرتبہ سے گرجائیں اور حضرت عائشہ باوجود اس بغض و غضب کے اور کینہ و حقد اور جدال و قتال کے زوجہ محبوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین بنی رہیں۔

اقول یہ تو آپ پر روشن ہے کہ ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ بغض و کینہ رکھنا گناہ ہے اور جو شخص مرض معصیت میں مبتلا ہو وہ ضرور عند اللہ اپنے مرتبہ سے گرادیا جاتا ہے اور اگر دونوں ایک ہی مرتبہ میں رکھے جاویں تو بغض و کینہ مومن سے رکھنا بھی صفات حمیدہ میں شمار ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سے بغض و کینہ رکھنا نفاق ہے جو لوگ کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنیوالے ہیں اور کتاب پر ایمان لائے ہیں وہ جناب امیرؑ کی محبت کو ایمان جانتے ہیں اور اُنکے دشمن کو منافق سمجھتے ہیں کوئی عاقل دیندار یہ نہیں کہہ سکتا کہ جناب امیرؑ سے حقد و کینہ رکھنے والا اور اُن سے جدال و قتال کرنیوالا اپنے مرتبہ سے نہیں گرایا گیا اب رہ گیا زوجہ محبوبہ رسولؐ ہونا اسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی نہیں فرمایا کہ علیؑ سے حقد و کینہ رکھنے والے اور قتال کرنیوالے مجکو محبوب ہیں بلکہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ فرمایا۔ نہ اونکی محبوبہ ہونے کا ذکر جناب امیرؑ کے کلام میں ہے اور جبکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اونکے افعال ایسے ناپسندیدہ تھے کہ جنکی وجہ سے طلاق کی دھمکی دیگئی تو اون کا محبوبہ رسولؐ ہونا خلاف عقل و نقل ہے محبوبہ کی تو سب باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور یہاں افشائے راز پر خدا اور رسولؐ دونوں فرنٹ ۔ دعویٰ بلا دلیل ہرگز مسموع نہیں ہے اگر محبوبہ ہوتیں تو

کبھوں رسول اللہ ص ایک مدت تک ترک کلام فرماتے کبھوں گھر سے علیحدہ کرتے یہ دونوں امر شاہد ہیں کہ دعوی محبوبیت لچر ہے اب رہ گیا ام المومنین ہونا اس حکم میں کل ازواج نبی ص داخل ہیں کچھ خصوصیت حضرتِ عایشہ کی نہیں ہے کہ وہی داخل ہوں دیگر ازدواج نہ ہوں اگر کسی مومن کی ماں اسلام سے و سنت بردار ہو جائے۔ تب بھی وہ اسکی ماں ہے۔

قولہ۔ اور آپکی عزت و حرمت میں ذرا بھی فرق نہ آوے۔

اقول۔ یہ حرمت نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیوجہ سے تھی جبکہ وہ زوجیت نبی ص میں آ چکی تھیں تو کسطرح لونڈی بنائی جاتیں۔ چنانچہ خوارج کے اعتراض کے جواب میں جناب امیر نے یہی فرمایا تھا کہ میں نے اہل جمل کے ساتھ وہی سلوک کیا جو رسول اللہ ص نے کفار مکہ سے کیا تھا اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو بتلاؤ کہ تم میں سے کون اپنی ماں عایشہ کو لونڈی بناتا اس سے ظاہر ہوا کہ جو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آچکی ہیں اُن سے خواہ اچھے افعال سرزد ہوں خواہ بُرے مگر وہ امہات مومنین ہیں اور عقد کرنا اُن سے حرام ہے بہ حرمت و توقیر نکاح رسول اللہ ص سے اور بہ سبب نکاحِ رسول اللہ ص وہ سب کی ماں ہوئیں اور ماں اگرچہ مومنہ نہ ہو تب بھی اُس کی حرمت و توقیر کرنا لازم ہے حرمت و توقیر کرنے سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ جناب رسالتمآب ص کفار کی بھی تعظیم و توقیر فرماتے تھے۔

قولہ اس سے صاف واضح ہے کہ امامت کا اصول دین میں قرار دینا اور قتال امام کو کفر کہنا خلاف عقل و نقل محض ایک لغو اور بیہودہ بات ہے۔

اقول عقل و نقل دونوں طور پر امامت کا اصول دین میں ہونا ثابت ہے فعل خدا اور رسول ص کو لغو اور بیہودہ کہنا ایسے صاحبوں کا کام ہے جنہوں نے دین و دنیا و سنت کو خیرباد کہہ دیا ہو۔

قولہ دوسرے اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ ع اور جناب امیر ع کے دل میں بھی حضرت ام المومنین زوجہ محبوبہ رسول رب العلمین صلے اللہ علیہ وسلم عایشہ کا بُغض تھا

اقول اس عبارت سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب فاطمہ ع و جناب امیر ع کے دل میں بھی بُغض تھا

اور اگر مان بھی لیا جاوے تو کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ عادِ من عاداہُ سے صاف ظاہر ہے کہ دشمنِ علی مرتضیٰؑ دشمنِ خدا ہے جو مومن ہوگا وہ دشمنِ خدا سے بُغض رکھیگا۔ اور دشمنِ علیؑ کا محبوب رسولؐ ہونا البتہ خلاف عقل و نقل ہے۔

قولہ جنکی عزت اور حرمت آپکے اعتراف سے اُسیطرح باقی ہے۔

اقول عرض تو کر دیا کہ عزت و حرمت باعتبار مان ہونے کے تھی اگر حرمت باعتبار انکے ایمان کے ہوتی تو جناب امیرؑ اُنکے حق میں یہ نہ فرماتے کہ وہ باطل پر ہیں پس کسی شخص کی عزت و حرمت کرنے سے اُسکے ایمان کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

قولہ اور یہ صریح گناہ کبیرہ ہے۔

اقول دشمنِ خدا سے دشمنی رکھنا گناہ کبیرہ نہیں ہے نہ صغیرہ ہے بلکہ واجبات سے ہے۔

قولہ جب حضرات شیعہ نے آپکو اُس کا مرتکب قرار دیا تو نہ عصمت باقی رہی نہ امامت نہ عدالت و دیانت *

اقول اللھم وال من والاہ و عادِ من عاداہُ سے صراحتہً ثابت ہے کہ دشمنِ علی مرتضیٰؑ کا خدا بھی دشمن ہے پس جسطرح سے خدا کی عدالت باقی رہی اُسیطرح جناب امیرؑ کی عصمت و امامت و عدالت و دیانت باقی رہی۔ کیونکہ جس کا خدا دشمن ہے اُسکے دشمن رسول اللہؐ بھی ہیں اور علی مرتضیٰؑ بھی۔ یہ اعتراض آپکا خداؐ اور رسولؐ دونوں پر ہے اللھم وال من والاہ و عادِ من عاداہ اس پر نص ہے جب خداؐ کی عدالت و رسولِ خداؐ کی رسالت و عصمت میں فرق نہیں آسکتا تو جناب علیؑ مرتضیٰ کی امامت و عصمت و عدالت میں کسطرح فرق آسکتا ہے۔

قولہ کیونکہ جب آپنے خبر سنی اور آپسے مشورہ لیا گیا تو آپنے کیوں بھلائی کا گمان نہ کیا۔ اور کیوں آپنے ہذا افک مبین نہ فرمایا۔

اقول یہ اعتراض آپکا بربنائے مذہب شیعہ نہیں اور ماخذ اس مشورہ کا روایت اہلسنت ہے۔ اگر بربنائے مذہب اہلسنت مشورہ طلاق دینا بدی کے گمان پر محمول ہوگا تو

اُسی بناپر مشورہ طلاق بینابھی بدی کے گمان پر محمول ہوگا آپ تو خود فرماتے ہیں کہ اُن سے مشورہ طلاق لیا گیا اور فقط خبر سُننی پر تو حاکم شرع نے بھی ہٰذا اِفکٌ مبین نہیں فرمایا پس جسوجہ سے آنحضرت صلعم نے ہٰذا اِفکٌ مبین نہیں فرمایا وہی وجہ جناب امیرؑ کو مانع ہوئی۔

قولہ کیوں جلدی سے یہ جملہ نہ بولے۔ سبحانک ھذا بہتانٌ عظیم۔ (پارہ ۱۸ ر ع ۹)

اقول جناب سالتمآبؐ نے کیوں گھر سے روانہ کردیا اور کیوں سبحانک ھذا بہتانٌ عظیم نہ فرمایا جناب امیرؑ کسطرح جناب رسولخداؐ پر سبقت کرسکتے تھے۔

قولہ اور کیوں ایسی رائے پیش کی جس سے بہتان کی تقویت ہوئی۔

اقول طلاق کی رائے دینا بہتان کی تقویت میں ایسی صورت میں کچھ اثر نہیں رکھتا کہ جب یہ مشورہ محض بوجہ محبت رسولخدا ہوا اور اگر ایسی رائے سے بھی آپکے نزدیک بہتان کو تقویت ہوئی۔ تو ترک کلام فرمانا اور گھر سے علیحدہ کردینا بھی اوسیطرف منجر ہوگا۔

قولہ چنانچہ اسی لئے آپکا مشورہ قبول نہ ہوا۔

اقول قبول کرنا کسی امر کا فعل قلبی ہے۔ جس پر سوائے خدا کے کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت صلعم نے اپنی زبان مبارک سے نہیں فرمایا کہ یہ مشورہ طلاق مجکو قبول نہیں ہے کسی امر کا قبول کرنا اور بات ہے اور اُسکے مطابق عمل کرنا امر دیگر ہے پس کہہ سکتے ہیں کہ کسی مصلحت سے آپنے اوس مشورہ کے مطابق عمل نہیں کیا اور ایک مصلحت یہی تھی کہ اگر اسوقت طلاق دیجاتی تو جنگ جمل کیونکر واقع ہوتی اُمتّ کا امتحان کیونکر ہوتا۔ اہل حق اور اہل باطل کا حال کیونکر کھلتا۔

قولہ اور آیات میں تکذیب کے مستحق ہوئے۔

اقول جنہوں نے تہمت لگائی تھی وہ لوگ تکذیب کے مستحق ہوئے نہ جناب امیر علیہ السلام کیونکہ اون جناب کا مشورہ محض اس غرض سے تھا کہ جناب سالتمآبؐ کیخاطر عاطر سے گردِ ملال رفع ہوجاوے تہمت کو صحیح جانکر مشورہ نہیں دیا تھا اور ھذا افکٌ مبین سے تہمت و بہتان کی تکذیب تو ہوتی ہے مگر مانع طلاق نہیں ہے اگر یہ آیہ مانع طلاق ہوتی تو پارہ ۲۸ رکوع ۱۹ میں عَسیٰ رَبُّہٗ اِن طَلَّقَکُنَّ اَن یُبدِلَہٗ

ازواجاً خیراً منکن" کس لئے نازل ہوتا اور طرفہ یہ ہے کہ اس آیہ میں جسمیں کہ طلاق کی دھمکی اور بہتر ازواج بدلنے کا ذکر ہے خطاب خاصکر حضرت عایشہ و حفصہ سے ہے کیونکہ اس سے پہلے اور اسی کے متصل جو آیہ ہے اوسمیں تتوبا اور قلوبکما میں ضمائر تثنیہ مونث حاضر انہیں دونوں معظمہ کیطرف راجع ہیں آپ غور فرما سکتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کا مشورہ طلاق دینا بہت ٹھیک تھا کیونکہ آیہ مذکورہ بالا سے اس مشورہ کی تصویب ہوتی ہے خداوند عالم نے باوجود نازل کرنے آیہ افک کے یہ نہیں فرمایا کہ لایق طلاق دینے اور بدل ڈالنے کے نہیں ہیں آنحضرتؐ نے تہمت کو ٹھیک جانکر طلاق کا ارادہ نہیں فرمایا تھا بلکہ اس قسم کے بہتان کا غلغلہ ازبس ناگوار تھا نہ جناب امیر نے تہمت کو ٹھیک سمجھکر مشورہ طلاق دیا تھا۔ بلکہ آنحضرت کا دل ملول رہنا گوارا نہ تھا اسلئے یہ مشورہ ٹھیک تھا۔ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں ولقد کان علیؑ علی الحق فی جمیع احواله یدور الحق مع حیث دار (ملل و نحل)

قولہ تیسرے اس عبارت سے یہ بھی فایدہ ہوا کہ جو بعض عقل اور انصاف اور دین اور دیانت کے دشمنوں نے یہ کہدیا کہ ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طلاق کا اختیار بعد آپکے حضرت علیؑ کو تھا اور آپنے بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عایشہ کو طلاق دیدی تھی محض گوز شتر ہے۔

اقول کیا کیا مہذب اور عالی مضامین آپکے کاخ دماغ میں گونج رہے تھے جو بشکل گوز شتر منافذ دماغ سے نکل پڑے یہ پُر مغز مضمون نکالنا آپ ہی کا حصہ" تھا سوار جمل کے ذکر کے سلسلہ میں گوز شتر کا جوڑ لگانا واقعی آپ ہی کا کام تھا۔ اور کسی شخص کا ذہن رسا اس ہوائی مضمون کی بلندی تک پرواز نہ کرتا شعرا کا دماغ بھی اتنا بلند نہیں جو اس خوشبودار مضمون کی ہوا تک پہنچے۔ قصور معاف آپنے یہ کلمہ شاید غصہ" کیحالت میں لکھا ہے اور کبھی کبھی غصہ" کیحالت میں پیٹ بھی پھولنے لگتا ہے ایسی صورت میں جو کچھ نہ صادر ہو تھوڑا ہے اور اگر آپنے یہ گوز شتر والا مضمون سنجیدگی میں نکالا ہے تو اس کا جواب کوئی تسکین بخش یہ ہے کہ کچھ اسکی بو جمال الدین محدث کے دماغ میں بھی سما چکی ہے اور وہ اپنی کتاب روضۃ الاحباب کو اسی طرح کی خوشبو میں بسا گئے ہیں اگر کوئی شخص آنکھوں سے معذور ہو تو ناک لگا کر سونگھ سکتا ہے چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے "چون شاہزادہ حسنؑ این پیغام را رسانید۔ عایشہ شتق الیسیر گیسوکو خود را نابافتہ

درزمان ازان مکان برجست وباخواص وخدم خویش گفت بازمرابرراحلهٔ من نهید وبکارسازی سفر
مدینه مشغول شوید که هیچ چاره جز رفتن بمدینه ندارم وکمال اضطراب در بشرهٔ وے ظاهر شد زنے از نساء
روسار بصره از بنی المهلب گفت یاام المومنین عبدالله بن عباس نزد تو آمد وهمین پیغام رسانید که
بجانب مدینه شو قبول نکردی وتو سخن باوی بلند گردانیدی که ما همه آواز ترا در حین مقاوله ومجادله باوی
شنیدیم چنانکه وے بغضب برخاست واز ین خانه بخشم بیرون رفت وپدر این جوان یعنی امیر المومنین
خود آمد وباتو ازین مقوله سخن راند هیچ اقبال بقول او ننمودی اکنون چه افتاد که بقول پسر او این همه
اضطراب ترا دست داد عایشه درجواب آن زن گفت این جوان سبط رسولؐ وفرزند ارجمند بتولؑ
ونور دیدهٔ اہل قبول ہست الی ان قال الحال پدرش بدست او پیغامی فرستاد ومرا برامرے اطلاع
داده که بجز طریق سلوک مدینه پیمودن دوائے ندارم ؎ حالیا مصلحت خویش دران می بینم ✤ که کشم رخت
باآن گوشه وخوش بنشینیم آن زن از کیفیت آن امر استفسار نمود عایشه گفت حضرت رسالتؐ را
روزے از غنائم نصیبے رسیده بود ومیان ذوالقربیٰ ویاران خود قسمت میفرمود مانیز یعنی زوجات مطہرات
ازان نصاب حصه ونصیبے طلبیدم ودران طلب الحاح ومبالغه برآن سرور از حد اعتدال گذرانیدم
علی ابن ابی طالب زبان را بملامت ماکشود وگفت بس ہست که مبالغه والحاح از حد گذرانیدید و
حضرت را ملول وبیحضور ساختید وما را توبیخ وتفریع بسیار کرد مانیز تجهم نمودیم برو واو را سخنان
خشونت آمیز گفتیم ووی این آیه را برخواند که عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجاً خیرا منکن
الی ان قال مانیز در خشونت ودرشتی افزودیم رسولؐ از درشتی وغلظت قولے که باعلی بن ابی طالب
نمودیم درغضب شد ونظر بجانب علی کرد وفرمود اے علیؑ من طلاق ایشانرا در قبضهٔ اختیار تو درآوردم
وبرائے تو مفوض ساختم وترا وکیل خود گردانیدم که هرکدام از ایشانرا که تو از قبل من طلاق دہی نام
او از دفتر بانسار النبی محو شود آنحضرت امر طلاق مارا اطلاق بوی فرموده فرقے میان حیوة وممات
ننموده مرا علی بن ابیطالب بر نمیمی تنبیه میکند اکنون از فراق کلی مے اندیشیم مبادا که بر زبان او چیزے
جاری شود که تدارک آن تصور نتوان کرد الخ اس عبارت سے جمال الدین محدث کی واضح ہوا کہ جناب

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کے طلاق دینے کا اختیار جناب امیر علیہ السلام کو دیدیا تھا
اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضرت عایشہ نے جو خشونت ودرشتی آمیز کلام جناب امیر علیہ السلام سے کیا
تھا۔ اوس سے آنحضرت صلعم کو غضب ہوا اور ناگوار گذرا۔ اور جب جناب رسالتمآب کا حضرت عایشہ کی
سخت کلامی سے غضب میں آنا ثابت ہوا تو درصورت غدو کینہ وعداوت کے کیونکر حضرت عایشہ سے
خوش ہونگے۔ اب آپکو اختیار ہے جمال الدین محدث علماء اہلسنت سے ہیں چاہے انکو عقل وانصاف و
دین ودیانت کا دشمن سمجھیے یا دوست سمجھیے اور یہ امر کہ طلاق دیدیگئی اختلافی ہے بعض روایت سے ثابت
ہوتا ہے کہ جناب امیر نے اُن سے شرف زوجیت کو زایل کردیا اب رہا یہ امر کہ بعد زایل ہونے شرف زوجیت
کے حرمت رہتی ہے یا نہیں اوس کا جواب یہ ہے کہ جس حرمت کیطرف اشارہ ہے وہ بہرحال باقی رہیگی کیونکہ
جب وہ اُمہات میں داخل ہوچکیں تو اب حرمت نہیں جاسکتی بحکم ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا۔ پارہ ۲۲ رکوع ۴

قولہ چوتھی اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عایشہ کو بُرا کہنا اور اُن پر تبرا کرنا سخت بددینی اور
توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اقول حضرت عایشہ کو اہلحق سب نہیں کرتے لیکن چونکہ اونکو جناب امیر سے حقد وکینہ وعداوت
تھی جس کا آپنے خود اظہار کیا ہے۔ اسوجہ سے اہلحق اُن سے بیزار ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر سے
کینہ وعداوت رکھنے والوں اور محاربہ کرنے والوں سے آپ بیزار نہیں ہیں ایسی حالتمیں راکب سفینۂ اہلبیت
اظہار بھی نہیں ہوسکتے۔

قولہ پانچویں ثابت ہوا کہ حضرت عایشہ سے جنگ جمل کے متعلق جو خطا واقع ہوئی تھی اس سے آپنے توبہ کرلی تھی

اقول قول شارح سے توبہ کرنا ثابت نہیں کیونکہ توبہ کرنا اور بات ہے اور ظاہر کرنا اس امر کا کہ میں نے توبہ
کرلی اور بات ہے۔ اگر فی الواقع توبہ کرتیں تو حقد اور کینہ کو چھوڑ کر جناب امیر علیہ السلام کو امام حق تسلیم
کرتیں اور ابھی آپ چند سطر اوپر تحریر فرما چکے ہیں کہ حقد اور کینہ کا ادنی نتیجہ یہ ہے کہ وہ (حضرت عایشہ)
کبھی آپ (جناب امیر) کو امام نہ جانتی تھیں اور جب بقول آپکے کبھی اُنھوں نے جناب امیر
علیہ السلام کو امام حق نہ مانا اور کبھی حقد وکینہ کو نہیں چھوڑا۔ تو انھوں نے توبہ کس بات سے کی اور اظہار

توبہ سے کیا نتیجہ نکلا لوگوں کے سامنے یہ فرما دینا کہ میں نے توبہ کرلی۔ صرف زبانی جمع وخرچ تھا۔

قولہ اور جب توبہ سے پیشتر اونکو اذیت دینا ناجائز اور حرام تھا تو اب بعد توبہ اُن کو اذیت دینا اور لعن طعن کرنا اور اس کو حلال سمجھنا کفر اور ازتداد ہوگا۔

اقول آپ تو خود ثابت فرما چکے کہ حضرت عایشہ کو جناب امیرؑ سے حقد اور کینہ تھا اور اُن سے عداوت رکھتی تھیں اور اُن سے محاربہ بھی کیا اور ہم حدیث اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ کے بموجب دشمن جناب امیر علیہ السلام کو اچھا نہیں جانتے لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق بھی حدیث ہے اور محارب جناب امیر علیہ السلام کا حکم بذیل حدیث حربک حربی مطرقہ کے صـ ۳۱ میں آپ خود لکھ چکے ہیں اور دشمن جناب امیرؑ منکر آیہ المودۃ بھی ہے نتیجہ آپ خود نکال سکتے ہیں واضح ہو کہ شارح ابن ہیثم نے یہ نہیں لکھا ہے کہ حضرت عایشہ کو ایذا دینا حرام تھا بلکہ یہ مطلب عبارت پیدا ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خود کوئی سزا نہ دی بلکہ حساب خدا تعالیٰ کے سپرد کیا نہ جناب امیرؑ نے کفِ لسان کا حکم دیا ہے بلکہ خود محاربین کو اہل باطل و بیدین فرمایا ہے جیسا کہ اوپر مصرح بیان ہوا اور حقد وکینہ وعداوت سے توبہ کرنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بقول آپکے کبھی انھوں نے جناب امیرؑ کو امام حق تسلیم نہیں کیا۔ پس توبہ کے اظہار سے شکست کھانے کی ندامت کا اظہار ثابت ہوگا۔ اگر فتحیاب ہوتیں تو یہ اظہار بھی نہ ہوتا۔

قولہ بعد ازان دوسری اصل جو متفق علیہ طوایف شیعہ ہے وہ جناب اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابیطالب کی امامت اور خلافت بلا فصل ہے اس اصل مذہب کے ابطال کی نسبت زیادہ کد و کاؤ اور تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں ہے۔

اقول جناب امیر علیہ السلام کا خلیفہ بلا فصل ہونا مراۃ الامامت میں ثابت کرچکے ہیں۔ جناب امیرؑ کی امامت منصوصہ ہے آپ کیا اُس کا ابطال فرمائینگے ع این خیال است ومحال است وجنون۔

قولہ ہمنے کچھ پیشتر جو سوال نقل کیا ہے اُس سے بخوبی ثابت ہوچکا ہے کہ اُنکی شان میں یہ حضرات محبان لسانی وکفریات ثابت کرتے ہیں کہ خوارج نہروان اور نواصب شام بھی شرما جائیں پس کفر

وامامت یعنی چہ۔

اقول آپنے جو سوال نقل کیا ہے اُسکے جواب میں رسالہ تشفی اور رسالہ ارشاد المفید وغیرہ شائع ہو چکے جواب الجواب ابتک نہ ہوا قبل جواب الجواب اُس سوال کا نام زبان پر لانا حیاداری نہیں ہے اگر آپکے مخلص صمیم رسالہ تشفی کے جواب دینے سے عاجز ہوں تو آپ ہی کچھ ارادہ فرمایئے اور زورق مذہب کو تباہی کے گرداب سے نکالئے سایل نے اُس سوال میں جناب پیغمبر خدا کی توہین کی ہے آپنے اُس سوال کو بکمال مسرت اپنے رسالہ میں داخل کر لیا ہے اور اوس سوال کے مضامین کو اِدھر اودھر مطرقہ میں اُٹھا کر رکھا ہے معاذ اللہ ایسے ایسے کلمات استعمال کئے ہیں کہ خوارج نہروان و نواصب شام تو ایک طرف دہریئے بھی شرما جائیں پس دعویٰ اسلام اور توہین رسول الثقلین یعنی چہ۔ مگر ہاں جب آپکے پیشوائے مذہب نے نبیؐ کی شان میں ان الرجل لیھجر فرمایا نبوت میں شک کیا احد الثقلین کے گھر جلانے کے قصد سے آگ اور لکڑیاں لیگئے۔ تو اونکے تابعین کو توہین جناب سید عالم صلعم سے کیا ننگ و عار ہو۔ اور اہلحق تو اپنے ائمہؑ کی عصمت و امامت و عدالت اور افضلیت کے قایل ہیں اور برابر ثابت کرنے ہیں سایل نے جو بہتان باندھے ہیں اُن سب کا رد بوجہ احسن رسالہ تشفی میں کر دیا گیا ہے واضح ہو کہ خوارج نہروان کے ساتھ آپنے نواصب شام کا ذکر کیا ہے بڑی دیر کے بعد آپکے قلم سے اہلشام کا ناصبی ہونا ثابت ہوا۔ انہیں نواصب کے سردار دحاکم کو جنکا نمبر نصب عداوت میں نواصب سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس ناصبی اور رضی اللہ عنہ یعنی چہ۔ اور جب ناصبی سے آپ کے اعتقاد کے بموجب خدا تعالیٰ راضی ہے تو پھر آپکا شمار کس گروہ میں کیا جاوے کیونکہ جب نواصب یعنی دشمنان جناب امیرؑ سے خدا راضی ہو تو دوستان جناب امیر علیہ السلام سے راضی کیونکر ہوگا۔ پس اگر آپ اپنے کو محبان جناب امیرؑ میں شمار کرینگے تو خداوند تعالیٰ آپسے آپکے عقیدہ کے مطابق راضی نہ ہوگا پس ضرور ہوا کہ آپ اپنے کو طایفہ نواصب میں شمار کریں تاکہ موجب رضائے خدا ہو پس نصب عداوت اور راکب سفینۂ اہلبیت اطہار کا مدعی بننا۔ یعنی چہ۔

قولہ مگر ہاں جب ابوطالب وغیرہ جاہلین اوصیاءین سے ہوئے اور اُنکا کفر مانع وصیت نہ ہوا اور بلی

اہلبیت میں ہوئی تو پھر امامت کا کفر کے ساتھ جمع ہونا بروئے مذہب شیعہ کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا۔

اقول حضرت ابوطالب کسی زمانہ میں جاہل نہ تھے مگر جب عموماً حضرات اہلسنت معاذ اللہ حضرت عبداللہ والد ماجد جناب سالتمآب اور جناب آمنہ خاتون ہی کو کافر کہتے ہیں تو اون کے نزدیک حضرت ابوطالب کو جاہل اور کافر کہدینا کتنی بڑی بات ہے اور جب ایک کُتّا اصحاب کہف میں داخل ہوگیا تو اگر ایک بلّی بھی اہلبیت میں داخل ہوئی تو کیا مضایقہ ہے واضح ہو کہ بروئے مذہب اہلحق امام کیلئے عصمت شرط ہے اور بروئے مذہب اہلسنت ظالم و جابر بھی خلیفہ ہوسکتا ہے بلکہ خلیفہ کیواسطے اسلام بھی شرط نہیں یعنی خلافت کے ساتھ کفر و ظلم جمع ہوسکتا ہے چنانچہ اکابر اہلسنت اسکے قایل ہیں السلطان ای خلیفۃ والوالی الذی لیس فوقہ والٍ عادلاً کان او جابراً وقیل لیشترط العدالۃ والاطلاق مشعر بان اسلام لیس لیشترط کمافی جامع الرموز کیا خلیفہ کی عزت ہے کہ جس کیلئے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ (التشفی)

قولہ یہ بحث نہایت طویل اور عریض ہے دل چاہتا ہے کہ اسکو مفصّل لکھا جاوے اور اسکے متعلق ہر پہلو سے گفتگو کیجائے مگر یہ مختصر رسالہ اس کا نہ متحمل ہے اور نہ گنجایش وقت ہے لہذا بالاجمال اسکے متعلق عرض کیا جاتا ہے اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو پھر کسی موقعہ پر کسی تقریب سے مفصّل و مدلل عرض ہوگی۔

اقول کار امروز بفردا گذاشتن کار خردمندان نیست جو کچھ لکھنا تھا مدلل و مفصّل اسی جگہ کیوں نہیں لکھا

قولہ دلایل اجمالی اول معاملہ کتاب اللہ قابل غور ہے کہ اصلی غیر محرف کتاب اللہ کو ایسا مخفی کیا۔ کہ جس کے وجود کا نام لینا بھی موجب تضحیک ہے۔

اقول جب یہ امر کتب اہلسنت سے بھی ثابت ہوچکا کہ جناب امیر علیہ السلام نے بعد وفات جناب سید عالم قرآن کو بترتیب نزولی جمع فرمایا اور وہ قرآن زمانہ حضرت عثمان میں جلایا بھی نہیں گیا تو اُس کے وجود کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے اور قائلین تحریف آپکے مقبولین صحابہ مثل حضرت عمر و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ ابن مسعود بلکہ ام المومنین حضرت عایشہ ہیں اور روایات تحریف کتب اہلسنت میں اس کثرت سے ہیں کہ جنکا احصا دشوار ہے حجر عسقلانی صرف سورہ فرقان میں ایک سو تیس اختلاف کے ناقل

ہیں جناب ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن بلفظہ نازل نہیں ہوا پس بروئے عقاید پیشوا یان اہلسنت آپکو قرآن کا نام لینا بھی روا نہیں ہے۔

قولہ پھر خیال فرمایئے کہ اب اس سکوت میں چھپانے والے بموجب ان الذین یکتمون الآیہ کیسے ہونگے

اقول چونکہ آپکا اعتراض الملحق پر ہے لہذا روایات شیعہ سے اس کا جواب دیا جاتا ہے جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ نے قرآن کو جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا مگر لوگوں نے اوس سے انکار کیا چنانچہ تفسیر صافی میں موجود ہے وقال ابوعبداللہ اخرجہ علی الناس حین فرغ منہ وکتبہ فقال لھم ھذا کتاب اللہ کما انزلہ علی محمد وقد جمعتہ بین اللوحین قالوا ھو ذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لاحاجۃ لنا فیہ فقال اما واللہ ماترونہ بعد یومکم ھذا ابدا۔ انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ وفی روایۃ ابی ذر الغفاری انہ لما توفی رسول اللہؐ جمع علی القرآن وجاء بہ الی المہاجرین والانصار وعرضہ علیہم لما قد اوصاہ بذلک رسول اللہ فلما فتحہ ابوبکر خرج فی اول صفحۃ فتحہا فضائح القوم فوثب عمر وقال یاعلی اردده ولاحاجۃ لنا فیہ فاخذہ علی وانصرف ترجمہ کہا امام جعفر صادقؑ نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن کو بعد فراغ از کتابت سب لوگوں کے سامنے رکھا اور کہا یہ کتاب خدا ہے اور ویسے ہی ہے جیسا کہ خدا نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور ہم نے اس کو مابین لوحین جمع کیا ہے اُنہوں نے کہا ہمارے پاس بھی مصحف جامع قرآن ہے تمہارے قرآن کی ہمکو حاجت نہیں ہے حضرت علیؑ نے کہا تو اب واللہ اس کو کبھی نہ دیکھو گے مجھپر جو لازم تھا کہ بعد جمع تمکو خبر کردوں وہ کردی اور ابوذر سے روایت ہے کہ بعد وفات رسول خداؐ امیر المومنین نے قرآن کو جمع کیا اور مہاجرین اور انصار کے روبرو پیش کیا کیونکہ اوسکی وصیت تھی حضرت ابوبکر نے جب اس کو کھولا تو اول صفحہ میں قوم کے فضائح دیکھے حضرت عمر نے اوچھلکر کہا یا علیؑ لیجاؤ اس کو کہ ہمکو اسکی حاجت نہیں ہے پس حضرت علیؑ اُس قرآن کو لیکر چلے گئے۔ اور روایات اہلسنت کو ہم پیشتر لکھ چکے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن کو مرتب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اوس کو عرض کیا

ازالۃ الخفا اور تاریخ الخلفا علامہ سیوطی اور اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی ملاحظہ فرمائے
اب یہ امر قابل غور ہے کہ جب جناب امیرؑ نے قرآن کو جمع کیا اور رسول اللہ صؐ پر اوس کو عرض کیا
اور ہر آیہ کے شان نزول و محل نزول اور وقت نزول سے بھی آپ واقف تھے تو پھر وہ قرآن
کیوں نہ شائع ہوا اور لوگ اوس سے کیوں محروم رہے اس کے جواب میں شاہ صاحب کا یہ قول
کہ تقدیر مساعد شیوع آن نشد کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے جب یہ قرآن
مرتب موجود تھا تو کیا مصیبت پڑی تھی کہ ہر شخص سے ایک ایک دو دو آیت دریافت کرتے تھے یہ تو
احتمال اہلسنت کو ہو نہیں سکتا۔ کہ حضرات ثلثہ کو جناب امیر علیہ السلام پر اطمینان نہ تھا اور اگر ایسا
ہوتا بھی تو اُسی اصلاح بہت آسان تھی کہ ہر آیت پر اصحاب سے شہادت لے سکتی تھی اس جھگڑے
سے نجات ملتی کہ متفرق جگہ سے آیات کو تلاش کرتے تھے اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن
جمع کردہ امیر المؤمنین اسلیئے نہیں لیا گیا کہ جمع قرآن کی نسبت جناب امیر علیہ السلام کیطرف نہ ہو — پارہ ۲ رکوع ۳
اور آیہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البیّنٰت والھدیٰ من بعد ما بیّنّٰہ للنّاس
فی الکتٰب اولٓئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللّٰعنون کے مصداق جناب امیر علیہ السلام
نہیں ہوسکتے۔ اس دلیل کو آپکے مخلص صؐ ہم نے بھی اپنے سوال میں لکھا ہے اور آپنے بھی اُسی سوال
سے لیکر مکرر پھر یہاں لکھا ہے سائل صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ تو انّ الذین یکتمون
الآیہ فرما کر قرآن اور اوس کے احکام چھپانیوالوں کو مورد اپنی اور لاعنین کی لعنت کا فرمائے
اور وصی رسول برخلاف حکم الٰہی اس کو ایسا چھپا دیں کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور اصول شیعیان
اور مخلصان پاک پر مصداق اس آیت کے بنیں اسکی جوابمیں یہ معروض ہے کہ یہ آیت احکام قرآن
پر دال ہے جو شخص احکام قرآن کو چھپاوے وہ مصداق اس آیہ کا قرار پا سکتا ہے جیسا کہ من
بعد ما بینّٰہ للنّاس فی الکتٰب سے یہ امر ظاہر اور ہویدا ہے پس سائل صاحب یا آپ ثابت
فرماویں کہ جناب امیر علیہ السلام نے فلاں فلاں احکام کو چھپا ڈالا جس کے سبب سے مصداق
اس آیہ کے قرار پاتے ہیں اور اس کا ثبوت بروئے مذہب اہلحق دینا واجب ہے کتب اہلحق سے

ثابت نہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے احکام خدا کو چھپایا یا جناب امیر علیہ السلام خود مصحف ناطق
تھے۔ ہر وقت اُن جناب کو معیت قرآن کے ساتھ حاصل تھی جیسا کہ فقرہ دا یضاً لن نفیر قا
سے ظاہر ہے علاوہ بریں قرآن کو جمع کر کے مجمع مہاجرین و انصار میں پیش کرنا بروایات اہلحق
ثابت ہے تو پھر کتمان مطلق کا الزام عاید نہیں ہوتا اگر اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن چھپایا بھی تو بعد
اتمام حجت چھپایا جمع کرنے کے بعد سب کو دکھلایا جب لوگوں نے انکار کیا تو اپنے گھر لیکر چلے آئے۔ اگر
جمع قرآن کے بعد کسی کے سامنے پیش نہ کرتے اور خبر بھی نہ کرتے تو کچھ اعتراض آپکا چلتا بھی۔ اور
جب کتب اہلحق سے جمع کرنا اور پیش کرنا اور دکھلانا اور خبر دینا ثابت ہے تو پھر چھپانے کا
الزام کہاں رہا۔ اور سایل صاحب فرماتے ہیں کہ اصول شیعیان اور مخلصان پاک تر جناب
امیر علیہ السلام اس آیہ کے مصداق ہیں حالانکہ یہ فرمانا تو انکا سراسر غلط ثابت ہو گیا پس ہم
کہتے ہیں کہ سایل صاحب اور آپ دونوں صاحب جناب امیرؑ سے کھلم کھلا عداوت رکھتے ہیں
اور زبردستی الزام قایم کرتے ہیں اور شیعوں پر افترا و بہتان کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ناخواندہ
یا نابینا کے سامنے قرآن کھولکر بیٹھ جائے تو وہ اندھا اور بے پڑھا صرف دکھانے سے کیونکر
احکام پر مطلع ہوگا۔ اور نیز وہ شخص جسکی زبان ایرانی یا سنسکرت یا انگریزی ہو اس کو بھی قرآن
دکھلانا بے سود ہے کیونکہ صرف دیکھنے سے اوسکو احکام قرآنی سے آگاہی نہیں ہو سکتی ہاں اگر اس
کی زبان میں اسکو احکام قرآنی سمجھائے جاویں تو البتہ وہ ہدایت یاب ہوگا پس یہ امر ثابت ہو گیا
کہ اس آیہ میں قرآن کا نسخہ دکھلانے سے کوئی بحث نہیں ہے بلکہ کتمان احکام خدا سے اس آیت
میں بحث ہے اور تمام و کمال کتاب اللہ کا مطلب سمجھانے سے بھی بحث نہیں ہے بلکہ ما انزلنا
من البیّنٰت والہدیٰ سے بحث ہے حروف مقطعات اور متشابہات سے بھی کچھ بحث نہیں ہے
کیونکہ وہ بینات سے نہیں ہیں اگر کوئی حروف مقطعات کے معنی نہ بھی ظاہر کرے تو بھی وہ مصداق
اس آیہ کا نہیں بن سکتا کیونکہ خداوند عالم نے خود اوس کے مفہوم کو عوام الناس سے انخفا رکھا
ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حروف مقطعات کے سمجھنے پر ہدایت موقوف نہیں ہے جو آیات و احکام

ہدایت کیواسطے ہیں وہ بینات ہیں اُنکو جناب امیر علیہ السلام نے اخفا نہیں کیا سب کو احکام قرآنی سمجھایا اور غلطیوں اور خطا پر متنبہ فرمایا اگر احکام کتاب اللہ کو چھپاتے تو حضرت عمر لولا علی لھلک عمر نہ فرماتے۔ پس بزرگ مذہب اہلحق جناب امیر علیہ السلام اس آیہ کے مصداق نہیں ہوسکتے اور یہ امر ہم اوپر ثابت کرچکے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے وہ قرآن بھی مخفی نہیں فرمایا جس کو آپ نے جمع کیا تھا بلکہ مجمع مہاجرین و انصار میں پیش کیا جب لوگوں نے اس کے لینے سے انکار کیا اُسوقت اگر واپس نہ لاتے تو کیا کرتے چھپانے کا الزام توجب عاید ہوتا جب کسی وقت میں کسی کے سامنے پیش نہ فرماتے اور جب مجمع میں پیش کیا حضرت ابوبکر نے اوس کو کھولکر دیکھا حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم کو اسکی حاجت نہیں ہے آپ اس کو لیجائیے ایسی صورت میں کتاب اللہ کے چھپانے کا بھی الزام عاید نہیں ہوسکتا۔ بلکہ آپکے پیشوایان مذہب اس آیہ کے مصداق ہیں بعض نے آیات بینات دربارۂ ترکہ اخفا کیا اور جعلی روایت خلاف قرآن تصنیف کرکے پیش کردی اور قرآن کی تفسیر کرنے کی ممانعت فرمائی اور آیات قرآنی کے معنی پوچھنے پر کوڑے مارے اور بہت سے مصاحف کو جلوادیا۔

قولہ اور تمام عالم کی گمراہی کس کے نامہ اعمال میں ہوگی۔

اقول اُن لوگوں کے اعمال میں جنہوں نے قرآن کی تفسیر بیان کرنے کے ممانعت کی جنہوں نے ذکر احادیث کم کردیا کان عمر یقول جردوا القرآن ولا تفسروہ واقلوا الروایة عن رسول اللہ وانا شریککم (ازالۃ الخفا) جنہوں نے آیات قرآنی کے معنی پوچھنے پر لوگوں کو پٹوایا فقال الضبیع یا امیر المومنین ما معنی قولہ تعالیٰ والذاریات ذروا۔ فالحاملات وقرا قال ویحک انت ھو فقام فحسر عن ذراعیہ فلم یزل یجلدہ حتی سقطت عمامتہ (ازالۃ الخفا) ضبیع نے کہا والذاریات ذروا کے کیا معنی ہیں حضرت عمر بولے تو ہے وہ پس آستین چڑھا کر اُس کو کوڑے لگانا شروع کئے یہانتک کہ سر سے عمامہ گر گیا اور جناب امیر علیہ السلام نے تو سلونی عن کتاب اللہ اور سلونی قبل ان تفقدونی فرمایا آپ نے کب احکام

کتاب اللہ کو چھپایا اور کس کو معنی کتاب اللہ پوچھنے پر پٹوایا - علامہ ابوجعفر اسکافی معتزلی جاحظ ناصبی کے خط کا جواب اسطرح لکھتے ہیں" تم خوب جانتے ہو کہ سلاطین و ملوک جب کوئی دین یا بدعت قایم کرتے ہیں تو اپنے رعایا کو اوسکی تعمیل پر ایسا مجبور کرتے ہیں کہ اوس دین یا بدعت کے سوا دوسرے سے واقف تک نہیں ہونے دیتے جیسا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے جو عامل عبدالملک بن مروان تھا علاوہ اُن ظلم وستم کے جو اولاد علیؑ پر کئے لوگوں کو مجبور کیا کہ قرآن کو بہ قرات عثمانی پڑھیں اور قرأت ابن مسعود و ابی بن کعب کو ترک کریں کل بیس برس اُسکی حکومت رہی مگر اُسکی زندگی ہی میں تمام مُلک عراق قرأت عثمانی پر متفق ہوگیا اونکی اولادیں جو ہوئیں وہ سوائے قرأت عثمانی کے دوسری قرأتوں سے ناواقف تھیں خواہ اسوجہ سے کہ اونکے ماں باپ دوسری قرأتوں سے مانع ہوئے یا اسوجہ سے کہ معلموں نے اوسکی تعلیم ہی موقوف کردی تا اینکہ اگر کوئی شخص عبداللہ ابن مسعود یا ابی بن کعب کی قرأت پر پڑھتا تھا تو وہ لوگ اُس کو قرآن نہ جانتے تھے بلکہ پڑھنے والے کی تالیفات اور موضوعات سے قرار دیتے تھے (کنز مکتوم صفحہ ۱۰۷)

پس اگر ہو گونکے انکار کرنے کے بعد جناب امیر علیہ السلام اپنے جمع کیے ہوئے قرآن کو شائع بھی کرتے تو اول تو حضرت عمر ہی اُس کو جلا ڈالتے جو آگ اور لکڑیاں لیکر گھر جلانے گئے تھے اور حضرت عثمان تو یقیناً بغیر جلائے ہوئے نہ چھوڑتے اور حجاج تو اُسکی قرأت بھی مٹا دیتا چونکہ جناب امیر علیہ السلام حسب پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب امور سے آگاہ تھے لہذا بعد اتمام حجت اُس کو عوام پر ظاہر نہ فرمایا۔

قولہ پھر اس کے علاوہ ہمیشہ مخالفتِ قرآن پر کمر بستہ رہے چنانچہ سوال مذکور میں یہ امر بہ خوبی ثابت کردیا گیا ہے۔

اقول جو شخص ایسا کہے یا سمجھے کہ جناب امیر علیہ السلام مخالفت قرآن پر کمر بستہ رہے وہ حدیث ثقلین کی تکذیب کرنیوالا ہے شیعوں کا عقیدہ تو آپکو معلوم ہے کہ وہ جناب علیؑ مرتضیٰؑ کو مصحف ناطق اعتقاد کرتے ہیں اور اُنکے افعال کو عین حق جانتے ہیں اور بدلیل آیہ تطہیر اون کو معصوم سمجھتے ہیں اُن لوگوں نے البتہ مخالفت قرآن کی جنہوں نے بمخالفت آیات قرآنی میراث کو روکا۔ اور باوجود تاکید مودت بضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر جلانے کا ارادہ کرکے اظہار عداوت کیا اور جنہوں نے جناب امیرؑ

سے محاربہ کر کے تمام عالم مین اپنی عداوت اور دشمنی کو ظاہر کر دیا جنھون نے
۵۸ برس تک جناب امیرؑ پر سبّ وشتم کیا اور اون کو بُرا کہنا داخل عبادت کیا۔
اگر جناب امیرؑ مخالفت کتاب اللہ کرنے والے ہوتے تو جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کو اون کے ساتھہ تمسک کرنیکا حکم ہرگز نہ فرماتے
اور سوال مذکور کا دندان شکن جواب سالہ تشفی مین شائع ہوچکا ہے اور اسمین
بھی بایجاز واختصار موجود ہے اور جو دلایل اُس سوال سے آپ نے ماخوذ فرماکر
مطرقہ مین لکھے ہین اون کا جواب بھی معروض کر دیا ہے۔

قولہ اور نیز آیات مثبتِ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم جیسے آیت سورہ نور
وغیرہ وعد اللہ الّذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات الآیہ مثبت
بطلانِ خلافت جناب امیر رضی اللہ عنہ ہین کیونکہ یہ آیات مکذب خلافت بلافصل ہین

اقول کسی آیت سے حضرات ثلثہ کی خلافت ثابت نہین ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو
کوئی آیت بروز سقیفہ خلیفہ سازی کیوقت پیش کیجاتی۔ نزاع وتکرار کی نوبت
نہ پہونچتی۔ قصور معاف ہو مولوی مُرید صاحب آپکو اپنے گھر کی بھی خبر نہین اور
دوسرے طرہ یہ کہ آپ میدانِ مناظرہ کے مرد بھی بننا چاہتے ہین۔ آپکے یہان کے
کل مفسرین نے استخلاف سے مراد خلافتِ نبویہ ونیابت مصطفویہ کو نہین لیا ہے
بلکہ مسلمانون کی وراثت ارضی وامن وامان واطمینان کو مراد لیا ہے۔ چنانچہ
آپ کے یہان کے مفسرین کی عبارتین واسطے ملاحظہ کے پیش کرتا ہون۔ تفسیر امام
طبری مین ہے۔ لیستخلفنّھم فی الارض یقول لیورثنھم اللہ ارض
المشرکین من العرب والعجم فیجعلھم ملوکھا وساستھا کما استخلف
الّذین من قبلھم کما فعل من قبلھم ذلک ببنی اسرائیل اذا اھلک
الجبابرۃ بالشام وجعلھم ملوکھا وسکانھا۔ اور تفسیر جلالین مین ہے

لیستخلفنّهم فی الارض بدلاً عن الکفّار اور تفسیر بیضاوی مین ہے لیجعلنّہم خلفاء متصرفین فی الارض تصرف الملوک فی ممالیکھم۔ اور تفسیر خازن مین ہے ومعنی لیستخلفنّہم واللہ لیورثنہم ارض الکفّار من العرب والعجم ملوکہا وساستہا اور تفسیر مدارک مین (برحاشیہ خازن) یہ ہے لیستخلفنّہم فی الارض ای ارض الکفّار وقیل ارض المدینۃ والصحیح انہ عام الخ اقوال مفسرین کو بغور ملاحظہ فرمایئے کہ اونہون نے اُس خلافتِ متنازعہ فیہ سے انکار فرمایا ہے جو نیابت نبویّہ ہے اور ارضی وراثت وسکونت کو مراد لیا ہے بدلاً عن الکفّار۔

پس اب مخاطب ذی فہم سمجھین کہ آیہ لیستخلفنّہم فی الارض الخ جس سے مفسرین نے نیابت رسولؐ کو مراد نہین لیا ہے مکذّب خلافتِ بلافصلِ جنابِ امیر علیہ السلام نہین ہے۔کیونکہ جناب امیرؑ نائب رسول اللہ صلعم ہین باستخلافِ مستخلف۔ اور حضراتِ ثلثہ مین سے کسی کی خلافت منصوصہ نہین ہے وہ استخلافِ مستخلف سے مبرّا ہے۔

قولہ ہان موافق مذہب اہلحق خلافت رابعہ ثابت ہوتی ہے۔

اقول آپ اپنے گھر بیٹھے بیٹھے جو چاہین فرمائین آپکو اختیار ہے۔ اس مقام پر آپ جناب امیرؑ کی خلافت رابعہ ثابت کر رہے ہین اِس سے بیشتر آپ معاویہ صاحب کا سند خلافت پر دندنانا ثابت فرما چکے ہین چنانچہ مسطرقہ کے صفحہ ۴۳ پر آپنے اسکا اظہار فرمایا ہے۔ اُس تحریر سے جناب امیرؑ کی خلافت رابعہ بھی ثابت نہین ہوتی۔ آپکا مذہب بھی کچھہ عجیب مذہب ہے کہ کبھی اوسکے موافق خلافت معویہ حسب منشا ثابت ہوتی ہے اور کبھی خلافت جناب امیرؑ

قولہ اگر اسپر حضرات شیعہ راضی ہون تو صورت نجات ہو سکتی ہے۔

اقول سفینہ نجات اہلبیت پیغمبر ہین شیعہ اُنہین سے تمسک کرتے ہین اور اون سے کچھہ علاقہ نہین جب روز حساب ہوگا شیعہ انہی

پارہ ۱۵ رکوع ۸

اماموں کے ساتھ پکارے جائینگے یوم ندعوا کل اناس بامامہم خدا نعم خود فرماتا ہے اُنہیں حضرت کے طفیل میں خداوند عالم ہمکو نجات دیگا انشاءاللہ تعالیٰ آپکا دعویٰ تمسک محض زبانی جمع وخرچ ہے حقیقت میں آپ تمسک اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ نہیں کرتے بلکہ اہلبیت کے مخالفوں سے تمسک کرتے ہیں مولوی عبدالعلی صاحب جو آپکے یہاں بحرالعلوم کہلائے جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اجماع اہلبیت حجت نہیں ہے اسوجہ سے کہ وہ خطا کرسکتے ہیں جیسا کہ واقع ہوا سیدۃ النساء سے کہ اُنہوں نے ترک کردیا سلام وکلام حضرت ابوبکر سے جبوقت روکا اُنہوں نے فدک کو۔ تماشا یہ ہے کہ چند عوام الناس کا اجماع تو ایسا معتبر ہو کہ جس سے خلافت منعقد ہوجائے اور اہلبیت رسول اللہؐ کا اجماع حجت نہ ہو اگر بحرالعلوم صاحب زندہ ہوتے تو ادن سے دریافت کرتا کہ یا حضرت اہلبیت رسولؐ کا اجماع تو اسلئے حجت نہ ہوا۔ کہ وہ آپکے نزدیک خطا کرسکتے ہیں اور عوام الناس جنکا اجماع حجت مانا گیا ہے کیا خطا نہیں کرسکتے۔ نہیں معلوم کہ وہ کیا جواب دیتے پس یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ جن صاحبوں سے اہلبیت رسول اللہ ترک سلام وکلام کریں اونکے مقابل میں آپ اہلبیتؑ کو خطاوار جانتے ہیں اور پھر بھی تمسک اہلبیت کے مدعی ہیں اور نجات کے طالب فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قولہ ورنہ یاد رہے کہ مذہب تشیع پر تو انشاءاللہ خلافت تو خلافت ایمان بھی ہاتھ نہ آیگا

اقول الحق بنصوص قاطع وبراہین ساطع آیمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت وخلافت وعصمت وایمان کو ثابت کرتے ہیں یہ آپ ہی کا کام ہے کہ اغیار کی طرفداری میں صاحبان عصمت وطہارت کی خطا ثابت کرتے ہیں آپکا جہانتک جی چاہے آیمہ اہلبیتؑ کی خلافت وعصمت وایمان پر حملہ کیجئے مگر یہ خوب یاد رہے کہ آفتاب پر خاک ڈالنے سے آفتاب مکدر نہیں ہوتا اُلٹی اپنے ہی سر پر پڑتی ہے آپ اپنے پیشوایان مذہب کے اثبات ایمان میں آجتک سرگردان ہیں جب آپسے کچھ نہ بن پڑا تو مجبور ہوکر سوال کرتے ہیں چنانچہ اس مجبوری کا اظہار آپکے مخلص صیبہم نے اُسی سوال میں کیا ہے۔

قوله اور نیز آیات مدح صحابہ رضی اللہ تعالی جن سے کتاب اللہ مملو ہے مبطل خلافت جناب امیر ہیں۔

اقول کتاب اللہ میں مومنین کی مدح ہے اور منافقین کی مذمت ہے مگر اس سے جناب امیر علیہ السلام کی امامت کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

قوله واقفانِ مذہب واقف ہیں کہ بروئے مذہب شیعہ جناب امیرؑ کی امامت اوسی وقت ثابت ہو سکتی ہے کہ صحابہ مرتد قرار دیے جاویں اور اگر صحابہ کرام ہوں چنانچہ کتاب اللہ شاہد ہے تو پھر کسی طرح امامت جناب امیرؑ ثابت نہیں ہو سکتی حضرات شیعہ میں سے اگر کسی کو ہمت و حوصلہ ہو تو میدان میں آوے اور اس اجتماع ضدین کو پایہ ثبوت تک پہنچاوے ورنہ یا کتاب اللہ سے دست بردار ہو یا امامت سے ہاتھ دھوئے۔

اقول اہلحق اسبات کے قایل نہیں ہیں کہ ارتداد صحابہ پر جناب امیر علیہ السلام کی امامت کا ثبوت موقوف ہے کیونکہ اہلحق جناب امیرؑ کی امامت کو بنصوص قرآن و حدیث ثابت کرتے ہیں اور جب امامت منصوصہ ثابت ہو چکی تو پھر کسی کے ارتداد پر اُس کا ثبوت کیونکر موقوف ہو سکتا ہے۔ جو امام منصوص ہے وہ ہر حالت میں امام ہے کوئی اُسکی امامت کو مانے یا نہ مانے۔ لہذا آپکا کبریٰ غلط ہے اور جو صحابہ ابرار ہیں اُنکے مدائح قرآن میں موجود ہیں۔ اُس سے ہم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ صحابہ ابرار کے مداح ہیں مگر جن حضرات کو آپ اپنے گمان میں اچھا سمجھتے ہیں اُنکی مدح قرآن میں نہیں ہے کیونکہ جہاد سے فرار کرنا یا نبوت میں شک کرنا یا نبیؐ کے حق میں کلمہ یہجر کہنا صفات ذمیمہ سے ہیں اگر آپ کو یا کسی اور صاحب کو حوصلہ و ہمت ہو تو جہاد سے فرار کرنیوالوں اور نبوت میں شک کرنیوالوں اور نبیؐ کے حق میں کلمہ یہجر کہنے والونکی مدح کا قرآن میں نشان بتلائیں اور یہ بھی کتاب اللہ سے ثابت فرما دیجئے کہ جہاد سے فرار وغیرہ صفات حمیدہ سے ہیں۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الآیہ۔ پارہ ۴ رکوع ۶

قوله اور نیز آیات مبشر ظہور و غلبہ دین مبطل خلافت جناب امیر ہیں۔

اقول آیات مبشر ظہور و غلبہ دین تو مثبت خلافت جناب امیرؑ ہیں پہلے بھی اُنہیں کے جدوجہد

کی بدولت دین کو غلبہ ہوا اور کفار مغلوب ہوئے اور بعد کو بھی اُنہین جناب کے مشورہ کی برکت سے کامیابی ہوئی۔

قولہ کیونکہ امامت جناب امیرؑ ارتداد صحابہ پر موقوف ہی اور ارتداد صحابہ غلبہ کفر و مغلوبیت دین کو مستلزم ہے

اقول جناب امیرؑ کی امامت منصوصہ ہی ایسی صورتمین وہ کسی کے ارتداد وغیرہ پر موقوف نہین ہے کیونکہ امامت جناب امیرؑ اور لوگونکے ارتداد مین ملازمت نہین ہے۔ زمانہ ارتداد سے پہلے جناب امیرؑ کی امامت پر نص فرما دیا تھا۔ ایسی صورتمین جناب امیرؑ کی امامت ارتداد صحابہ پر کیونکر موقوف ہو سکتی ہی۔ ہم یہ بھی تسلیم نہین کرتے کہ لوگونکا ارتداد مغلوبیت دین کو مستلزم ہی کیونکہ اگر لوگ دین سے برگشتہ ہو جائین تو خود اونکا نقصان ہے دین خدا کو کیا ضرر پہونچ سکتا ہی۔ حضرت موسیٰؑ کی غیبت مین اونکی امت کے لاکھون آدمی دین سے منحرف ہو گئے اور گوسالہ پرستی کرنے لگے۔ اُنکے انحراف و برگشتگی سے دین کو کیا گزند پہونچا۔ آپنے خود مطرقہ کے صفحہ ۲۰ پر سقیفہ بندیکے بعد قصۂ ارتداد پیش آنیکا ذکر فرمایا ہی اور یہ لکھا ہی کہ سات قبیلے مرتد ہوئے اور تین قبیلے اُس سے پیشتر بقول آپکے مرتد ہو چکے تھے تو حسب تصریح آپکے دس قبیلے مرتد ہوئے اور کنز العمال جزء سادس مطبوعہ مطبع نظامیہ حیدر آباد ۱۳۱۲ھ کے صفحہ ۳۰ مین منقول ہی ان الناس دخلوا فی دین اللہ افواجا و سیخرجون منہ افواجا (حم عن جابر) یعنی دین خدا مین لوگ فوج فوج کر کے داخل ہوئے اور عنقریب وہی دین سے فوج فوج کر کے نکل جائینگے تو اب فرمایئے کہ ان افواج کے مرتد ہو جانے سے دین خدا کیونکر مغلوب ہو گیا۔ اگر کوئی عقل کا پتلا یہ کہے کہ ان مُرتد فوجونمین صحابہ کی تصریح نہین ہے اسلئے ان فوجونکا ارتداد مغلوبیت دین کو مستلزم نہین ہے تو مین یہ جواب دونگا کہ ان مرتد فوجونکی برابر ایک فوج صحابہ کی بھی آکر کھڑی ہوئی جاتی ہی چنانچہ کتاب کنز العمال جلد ہفتم مطبوعہ حیدر آباد دکن کے صفحہ ۲۲۱ مین ابن ماجہ سے منقول ہی۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم یرد علی یوم القیامۃ رھط من اصحابی فیجلون عن الحوض فاقول ای رب اصحابی فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک انھم ارتدوا بعدک علی ادبارھم القھقری یعنی جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ روز قیامت ایک گروہ میرے اصحاب مین سے میرے پاس وارد ہوگا پس وہ حوض کوثر سے دور کئے جائینگے مین کہونگا یارب یہ میرے اصحاب ہین

پس فرمائیگا کہ تجھکو آگاہی نہین جو کچھ انہون نے تیرے بعد کیا تحقیق کہ یہہ لوگ تیرے بعد مرتد ہوگئے۔ تو اب غور کرنا چاہیے کہ فوج فوج لوگ دین سے نکل گئے اور دین مغلوب نہوا۔ اور صحابہ کا بھی ایک گروہ مرتد ہوگیا مگر دین اسپر بھی مغلوب نہوا اور بقول آپکے انتفاء جز انتفاء کل کو مستلزم ہے (دیکھو مطرقہ ص ۳۰ سطر ۱۲ و ۲۲) تو جب ایک جز کا ارتداد مغلوبیت دین کو مستلزم نہوا تو کل اونکا ارتداد بھی مغلوبیت دین کو مستلزم نہین ہوسکتا حالانکہ ہم کلہم اجمعین کے ارتداد کے قایل نہین ہین۔

قولہ پس درصورت امامت جناب امیرؑ کذب وعدہ صادقہ لازم آتا ہے جو محال و ناممکن ہے تو امامت محال و ناممکن ہے۔

اقول۔ کیا جناب رسول خداؐ کیوقتمین کفار مغلوب نہین ہوئے۔ کیا مسلمانونکا خوف امن سے نہین بدلا گیا تمکین دین حاصل نہین ہوئی کیا تمام عرب مسلمانون کے قبضہ مین نہین آگیا؟ اگر یہ سب باتین مطابق وعدہ کے آنحضرتؐ ہی کیوقتمین ظہور مین آگئین تو پہر جناب امیرؑ کی امامت پر جو آپکا اعتراض ہے وہ مرتفع ہوگیا۔ اور یہ تو شیعونکا دین و ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور خلف وعدہ خدا تعالیٰ سے محال ہے مگر آپ کس منہہ سے یہ بات فرما رہے ہین کیونکہ آپکے پیر و مرشد مولوی رشید احمد صاحب جنکو آپ مجدد دین کہتے ہین۔ امکان کذب مین ایک رسالہ تحریر فرما چکے ہین اور آپ اونکے سچے مرید ہین۔ پیر کی تکذیب کیونکر کرسکتے ہین تو لامحالہ امکان کذب کے آپ بھی قایل ہونگے پہر کذب وعدہ محال و ناممکن کس منہہ سے فرما رہے ہین۔ یقولون بافواہہم ما لیس فی قلوبہم۔

قولہ بعد ازان جو معاملہ عترت کے ساتھہ کیا وہ محتاج شرح و بیان نہین۔

اقول اہلبیت کا گھر جلایا گیا جو سامان آپکی پیشوا نے کیا تہا اوسکو مشرح بیان فرمائیے ہم منتظر ہین۔

قولہ چنانچہ بتقریب ال یہ امر بھی مجملاً عرض خدمت ہوچکا ہے کہ حسب تصریحات اکابر شیعہ کوئی دقیقہ توہین و تذلیل اہلبیت مین اوٹھا نہین رکھا جسکی تفصیل کتب شیعہ مین بلا مزید علیہ موجود ہے۔

اقول اپنی توہین و تذلیل خود کرنا امر غیر ہے کیونکہ جناب امیرؑ خود داخل اہلبیت ہین و نیز ان سے البتہ انکی توہین و تذلیل کی۔

قولہ اور ظاہر ہے کہ یہ معاملہ منافی ایمان ہے اسیوجہ سے شیعہ صحابہ کو ایمان سے خارج کہتے ہین تو اوسی کے مطابق جناب امیر کے حق مین بھی منافی ایمان ہوگا تو منافی امامت ضرور ہوگا۔

اقول جناب امیرؑ خود اہلبیت مین داخل ہین جنکے ساتھہ مخاطبین کو تمسک کا حکم دیا تہا جناب امیرؑ کو یہ حکم دیا تہا کہ جب لوگ جناب سیدہ پر ظلم کرین تو تم یا علی تلوار

کھینچکر قتال کرنا اگر ایسا حکم جناب رسالتمآبؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو دیا ہو اُس کو ثابت کیجئے بلکہ جناب رسالتمآب نے صبر کا حکم دیا تھا کہ تم پر جو ظلم ہو تو اُس پر صبر کرنا علاوہ بریں جبکہ آخر زمانہ حیات میں ایک صاحب نے نبیؐ کے حق میں کلمہ ان الرجل لیھجر فرمایا یہ کلمہ توہین رسول اللہؐ پر دال ہے اس کلمہ کو سنکر نہ جناب رسالتمآبؐ نے حکم دیا کہ اس توہین کرنیوالے کو قتل کرو نہ دیگر اصحاب نے یہ کہا کہ توہین نبیؐ کرنیوالا مستوجب قتل ہے اس کو قتل کرنا چاہیے تو ایسی صورت میں کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ نبیؐ نے اپنی توہین خود کی یا صحابہ نے ملکر نبیؐ کی توہین کرائی بلکہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمہ توہین نکلا حقیقتاً وہی شخص توہین رسول اللہؐ کرنیوالا ہے پس جن لوگوں نے جناب سیدہ پر ظلم و زیادتیاں کیں اور اُنکی توہین کی وہی ماخوذ ہوسکتے ہیں نہ جناب امیرؑ کیونکہ بحالت مجبوری باوجود حکم صبر و قلوار کیونکر کھینچتے علاوہ بریں جن حضرات نے حضرت عایشہ کو تہمت لگائی تھی اُنکو آنحضرتؐ نے کب قتل کرایا۔ حالانکہ فوج و لشکر موجود تھا۔

قولہ پھر وہ معاملات جو جناب نے خلفاء ثلثہ کے زمانہ خلافت میں اُنکے ساتھ کئے حضرات شیعہ پر خصوصاً اور تمام عالم پر عموماً پوشیدہ نہیں وہ معاملات کچھ خلافت کے خلاف ہی پر شہادت نہیں دیتے بلکہ راستی و مروت و شجاعت و فتوت غیرت و حمیت بلکہ ایمان و دیانت کے خلاف پر پوری شہادت علی الاعلان دے رہے ہیں جنکو اساطین شیعہ نے اپنی کتب دین میں بکمال فرحت و بشاشت صرف اس غرض سے جمع کیا ہے کہ چند حمقا کوتہ اندیش خلفا سے متنفر اور بدظن ہوجائیں اور یہ خیال نہ فرمایا کہ جسقدر خلفاء پر الزام ہوگا اوس سے زیادہ آپکے جناب امیر پر الزام عاید ہوگا۔

اقول جناب امیر علیہ السلام کا کوئی معاملہ کسی زمانہ میں قابل اعتراض نہیں اُنکے دشمنوں نے بہت ڈھونڈھا کہ کوئی عیب ملے مگر کوئی عیب نہ پایا جناب رسالتمآبؐ منافقین کے ساتھ نرمی و ملاطفت و مدارات کا معاملہ فرماتے تھے دیکھو عبداللہ ابن ابی منافق کو نہ اپنے لباس کا کفن بھی دیا۔ خود نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ اپنا لعاب دہن بھی اوس کے مُنہہ میں ٹپکایا پس ان معاملات سے نہ رسالت پر کوئی الزام آسکتا ہے نہ منافق کا ایمان ثابت ہوسکتا ہے جناب امیرؑ نے اپنے قاتل کیواسطے شربت بھیجا۔ حضرت عایشہ کو جو اُنکی جانی دشمن تھیں بحفاظت مدینہ کو روانہ کیا پس اس قسم کے معاملات سے نہ امامت و ایمان پر کوئی دھبہ لگ سکتا ہے نہ شجاعت و فطرت پر

کیا ابن ملجم کو تین دن پیاسا رکھتی اسوقت آپ جناب امیرؑ کی شجاعت کے قایل تھے یا حضرت عایشہ کے قتل کا فتویٰ دینے اُسوقت شجاع و بہادر سمجھے جاتے کیا آپ حدیث نبیؐ کی تصدیق نہیں فرماتے جو جناب امیرؑ پر الزام لگاتے ہیں الحق مع علی و علی مع الحق یدور حیثما دار جس کا اعتراف شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بڑی شد و مد کے ساتھ کیا ہے اور خط معاویہ بنام محمد بن ابی بکر جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اُن معاملات کے خلاف پر شہادت دیتا ہے جن کے آپ مدعی ہیں۔

قولہ مہلت نہیں ورنہ ایک ایک کو نقل کر کے دکھلاتا کہ ان حضرات محبان لسانی نے اس جھوٹی محبت کی پردے میں خوارج کو بھی طاق میں بٹھلا دیا ہے۔ تیغ ہندی و خنجر رومی نکند آنچہ شیعیان کردند۔

اقول جب آپکو مہلت ملے اسوقت سب معاملات کو لکھیئےگا سب کا جواب بالتفصیل معروض ہوگا جھوٹی محبت کا تو آپ ہی نے پردہ کیا ہے کہ اہلبیت نبیؐ کی توہین اور تذلیل کرنیوالوں کو بھی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جو لوگ منبروں پر جناب امیرؑ کو برا کہتے تھے اور سب و لعن کرتے تھے انکو بھی آپ اپنا پیشوائے مذہب سمجھتے ہیں اُن سے بھی محبت رکھتے ہیں اور رضی اللہ عنہم اُنکے حق میں فرماتے ہیں اسمیں شک نہیں کہ اس جھوٹی محبت کے پردے میں آپ دشمنان اہلبیت اطہار کے سچے طرفدار اور اُنکے حماتی ہیں و دشمنان دین کو بھی آپنے بالای طاق بٹھلا دیا ہے۔ خنجر و تیغ و ہر و سنگ ستم۔ نکند آنچہ سُنیاں کردند۔

قولہ بالجملہ خلفاء جور کے ساتھ آپکا ربط و ضبط محبت و ملاقات نشست و برخاست رشتہ و قرابت اکل و شرب رضا و تسلیم امداد و اقتدا و اتباع گو حسب زعم شیعہ بوجہ تقیہ ہی ہوں نہایت قبیح و شنیع ہے۔

اقول جواب اس کا پیشتر گذر چکا ص ۲۶ و ۲۷ میں بھی آپنے اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں اگر واقعی ربط و ضبط ہوتا اور محبت ہوتی تو سقیفہ میں خلافت کی ہنڈیا آنجناب کی عدم موجودگی میں نہ چڑھتی ملاقات اور نشست و برخاست اس قسم کے امور ہیں کہ جن سے آپکا مدعا ثابت نہیں ہوتا مسلم غیر مسلم سے اور مومن منافق سے ملتا رہتا ہے خود جناب رسالتمآبؐ کیخدمت میں منافق آتے تھے اور نماز جماعت میں شریک ہوتے تھے جناب رسالتمآبؐ بھی منافقوں کے یہاں تشریف لیجاتے تھے انکی کفن دفن میں شرکت فرماتے تھے پس ملاقات و نشست و برخاست سے منافق لوگ مومن نہیں ہوگئے محض رشتہ و قرابت بغیر عمل صالح کے کام نہیں آتی حضرت نوحؑ کا پسر بہ سبب اعمال غیر صالح کے اونکی اہل سے خارج کر دیا گیا جب پسر نوحؑ کا یہ حال ہو تو ازار بندی قرابت والے کس شمار و قطار میں ہیں اگر رشتہ و قرابت سے آپکا یہ منشا ہو کہ کوئی جدید رشتہ جناب امیرؑ نے قایم کیا تو ہم اسکے ہرگز قایل نہیں نہ آپکے پاس کوئی ایسا ثبوت قطعی موجود ہے جو قابل قبول ہو

دیکھو کنز مکتوم تو قلعی کھلی۔ اب ما اکل و شرب اس کو بھی ہم تسلیم نہیں کرتے کہ جناب امیر علیہ السلام کسی کے دستر خوان پر لذیذ لقمے کھانے جایا کرتے تھے اور بفرض اگر کھا بھی لیتے تو اس کھانے میں کیا قباحت تھی کیونکہ وارث جائز اُس کا طعام حلال ہے باوجودیکہ اہل کتاب مسلمان نہیں ہیں تو پھر وہ طعام کیوں حرام ہونے لگا۔ جو ملک خلافت کی آمدنی سے خرید کیا گیا ہے جسکے وارث جائز جناب امیر تھے اب ہگئی رضا و تسلیم پس ہرگز جناب امیرؑ نے کسی کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی ہمیشہ حق کو ظاہر فرماتے رہے دیکھو بعد حضرت عمر کے جناب امیرؑ کو ملک خلافت اس شرط پر ملتا تھا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ اور سیرت شیخین پر عمل کریں آپنے تیسری شق سے انکار کیا اگر سب باتیں حضرات شیخین کی قابل تسلیم ہوتیں تو ہرگز سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار نہ فرماتے۔ اب ہی امداد۔ پس جو شخص جناب امیر علیہ السلام کے امداد چاہتا تھا آپ اوسکی مدد فرماتے تھے اب ہی مدح و ثنا پس غیر مسلم کی بھی بعض اوقات مدح کرتے ہیں لیکن اتفاقیہ تعریف سے ایمان ثابت نہیں ہوتا رسول اللہؐ کو اس بات پر ناز تھا کہ میں زمانہ نوشیروان عادل میں پیدا ہوا دیکھو کافر کی عدالت کی مدح فرمائی اس مدح سے نوشیروان مومن نہیں بنگیا اب رہا اقتدا و اتباع اُس کا ثبوت جب ہو کہ جب جناب امیرؑ نے خلفائے ثلثہ کو اپنا پیشوا سمجھا ہو یا کبھی امیر المومنین یا خلیفہ برحق کے ساتھ اُن سے خطاب فرمایا ہو یا دوسروں کے سامنے انکو خلیفہ رسول اللہؐ یا امیر المومنین کہا ہو حالانکہ نہ اونکو اپنا پیشوا جانا نہ امیر المومنین یا خلیفہ برحق کہا بلکہ جب قنفذ نے آکر کہا کہ خلیفہ رسولؐ آپکو بلاتے ہیں اسکے جواب میں جناب امیر علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ بہت جلد تم لوگوں نے رسول اللہؐ پر بہتان باندھا دیکھو کتاب الامامۃ صہ۱۲ یہ جواب صاف دلالت کرتا ہے کہ نہ آپنے کسی کو اپنا پیشوا سمجھا نہ اتباع کیا ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ جس کو جناب سید عالم نے سردار و مولیٰ اور پیشوائے امت قرار دیا ہو اور اس کے تمسک کا امت کو حکم دیا ہو وہ کیونکر کسی دوسرے کا اتباع کر سکتا ہے اور اقتدا سے اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھنا مقصود ہے پس اوس سے بقاعدہ اہلسنت کچھ فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ صلوا خلف کل بر و فاجر موجود ہے اور بقاعدہ شیعہ پس اگر کوئی شخص جماعت میں کھڑا ہو کر فرادٰی کی نیت سے نماز پڑھے تو اقتدا کرنا نہ ہوا۔ حاکم منجانب خدا اور رسولؐ کیونکر کسی کا محکوم ہو سکتا ہے ہاں ظلم و جبر کوئی اس کو اپنا محکوم بنانا چاہے تو یہ اوس زیادتی کرنیوالے کی خطا ہے یہاں تقیہ کا ذکر فضول ہے آجکل جو مدعیان اسلام مخالفان دین سے ملاقات کرتے ہیں اُنکے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں بلکہ اُنکے یہاں کھانے بھی کھاتے ہیں اُنکی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں اُنکے پیچھے پیچھے بھی چلتے ہیں تو کیا یہ سب باتیں مدعیان اسلام کی تقیہ پر مبنی ہونگی۔

جو ملک خلافت سے جناب امیرؑ کے حصے کی کسی گروہ کا کیا کھا لیا

قولہ نہ عقل اُنکی حسن کی شہادت دیتی ہے نہ نقل۔

اقول جب عقل میں فتور آجاتا ہے تو نقل کا سمجھنا مشکل ہے۔

قولہ زیادہ نہیں صرف دو روایتیں اصول کافی کلینی کی باب من اطاع المخلوق فی معصیۃ الخالق صفحہ ۴۶ کی ملاحظہ فرمائیے عن محمد بن مسلم قال قال ابو جعفر لا دین لمن دان بطاعۃ من عصی اللہ ولا دین لمن دان بفریۃ باطل علی اللہ ولا دین لمن دان بجحود شیء من آیات اللہ۔ عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ من ارضی سلطانا بسخط اللہ خرج من دین اللہ بعد ملاحظہ روایات فتوی دین کہ اس شخص کو کیا سمجھنا چاہیے۔

اقول یہ دونوں حدیثیں جو آپنے لکھی ہیں اُنکو جناب امیر علیہ السلام سے کیا علاقہ کیونکہ جناب امیرؑ نے حضرات ثلثہ کو مفترض الطاعۃ نہیں سمجھا نہ اُن جناب نے خدا و رسول پر جھوٹ باندھا نہ اُن جناب نے خدا کی آیات کا انکار کیا نہ جناب امیرؑ نے خدا کو ناخوش کرکے کسی بادشاہ کو خوش کیا اس حدیث کا اطلاق آپکی پیشواؤں پر البتہ ہوتا ہے امن ثلاثہ نے ورث تصنیف فرما کر جناب سید عالمؐ پر جھوٹ باندھا اور باوجود مشاہدہ معجزات نبوت میں شک کیا یا جنہوں نے جناب امیر علیہ السلام کو منبروں پر بُرا کہکر حاکم شام کو خوش کیا یا جنہوں نے خدا کے نافرمانو کی فرمانبرداری کرکے جمل و صفین میں امام حق سے محاربہ کیا پس بر فرض ہر دو حدیث جو جو حضرات دین سے خارج ہوگئے اونکو آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

قولہ طرفہ تماشا ہے کہ جب آپکو علم ما کان وما یکون حاصل موت و حیات آپکے قبضہ قدرت و اختیار میں ابر و باد آپکے زیر فرمان پھر تقیہ کا کیا محل اور تقیہ کی کہاں گنجایش۔

اقول جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جناب امیرؑ سے افضل و اعلی تھے اور سب چیزیں اُن جناب کے زیر فرمان تھیں وقت و موقع پر تقیہ فرماتے تھے دیکھو مکہ سے شب تار میں اپنے بستر پر جناب علی مرتضیؑ کو چھوڑ کر اپنی چادر اوڑھا کر پردہ شب میں باہر نکلنا غار میں چھپنا۔ مدینہ کو کفار سے چھپکر ہجرت کرنا برسوں شعب ابو طالب میں پوشیدہ زندگی بسر کرنا اپنے نفس کو چھپانا مدتوں اذان کا نہ ہونا یہ سب کس وجہ سے تھا اور یہ ظاہر ہے کہ خداوند عالم بھی اپنے حبیبؐ کا حافظ اور نگہبان تھا ملائکہ بھی نصرت کیواسطے آسمان سے نازل ہوتے تھے جناب رسالتمآبؐ کچھ بھی عاجز نہ تھے مگر باوجود قوت و حمایت خدا و نصرت ملائکہ پھر بھی کسی مصلحت سے پردہ شب میں گھر سے نکلنے اور غار میں پوشیدہ رہنے کی ضرورت پڑی اور مصلحت اسی کی مقتضی ہوئی اور جب جناب سید عالمؐ کو باوجود اتوی

ہونے کے اس اخفاء و استتار کی ضرورت داعی ہوئی تو جناب علی مرتضیٰؑ کا تقیہ کرنا بھی باوجود علم و قدرت
مذکورہ کے اسی قسم کے مصالح پر محمول ہوگا آپ خدا و رسولؐ کے مصالح پر کیوں اعتراض فرماتے ہیں اور جب تقیہ بدلیل
آیات قرآنی مشروع ہے جیسا کہ شاہ صاحب نے اعتراف فرمایا ہے تو پھر اپنے محل پر تقیہ کیوں قبیح و شنیع ہوگا۔

قولہ اور آیت ان الذین توفیہم الملائکۃ ظالمی انفسہم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی
الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا فاولئک ماویہم جہنم وساءت مصیرا الا
المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یہتدون سبیلا
نے تو آئمہ کے حق میں تقیہ کا فیصلہ ہی کر دیا (ترجمہ۔ وہ لوگ جنکی فرشتے ایسی ایسی حالتمیں جان نکالتے ہیں کہ وہ
اپنے اوپر ظالم ہیں فرشتے پوچھینگے تم کس حال میں تھے وہ جواب دینگے کہ ہم اس زمین میں بے بس تھے فرشتے کہیں گے کیا اللہ
کی زمین فراخ نہ تھی کہ اسمیں کسیطرف نکل جاتے یہ لوگ ہیں جنکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

اقول آپکی دیانتداری قابل تماشا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ نہیں فرمایا ہے آخر کے ٹکڑے کا ترجمہ صاف
اڑا دیا بھلا فرمائیے تو سہی کہ یہ کاٹ چھانٹ کس غرض سے کی ہے الا المستضعفین من الرجال والنساء
والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یہتدون سبیلا کا ترجمہ آپنے نہیں لکھا ہے جو آیت آپنے لکھی ہے
اوس کا مطلب یہ ہے کہ جب فرشتے ان سے سوال کرینگے کہ تم کس حالتمیں تھے اور وہ لوگ جواب دینگے کہ ہم بے بس تھے اس پر فرشتے
یہ کہیں گے کہ کیا زمین خدا وسیع نہ تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ بے بس نہ تھے بلکہ دروغ کہتے تھے کہ ہم بے بس
ہیں اور اگر فی الواقع وہ بے بس ہوتے تو فرشتے یہ نہ کہتے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا کیونکہ جو
شخص حقیقتاً بے بسی کی حالتمیں ہو وہ کیونکر ہجرت کر سکتا ہے اسیواسطے آخر ٹکڑے آیت میں خدا تعالیٰ جلشانہ نے اون لوگونکو مستثنیٰ
فرما دیا ہے جو فی الواقع بے بس تھے اس ٹکڑے سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ فی الواقع بے بس ہیں اور ظالموں کے پنجہ میں
گرفتار ہیں ان سے فرشتے یہ بات پوچھیں گے۔ جب حضرت موسیٰؑ کی امت کے لوگ انکی غیبت میں گوسالہ پرستی کرنے لگے
اور حضرت موسیٰؑ کو بعد واپسی اس کا علم ہوا اور قوم کے اس فعل کیوجہ سے غضبناک ہوئے۔ اسوقت حضرت ہارونؑ نے کہا ان القوم پارہ ۹ رکوع
استضعفونی وکادوا یقتلوننی اس سے صاف ظاہر ہے کہ قوم کے لوگ حضرت ہارون کو ایسا ضعیف جانتے تھے کہ
انکے قتل پر آمادہ تھے اور قریب تھا کہ اونکو قتل کر ڈالیں اور حضرت ہارون میں اسقدر قوت نہ تھی کہ انکو گوسالہ پرستی سے روکتے

انکا نام ہارون ہے ہدایت کرنیکا تھا اسمیں کوتاہی نہیں فرمائی لیکن حضرت ہارون قوم کو چھوڑ کر تشریف کہیں نہیں لیگئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے فرائض کی بجاآوری پر قدرت رکھتے تھے وہ اپنے دین کی بجاآوری بھی کرتے تھے اور قوم کو نصائح بھی کرتے تھے اگرچہ انکی ہدایت کو قوم نے نہ مانا لیکن انکی طرف سے کوتاہی نہیں ہوئی اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آیہ مذکورہ کے حکم میں حضرت ہارون نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنے دین کی بجاآوری پر قادر تھے اور جناب سالتمآبؐ نے فرمایا۔ یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی پس جب حضرت ہارون پر قوم سے ہجرت واجب ہوئی تو جناب امیرؑ پر جو بمنزلہ ہارون من موسیٰ ہیں ہجرت کیوں واجب ہوتی اسلیئے کہ جناب امیرؑ اپنے دین کی بجاآوری پر قادر تھے اور قوم کو نصائح و ہدایت فرماتے تھے جب بعد جناب سالتمآبؐ قوم کے لوگ طمع دنیاوی کے باعث اہلبیت سے برگشتہ ہوگئے جناب امیرؑ کو کشاں کشاں بیعت کیواسطے گھر سے پکڑ کر لیگئے جناب سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں جلانے کے ارادہ سے لیگئے جناب امیرؑ کے قتل کا ارادہ بھی کیا لیکن با این ہمہ جناب امیرؑ اپنے دین کی بجاآوری کرتے رہے اور ہدایت برابر کرتے رہے ایسی حالتمیں جناب امیرؑ کی زبان سے وہی کلمات جاری ہوئے جو حضرت ہارونؑ کی زبان پر جاری ہوئے تھے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جناب امیرؑ حیدر کرار کے لقب سے موسوم ہیں در خیبر کو اکھاڑا پہلوانان نامی کو پچھاڑا جہاد دینی کار نمایاں کیے ہزاروں سے لڑے ضعیف و بے بس کیونکر قرار پا سکتے ہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ جناب سید عالمؐ انکو صبر و سکوت کا حکم دے گئے تھے اور قوم کو یہ حال معلوم تھا کہ جناب امیر علیہ السلام قتال نہ کرینگے اسلیئے قوم نے انکو ضعیف سمجھا اور قریب تھا کہ اونکو قتل کر ڈالتے۔ جناب امیرؑ نے مثل حضرت ہارون کے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ میں بنفسہ قوت قتال نہیں ہے بلکہ یہ فرمایا کہ قوم نے مجکو ضعیف سمجھا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ باوجود قوت بدنی یا قدرت اعجاز نبی یا امام تن تنہا یا در صورت قلت اعوان و انصار جہاد مفروض نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو جناب سالتمآبؐ کو بعد بعثت ہی فوراً تنہا یا دس پانچ صحابہ کے مسلمان ہونے کے بعد ہی حکم قتال ہوتا اور اگر چاہتا تو بعد بعثت کسی کے مسلمان ہونے کا انتظار نہ فرماتا افواج ملائکہ اپنے نبی کے ہمراہ کر دیتا اور فرشتے قتال کرتے مگر تنہائی یا قلت اعوان کیحالت میں حکم قتال نہیں دیا گیا مدتوں مسجد الحرام میں اذان بھی کسی نے نہ دی مگر با اینہمہ قلت و تنہائی جناب امیر علیہ السلام اپنے دین کی بجاآوری پر قادر تھے اور ہدایت بھی فرماتے تھے صوم صلوٰۃ کے ادا کرنے سے کوئی آپکو روکتا نہ تھا نہ یہ کسی کی مجال تھی کہ ادائے فرائض سے آپکو روکتا اور اگر کسی نے روکا بھی تو آپنے کسی کا کہنا نہ مانا پھر آنجناب پر کیوں ہجرت واجب ہوتی دیگر ائمہؑ بھی اپنے دین کی

بجا آوری پر قادر تھے۔ اور لوگونکو ہدایت بھی فرماتے تھے۔ امام حسینؑ نے باوجود مصائب و بلا و تشنگی دین کی بجا آوری کما حقہ فرمائی اور برابر ہدایت فرماتے رہے۔

قولہ اور اُسکی تفسیر میں مفسرین شیعہ نے جو کچھ استنباط فرمایا ہے وہ بھی ہمارے اثبات مدعا کیلئے واضح دلیل ہے ملا صافی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اقول وفی الایۃ دلالۃ علی وجوب الھجرۃ من موضع التی لا یتمکن الرجل فیہ من اقامتہ دینہ ترجمہ میں کہتا ہوں اس آیت میں ایسی جگہ سے جہاں آدمی اپنے دین کی بجا آوری پر قادر نہ ہو ہجرت کے واجب ہونے پر بڑی دلالت ہے

اقول اس ترجمہ میں بھی آپنے ایک لفظ اپنی طرف سے اضافہ فرمایا ہے کیونکہ بڑی دلالت اور چھوٹی دلالت کا ذکر نہیں ہے جو کچھ اس آیت سے مفسرین نے استنباط فرمایا ہے وہ بہت درست ہے مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ یا دیگر آئمہؑ اپنے دین کی بجا آوری پر قادر نہ تھے کیا آپکا مطلب یہ ہے کہ حضرات ثلثہ جناب امیرؑ کو بجا آوری دین سے روکتے تھے اور اونکے خوف سے جناب امیرؑ امور دین کو بجا نہیں لاتے تھے جب امر آپ ثابت فرما دیجیے کہ جناب امیرؑ بوجہ خوف ان حضرات کے دین کی بجا آوری میں قصور کرتے تھے اسوقت کچھ مُنہہ سے نکالئے اب میں اس امر کو ثابت کرتا ہوں کہ جناب امیرؑ نے باوجود منع کرنے لوگوں کے اپنے دین کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں فرمائی اور نہ کسی کا کہنا مانا جب جناب امیرؑ نے حج و عمرہ دونوں کا تلبیہ کیا تو حضرت عثمان نے کہا تم نہیں جانتے کہ میں نے اس سے منع کیا ہے جناب امیر نے جواب دیا ہاں میں نے سنا ہے مگر تمہارے کہنے سے سنت رسولؐ کو نہ چھوڑونگا (مسند احمد حنبل) ایکدفعہ حج کی راہ میں حالت احرام میں حضرت عثمان نے شکار کا گوشت کھانا چاہا کسی نے کہا کہ علیؑ اسکو مکروہ جانتے ہیں حضرت عثمان نے بلا بھیجا تشریف لائے حضرت عثمان نے کہا انک لکثیر الخلاف علینا جناب امیرؑ نے قسم دی کہ جو شخص اُسوقت حاضر تھا کہ جب جناب رسول اللہ صلعم کے پاس حالت احرام میں حمار وحشی کا گوشت آیا تو حضرت نے کہا کہ ہم لوگ احرام باندھے ہیں غیر محرم کو کھلاؤ اُس شخص نے گواہی دی اور بہت سے آدمیوں نے گواہی دی پھر فرمایا اسیطرح جو لوگ اسوقت حاضر ہوں وہ بھی گواہی دیں کہ رسول اللہ صلعم کے پاس حالت احرام میں بیضہ ہائے شتر مرغ آئے تھے آپنے فرمایا ہم لوگ محرم ہیں غیر محرم کو کھلاؤ اس پر بھی لوگوں نے گواہی دی حضرت عثمان نے کھانا چھوڑ دیا اور داخل خیمہ ہوئے۔ مسند امام احمد اور دوسری روایت میں ہے خبث علینا تم نے کھانا مجھپر گندہ کر دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب امیرؑ سنت رسول اللہ صلعم کی ترویج کی سعی فرماتے

تھے اور حضرت عثمان اُنکے مخالف سنت شیخین کی ترویج کرتے تھے۔ اس مخالفت کا یہ اثر ہوا جو شاہ
ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہی شاہ صاحب نے ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ تکدر سے خالی نہ تھے
لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عباس نے حضرت عثمان کو بلا بھیجا عثمان لوگونکو کھانا کھلا رہے تھے۔ فارغ ہو کر
آئے حضرت عباس نے کہا میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں دربارہ علیؑ کے جو تمہارے ابن عم اور برادر اسلامی ہیں
اور صحابی اور داماد رسولؐ ہیں میں نے سنا ہی کہ تم علیؑ اور اونکے اصحاب پر کوئی حد قایم کرنیوالے ہو پس ہم
امید کرتے ہیں کہ تم معاف کرو عثمان نے کہا کہ میں بخوشی تمہاری شفاعت کو قبول کرتا ہوں اگر علیؑ چاہتے
تو اونکے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا مگر وہ اپنی رائے سے باز نہیں آتے پھر عباس نے اسیطرح کی قسمیں دیکر جناب
امیرؑ کے پاس کہلا بھیجا حضرت نے جواب دیا کہ اگر عثمان کہیں تو میں گھر چھوڑ دوں اور چلا جاؤں مگر یہ نہیں ہو سکتا
کہ احکام خدا کی اقامت میں سستی کروں اب میں صاحبان عقل و انصاف سے پوچھتا ہوں کہ جو شخص باوجود
مخالفت مخالفین اپنے دین کی بجا آوری اور اقامت احکام خدا و رسولؐ میں سستی نہ کرے اور اشاعت و
ترویج دین میں ساعی اور سرگرم ہو وہ کیونکر مورد اس آیہ کا قرار دیا جا سکتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ
جو شخص جناب امیرؑ کو اس آیہ کا مصداق بتاوے۔ وہ اُن کا دشمن ہے کبھی جناب امیرؑ نے اقامت احکام خدا
میں تساہل نہیں فرمایا۔ صفوف جنگ میں بھی نماز ادا کی اور کل آئمہ معصومینؑ نے بجا آوری دین کماحقہ فرمائی

قولہ الغرض جناب اول الآئمۃ افضلہم کے یہ تعجب انگیز معاملات جو آخر عمر تک علی الدوام بلا انقطاع جاری
رہی حتی کہ اپنے زمانہ خلافت میں بھی آپنے اُن کا خلاف فرمایا اور باوجود ظاہری و باطنی قوت اور شوکت اُسی
قاعدہ پر ثابت قدم رہے بالکل دین و دیانت اور خلافت و امامت کے منافی و مضاد ہیں اور زیادہ تعجب انگیز یہ
بات ہی کہ آپنے معاملات و مذہبیات میں صرف اہل خلافت کے ساتھ موافقت فرمانے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا
بلکہ اہل وفاق اور شیعیان جان نثار پر ہمیشہ تبرا بھی پڑھتے رہے چنانچہ خطبات نہج البلاغہ اس گذارش پر شاہد
عدل ہیں اور کسیقدر شروع رسالہ میں عرض بھی ہو چکا ہے۔

اقول حیات جناب سید عالمؐ میں کوئی معاملہ بہت سخت اور اہم پیش آئے ایک معاملہ اہم تو بروز احد پیش
آیا تھا۔ اور صحابہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر فرار فرما گئے جناب امیر علیہ السلام نے انکی موافقت
نہیں فرمائی اگر جناب امیرؑ بھی فرار کر گئے تو البتہ آپ موافقت فرماتا کہتے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا بھی کہ چون است کہ تو بہ برادران خود ملحق نہ گشتی علیؑ گفت لا کفر بعد الایمان اِنّ لی بابک اسوۃ
ایا کافر شوم بعد از ایمان - غزوہ حنین کے معاملہ میں بھی جناب امیر علیہ السلام نے مدبرین سے موافقت
نہیں فرمائی - جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو کوئی نہ نکلا سب نے
دم چرایا - جناب علیؑ مرتضی ہی نے اوس سے مقابلہ کیا اگر جناب امیرؑ بھی اوس سے نہ لڑتے تو آپ
فرما سکتے تھے کہ اہل خلاف سے موافقت فرمائی جب جناب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رحلت فرمائی
تو معاملہ تجہیز و تکفین پیش آیا - اس معاملہ میں بھی جناب امیر علیہ السلام نے اہل سقیفہ سے موافقت
نہیں فرمائی - اگر جسد مطہر جناب سید عالم کو بے غسل و کفن چھوڑ کر جناب امیر علیہ السلام اونکے ہمراہ
جاتے تو آپ فرماتے کہ مخالفین سے موافقت فرمائی - پھر معاملہ بعیت حضرت ابوبکر میں بھی اہل خلاف
سے موافقت نہ فرمائی جب طلب کیئے گئے تو ملک خلافت کو اپنا حق فرمایا اور بغیر بعیت کئے واپس آئے
پھر معاملہ فدک میں مخالفین سے موافقت نہیں فرمائی بلکہ جناب سیدہؑ کی شہادت دی اور مذہبیات میں مخالفت کا
حال ابھی بیان ہو چکا ہے یہانتک کہ حضرت عثمان نے بھی فرمایا کہ انک کثیر الخلاف علینا حضرت عمر کے بعد جب آپکو
اس شرط پر خلافت ملتی تھی کہ سیرت شیخین پر عمل کریں جناب امیرؑ نے اس سے انکار فرمایا یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے
کہ اہم معاملات و مذہبیات میں جناب امیرؑ علانیہ مخالفت کریں اور آپ یہ فرمائیں کہ اہل خلاف کے ساتھ موافقت
فرمائی شاہ ولی اللہ صاحب تو یہ ثابت فرماویں کہ صحابہ تکدر سے خالی نہ تھے اور حضرت عثمان جناب امیرؑ پر حد قایم کرنے
کی فکر میں اور آپ ربط و ضبط و محبت و موافقت کے مدعی ہوں نہیں معلوم کہ آپکو ان فضول باتوں سے کیا حاصل
ہوگا - آپ ذرا اوس خط کو تو ملاحظہ فرمالیجیے جو کہ معویہ نے محمد بن ابی بکر کے خط کے جواب میں لکھا تھا جسکو ہم اسی رسالہ میں
اوپر لکھ چکے ہیں اوس سے آپکو واضح ہو جاویگا کہ باہمی معاملات کس قسم کے تھے اولاً آپ پر یہ امر بخوبی روشن ہے کہ بحیات جناب سید عالم
معاملات فرار وغیرہ میں جناب امیرؑ نے آپکے پیشوایان مذہب سے موافقت نہیں فرمائی ثانیاً بروز سقیفہ بھی موافقت نہیں
فرمائی - بلکہ علانیہ مخالفت ظاہر فرمائی اور بغیر بعیت کئے گھر واپس آئے ثالثاً سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار فرمایا
سیرت شیخین آپکے نزدیک ایسی مکروہ تھی کہ حصول ملک خلافت پر اوس کے ترک کو ترجیح دی - رابعاً حضرات شیخین خود موافقت
کے مدعی نہیں ہیں بلکہ حضرات شیخین کے اقوال جو صحیح بخاری اور مسلم میں منقول ہوئے ہیں وہ موافقت کے
خلاف پر شہادت دے رہے ہیں کیونکہ جو شخص کسی کے موافق ہوتا ہے یا اوس سے ربط و ضبط و محبت رکھتا ہے وہ اس کو

کاذب اور غادر اور خائن اور آثم نہیں سمجھتا۔ حالانکہ احد الشیخین خود فرماتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام اُن کو کاذب اور غادر و خائن و آثم سمجھتے تھے۔ بلکہ حضرت عباس بھی البتہ ایسا ہی جانتے تھے جو شخص کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر کے ان حیرت خیز اور عبرت انگیز اقوال کو دیکھیگا وہ کبھی موافقت واتحاد کا مدعی نہ ہوگا۔ خامساً حضرت عثمان نے خود مخالفت کثیر کا اعتراف فرمایا ہے انک کثیر الخلاف علینا اُن کا قول ابھی مذکور ہو چکا ہے نہیں معلوم کون عقل کا پتلا مخالفت اور اختلاف کثیر کو موافقت پر محمول کریگا۔ سادساً معویہ کے خط کے یہ جملے کہ حضرات شیخین جناب امیرؑ کو نہ اپنے مشورہ میں شریک کرتے تھے نہ اپنے رازوں پر مطلع کرتے تھے اور نیز جناب امیرؑ کے حق کو چھین لینے کا ذکر کرنا صریح مخالفت پر دال ہے۔ سابعاً خطبہ شقشقیہ جس میں جناب امیر علیہ السلام نے حضرات شیخین کی مذمت فرمائی ہے مخالفت پر صراحتہً دلالت کرتا ہے نظر بدین واقعات جو کُتب شیعہ و سُنی میں مذکور ہیں کوئی صاحب عقل و دیانت یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام معاملات و مذہبیات میں حضرات ثلثہ سے علی الدوام بلا انقطاع موافقت فرماتے رہے اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام اہل وفاق اور شیعیان جان نثار پر ہمیشہ تبرا بھی پڑھتے رہے۔ اسکی نسبت اولاً یہ التماس ہے کہ اپنے اصحاب مخلصین کی آپ ہمیشہ مدح فرماتے تھے جو خطبہ کہ آپ نے صفحہ ۱۵ اور ۱۶ میں نقل فرمایا ہے اون میں اُنہیں لوگوں کی مذمت ہے جو حضرات شیخین کی خلافت کے بھی قایل تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے دست مبارک پر بھی اُنہوں نے بیعت کی تھی حضرات شیخین کے اقوال و افعال پر بھی اون کا عمل تھا ایسے لوگ ہرگز شیعہ مخلصین نہ تھے۔ کیونکہ جناب امیر علیہ السلام کی اکثر نافرمانی کرتے تھے۔ ثانیاً یہ کہ جناب امیر علیہ السلام نے اون لوگوں کے جہاد سے گرانباری اور نافرمانی کیوجہ سے دلتنگ ہو کر اونکی نافرمانی اور فساد اور خیانت کو ظاہر فرمایا ہے اور آخر میں اُنکے حق میں یہ فرمایا ہے کہ خداوندا اُن کے دلوں کو گھلا دے جیسا نمک پانی میں گُھل جاتا ہے یہ وہ ترجمہ ہے جو آپ نے خود کیا ہے اور یہ بھی فرمایا بخدا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے بدلے میرے پاس بنی فراس بن غنم کے ہزار شہسوار ہوتے اس میں شک نہیں کہ جناب امیر علیہ السلام ایسے لوگوں سے دلتنگ اور بیزار تھے ثالثاً اگر اسی کا نام تبرا پڑھنا

ہے تو ایسا تبرّا انہیں لوگوں پر پڑھا گیا جو جہاد سے دم چراتے تھے اور امام کی نافرانی کرتے تھے نہ اصحاب مخلصین پر۔ رابعاً اس سے بڑھکر تبرّا کرنا اون لوگوں پر بھی ثابت ہو چکا جن کو باعتراف حضرت عمر جناب امیر علیہ السلام کاذب اور غادر اور خائن اور آثم جانتے تھے خامساً اس سے بڑھکر تبرا اون لوگوں پر پڑھا جن کو جناب امیر علیہ السلام نے جمل و صفین میں بیدین اور اہل باطل فرمایا ہے سادساً ان سب تبروں سے بڑھکر جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فراریان احد پر نماز فجر کی آخر رکعت میں تبرا پڑھا کرتے تھے۔ سابعاً یہ بھی واضح ہو کہ ہمراہیان پیغمبر خدا کی جہاد سے گرانباری کو اور اون کی نافرمانی کو خداوند عالم نے بھی ظاہر فرما دیا ہے اور اون کو عذاب الیم سے ڈرایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تم سے دوسرے لوگوں کو بدل دینگے وہ آیت جس میں صحابہ کی نافرمانی اور جہاد سے گرانباری اور اون اصحاب سے دوسری قوم کے بدل دینے کا ذکر ہے تحریر کرتا ہوں۔ (یاایہا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ط ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاخرۃ ج فما متاع الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ○ الا تنصروہ یعذبکم عذابا الیما ○ ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا ترجمہ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم کو کیا ہو گیا ہے تم کو جب حکم دیا جاتا ہے کہ کوچ کرو خدا کی راہ میں تو زمین پر ڈھے جاتے ہو کیا تم پسند کرتے ہو دنیا کی زندگی کو آخرت سے پس نہیں ہے متاع دنیا آخرت میں مگر تھوڑا اگر تم نہ مدد کرو گے نبیؐ کی تو خدا تم پر سخت عذاب کریگا۔ اور بدل دیگا تمہارے سوا اور قوم کو اور کچھ نہ بگاڑو گے تم اوس کا پس اس آیہ میں خداوند عالم نے بھی لوگوں کی نافرمانی اور جہاد سے گرانباری اور حیات دنیا کو پسند کرنا ظاہر فرمایا ہے اور عذاب الیم کی دھمکی بھی دی ہے۔ پس اگر جناب امیر علیہ السلام کا اپنے اون ہمراہیوں پر جو نافرمان تھے تبرا پڑھنا اوس خطبہ سے ثابت فرمائے گا جو آپ نے مطرقہ کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ پر لکھا ہے۔ تو خداوند عالم کا تبرا پڑھنا اُن مسلمانوں پر ثابت ہوگا جو جہاد سے گرانباری کرتے تھے اور دم چراتے تھے اور زمین پر ڈھے جاتے تھے اور دنیا کو آخرت پر پسند کرتے تھے اور جناب سرور کائنات کی نافرمانی کرتے تھے۔ جب تو اونکو عذاب سخت کی دھمکی دیگئی ہزار افسوس اون لوگوں کے حال پر

جنہوں نے غزوات سے فرار فرمایا تمؐ ولینم مدبرین اس پر شاہد ہے پس جب جہاد سے گریز باری خداوند عالم کو ناپسند ہو تو جہاد کے میدان سے پشت موڑنا کیونکر پسندیدہ ہوسکتا ہے بلکہ فراریوں کے حق میں صاف فرمادیا ہے فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم و بئس المصیر پس اگر وہ جناب امیر علیہ السلام کا تبرا پڑھتا ہے تو یہہ خداوند عالم جل شانہ کا تبرا پڑھتا ہے۔ پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ / پارہ ۹ رکوع ۱۵

قولہ نواب انصاف سے فرمادیجیے کہ نائب نبیؐ کا یہی کام ہے اور امام اور نفس رسولؐ اسی کا نام ہے عقل وانصاف تو کہتے ہیں کہ ایسے خلیفہ وامام اور خلافت وامامت کو دونوں ہاتھوں سے سلام ہے۔

اقول نائب نبی تو خدانے اونکو خود مقرر کیا اور اونکی امامت وخلافت کا اعلان بروز غدیر خم بواسطہ اپنے نبیؐ کے کرایا اور قرآن میں اُن کے نفس رسول ہونے کی بھی خبر دی۔ آپنے اپنی عقل وانصاف سے جناب امیرؑ کی امامت وخلافت کو دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ ان لفظوں میں آپنے جناب امیرؑ سے بیزاری ظاہر کی۔ اسی بیزاری کیوجہ سے آپ اُنکی خلافت کے قائل نہیں ہیں اور معاویہ کا مسند خلافت پر دندنانا فرماتے ہیں جیسا کہ معرقہ کے صفحہ ۴۳ پر ہے مگر اس بیزاری کا سبب اس مقام پر آپ ہی ظاہر فرماتے ہیں کہ جناب امیرؑ حضرات ثلثہ سے جنکو شیعہ مخالفین جناب امیرؑ کہتے ہیں موافقت امور میں فرماتے رہے۔ اور ایسی موافقت جو آخر عمر تک علی الدوام بلا انقطاع جاری رہی۔ اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ اہل وفاق اور شیعیان جان نثار پر تبرا پڑھتے رہے لیکن وجہ اول بیزاری کی پس وہ نہایت رکیک و بجفنہ ہے کیونکہ کتب سُنی سے بھی موافقت کرنا جناب امیرؑ کا حضرات ثلثہ سے ثابت نہیں ہوتا کتب شیعہ کا تو ذکر ہی کیا ہے اور حقیقت میں آپکی بیزاری اور دونوں ہاتھوں سے سلام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ حضرات شیخین کی سیرت پر عمل کرنے سے کارہ رہے چنانچہ اس قسم کی مخالفت کو آپ نے ایک جگہ صفحہ ۳۵ پر اسطرح ثابت کیا ہے کہ ”اہل حل وعقد کی بیعت آپکو اس وقت مفید ہوتی کہ آپ مثل خلفاء سابقین لایق خلافت ہوتے“ یہ جملہ آپنے اہل جمل کی جانب سے لکھا ہے اور دوسری جگہ صفحہ ۶۵ پر آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے ”اسی لئے امیر معاویہ حضرت

کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اور آپ کے اس خط کے جواب میں انه بالغني القوم بايعوا ابابكر وعمر وعثمان یہ لکھ بھیجا فلو کنت علي ما كان عليه ابوبكر وعمر وعثمان ما قاتلتک" پس معویہ صاحب کا یہ جواب ہے کہ اگر آپ حضرات ثلثہ کے طریقہ پر ہوتے تو میں آپ سے نہ لڑتا واسطے اثبات مخالفت کے کافی ہے اس قسم کا ثبوت مخالفت آپ ہی کی تحریر سے واضح ہو گیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام حضرات ثلثہ کے طریقہ پر نہ تھے۔ اور اسیوجہ سے آپ جناب امیر علیہ السلام سے بیزار ہیں اور اہل جمل وصفین بھی اسی وجہ سے ناراض و بیزار تھے کیونکہ جناب امیر علیہ السلام احکام دین کی پوری پابندی فرماتے تھے۔ اور حضرات شیخین کے طریقہ اور سیرت پر نہیں چلتے تھے۔ پس جناب امیرؑ کی حضرات ثلثہ سے مخالفت ثابت کرنے کے بعد موافقت کا مدعی ہونا اوسی شخص کا کام ہے جس کی عقل زائل ہو گئی ہو۔ اور دوسرا امر جس کی وجہ سے آپ نے جناب امیر علیہ السلام کی امامت وخلافت کو دونوں ہاتھوں سے سلام کیا وہ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام جو اپنے ہمراہیوں کی نافرمانی اور جہاد سے دم چرانے کے اُن کے عیوب پر اُنکو آگاہ کرتے تھے اور انکے حق میں بددعا کرتے تھے۔ اور اُن سے بہتر قوم بدلے میں چاہتے تھے اسیکا نام آپنے تبرا پڑھنا خیال فرمایا ہے اسکے جواب میں عرض ہو چکا ہے کہ اصحاب مخلصین کے بارے میں اُن جناب نے ایسا نہیں فرمایا اُنہیں لوگوں کے بارے میں آپنے فرمایا جو نافرمان تھے اور خلافت شیخین کے بھی قائل تھے اور اس نافرمانی اور مخالفت کا انجام یہ ہوا کہ ہزاروں آدمی خارجی ہو گیا پس اگر ایسے ہمراہیوں کے عیوب ظاہر کرنے کیوجہ سے آپ جناب امیرؑ سے بیزار ہیں اور اُنکی امامت وخلافت کو دونوں ہاتھوں سے سلام کرتے ہیں تو خدا کی خدائی اور نبوت رسالت پناہیؐ کو بھی دونوں ہاتھوں سے سلام کیجئے۔ کیونکہ خداوند عالم نے بھی اون لوگوں کے عیوب و نافرمانی کا ذکر کیا ہے کہ جو جہاد سے گرانباری کیوجہ سے حکم جناب سید عالمؐ کو نہیں مانتے تھے جناب رسالتمآبؐ نے بھی اون اصحاب پر تبرا پڑھا ہے اور اُنکے حق میں بددعا کی ہے جو غزوات سے بھاگ جایا کرتے تھے۔ اور جناب سید عالم فرماتے تھے اِلیّ اِلیّ یا فلاں اور کوئی حالت فرار میں اُن جناب کیطرف مُڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا ایسے لوگوں سے جناب رسالتمآب بھی ناراض و بیزار تھے۔ علاوہ بددعا فرمانے کے آپنے آخر وقت میں نافرمان لوگوں کو اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور یہ فرمایا تھا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ یہ کلمہ فرمانا ناراضگی اور بیزاری کا واضح ثبوت ہے کیونکہ دنیا سے رحلت فرمانے کیوقت کوئی اپنے دوستان مخلصین سے ایسی بیزاری

ظاہر نہیں کرتا کہ اپنے پاس سے اُٹھا دے اور جب جناب سید عالم ایسے لوگوں سے ناراض و بیزار رحلت فرماگئے تو خداوند عالم اون لوگوں سے کیونکر خوش اور راضی ہوگا۔ پس جناب امیر علیہ السلام کی امامت وخلافت کو سلام کرنے سے نبی کی نبوت ورسالت کو بھی سلام کرنا پڑیگا۔ اب آپ سمجھ گئے کہ جو اظہار نائب نبی نے کیا وہی نبی نے بھی کیا۔ اور وہی خدانے بھی کیا سب نے نافرمان لوگوں سے ناراضی اور بیزاری ظاہر کی۔ اور حسب اعتراف آپکے یہی تبرّا ہے۔

قوله علی ہذا القیاس مرویات آئمہؑ کرام جو اصح الکتب کلینی وغیرہ میں مذکور ہیں اور جن سے بالتصریح خلافت خلفاء حق ثابت ہوتی ہے جیسے روایات کتاب الجہاد کلینی جن کو ہم ہدایت الرشید میں نقل کرچکے ہیں جن سے ثناء وصفت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت ہوتی ہے امامت جناب امیرؑ کو مبطل ہیں جس کے لئے احتیاج تصریح وتوضیح نہیں۔

اقول جیسے دلایل رکیکہ آپنے مطرقہ میں لکھے ہیں ویسے ہدایات الرشید میں بھی ہیں بلکہ یہ مطرقہ آپکی تالیف ثانی ہے آپ کے نزدیک یہ اوس سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوگا۔ کیونکہ ہدایات الرشید کے زمانہ تالیف میں یہ مضامین مطرفہ آپ کے کاخ دماغ میں تھے وہاں سے اُترتے ہی نہ تھے جب ہم نے آپ کے ان مضامین بلند کی بُنیاد کو منہدم کردیا تو ہدایات الرشید کو رد کردینا کتنی بڑی بات ہے بالجملہ جو جو مضامین ہدایات الرشید کے آپنے مطرقہ میں بھرے ہیں اُنکا ہم نے بخوبی تمام رد کردیا ہے اسی سے آپ اس امر کو سمجھ سکتے ہیں کہ ہم بفضلہ تعالیٰ اوسکے رد پر قدرت رکھتے ہیں۔ کتب شیعہ سے ہرگز ہرگز خلافت اصحاب ثلثہ حق ثابت نہیں ہوتی۔ یہ دعویٰ آپ کا محض بے بنیاد ہے الحمد للہ کہ آپ کے دلایل اجمالی کا جواب مسکت دیدیا گیا۔ یہ وہی دلائل ہیں جن کو آپ نے اپنے مخلص صمیم کے سوال پارینہ پر مبنی کیا ہے لہذا آپ کے مخلص صمیم شاہ ولایت حسین صاحب کے اون مضامین کا مکرر جواب ہوگیا جنکو آپ نے اپنے مطلب کا سمجھکر منتخب کیا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید المرسلین واخیہ ووصیہ علی امیر المومنین وآلہ الطاہرین المعصومین

تمّت بالخیر

ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۲۸ھ

۷۸۶

امابعد۔ حضرات ناظرین۔ یہ حصہ اول کتاب مستطاب نورٌعلی نور کا میری مرضی کے موافق طبع نہین ہوا۔ باوجودیکہ مین نے بہت تاکید کی تہی کہ صحت کے ساتہہ چہپے مگر اسپر بہی بہت سی غلطیان نظر آتی ہین۔ اور غلطیان کئی قسم کی ہین۔ کہین کہین کوئی ٹکڑا عبارت کا لکھنے سے رہگیا ہے۔ کسی جگہہ وہ عبارت لکھہ دی گئی ہے جو کہ اصل مسودہ مین قلمزن کردی گئی تہی۔ ایک مقام پر ایک آیت قرآن شریف کی لکھہ دی ہے حالانکہ وہان اوس کے لکھنے کا محل نہ تہا۔ کہین کوئی لفظ کم ہے کہین حرف کم ہے اور کہین زیادہ ہے۔ کہین چند الفاظ بالکل بدلے ہوئے ہین جنکا اصل مسودہ مین وجود ہی نہین کہین کاتب نے کچہہ کا کچہہ سمجہکر لکھہ دیا۔ کہین نقطون مین کمی وبیشی ہے۔ کہین نقطہ دینا بالکل بہول گئے۔ اغلاط نقاط بہت ہین۔ کہین لفظ مقدم کو موخر کردیا ہے۔ ناظرین کو چاہیئے کہ جتنے صفحے دیکہنا مدنظر ہون پہلے اونکی غلطیان اس صحت نامہ کے ذریعہ سے روزانہ درست فرمالیا کرین۔ آیات کتاب اللہ کی نقل مین جو غلطیان ہوئی ہین اونکی صحت قرآن شریف سے مقابلہ کرنے سے بہی ہوسکتی اور صحت نامہ سے بہی ہوسکتی ہے۔ صحت نامہ مین اونہین غلطیون کو مقدم کرکے صحیح کیا ہے جو کہ نقل الفاظ وحروف آیات کے متعلق ہین۔ اوس کے بعد وہ عبارتین لکھہ دی ہین جو رہ گئی ہین۔ اِس کے بعد دیگر اغلاط کو لکھہ کر صحت کے ساتہہ لکہدیا گیا ہے چند الفاظ مثل پاک۔ علیہ السلام۔ آلہ۔ حضرات حضرت۔ رض۔ وغیرہ کے جنکی زیادتی یا کمی سے مطلب مین خلل واقع نہین ہوتا اوسمین کمی یا زیادتی ہر جگہہ نہین کی گئی ہے۔ حرف ربط وغیرہ یا کوئی لفظ جسکا ہونا یا نہونا مطلب عبارت مین خرابی نہین کرتا اوسکے گہٹانے یا بڑہانے کی جانب توجہ نہین کی گئی ہے۔ ہان جو نسخہ مخاطب صاحب کی خدمت مین بہیجا جاویگا اوسمین حتی الامکان اون اغلاط کو صحیح کردیا جاویگا جو کاتب سے قول مخاطب کی نقل مین ہوئی ہین اور کمی و بیشی حروف کو بہی درست کردیا جاویگا۔ عبارت جواب مین جو اغلاط نقاط ہین وہ بغور ملاحظہ فرمانے سے خود ناظرین درست فرماسکتے ہین اور صحت نامہ مین بہی اونکو ظاہر کردیا گیا ہے۔

(۱) اگر ”غلط“ خانہ مین کوئی لفظ یا عبارت ہو اور ”صحیح“ خانہ خالی ہو تو جو لفظ یا عبارت ”غلط“ خانہ مین ہو اوسکو کاٹ دینا چاہیئے۔

(۲) اگر ”غلط“ خانہ خالی ہو اور ”صحیح“ خانہ مین کوئی لفظ یا عبارت ہو اوسکو سطر کے آخر مین بڑہا دینا چاہیئے

صحت نامہ اُن اغلاط کا جو نقل الفاظ وحروف آیات مین ہوئی ہین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴	۴	تولوا۲ھم	تولوھم	۱۲۶	۲	اطیعوا۲اللہ	۲اطیعوا۲۲اللہ
۱۵	۱۰	السکینۃ	سکینتہ	″	″	۲اطیعوا۲الرسول	اطیعوا۲۲الرسول
۱۱۳	۶	مومنین	۲المومنین	″	۲۰	اطیعوا۲اللہ	اطیعوا۲۲اللہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۶	۲۰	اطیعوالرسول	اطیعوا الرسول
۱۲۷	۲۱	اتقواللہ	اتقوا اللہ
۱۳۲	۵و۶و۱۵ ۸و۱۶و۱۷	اطیعو	اطیعوا
۱۳۴	۱۳	نفرقواً	نفرّقوا
۱۴۰	۲	نقیبکم	یُفتیکم
۱۴۲	۵	اتقواللہ	اتقوا اللہ
۱۴۳	۱۳و۲۱	اتقوا اللہ	اتقوا اللہ
〃	۱۷	فلتقم	فلتقم
۱۴۴	۱۰	اتینک	اتینک
〃	۱۲	اطیعو	اطیعوا
〃	۱۱	امنو	امنوا
〃	۱۳و۲۱	اتقو	اتقوا
۱۴۴	۱۱	فامنو	فامنوا
۱۴۵	۱۳	فامنو	فامنوا
۱۴۶	۱۳	اتقواللہ	اتقوا اللہ
〃	۲۱	تمشون	تمشون
۱۴۷	۱۰	نورہ	نورہ
۱۵۲	۸	الکتاب اللہ	الکتاب
۱۵۹	۱۷	ادعو	ادعوا
〃	۲۱	.	بصیرۃ
۱۶۰	۱۷	اطیعواللہ	اطیعوا اللہ
〃	〃	اطیعوالرسول	اطیعوا الرسول
۱۸۲	۱۷	اطیعواللہ	اطیعوا اللہ
〃	〃	اطیعوالرسول	اطیعوا الرسول
۱۹۰	۱۳	عہد	عہدی
۱۹۳	۲۱	ھاج	حاج
〃	〃	.	لیطہرکم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۶	۲	ہقم	ھم
۱۹۸	۲۱	یترجن	تبرّجن
۲۰۵	۵	وانبعت	واتبعت
۲۰۹	۲۰	امنو	امنوا
۲۱۰	۶	النبی الذین	النبی و الذین
〃	حاشیہ	حال جرسی	قال یموسی
〃	〃	اصلفیتک	اصطفیتک
۲۲۴	۲۰	فقا	فقالوا
۲۲۸	۹	الباس	الیاس
۲۳۳	۱	جاھدو	جاھدوا
۲۳۶	۱۱	فی الذین	فی الدّین
۲۳۷	۱۶	واجتنبا	واجتبینا
۲۴۹	۴	امنو	امنوا
۲۵۳	۱۲	مرضات	مرضات اللہ
۲۵۵	۲	یرتل	یرتلد
〃	〃	الیک	اولٰئک
۲۷۰	۱۵	للمخلصین	للمخلّفین
۲۸۱	۱۶	مایشاؤن	ماتشاؤن
۲۸۳	۱۰	علیٰ	علیٰ
۲۹۰	۲۱	صالح	صالح
۳۳۳	۸	نغمہ	نعمۃ
۳۴۶	۱۶	و ارسل	وسئل
〃	〃	قبلک	من قبلک
۳۸۶	۱	ھاجرو	ھاجروا
۳۸۷	۵	انفسنا	انفُسنا
۴۳۳	۱۲	فاذنو	فاذنوا
۵۴۱	۱۱	بالحیوۃ	بالحیٰوۃ
۱۴۲	حاشیہ	پارہ - ۱۵	پارہ - ۵

اب وہ عبارتین اور آیتین جو رسالہ ہذا مین لکھنے سے رہ گیئن ہین خواہ وہ قول مخاطب کی ہون یا جواب کی اس جگہہ بنمبروار بہ ترتیب صفحہ وسطر رسالہ ہذا لکھی جاتی ہین اور جس لفظ کے بعد ہونا چاہیئے اوسکا حال بھی نقشہ ذیل سے ظاہر ہے ناظرین اون عبارتون کو نشان صفحہ وسطر دیکھہ کر جس لفظ کے بعد چھوٹی ہین بڑھا لین۔

نمبر شمار	صفحہ	سطر	کس لفظ کے بعد	چھوٹی ہوئی عبارت خواہ متن کی ہو یا حاشیہ کی
۱	۴۰	۲۱	مالکی ہین	ان کے مذہب کی بنا اجماعیات فاروق پر ہے اور اصل کتابین اُنکی روایتِ مرتضیٰ سے خالی ہین۔
۲	۶۶	۱۱	بھیری	والحمد للہ علی ذلک۔
۳	۹۲	۲۱ حاشیہ	قرآن ناطق	؎ حضرت مرتضیٰ فرمود کہ این قرآن قرآن صامت است و من قرآن ناطق ام (ازالۃ الخفا)۔
۴	۹۵	۲۰	اوسوقت تک	کسی مسئلہ مین۔
۵	۹۶	۱۵	نکرلین	اور اصول مذہب تشیع ثابت نکرالین۔
۶	۱۰۲	۷	شوربہ	کوئی اگر جواب لکھے تو کاہے کا لکھے اور توجہ کرے تو کسکی طرف کرے الطنین اجنحۃ الذباب یضیر۔
۷	۱۰۸	۱۶	بیان فرمایا ہے	اور اعتقادیات کو تو جگہہ جگہہ صراحت و وضاحت کیساتھہ مکرر سکرر بیان فرمایا ہے۔
۸	۱۰۸	۱۷	قابل ہین	اور نہایت ضروری ہے کہ کتاب للہ مین بتصریح و توضیح مختلف عنوانات سے مواقع مختلفہ مین اونکا ذکر ہو۔
۹	۲۵۸	۲۰	الحسن	فی ہذا السن۔
۱۰	۳۰۱	۱۸	حاکم ہو	سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون۔
۱۱	۳۰۶	۱۴	تلک المقابلۃ	کبعض خصوصیات الرجعۃ و ذہاب بعض الآیات عن کتاب اللہ تعالیٰ و امثال ذلک فالمخطئ فیہ معذور فانا بعد الرجوع الی وجدنا لانجد فرقا بین المسائل الاجتہادیۃ الفروعیۃ و بین تلک المسائل فی عدم ظہور الدلائل القاطعۃ فیہما و لذا ترے جما کثیرا من اجلاء علمائنا مختلفین فیہا منہا جواز السہو علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی قال بہ ابن بابویہ واحالہ الباقون وہکذا ذکر ذہاب بعض الآیات عن الکتاب
۱۲	۳۲۲	۱۴	لایخفی	۱۲ منہ رحمہ

سلسلہ نمبر	صفحہ	سطر	کس لفظ کے بعد	چھوٹی ہوئی عبارت
۱۳	۳۴۱	۵	ٹہوس ہے	و للّٰہ در القایل ؎ گرہمین مکتب وہمین ملا + کار طفلان تمام خواہد شد +
۱۴	۳۵۵	۱۴	کتب کا وجب ہونا	آیمہ کے لیئے نص کا واجب ہونا حشر ونشر قیامت کا واجب ہونا۔
۱۵	۳۷۹	۱	نہین ہوسکتا	تو اجماع بہی کافی ہوگا۔
۱۶	۴۱۶	۲۱	بیٹھ گئین	علماء شیعہ مین سے کسی نے اسوقت تک دم سانس نہ نکالا۔
۱۷	۴۲۷	۱۸	کافر ہوئے	جواب اسکا یہ ہی اول تو یہ توجیہ ہمارے مدعا کو مثبت ہی نہ مخالف۔
۱۸	۴۴۶	۱۱	امیر المومنین	یہ آیت بقرینہ سباق وسیاق ایمان محاربین پر دلالت کرتی ہے۔
۱۹	۴۴۷	۱	منقول ہے	عبارت تفسیر یہ ہے۔
۲۰	۴۵۳	۱۱	اُٹھاسے	اور قتال ترک کرتے۔
۲۱	۴۵۵	۱۵	مومن ہو گئے	پہر مومن کی تکفیر کرنا اپنی تکفیر کرنا ہے۔
۲۲	۴۷۲	۱۴	ہوسکتا ہی	اور جن آئمہ کے نزدیک مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے وہ کسیقدر محل اشتباہ ہوسکتا ہے۔
۲۳	۴۹۲	۱۷	اور اگر	بعد اتمام حجّت
۲۴	۴۹۳	۱۴	پہر بہی	اوسی کشتی مین سوار ہوکے (نجات کے امیدوار رہے)
۲۵	۴۹۹	۱۸	تعظیم سابق سے	اوسمین ذرا بہی فرق نہین آیا۔
۳۱	۵۳۲	۱۳	امداد	واعانت مدح وثنا۔

نوٹ - ص ۵۳۳ سطر ۳ و ۴ مین عبارت ذیل کاٹ دو۔

”کا طعام حلال ہے باوجودیکہ اہل کتاب مسلمان نہین ہین تو پہر وہ طعام کیون حرام ہونے لگا جو ملک خلافت کی آمدنی سے خرید کیا گیا ہے جسکے وارث جایز جناب امیرؑ تہے“۔

صحت نامہ دیگر اغلاط الفاظ ونقاط کتاب نور علی نور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲۱	چال	جال	۸	۱۹	لیتے تہے	لیتے نہ تہے
۴	۲۱	توڑ گیا	توڑیگا	″	۲۱	عاجز	عاجز ہوئے
۵	۱۹	الہیئت	الہیات	۱۰	۱۵	الدہر	الدبر
″	۵		کرنا	۱۱	۳	لا کفرا	۲۲ کفرا
۸	۱۴	خرید کے	خرید وفروخت کے	۱۳	۱۲	ضرب	ضربہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳	۱۵	آنحضرت	بحضرت	۴۵	۱۰	مرتضیٰ ہین	مرتضیٰ مین
۱۸	۱۶	متکلم	تتکلم	″	۱۱	منسوب	منسوب ہے
۲۱	۱۳	ثابت ہو	ثابت ہوا	۴۹	۷	الطابین	الطالبین
۲۴	۱۱	اول	اون	۵۰	۷	ابی یوسف	ابی یوسف
۲۵	۱۲	ابتزا	ابتز	۵۱	۱	ابویوسف	ابویوسف
″	۱۸	غضب	عصب	″	۱۴	خبرت	جھزت
″	۲۱	والانصار	واعیان الانصار	۵۲	۲	رافقیۃ	رافضۃ
۲۶	۲	علیہم	علیہم انبیٹھوی	″	۱۳	کی بہی	کی پہر بہی
″	۴	مباحثہ ومناظرہ	مباحثہ وگفتگو ومناظرہ	۵۲	۱۵	مرجبہ	مرجیبہ
				۵۵	۵	اور	پر
″	۱۸	ہے	بہی	″	۱۴	ہو	ہوا
″	۲۰	اوباش	مفسد	″	″	کہ	کہ بحمد اللہ
۲۸	۱۴	مین	مین سے	″	″	انہون نے	بہولے سے بہی
″	۱۵	راوین	راویون	۵۶	۶	اتفاق	اتفاقات
۲۸	۲۰	یہ	بہ	″	۱۲	کی تحریر	کی یہ تحریر
۲۹	۱۲	دیبفیہ	دیبنیہ	″	۱۶	بروے	روے
″	۱۴	عن	علی	۵۷	۱	حالات	حالت
″	۱۶	مذاہب	مذہب	″	۲	سے	سے بہی
″	۲۰	بحمد للہ	بحمد اللہ	۵۹	۷	دار ومدار	بالکل دار مدار
۳۳	۱۷	ظاہرا	ظاہر ہوا	″	۱۲	بجز ندامت کوئی چارہ	اوسوقت بجز ندامت وسکوت چارہ
۳۴	۶	تم	تمام				
″	۲۱	ہے ہے	سے ہے	۶۰	۵	پر	پر ہی
۳۸	۷	اشاعر	اشاعرہ	″	″	اونکے	اون کو
۴۰	۱۷	بنے	بے	۶۱	۶	نیچ ڈالا	نیچ والا
″	۱۹	اور	۰	۶۳	۱۹	منکشف	مثل آفتاب منکشف
۴۱	۱	ابوحنیفہ	مسند ابوحنیفہ	۶۵	۱۰	بحمد للہ	بحمد اللہ
″	۲۰	شیخین سے	شیخین سے	۶۶	۱۰و۹	کو	کے
″	۲۱	[illegible]	[illegible]	۶۷	۹	[illegible]	کیونکہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٧	١٣	ہون	ہین	٩٠	٦	لباس سے	لباس مین
〃	١٨	نئے نئے	نئے	〃	١٥	متخمل	محتمل
٦٨	٨	کف	کفے	٩١	١٠	دار ومدار	دار مدار
٦٩	٣	نگہت	نکہت	٩٢	٨	نقل	ثقل
٦٩	٩	غالب	طبیعت پر غالب	〃	١٩	اہل شام	اہل شام نے
〃	١٣	معلّن	معین	٩٣	٣	سامت	صامت
٧٠	١٠	مناظرہ کے	مناظرہ ومباحثہ کے	〃	١١	اہل الزکر	اہل الذکر
〃	١٥	ی	کوئی	〃	١٩	یرد	یردا
٧٤	٢١	ببر	ببیر	٩٤	١	اہلسنت	اہلسنت نے
٧٥	٢	الدہر	الدبر	٩٥	٧	اہل حیاکو	اہل حیاوانصاف کو
〃	١١	خلافتماب	آپکے خلافتماب	〃	١٤	سے	سے بھی
٧٦	٥	آئے	آئے	٩٦	١٤	مین	مین بھی
٧٧	١٤	شاہصاحب	تحفہ شاہصاحب	〃	〃	تشیع	اہل تشیع
〃	٢٠	بے سود	محض بے سود	〃	١٥	فیصلہ نکرالین	فیصلہ نکرلین
٧٨	١١	چاہتاہے	یہ چاہتاہے	〃	٢١	آپ جوآپ	اب جوآپ
〃	١٦	طریقہ	طریق	٩٧	٣	مین	مین سے
٧٩	١١	بنے	بے	〃	٥	کیاہے	کیاگیاہے
٨٠	١٦	عبدالعزیز	عبدالعزیز صاحب	〃	٩	معادت	معاد
〃	١٨	ہین	موجود ہین	〃	١٠	سائل	مسائل
٨١	٣	ژنگ	زنگ	〃	١٣	اقوال	قول
٨٢	٤	بابین	مابین	〃	١٥	داخل ہونا	۔
〃	٩	تین	کبھی	〃	١٩	یاچیز	ناچیز
〃	١٣	تو	۔	٩٨	١٧	ثقین	ثقلین
٨٧	٣	تطویل	تطویل لاطائل	٩٩	١٢	متخل	محتمل
〃	〃	جواب	تحریر جواب	١٠٠	٧	لاقوۃ	لاحول ولاقوۃ
٨٨	٣	اہتمام	نہایت اہتمام	١٠٠	٢٠	مشغول ہوئے	مشغول ہے
٨٩	٥	طبیعت	طبع	١٠٢	١	تحقیق	تحقیقات
〃	٦	وقوف	قوت	١٠٣	٨	مختصر	مختصراً
٩٠	٣	کو	عتاب کو	〃	١٧	تارکم	تارکو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۳	۱۸	بہا	بہما
۱۰۴	۵	اہلبیت کا	اہلسنت کا
"	۶	فدک	فدک وغیرہ
"	۱۷	جب	۔
۱۰۵	۳	دار ومدار	دار مدار
"	۵	تقلیل	تضلیل
"	۹	حقیقت	حقیت
"	حاشیہ	تعلق	یقین
۱۰۶	۱۷	اعتقادیات	اصول اعتقادیات
۱۰۸	۱۹	سکر	سکرر
۱۰۹	۷	نفی	ہنی
۱۱۰	۲	صراحت	صراحت ووضاحت
"	۱۹	یا علی	علی
۱۱۱	۱۲	سعید بن	سعید بن
۱۱۲	۱۰	ہین ہو	ہو
۱۱۳	۸	اتفاق	اتقان
۱۱۴	۳	تصیح	تصحیح
۱۱۶	۴	ورنہ	ورنہ یہ
۱۱۷	۱۰	امست کا	امامت کا
"	۱۹	الامامت	الأمّت
۱۱۹	۵	بجویز	بجویز پر
۱۲۴	۱۴	آپ	اب
۱۲۶	۶	اسے	سے
"	۱۱	یبیت	یثبت
۱۲۹	۱۶	رضاو	رضاء
۱۳۱	۲	اطاعتی	اطاعتی
"	۱۰	مثل اپنے	مثل اپنے رسول کے
"	۲۱	شانہ مین	شانہ نے
۱۳۳	"	بہ	بہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۳	۲۱	لاہل	الا اہل
۱۳۴	۱	ہندوں	بندون
"	۲	تعالی	تعالی نے
"	۶	لانا اور	لانا
۱۳۵	۴	اعتقاد	اعتقادی
۱۳۶	۱۶	گی	کی
۱۳۸	۷	یعلمون ہوتا ہے	یعلمون ہوتا ہی
۱۳۹	۸	ولاۃ	وُوُلاۃ
۱۴۲	۳	پرپر	پر
۱۴۴	۱۳	یرد	یردا
۱۴۶	۷	ناتمام	یا ناتمام
۱۴۸	۱۴	عہد	عہدہٗ
۱۴۹	۶	بودی	یودی
۱۵۰	۱۳	د	۔
۱۵۱	۲۱	صلوٰۃ	الصلوٰۃ
۱۵۴	۱۸	بی	بی ہین
"	۲۰	رسالتماب	عہد رسالتمآب
"	۲۱	منکم	منکم مین
۱۵۶	۱۰	تحقیق	تحقق
۱۵۷	۳	مخصوص	مخصص
۱۶۰	۱۰	تصریح	الصریح
۱۶۱	۶	کان	من کان
"	۱۸	محاهد	مجاهد
۱۶۲	۴	للناصی	للناصبی
۱۶۳	۱۲	الثماس	التماس
"	۱۴	سوق کلام	بنا بر سوق کلام
۱۶۴	۱۵	اٰخرہ	اٰخر
"	"	هذه	هذا
"	۱۸	ابوالشہیم	ابوالہیثم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٦٥	١٦	توصیح	توضیح
١٦٦	١٠	بجتیبونکم	یجیبونکم
١٦٦	١٥	المہتدی	المہتدی کن جاونی
			بطاعتہم
١٦٦	٢١	اطارۃ	الطارۃ
١٦٨	٢	خبریت	خیریت
″	١٥	تعلموه	تعلموہم
″	١٩	وا	وار
١٦٨	٢٠	وعلی	فعلی
١٦٩	٢١	ہین	ہین واضح ہے
١٧١	١٥	بنوت رسالت	ثبوت ریاست
١٧٢	١٤	محدد	مجدد
″	١٨	کرگئے ہین	کئے ہین کہا ہے
١٧٣	١٩	صواقع	صواقع کے
١٧٥	١٨	اونکے	اونکے کے
١٧٧	٢١	جلا	جلّ
١٧٨	١٥	اولولت	اولویت
١٧٩	٦	بداہتہً	بداہتہً
١٨٧	٤	کارزا	کارزار
″	١١	ملت وجاہلیت	ملتِ جاہلیت
″	٢١	مہنزین	منہزمین
١٨٩	٤	اخبار	اخیار
″	١٦	سل	ملل
١٩٠	١٢	قولا	قول
″	″	لا ینعزل	بل ینعزل
١٩٥	١٣	وہ جود	وجود
١٩٧	″	ولفعل	والفعل
″	١٦	سم	نہم
″	١٧	عوٰ	علی انّ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٩٧	٢	یاکید	بتاکید
١٩٨	٢	بہ بجنم	بنجم
″	١٤	آلی	آتی
٢٠٠	١٧	شود	شد
٢٠١	١٢	سبے	نے
٢٠٢	١٢	تنبیہہ	تشبیہ
٢٠٣	٥	الباس	الیاس
٢٠٤	٢١	اس عباس	ابن عباس
٢٠٥	١٥	نفلیہ	بنفیلہ
٢٠٦	او ٨	الویت	اولویت
٢٠٨	٢	اسلام	سلام
″	″	منصل	مفصل
٢٠٩	٣	تابعین	تابعین
٢١٠	٥	ہین آل ابراہیم	۔
٢١١	٢١	اون	اون کے
٢١٤	١٩	تباہی	تباہی
٢١٥	٢٠	علیہم السلام	علیہما السلام
٢١٦	٧	ن	عن
٢١٨	١١	ضلال کے	ضلال
٢٢٤	٢	ہے تا ہے	ہوتا ہے
″	٥	نیابت	نیابت
٢٢٨	١٦	مفاد	مغایر مفاد
٢٢٩	١١	طمہ	طعمہ
٢٣٠	٢٠	تعالےٰ ہے	تعالیٰ انہین ہے
٢٣١	١٧	یاعدل	باعدل
٢٣٤	١٥	ذکر	ذکرہ
٢٣٦	١٩	نام سے	نام پیشتر سے
٢٣٧	٤	برمانہ	بزمانہ
٢٤٠	١٩	خدا ند	خداوند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۴	۶	زمانہ ہین	زمانہ مین
۲۴۸	۱۰	اورالیت	اولیت
۲۴۹	۱۸	ولی الارحام	اولی الارحام
۲۵۰	۹	بخلاف	بخلافت
۲۵۲	۲۰	سیاق	سباق
۲۵۳	۱۵	یہی	بہی
۲۵۷	۱و۲	فرارت	فرارات
۲۶۲	۲	محتہ	صحتہ
〃	۱۶	آن	اُن
۲۶۴	۲	انبدا	ابتدا
۲۶۵	۱	بس	اس
۲۶۶	۲	ہوے	وارد ہوے
۲۶۷	۸	ہان	کہامان
〃	۱۶	چہوڑیا	چہوڑدیا
۲۶۸	۱	ملتی	حتی
۲۶۹	۸	دار	اور
۲۷۰	۲۰	نفلی	نقلی
۲۷۲	۵	بحتہ	نجبہ
〃	۵	جب	حب
〃	۱۸	وجب	وحُبّ
۲۷۵	۱۱	ہرج	حرج
۲۷۸	۱۴	بغیر	نہ بغیر
۲۷۹	۱۸	ہنوتے	ہوتے
〃	۲۱	اسکی گواہی	یہ مبارکباد
۲۸۰	۹	موسیٰ	حضرت موسیٰ
〃	۱۰	ہمراہ	ہمراہ لیجایئن
۲۸۱	۹	کتاب	کتاب مختوم
۲۸۳	۵	المفازلی	المغازلی
〃	۲۰	اس	کسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۷	۴	رحم	رجم
۲۹۴	۱۹	فارقتنی	فارقنی
۲۹۶	۱	اعتقادی	اصلی اعتقادی
۲۹۹	۲۱	علی	علا
۳۰۱	۱۳	جو	اگروہ
〃	۱۸	جو	کہ
۳۰۴	۲۰	بعض	مگرچونکہ بعض
۳۰۷	۱۴	روایات	روات
〃	۱۵	اورواقفیہ	واقفیہ
۳۱۹	۱۶	عمرسو	عمرسعد
۳۲۶	۴	ہمہ دان	ہمہ دان کے
۳۲۷	۱	اورسید لدارعلی یامحقق طوسی	یامحقق طوسی اور سید دلدار علی
۳۲۸	۶	ماخود	ماخوذ
〃	۹	پہر	پہر اسپر
۳۲۹	۸	مطسطر	مضطر
۳۳۲	۴	بندگے	بندیکے
۳۳۸	۱۴	قبل	قیل
۳۴۲	۵	اغضاء	اعضاء
۳۴۶	۷	نور	انوار
۳۴۸	۱۴	ہین	ہوئے ہین
〃	۱۵	قولہ	اقول
۳۵۰	۱۱	ستہم	مہتم
〃	۱۶	ہلونے	ہوئے
〃	۱۶	دیکہہ اوپر	اوپر دیکہہ
۳۵۱	۱	اعتقادات	اعتقادیات
[illegible]	۳	حضرات	حضرت
〃	۹	سب	یہ سب
۳۵۱	۱۴	وسلم	وآلہ وسلم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۳	۱۴	معسوم	معصوم
۳۵۴	۶	مصداق	مصدّق
"	۱۹	ہو	ہوئی
۳۵۶	۱۸	بیجا	بجا
۳۵۷	۲۱	مجید	مجید موجود
۳۵۹	۹	اٹھا	تھا
"	۱۳	.	نے (قرآن کو)
۳۶۰	۱۶	خیز ہے	خیزامر ہے
۳۶۲	۴	امامت	امت
۳۶۳	۴	اصحابہ	صحابہ
۳۶۴	۴	اعتقادات	اعتقادیات
۳۶۵	۶	فرقہ	فرق
۳۶۸	۸	شیعیان	شیعیان پاک
۳۷۳	۶	قیل	فان قیل
۳۷۴	۱۷	والطاقفیۃ	والواقفیۃ
۳۷۵	۷	جازالعمل	جازالعمل بہ
۳۷۸	۱۳	امام	امام تو
۳۷۹	۷	کوئی	کوئی اصل
"	۱۱	کذب مستلزم	کذب کو مستلزم
۳۸۰	۳	امامت کے	امامت ایمہ کے
"	۷	ذیحجہ	ذوالحجہ
"	۲۱	لازم ہے	لازم ہے کہ
۳۸۸	۱	بدتر	برتر
"	۱۶	کتاب	کتب
"	۱۸	خلافت وعصمت	عصمت وخلافت
۳۸۹	۲	.	جناب
۳۹۳	۱۰	سرمانے	سرہانے
۳۹۴	۱۶	اورجناب	کہ جناب
۳۹۹	۱۰	کل صحابہ	کل صحابہ کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۵	۱۶	سب سے اول	اگر سب سے اول
۴۰۹	۴	فرمائی	ہجرت فرمائی
۴۱۵	۶	ویساہی	ویساہی رہتا
۴۱۶	۶	لاکفر	اا کفر
۴۱۸	۱۴	کوکچھ	کچھ
۴۲۱	۳	نئے پردے	نئے نرالے پردے
"	۹	فی البدیہہ اور	فی البدیہہ یہ
"	۱۲	حجت	حجت حقہ
۴۲۲	۱	عقلاً	عقلا
"	۴	حجت حق	حجت حقہ
"	۱۱	حجت حق	حجت حجت حقہ
۴۲۳	۹	جھوٹا سمجھیں	جھوٹا جانیں
"	۱۹	ہوچکا	کیا
۴۲۴	۱۷	بفور	بغور
۴۲۵	۱۳	دین سے	دین میں سے
۴۲۶	۴	یہ مدعا	بخوبی یہ مدعا
۴۲۷	۱	وظاہر	ظاہر
۴۳۱	۱۵	لگایا	کیا
"	۱۸	کفر ہوتا	موجب کفر ہوتا
۴۳۴	۷	رکھتی ہے	کرتی ہے
۴۳۵	۱۰	کہ	تو
۴۳۷	۱۱	کفر نہ ہو	کفر نہ ہوا
۴۳۸	۹	تفض	نقض
"	۱۰	بیعۃ	ببیعتہ
۴۳۹	۶	کفر بوجہ	کفر صرف بوجہ
۴۴۱	۱	مالغ	بالغ
"	۷	کہا آنحضرت	کہ آنحضرت
"	۲۰	اہلبیت	اہل البیت
۴۴۳	۳	گر	مگر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴۸	۱۳	اور	ادہر
"	۱۴	معصوم	معصوم کی
۴۴۹	۱۰	بینکم	بنیّکم
"	۱۵	مکہ	مکہ کے
"	۹	اہل مکہ	نے اہل مکہ
۴۵۴	۱	حسبُ مذہب	حسب مذہب
"	۱	کفار ومشرکین	کفار مشرکین
۴۵۶	۱۳	قضیہ	قضیّہ
۴۵۸	۱۱	لذت	ذلت
۴۵۹	۸	دفیتنون	دفیتیون
۴۶۲	۵	لرتے	لڑنے
"	۱۳	صہ ۱۱۲۹	صہ ۱۲۹
۴۶۳	۶	خطون	خطیون
۴۶۴	۱۱	قتل	قتال
۴۶۵	۱۳	ملعون	ملعون ہو
۴۶۷	۱۴	حق طرف	حق کیطرف
۴۷۰	۸	غاضب	غاصب
۴۷۲	۱۲	فرمایا	فرمانا
۴۷۳	۱۶	لیکن ذرا	لیکن اگر ذرا
۴۷۵	۱۹	ضفت	صافت
۴۷۷	۱۹	ڈرتے	ڈرنے
۴۷۸	۵	۔	جانتے ہون
"	۷	لڑائی کا تہا	لڑائی کا بہانہ تہا
۴۷۸	۱۰	تستحق	یستحق
۴۸۱	۱۲و۱۳	مشرکین	ملحدین
"	۲۱	راز	از
۴۸۲	۵	مکہ	مکہ مین
۴۸۳	۱۷	وفی	فی
"	۱۸	قائل ہن لنائیین	قائل ہن علی قائلہ من النائیین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸۳	۲۰	مین قول	مین یہ قول
۴۸۴	۲	تم	تم خود
"	۴	غیض وغضب سے	غیض سے
"	"	دہارہے ہو	ڈہارہے ہو
۴۸۶	۷	تہا	۔
۴۸۹	۲۱	کافر	کافر مطلق
۴۹۲	۱۷	اگر تائب	اگر بعد اتمام حجت تائب
۴۹۵	۱۶	امامت	امامت کے
۴۹۶	۱۲	عائشہ	عائشہ رضی اللہ عنہا
۴۹۷	۱	اور عداوت	اور اسی عداوت
۴۹۸	۲۱	جہایا	بہایا
۵۰۱	۳ اور ۱	علیہا	علیہاؑ
۵۰۲	۹	رکہی	رکہی ہتی
۵۰۳	۳	کی	صلعم کی
۵۰۶	۱۴	ہوتی ہے	ہوئی
۵۰۷	۱۱	اور بڑہ گئی	اور بہی بڑہ گئی
۵۱۱	۲۰	عائشہ کا	عائشہ صدیقہ کا
۵۱۳	۱۱	اسی لئے	اس لئے
۵۱۴	۱۱	کہدیا	کہدیا ہے
۵۱۵	۹	بنیم	می بنیم
"	۱۰	را	را صلعم
"	۱۲	گذرانیدم	گذرانیدیم
۵۱۷	۲۱	و	وہ
۵۱۸	۲۱	وصیّت	وصایت
۵۱۹	۱۲	سے	پر
۵۳۱	۱۱	یہ مخفی نہین	مخفی نہین
"	۱۲	پوری شہادت	پوری پوری شہادت
"	۱۳	دین مین	دین وایمان مین
"	۱۴	آپ نے	اپنے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳۳	۹	پیدا ہو	پیدا ہوا
۵۳۴	۵	بجھو دی	بجھو دشی
"	۶	کیا	کیسا
۵۳۶	۱	نام	کام
"	۱۵	امام تنہا	امام پر تنہا
۵۳۸	۱۶	بات ہے	ہے
۵۳۹	۱	لاکفر	اا کفر
۵۴۰	۱۴	اون مین	اوس مین
۵۴۳	۳	یہ جواب ہے	یہ جواب
"	۲۰	نارضی	ناراضی
۵۴۴	۷	روایات	روایت
"	۷	جن	جس
"	۸	جن سے	یاجن سے
"	۱۲	اُترے	اُترے
۲۰	حاشیہ پر ۱۶ کے مقابل		تاریخ کامل جلد

کتاب ملنے کا پتہ

(۱) سید زاہد حسین صاحب دوکان نخاس کہنہ الہ آباد۔

(۲) سید عباس علی صاحب تاجر کتب زیر مسجد چوک الہ آباد۔

قیمت فی جلد (حصہ اول) عمہ

ـت کتب جدید مطبوعہ و موجود کتبخانہ متعلقہ مطبع یوسفی شہر دہلی

ـح المبین فی امیر المومنین | جناب سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی رئیس کوا تھ ضلع آرہ کی تصنیف سے مندرجہ بالا عنوان کی کتاب جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں حال ہی میں چھپ کر مطبع یوسفی دہلی سے شائع ـے مصنف ممدوح نے آپ کے جملہ حالات و واقعات زندگی ۔ غزوات ۔ مناقب اور فضائل کو انگریزی فارسی ۔ عربی اور اردو ـں سے ملخص کر کے زیب اوراق کیا ہے شائقین فن تاریخ اسے ہاتھوں ہاتھ خرید رہے ہیں آپ بھی موقع کو ہاتھ سے بجانے ـدرہم خرما و ہم ثواب کے مزے لوٹئے ۔ کاغذ سفید ۔ چکنا تقطیع ۲۲ × ۲۹ ضخامت (۵۰۰) صفحہ قیمت رعایتی صرف دو ماہ کے ـر علاوہ محصول ڈاک ۔

ـن مریم } اردو علم ادب کی خاص شان لئے ہوئے ایک نادر کتاب جو نو عمر لڑکیوں سے لیکر صاحب اولاد مخدرات تک ـ معلومات کا گنجینہ ہے اگر آپ اپنی امیدوں یا نونہال کونپلوں کو اس نہج دینا میں مرتے دم تک سرسبز اور شاد کام ـا ہتے ہیں تو دامن مریم کی ایک جلد ضرور منگا کر مطالعہ پر مجبور کریں ۔ لڑکیوں کا عمدہ جہیز اگر دامن مریم سے خالی ہے ـں روپیہ صرف کر دینے پر بھی ناکافی سمجھا جائے گا مصنفہ افسر الشعراء حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی جانشین ـرحوم قیمت فی جلد ۸ر

ـب خلافت } مسئلہ خلافت و امامت درمیان شیعہ و سنی ایسا مابہ النزاع مسئلہ ہے جس پر طرفین کی طرف سے ـں کتابیں تالیف و تصنیف ہو کر شائع ہو چکی ہیں منصف مزاجوں نے ان تحاریر سے ضرور فائدہ اٹھایا ۔ جو اس بارہ ـطعی فیصلہ لکھی گئیں ۔ لیکن ہٹ دہرم اور ناانصافوں کے لئے کوئی تحریر مفید ثابت نہوئی اس لئے اس رسالہ کے ـے مولوی سید سجاد حسین صاحب مصنف رسالہ سجادیہ نے مسئلہ امامت کو نہایت مختصر مدلل اور عام فہم عبارت میں ـے کی کوشش کی ہے امید کہ متلاشیان راہ ہدایت ضرور اس تالیف سے مستفید ہوں گے ۔ حضرات شیعہ کو لازم ـضرور ضرور اس رسالہ سے اپنے کتب خانہ کو زینت بخشیں قیمت فی جلد صرف ۴ر

ـدہ ازیں ہر ایک کتاب مطبع یوسفی شہر دہلی سے درخواست کرنے پر ارسال کی جاتی ہے ـاحب چاہیں منگوا سکتے ہیں ۔ **المشتہر سید صغیر حسن مالک مطبع یوسفی دہلی**

اطلاع ضروری

اگر کوئی سُنّی صاحب اِس کتاب کا جواب لکھنے کا ارادہ فرمائیں تو پوری کتاب کا جواب ترتیب وار لفظ بلفظ لکھ کر دیں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ پوری کتاب کا جواب دینے سے عاجز ہیں اور جواب ناقص مقبول نہ ہوگا۔

اِک نظر اِدھر بھی

حضرات مومنین یہ عرض کرنا کہ اس تالیف کو پورا کرنے میں مجھ جیسے عدیم الفرصت شخص کو جس قدر دقتیں پیش آئی ہیں اور جن جانکاہیوں اور جانفشانیوں سے میں نے اِسے اتمام کو پہنچایا ہے شاید مبالغہ اور خودستائی پر محمول کیا جائے اس لئے صرف اس قدر گوش گذار کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب نورٌ علیٰ نور کے دوسرے حصّہ کے جلد از جلد شائع ہونے میں امداد فرمائیں اور اس کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ حضرات ازراہ ہمدردی و اخوت مذہبی اپنے دوست احباب کو اس حصّہ اوّل کی خریداری پر آمادہ فرمائیں۔ نہایت ہی شکر گذاری کا باعث ہوگا۔

خادم المؤمنین

سید کاظم علی عفی عنہ

پیشنمز - پتہ محلہ کنگھی ٹولہ - بریلی